ایک والد کو کن اوصاف کا حامل ہونا چاہئے

بچوں کی مناسب اور معیاری تربیت کے خواہشمند والد کیلئے اپنی نوعیت کی ایک نایاب کتاب

مثالی باپ

مصنف
مولانا محمد حنیف عبدالمجید

پسند فرمودہ
حضرت مفتی نظام الدین شامزی صاحب

خصوصیات

① بچے کے لئے دعائیں
② پیدائش پر شکر
③ اولاد کی قدر و قیمت
④ اولاد سے نرمی اور رحم کا سلوک
⑤ ذہنی و جسمانی تربیت سے متعلق اصول
⑥ اسلاف کے واقعات تربیت
⑦ احساس کمتری سے بچانے کی تربیت
⑧ مثالی باپ کی خصوصیات

بیت العلم ٹرسٹ

ایک والد کو کن اوصاف کا حامل ہونا چاہیے

بچوں کی مناسب اور معیاری تربیت کے خواہشمند والد کیلئے اپنی نوعیت کی ایک نایاب کتاب

مثالی باپ

مصنّف
مولانا محمد حنیف عبد المجید

پسند فرمودہ
حضرت مفتی نظام الدین شامزی صاحب

خصوصیات

1. بچے کے لئے دعائیں
2. پیدائش پر شکر
3. اولاد کی قدر و قیمت
4. اولاد سے نرمی اور رحم کا سلوک
5. ذہنی و جسمانی تربیت سے متعلق اصول
6. اسلاف کے واقعاتِ تربیت
7. احساسِ کمتری سے بچانے کی تربیت
8. مثالی باپ کی خصوصیات

بیت العلم ٹرسٹ

مکتبۃ العلم جامعہ مجددیہ
نورآباد - فتح گڑھ سیالکوٹ

جملہ حقوق بحق ناشر محفوظ ہیں

کتاب کا نام : مثالی باپ
تاریخ اشاعت : مئی ۲۰۰۳ء
ناشر : بیت العلم ٹرسٹ

مکتبہ بیت العلم
G-29 گراؤنڈ فلور اسٹوڈنٹ بازار
نزد مقدس مسجد، اردو بازار، کراچی
7726509
email: bit-trust@cyber.net.pk

ملنے کے دیگر پتے

زم زم پبلشرز نزد مقدس مسجد، اردو بازار، کراچی
دارالاشاعت، اردو بازار، کراچی۔ ادارہ اسلامیات، لاہور۔
علمی کتاب گھر اردو بازار، کراچی۔ ادارۃ القرآن، کراچی۔
قدیمی کتب خانہ بالمقابل آرام باغ، کراچی۔
مکتبہ الفریدیہ ای سیون اسلام آباد
صدیقی ٹرسٹ، لسبیلہ چوک کراچی فون:7224292
مکتبہ رحمانیہ، اردو بازار لاہور

Marfat.com

کلمات تبرک

حضرت مفتی نظام الدین شامزئی مد ظلہ العالی

اسلام ہمارے لئے ایک ایسی رحمت بن کر آیا ہے کہ صرف اسی کی بدولت ہمارا نظام زندگی درست ہوسکتا ہے۔ انسانی معاشرہ اسی وقت درست ہو سکتا ہے جب کہ ہم اسلامی اصولوں کو اپنائیں۔

کسی بھی قوم کا سب سے قیمتی سرمایہ بچّے ہوا کرتے ہیں اگر اس وقت وہ گود کا کھلونا ہیں تو آگے چل کر وہی مستقبل کے معمار بنیں گے۔ بچّہ جب پیدا ہوتا ہے تو اس کے سامنے سب سے پہلے دو بزرگ یعنی ماں باپ ہوتے ہیں۔ باپ ہی اپنے بچّے کا پہلا استاد ہوتا ہے اور یہیں سے بچّے کے اچھا یا برا بننے کی بنیاد پڑتی ہے۔ اسی استاد سے وہ اچھے یا برے جذبات و اخلاق اور اطاعت یا نافرمانی کو اپنے اندر جذب کرتا ہے۔ اس لئے باپ کی ذمہ داری ہے کہ وہ اپنی اولاد کی تربیت اس ڈھنگ سے کرے کہ اس کے رگ وریشہ میں دین کی روح پھونک دے۔ اس کے لئے ضروری ہے کہ وہ خود بھی ان صفات کا حامل ہو تاکہ بچّہ کے لئے عملی نمونہ بن سکے۔

باپ کے اخلاق اعلیٰ ہوں وہ سچ بولتا ہو، نماز اہتمام سے پڑھتا ہو، ہر طرح کی بری باتوں اور گناہ کے کاموں سے بچتا ہو تو ان شاء اللہ بچّہ بھی خود بخود ایسا ہی طریقہ اختیار کرلے گا۔

آج سے چودہ سو سال پہلے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مسلمانوں کو تربیت کے وہ اصول بتائے جن پر عمل پیرا ہوکر انہوں نے اپنے بچّوں کی ایسی تربیت کی جو کہ اسلام کا معیار مطلوب تھا۔

وہ اپنے بچّوں کی تربیت اس انداز سے کرتے تھے کہ ان کے دلوں میں اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی سچی محبت پیدا ہوکر اسلام کی خاطر مرمٹنے کا جذبہ پیدا ہوجاتا تھا۔

حضرات ابن عمر ابن عباس اور ابن زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہم ایسی ہی تربیت کا بہترین نمونہ ہیں۔ اسی درد کو لے کر ہمارے دوست مولوی محمد حنیف عبدالمجید صاحب اور ان کے رفقا نے کچھ ایسی اصلاحی کتابیں مثلاً تحفۂ دلہن، تحفۂ دولہا اور مثالی ماں مرتب کی ہیں جن پر عمل کرنے سے ایک صحت مند معاشرہ وجود میں آسکتا ہے۔ ان کے علاوہ آسان دینیات، اور اسمائے حسنیٰ کے نام سے کتابوں کا ایک ایسا سلسلہ بھی جاری کیا ہے جو بچّوں کی دینی ذہن سازی کے لئے نہایت مفید ہے۔

زیر نظر کتاب مثالی والد بھی اسی سلسلے کی ایک کڑی ہے جس میں بچّوں کی صحیح اسلامی اصولوں پر تربیت کرنے اور ان کو کامل مسلمان بنانے کی اسلامی تدبیریں درج ہیں۔ بندہ نے جستہ جستہ اس کتاب کو دیکھا امید ہے باقی مضامین بھی صحیح ہوں گے، انداز تحریر پر درد، آسان اور مبسوط ہے جس سے عامۃ المسلمین کو بات سمجھنے کا موقعہ ملتا ہے بندہ کے خیال میں گزشتہ کتابوں کی طرح زیر نظر کتاب بھی بچّوں کی تربیت کے لئے نہایت مفید ہے۔

اللہ تعالیٰ ان کتابوں کو شرف قبولیت بخشے اور اُمّت مسلّمہ کو اس پر عمل کرنے کی توفیق عطاء فرمائے اور مولانا موصوف اور ان کے احباب کے لئے ذخیرہ آخرت بنائے اور ان کو ایسی مزید خدمات کی توفیق عطا فرمائے آمین۔

(حضرت مولانا مفتی) نظام الدین شامزئی (صاحب دامت برکاتہم)

استاذ جامعہ علوم الاسلامیہ علامہ بنوری ٹاؤن کراچی ۵

فہرستِ مضامین

صفحہ	عنوان
۱۰	❖ تقریظ
۱۱	❖ کتاب کا تعارف
۱۲	❖ آپ اس کتاب کو کیسے پڑھیں؟
۱۷	❖ بچّے کے لئے دعا کیجئے
۲۵	❖ اولاد کی پیدائش پر اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کریں
۲۷	❖ اولاد کی قدر و قیمت
۲۸	❖ لڑکی کی پیدائش پر آپ کا ردِ عمل
۳۱	❖ لڑکی باعثِ سعادت
۳۵	❖ بیٹی ماں باپ کی جنت
۳۶	❖ قابلِ رشک صلہ
۳۷	❖ بچیوں کی شادی کرانے کی فضیلت
۳۸	❖ بے سہارا بیٹی کی کفالت
۳۹	❖ لڑکی اور لڑکے کے ساتھ امتیازی سلوک
۴۱	❖ لڑکیاں جو جہنم کی آگ سے آڑ ہیں
۴۲	❖ عقیقہ کرنا
۴۴	❖ ختنہ

صفحہ	عنوان
۴۶	❖ بچّے کو ماں کا دودھ پلوایئے
۴۹	❖ جنت میں شکر کا محل
۵۰	❖ بچّوں کی کفالت سے غفلت سنگین گناہ
۵۰	❖ وہ خرچ جس کا اجر سب سے بڑھ کر ہے
۵۲	❖ وہ باپ جس کا چہرہ بدر کامل کی طرح چمک رہا ہوگا
۵۵	❖ اولاد پر خرچ والد کی ذمہ داری ہے
۵۷	❖ اولاد کے ساتھ حسن سلوک
۶۲	❖ احنف بن قیس کی نصیحت
۶۳	❖ بچّوں کے ساتھ سلوک میں مساوات
۶۶	❖ بچّوں پر شفقت اور ان سے نرمی کا برتاؤ
۸۶	❖ قرآن کریم واحادیث مبارکہ کے ذریعے بچّوں کی تربیت
۷۲	❖ سب سے پہلے بچّے کو کیا سکھایا جائے؟
۷۴	❖ ایمان دل میں رچ بس جائے اس کے لئے یہ دعا مانگیں
۷۸	❖ ایمان بنانے کے طریقے
۸۰	❖ اولاد کو بوسہ دینے میں سنت کی نیت
۸۲	❖ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اولاد سے محبت
۸۶	❖ بچّوں کے جھگڑے اور آپ کی ذمہ داری
۸۹	❖ ایک لمحہ کی بھول
۹۲	❖ ہرگز ایک فریق کی بات سن کر فیصلہ نہ کیجئے
۹۳	❖ ایک باپ کی خطرناک غلطیاں
۹۹	❖ دوسری خطرناک غلطی

Marfat.com

عنوان	صفحہ
❖ باپ ''نرسنگ ہوم'' میں	۱۰۰
❖ جیسا کرو گے ویسا بھرو گے	۱۰۱
❖ حضرات انبیا علیہم السلام اور اولاد کی فکر	۱۰۲
❖ تیسری خطرناک غلطی	۱۰۳
❖ بچّوں کو تربیت دینے کا انداز	۱۰۴
❖ بچّوں سے محبت کی حد	۱۰۵
❖ کھانا کھانے کا ایک ادب	۱۰۶
❖ سات سال سے پہلے تعلیم	۱۰۸
❖ بچّوں کو مارنے کی حد	۱۰۹
❖ بچّے کو کیا کہہ کر پکارا جائے؟	۱۱۱
❖ لفظ ''بیٹا'' ایک شفقت بھرا خطاب	۱۱۳
❖ ذاتی عمل نجات کے لئے کافی نہیں	۱۱۵
❖ اگر اولاد نہ مانے تو!	۱۱۶
❖ دنیاوی آگ سے کس طرح بچاتے ہو؟	۱۱۷
❖ اللہ کے واسطے جابر و حاکم باپ نہ بنئے	۱۱۸
❖ اولاد پر جبر	۱۲۲
❖ مار پیٹ سے کبھی بچّے مجرم بھی بن جاتے ہیں	۱۲۵
❖ مارنے کی شرائط	۱۲۹
❖ حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمہ اللہ تعالیٰ کی اپنے بیٹے کی تربیت	۱۳۱
❖ بچّوں کی اصلاح سے مایوس نہ ہوں	۱۳۳
❖ بچّوں کو احساس کمتری میں مبتلا ہونے سے بچائیے	۱۳۶

عنوان	صفحہ
❖ بچّے کو ناجائز دباؤ میں نہ رکھئے	۱۳۹
❖ بچّوں کو غلطی پر ٹوکنے کا انداز	۱۴۳
❖ جوامع الکلم	۱۵۱
❖ بچّوں کو سمجھانے کا طریقہ	۱۵۳
❖ جذبات واحساسات کا پاس ولحاظ	۱۵۶
❖ بچّے کی قوت فیصلہ خراب نہ کیجئے	۱۶۳
❖ اس کے فوائد	۱۶۷
❖ نقصانات	۱۷۱
❖ بچّوں میں مہارت فکر پیدا کرنے کی چند تدابیر	۱۷۵
❖ بچّوں کی تربیت اپنی سعادت عظمیٰ سمجھئے	۱۷۶
❖ اولاد سے عام شکایت	۱۸۱
❖ ماں باپ کے سوچنے کی باتیں	۱۸۱
❖ مناسب موقع تلاش کرنا اور ان سے فائدہ اٹھانا	۱۸۵
❖ قصص وواقعات کے ذریعہ تربیت	۱۸۹
❖ مربی کے اوصاف	۱۹۶
❖ ① اخلاص	۱۹۶
❖ ② علم	۱۹۸
❖ ③ صبر وتحمل	۲۰۰
❖ ④ حسن گفتار	۲۰۲
❖ ⑤ حسن کردار	۲۰۵
❖ تمثیلات سے تربیت	۲۰۶

Marfat.com

صفحہ	عنوان
۲۰۹	❖ کھلائیں سونے کا نوالہ، نگاہ رکھیں شیر کی
۲۱۰	❖ تربیت بھی مشغولیت بھی
۲۱۲	❖ بچّے سے غلطی پر صلوٰۃ التوبہ پڑھوائیے
۲۱۳	❖ بچّوں میں ایثار کا جذبہ پیدا کیجئے
۲۱۶	❖ بچّوں کو فرشتوں کے اعلانات یاد کروائیے
۲۲۰	❖ سورہ یٰسین حفظ کروائیے
۲۲۱	❖ فضائل یٰسین شریف
۲۲۲	❖ بچّوں کو مسنون دعائیں یاد کروائیں
۲۲۳	❖ صبح جاگنے کی دعا
۲۲۳	❖ بیت الخلا سے نکلنے کی دعا
۲۲۴	❖ جب رات کو سونے کے لئے لیٹے تو یہ دعا پڑھے
۲۲۵	❖ تعلیم و تعلّم کے اسلامی آداب
۲۳۰	❖ بچّوں کی تعلیم کب سے شروع کی جائے
۲۳۳	❖ اپنے بچّوں کے لئے گھر میں تعلیمی نظام بنائیے
	❖ (۱) نظم، (۲) نصاب، (۳) تعلیم کے طریقے
	❖ (۴) کتابت (لکھوانا)، (۵) کارگزاری، (۶) امتحان و انعامات
۲۳۹	❖ بچّے کی قابلیت میں اضافہ ممکن ہے
۲۴۱	❖ دو میٹھے بول
۲۴۷	❖ اندھیروں میں روشنی کی کرن "مسکراہٹ"
۲۴۹	❖ اپنا مقام پہچانئے
۲۵۲	❖ باپ کے ہوتے ہوئے بھی بچّے یتیم

عنوان	صفحہ

❖ باپ میں یہ دو عادات، سم قاتل ہیں	۲۵۷
❖ نیک والد کی اپنے بیٹے کو وصیت	۲۵۹
❖ بچّے کے دل میں اللہ کے ذکر کی اہمیت بٹھائیے	۲۶۰
❖ نماز کی اہمیت و فرضیت	۲۶۲
❖ نماز فجر ادا کرنے والا اللہ تعالیٰ کی ذمہ داری میں آجاتا ہے	۲۶۴
❖ فرض نماز نیند سے بہتر ہے	۲۶۵
❖ فجر کی نماز میں دن رات کے فرشتوں کا اجتماع ہوتا ہے	۲۶۷
❖ ساری رات کی عبادت سے فجر کی نماز باجماعت بہتر ہے	۲۶۹
❖ عشا کے بعد فضول گفتگو کرنا مکروہ ہے	۲۷۰
❖ فرائض و واجبات، نوافل پر بہرحال مقدم ہیں	۲۷۱
❖ صبح کے وقت سونا پسندیدہ نہیں	۲۷۲
❖ صبح کے وقت میں برکت ہے	۲۷۳
❖ نماز فجر کے بعد دینی کاموں میں مشغول ہونا	۲۷۴
❖ صبح کو جلد اُٹھنے کی اصل تدابیر	۲۷۵
❖ قضا نماز کی ادائیگی میں تاخیر نہیں کرنی چاہئے	۲۷۹
❖ نماز قضا ہوتے رہنے پر اپنے نفس کو سزا دینا	۲۸۱
❖ دنیا و آخرت کی کامیابی کے چند اصول	۲۸۲
❖ تربیت کے آٹھ سنہری اصول	۲۸۹
❖ ہم ایک اُمّت ہیں	۲۹۲
❖ حضرت لقمان علیہ السلام کی اپنے بیٹے کو نصیحتیں	۲۹۴
❖ شیطان کے دھوکے سے بچیں	۲۹۸

صفحہ	عنوان
۳۰۱	❖ بچوں کا غصہ بیوی پر نہ اُتاریں
۳۰۳	❖ بچے کے سامنے اس کی والدہ کی تعریف کریں
۳۰۳	❖ اگر آپ کی بیوی بچوں کو ڈانٹ رہی ہو تو؟
۳۱۳	❖ تنہائیوں کا عذاب
۳۱۵	❖ نکتہ چینی سے بچیے
۳۱۸	❖ بات واضح انداز میں کریں
۳۱۹	❖ الزامات نہ تھوپیں
۳۲۱	❖ کیا چیز صحیح ہے پر توجہ دیں
۳۲۲	❖ بیوی کی غلطی پر صبر باعث مغفرت
۳۲۵	❖ بیوی کا دل نہ دکھایئے
۳۲۸	❖ بیوی کو کبھی بُرے القاب سے یاد مت کیجئے
۳۳۴	❖ بچے سے دوستی کیجئے
۳۳۶	❖ بچوں کے لئے ایسے دوست تلاش کیجئے
۳۳۸	❖ بچے کی نگہداشت
۳۴۳	❖ بچے کے پیٹ کے درد کی شکایت کو نظر انداز نہ کریں
۳۴۶	❖ آپ کا بچہ مکمل شخصیت کا مالک بن سکتا ہے
۳۴۸	❖ بچوں کو صبح کا ناشتہ اپنی نگرانی میں کروایئے
۳۵۲	❖ اولاد کے لئے رشتہ کا انتخاب
۳۵۹	❖ اپنی بچی کے لئے رشتہ کا انتخاب
۳۶۳	❖ ایک مفید تدبیر
۳۶۶	❖ آپ کا سلوک اپنے والدین کے ساتھ

Marfat.com

صفحہ	عنوان
۳۷۲	❖ والد صاحب کی شکایت نہ کریں
۳۷۵	❖ اپنے والد صاحب کی خدمت کیجئے
۳۸۱	❖ اولاد والدین کے لئے یہ دعائیں کرے
۳۸۶	❖ مرنے کے بعد نیک اولاد صدقہ جاریہ ہے
۳۸۹	❖ شوہر اور بیوی اور اولاد کی ذمہ داریاں
۳۹۶	❖ مسلمان والدین کے لئے مفید مشورے
۴۰۱	❖ بڑے بیٹے کو تجارت میں ساتھ رکھنے کی بہترین صورت
۴۰۴	❖ ملازمت کرنے والے والد سے گزارش
۴۰۵	❖ وضاحت نہ کرنے کے نقصانات
۴۰۷	❖ ایک ضروری گزارش
۴۰۹	❖ مثالی والد ایک نظر میں
۴۱۸	❖ امتحانی پرچہ

Marfat.com

کتاب کا تعارف

اس کتاب میں ایک مسلمان پر والد ہونے کی حیثیت سے جو ذمہ داریاں عائد ہوتی ہیں، مثلاً نیک، وفاشعار اور دیندار اہلیہ کا انتخاب، اولاد کی پیدائش سے قبل اولاد کے طلب کے لئے دعائیں، بچوں کی دینی و شرعی تربیت کے سنہری اصول، بچوں کی اصلاح اور اسلامی ذہن سازی کی چند بہت اہم تدابیر، توحید ان کی گھٹی میں پڑی ہوئی ہو، ان کے دلوں میں اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت کا جذبہ پیدا ہو جائے، نیز آج کے یہ نونہال آئندہ کل کے کامل مؤمن، داعی، مجاہد اور اُمّت اسلامیہ کے قائد کیسے بنیں؟ ان کی نظروں میں قرآن کریم واحادیث مبارکہ کہ اہمیت پیدا ہو، ...... والدین کی محبت اور عظمت ان کے دلوں میں پیدا کرنا، .... ان بچوں کے مزاج اور موقع محل کا خیال رکھتے ہوئے کیسے ان کی ایسی تربیت کی جائے کہ وہ پوری اُمّت کے دین پر آنے کی فکر کرنے والے بن جائیں ان میں ایثار کا ایسا جذبہ پیدا کرنا کہ اپنا سب کچھ ایک دوسرے پر قربان کرنا ان کے لئے آسان ہو جائے۔

اور ان جیسے اور بیشمار مضامین کو تمثیلات وواقعات کی روشنی میں نفسیات کے اصولوں کو مدنظر رکھتے ہوئے ایسے فطری انداز سے بیان کیا گیا ہے کہ ہر مسلمان والد نہایت آسانی کے ساتھ ان اصولوں اور تدابیر پر عمل پیرا ہو کر مثالی والد بن سکتا ہے۔

اللہ تعالیٰ کی ذات عالی سے امید کامل ہے کہ ان تدابیر پر عمل کرنے سے ان شاء اللہ ہر گھر جنت کا نمونہ بن جائے گا اور ایک مطمئن اور خوشحال معاشرہ وجود میں آئے گا۔

وما ذالک علی اللہ بعزیز

Marfat.com

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

آپ اس کتاب کو کیسے پڑھیں؟

یاد رکھئے مسلمان کی نیت بہت ہی زیادہ اہمیت رکھتی ہے، لہٰذا پڑھنے سے پہلے یہ نیت کرلیں کہ اس لئے پڑھ رہا ہوں کہ اللہ تعالیٰ مجھ سے راضی ہو جائے اور اس کتاب میں جو دین کی بات میں پڑھوں گا، انشاء اللہ تعالیٰ اس پر عمل کرنے کی پوری کوشش کروں گا، اس نیت سے آپ پڑھیں گے، تو اللہ تعالیٰ آپ کو عمل کی توفیق ضرور عطا فرمائیں گے۔ جس بات پر عمل کرنا مشکل ہوگا، آپ کی سچی نیت اور پکے ارادہ کی برکت سے اللہ تعالیٰ اس پر عمل کرنا آسان فرمادیں گے، اور جتنا وقت پڑھنے پر لگے گا وہ دین بنتا جائے گا اور عبادت میں شمار ہوگا۔

چونکہ یہ کتاب خاندانی زندگی کے لئے بہت اہمیت رکھتی ہے اور خاندان صحیح ہو تو معاشرہ بنتا ہے یعنی اگر گھر کی زندگی صحیح کرلی تو باہر کی زندگی بھی صحیح ہوسکتی ہے اس لئے ہماری عاجزانہ گزارش یہ ہے کہ:

> ”اس کتاب میں درج مضامین، ہدایات اور اصلاحی باتوں کو انتہائی سنجیدگی سے پڑھا جائے اور جن کوتاہیوں سے بچنے کی طرف توجہ دلائی گئی ہے ان سے بچنے کی پوری کوشش کی جائے“۔

انہیں واقعی اس نیت سے پڑھا جائے کہ مجھے اپنی اصلاح پر توجہ دینی ہے اور آئندہ کے لئے ان غلطیوں کے ارتکاب سے بچنا اور بچانا ہے۔ کتاب کی روح یہ ہے کہ جن مضامین کی طرف کتاب دعوت دے رہی ہے ان پر عمل پیرا ہوجائے، اگر اس کے مضامین پر عمل ہوگیا تو سمجھ لیں کہ

Marfat.com

کتاب دیکھ لی ورنہ نہیں دیکھی۔ امید ہے کہ آپ ہماری ان گزارشات کو سامنے رکھ کر اس کتاب کا مطالعہ کریں گے۔

(۱) کتاب پڑھنے سے قبل یہ دعا ضرور کرلیں کہ یا اللہ اس کتاب کو میری ہدایت کا ذریعہ بنادے اور مجھے اپنے گھر والوں کی نگاہ میں مصلح اور مجھے اپنے بچّوں کے لئے نیک اور مثالی والد بنادے۔

(۲) کتاب پڑھنے کے لئے وقت ایسا نکالا جائے جو الجھنوں یا پریشانیوں سے گھرا ہوا نہ ہو، کبھی ایسا بھی ہوتا ہے کہ الجھن ذہن پر سوار تھی کسی اور وجہ سے، اور چبھن محسوس ہوئی کتاب کے مضمون سے۔

(۳) ایک اہم گزارش یہ ہے کہ کتاب کو از اول تا آخر مکمل طریقے پر ترتیب وار پڑھیں خواہ اس میں مہینہ بھر لگ جائے، بلکہ اس سے بھی زیادہ لگ جائے تب بھی کچھ مذائقہ نہیں مگر پڑھیں مکمل طور پر اور ترتیب وار، صورت اس کی یہ ہے کہ کل صفحات کی تعداد کا اندازہ کرکے یومیہ کچھ صفحے پڑھنا متعیّن کرلیں، اور جہاں پہنچ کر رک جائیں وہاں کوئی نشانی لگادیں۔

(۴) مزید یہ کہ کتاب کے مطالعے کے وقت ایک قلم ساتھ رکھیں اور جن امور میں خود کو کوتاہ محسوس کرتے ہوں اس پر نشان لگالیں اور اس کو بار بار پڑھیں اور اس کی اصلاح کے لئے خوب دعائیں بھی مانگیں اور کوشش بھی کریں۔

قلم کا دوسرا فائدہ یہ ہوگا کہ جہاں بھی کوئی بات آپ کو ایسی محسوس ہو کہ وہ اگر کتاب کے مضامین کا حصہ ہوتی تو پڑھنے والے کی تشنگی دور کرنے کا ذریعہ بن سکتی تھی یا مسلمان والد ہونے کی حیثیت سے یا شوہر ہونے کی حیثیت سے یا استاد ہونے کی حیثیت سے مزید کوئی اہم ذمہ دار کی بات جو اس کتاب میں اگر ہوتی تو مسلمان بھائیوں کے لئے مفید ہوتی اور اس پر عمل کرنے سے گھروں

Marfat.com

سے لڑائی جھگڑوں کی فضا ختم کی جاسکتی۔ اگر آپ کے ذہن میں ہو تو کسی الگ کاپی میں صفحہ اور سطر کے حوالہ کے ساتھ لکھ کر اور ناشر کے توسط سے ہم تک پہنچا کر اجر عظیم کی مستحق بن سکتے ہیں، کتاب پڑھتے ہوئے دنیا کے سارے مسلمان شادی شدہ جوڑوں کے لئے دعائیں کریں کہ اللہ تعالیٰ ان میں محبت والفت پیدا فرمائے، ان کو صالح مسلمان بچوں کے دنیا میں آنے کا سبب بنائے خوب خوب خوشیاں دکھلائے روزانہ دعا کریں کہ آج کے دن جہاں بھی شادیاں ہوئیں ان میاں بیوی میں اللہ پاک محبت پیدا فرمائے۔

اس کتاب کو پڑھنے کی دوسرے مسلمان مردوں کو بھی دعوت دیں اور اس کتاب میں جو ایمانی ترقی اور اخلاقی بہتری سے متعلق بات ملے ان خوبیوں اور صفات کی طرف دوسرے حضرات کی بھی توجہ دلائیں۔

آخر میں گزارش ہے کہ مؤلف کتاب اور جن بزرگوں کی کتابوں سے استفادہ کرکے اس کتاب کے مضامین تیار کئے گئے یا دوران تیاری کتاب جن بزرگوں یا علماء حضرات سے رہنمائی حاصل کی گئی نیز اس کی تیاری کے مختلف مراحل میں کسی بھی طرح شریک ہونے والے جملہ معاونین کے لئے خصوصی طور پر دعاؤں کا اہتمام فرمائیں۔ جزاکم اللہ تعالیٰ

Marfat.com

میرے مرنے کے بعد بچوں کا کیا ہوگا؟

لوگ اس سوال پر غور کرتے ہیں اور جو کچھ بن پڑتا ہے، انتظام کرتے ہیں۔ ایسے لوگ دور اندیش اور عقل مند سمجھے جاتے ہیں مگر۔

بچوں کے مرنے کے بعد بچوں کا کیا حال ہوگا؟

اس سوال پر کم ہی لوگ غور کرتے ہیں، حالانکہ اصل سوال یہی ہے۔ ہمارے بچّے نیک و صالح نہ بن سکے تو چاہے وہ دنیا میں کچھ ہی کیوں نہ بن جائیں، معاملہ نقصان ہی کا رہا۔

دور اندیش اور عقل مند لوگ دنیا سے کہیں زیادہ آخرت کے بارے میں سوچتے ہیں۔

آپ بھی اگر عقل مند اور دور اندیش والد ہیں تو اپنے بچّوں کو نیک اور صالح بنانے کی فکر کیجیے۔

Marfat.com

تشکر والتماس

ہم اللہ رب العزت کے بیحد شکر گزار ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے اس کتاب مثالی والد کو پایہ تکمیل تک پہنچایا، ہماری کوشش اور اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ تربیت کے متعلق کوئی اہم مضمون ایسا نہ رہے جو اس کتاب کے مضامین میں شامل نہ ہو، اس لئے تمام قارئین سے التماس ہے کہ اس کتاب کی مزید بہتری کی کوئی صورت آپ کے سامنے ہو تو اپنی رائے سے پبلشر کے پتے پر ضرور نوازیئے گا، آپ کی نوازش ہوگی۔

ایک اہم گزارش

ہر مسلمان سے گزارش ہے دوران مطالعہ اس کتاب میں کسی قسم کی کوئی غلطی یا کوتاہی نظر آئے یا مزید بہتری کی کوئی صورت سامنے آئے تو ناشر کو یا اساتذہ مدرسہ بیت العلم گلشن اقبال کراچی کو ضرور اطلاع دیں۔ یہ آپ کا ہم پر احسان عظیم ہوگا اور ہم آپ کو اہتمام کے ساتھ اپنی دلی دعاؤں میں یاد رکھیں گے۔ والسلام

Marfat.com

بچے کے لئے دعا کیجئے

یوں تو اولاد کی اصلاح کے بہت سے طریقے ہیں جنہیں حسب موقع اختیار کیا جاسکتا ہے لیکن حضرت شیخ عبدالوہاب شعرانی رحمۃ اللہ علیہ نے "لطائف المنن والاخلاق" میں لکھا ہے کہ اولاد کی اصلاح کے لئے سب سے زیادہ کارگر عمل یہ ہے کہ والدین ان کی دینی اصلاح کے لئے دعا کا اہتمام کریں۔

دعا کرنے میں نہ تو پیسے خرچ ہوتے ہیں نہ جان مارنا پڑتی ہے، لہٰذا اپنی اولاد کی دینی ودنیوی اصلاح کے واسطے دعا مانگنا سب سے آسان تدبیر ہے اکثر والدین اپنی اولاد کے بگڑنے کا تذکرہ کرتے ہوئے نظر آتے ہیں اور اس بگاڑ کا مورد الزام اپنی اولاد ہی کو ٹھہراتے ہیں، اللہ تعالیٰ نے ہمیں جو آسان اور مؤثر تدبیر عطا فرمائی ہے اس سے غفلت کا سوچتے ہی نہیں، بہرحال ہم سب آج ہی سے عہد کرلیں کہ اپنی اولاد کے لئے خوب دعاؤں کا اہتمام کریں گے اور اس میں کسی قسم کی کوتاہی نہیں کریں گے۔

تمام مسلمان والدین کے لئے حضرات انبیاء علیہم السلام کی ذات اور خصوصاً حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات مبارک قابل اتباع ہے اور اولاد کے لئے دعاؤں کا مانگنا اکثر انبیاء علیہم السلام کی سیرت میں ملتا ہے، درحقیقت دعا مانگنے کا سب سے اچھا سلیقہ اور طریقہ انبیاء کرام علیہم السلام کے پاس ہوتا ہے ان کی دعائیں سبق آموز ہوتی ہیں ان سے اندازہ ہوتا ہے کہ کیا چیز مانگنے کی ہے۔

قرآن واحادیث میں مذکور دعائیں پیغمبرانہ فراست والی دعائیں ہیں اور گویا ایسی ہیں کہ خود اللہ تعالیٰ فرمارہے ہیں کہ مجھ سے یہ دعائیں مانگو، تو یقیناً یہ دعائیں قبولیت کے بہت زیادہ قریب ہیں، لہٰذا تمام مسلمان والدین ان دعاؤں کے مانگنے کا اہتمام کریں، خصوصاً پانچوں نمازوں کے بعد یہ دعائیں ضرور مانگیں،

Marfat.com

یہاں پر ہم چند دعائیں لکھتے ہیں:

رَبِّ هَبْ لِيْ مِنَ الصّٰلِحِيْنَ

"اے رب بخش مجھ کو کوئی نیک بیٹا"۔

کتنی مختصر اور جامع دعا ہے اس دعا کو چلتے پھرتے کثرت سے مانگا کریں اور اپنی اہلیہ کو بھی ترغیب دیں، خاص طور پر زمانہ حمل میں تو آپ اور آپ کی اہلیہ اس دعا کو اپنا اوڑھنا بچھونا بنالیں، ان شاء اللہ تعالیٰ رب کریم آپ کو ایسی اولاد عطا فرمائیں گے کہ جو آپ کے بلکہ آپ کی خاندان اور نسلوں کے لئے بھی دین و دنیا کی کامرانیوں کا سبب بنیں گے۔

رَبِّ اجْعَلْ هٰذَا الْبَلَدَ اٰمِنًا وَّاجْنُبْنِيْ وَبَنِيَّ اَنْ نَّعْبُدَ الْاَصْنَامَ

"اے میرے رب اس شہر (مکہ) کو امن والا بنادیجئے اور مجھ کو اور میرے خاص فرزندوں کو بتوں کی عبادت سے بچائے رکھیے"۔

(ابراہیم:۳۵)

شرک سے بچنے کے لئے، اللہ تعالیٰ کی ذات وحدہ لاشریک لہ پر مکمل ایمان رکھنے والا بننے کے لئے اور عقیدہ توحید پر راسخ ہونے کے لئے بہترین دعا ہے۔ اس دعا کے بارے میں مفتی محمد شفیع صاحب رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں کہ: "انبیاء علیہم الصلاوۃ والسلام اگرچہ معصوم ہوتے ہیں، ان سے شرک وبت پرستی بلکہ کوئی گناہ سرزد نہیں ہوسکتا، مگر یہاں حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اس دعا میں اپنے آپ کو بھی شامل فرمایا ہے، اس کی وجہ یا تو یہ ہے کہ طبعی خوف کے اثر سے انبیاء علیہم السلام بھی ہر وقت اپنے آپ کو خطرہ میں محسوس کرتے رہتے ہیں، یا یہ کہ اصل مقصود اپنی اولاد کو شرک وبت پرستی سے بچانے کی دعا کرنا تھا، اولاد کو اس کی اہمیت سمجھانے کے لئے اپنے آپ کو بھی شامل فرمالیا، اللہ

Marfat.com

جل شانہ نے اپنے خلیل علیہ السلام کی دعا قبول فرمائی ان کی اولاد شرک و بت پرستی سے محفوظ رہی"۔ (معارف القرآن جلد ۵ صفحہ ۲۶۰)

رَبَّنَآ اِنِّیۡۤ اَسۡکَنۡتُ مِنۡ ذُرِّیَّتِیۡ بِوَادٍ غَیۡرِ ذِیۡ زَرۡعٍ عِنۡدَ بَیۡتِکَ الۡمُحَرَّمِ ۙ رَبَّنَا لِیُقِیۡمُوا الصَّلٰوۃَ فَاجۡعَلۡ اَفۡـِٕدَۃً مِّنَ النَّاسِ تَہۡوِیۡۤ اِلَیۡہِمۡ وَارۡزُقۡہُمۡ مِّنَ الثَّمَرٰتِ لَعَلَّہُمۡ یَشۡکُرُوۡنَ

"اے ہمارے رب میں اپنی اولاد کو آپ کے معظم گھر کے قریب ایک (کف دست) میدان میں جو زراعت کے قابل نہیں آباد کرتا ہوں اے ہمارے رب تاکہ وہ لوگ نماز کا اہتمام رکھیں تو آپ کچھ لوگوں کے قلوب ان کی طرف مائل کردیجئے اور ان کو (محض اپنی قدرت سے) پھل کھانے کو دیجئے تاکہ یہ لوگ (ان نعمتوں کا) شکر کریں"۔

(ابراہیم: ۳۷)

اصل میں یہ دعا حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اس وقت مانگی جب وہ اپنی زوجہ حضرت ہاجرہ علیہا السلام اور فرزند حضرت اسماعیل علیہ السلام کو مکہ کی وادی سنگستان اور بے آب و گیاہ جگہ میں چھوڑ کر جارہے تھے، اس دعا کے بارے میں حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب رحمۃ اللہ علیہ معارف القرآن جلد ۵ صفحہ ۲۶۴ میں عنوان "دعا ابراہیمی کے اسرار و حکم" کے تحت تحریر فرماتے ہیں:

"حضرت ابراہیم علیہ الصلاۃ والسلام نے ایک طرف تو مقام خلیل اللہی کا حق ادا کیا کہ جس وقت اور جس جگہ ان کو یہ حکم ملا کہ آپ ملک شام واپس چلے جائیں۔

اس بے آب وگیاہ لق ودق میدان میں اہلیہ اور شیر خوار بچے کو چھوڑ کر

Marfat.com

چلے جانے اور حکم ربانی کی تعمیل میں ذرا بھی ہچکچاہٹ محسوس نہیں فرمائی، اس کی تعمیل میں اتنی دیر لگانا بھی گوارہ نہیں فرمایا کہ اہلیہ محترمہ کے پاس جاکر تسلی دیں، اور کہہ دیں کہ مجھے یہ حکم ملا ہے آپ گھبرائیں نہیں، بلکہ جس وقت جس جگہ حکم ملا فوراً حکم ربانی کی تعمیل کے لئے چل کھڑے ہوئے۔

دوسری طرف اہل وعیال کے حقوق اور ان کی محبت کا یہ حق ادا کیا کہ پہاڑی کے پیچھے ان سے اوجھل ہوتے ہی حق تعالیٰ کی بارگاہ میں ان کی حفاظت اور امن واطمینان کے ساتھ رہنے کی دعا فرمائی، ان کی راحت کا سامان کردیا کیونکہ وہ اپنی جگہ مطمئن تھے کہ تعمیل حکم کے ساتھ جو دعا کی جائے گی بارگاہ کریم سے وہ ہرگزر رد نہ ہوگی، اور ایسا ہی ہوا کہ یہ بے کس وبے بس عورت اور بچّہ نہ صرف خود آباد ہوئے بلکہ ان کے طفیل میں ایک شہر آباد ہوگیا"۔ (بتصرف کثیر معارف القرآن جلد ۵ صفحہ ۲۶۴)

اس مضمون میں خصوصیت سے جس چیز کی طرف توجہ دلائی گئی وہ یہ کہ اللہ تعالیٰ کے احکامات کی اطاعت بہت ضروری امر ہے اور اس کے ساتھ دعا مانگنا سونے پر سہاگا کی طرح ہے یعنی باجماعت پانچوں نمازیں ادا کرنا، صاحب نصاب ہونے کی صورت میں زکوٰۃ وحج ادا کرنے میں کوتاہی نہ کرنا، حقوق العباد کا پورا پورا اہتمام کرنا، سارے عالم کے انسانوں کو پورے دین پر عمل پیرا کرنے کے لئے اپنی جان ومال اور صلاحیت لگانا اور پھر اس کے ساتھ دعا مانگنا ہو تو سمجھیں قبولیت میں ذرا تردد نہ ہوگا اور فوراً قبول ہوجائے گی۔

دوسری بات یہ کہ حقوق اللہ کے اہتمام کے ساتھ بیوی بچّوں کی تمام جائز ضرورتوں کا دل وجان سے خیال رکھنا اور ان کے لئے حلال روزی کی فراہمی میں کوشش کرنا، بریانی قورمہ نہ سہی، انڈا پراٹھا نہ سہی، ریشم چکن نہ سہی لیکن دال سبزی اور سوتی اونی کپڑے مہیا کرنے میں کوتاہی نہ کرنا، جب اللہ کے راستہ میں ملکوں میں جانا ہو، دین کی سربلندی کے لئے سفر ہو تو گھر والوں کو اعتماد

Marfat.com

میں لینا، ان کے حقوق کا خیال رکھتے ہوئے ان کے لئے اللہ تعالیٰ سے رو رو کر دعائیں مانگنا، ان کی ہدایت، استقامت اللہ تعالیٰ سے منوا لینا اور ان کے لئے عافیت اور سہولت کو اللہ تعالیٰ سے مانگ لینا بھی بہت ضروری ہے۔

رَبِّ اجْعَلْنِیْ مُقِیْمَ الصَّلٰوۃِ وَمِنْ ذُرِّیَّتِیْ رَبَّنَا وَتَقَبَّلْ دُعَآءِ

"اے میرے رب مجھ کو بھی نماز کا (خاص) اہتمام رکھنے والا رکھئے اور میری اولاد میں بھی بعضوں کو اے ہمارے رب اور میری (یہ) دعا قبول کیجئے"۔ (ابراہیم: ۴۰)

یہ مشہور دعا ہے جو اکثر نماز میں درود شریف کے بعد پڑھی جاتی ہے، دراصل اپنی اولاد کی سب سے بڑی خیر خواہی یہ ہے کہ انہیں نماز کا پابند بنا دیا جائے اسی لئے حضرت ابراہیم علیہ السلام نے دعا میں نہ صرف اپنی اولاد کے لئے بلکہ اس کی آنے والی تمام نسلوں کے لئے اللہ تعالیٰ سے نماز کی پابندی کی دعا مانگی ہے۔ ہر مسلمان اور مثالی والد کو سب سے زیادہ اس بات کا خیال رکھنا چاہئے کہ اس کے گھر والے خصوصاً بیوی بچّے نماز کے پابند رہیں۔ اسی کے لئے مختلف تدابیر جو آگے مضامین میں آئیں گی ان کے ساتھ ساتھ یہ ایک بہترین دعا تعلیم کی گئی ہے لہٰذا اس کا خوب اہتمام کریں۔

رَبَّنَا هَبْ لَنَا مِنْ اَزْوَاجِنَا وَذُرِّیّٰتِنَا قُرَّةَ اَعْیُنٍ وَّاجْعَلْنَا لِلْمُتَّقِیْنَ اِمَامًا

"اے ہمارے پروردگار ہم کو ہماری بیبیوں اور ہماری اولاد کی طرف سے آنکھوں کی ٹھنڈک (یعنی راحت) عطا فرما اور ہم کو متقیوں کا پیشوا بنا دے"۔ (فرقان: ۷۴)

یہ مبارک دعا قرآن پاک میں مذکور ہے اور اللہ تعالیٰ اس دعا کرنے والوں کو

Marfat.com

اپنے خاص اور نیک بندے فرماتے ہیں، یعنی اللہ والے بندوں کی صفات میں یہ شامل ہے کہ وہ یہ دعائیں کریں۔ آنکھوں کی ٹھنڈک بنا دینے سے مراد حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ کی تفسیر کے مطابق یہ ہے کہ ان کو اللہ تعالیٰ کی طاعت میں مشغول دیکھے یہی ایک انسان کے لئے آنکھوں کی اصلی ٹھنڈک ہے اور اگر اولاد ازواج کی ظاہری رحمت وعافیت اور خوشحالی بھی اس میں شامل کی جائے تو وہ بھی درست ہے۔

یہاں اس دعا سے اس طرف اشارہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے مقبول بندے صرف اپنے نفس کی اصلاح اور اعمال صالحہ پر قناعت نہیں کرلیتے بلکہ اپنے اہل و عیال کی بھی اصلاح اعمال واخلاق کی فکر کرتے ہیں اور اس کے لئے کوشش کرتے رہتے ہیں۔ اسی کوشش میں سے ایک یہ بھی ہے کہ اُن کی صلاحیت کے لئے اللہ تعالیٰ سے دعا مانگتے رہیں وَّاجْعَلْنَا لِلْمُتَّقِيْنَ اِمَامًا کے بارے میں بعض علماء کرام فرمایا ہے کہ ہر شخص اپنے اہل و عیال کا قدرتی طور پر امام و پیشوا ہوتا ہے اس لئے اس دعا کا حاصل یہ ہوگیا کہ ہماری اولاد اور اہل و عیال کو متقی بنادیجئے اور جب وہ متقی ہوجائیں گے تو طبعی طور پر یہ شخص متقین کا امام و پیشوا کہلائے گا، جس کا حاصل یہ ہے کہ یہاں اپنی بڑائی کی دعا میں اپنے لئے کوئی ریاست وامامت اور پیشوائی طلب کرنا مقصود نہیں بلکہ مقصود اس دعا کا یہ ہے کہ ہمیں ایسا بنا دیجئے کہ لوگ دین و عمل میں ہماری اقتداء کیا کریں اور ہمارے علم و عمل سے ان کو نفع پہنچے تاکہ اس کا ثواب ہمیں حاصل ہو۔ حضرت مکحول شامی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ دعا کا مقصود اپنے لئے تقویٰ کا ایسا اعلیٰ مقام حاصل کرنا ہے کہ دنیا کے متقی لوگوں کو بھی ہمارے عمل سے فائدہ پہنچے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی اپنے خادم خاص حضرت انس رضی اللہ عنہ کے لئے اس طرح دعا فرمائی:

اَللّٰهُمَّ اَكْثِرْ مَالَهٗ وَوَلَدَهٗ وَبَارِكْ لَهٗ فِيْمَا اَعْطَيْتَهٗ

"خدایا اس (انس) کے مال کو زیادہ کر اس کی اولاد کو بڑھا اور (اپنی طرف سے) جو نعمتیں تونے اس کو عطا کی ہیں ان میں برکت دے"۔

(مشکوٰۃ جلد ۲ صفحہ ۵۷۵)

تو مسلمان والد کو چاہئے کہ اپنے بیٹے اور بیٹی کے لئے دین و دنیا کی بھلائی کی دعا کرے اور خوب اخلاص کے ساتھ دعا کرے کہ یا اللہ میرے بیٹے اور بیٹی کو پکا دین دار اور خالص مسلمان بنا، اپنے نازل کردہ دین اور رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے بتائے ہوئے نورانی طریقوں پر چلنے کی توفیق عطا فرما اور اس پر ان کو قائم رکھ، یا اللہ ان کو دنیا کے اندر دین محمدی صلی اللہ علیہ وسلم کے پھیلانے کا ذریعہ بنا، انہیں دین کا خادم اور دین پر اپنا سب کچھ قربان کرنے والا بنا، یا اللہ انہیں عالم عالمہ، حافظ حافظہ، داعی داعیہ، مبلغ مُبلغہ، بنا، یا اللہ ان کو ہدایت یافتہ و ہادی بنا، یا اللہ ان کی تمام دنیوی واخروی مصیبتیں دور فرما، انہیں سوائے اپنی ذات بابرکت کے کسی اور کا محتاج نہ بنا، ان کو صالح بنا۔

یا اللہ! تو ہمیں اور ہماری اولاد کو ایمان کی زینت سے آراستہ کردے اور راہ بتانے والا اور خود راہ یافتہ بنادے، اے اللہ! مجھ کو اور میری اولاد کو اور زیادہ علم عطا فرما اور ہماری اولاد کو ہدایت عطا فرما اور ان کے دلوں کو اُلٹنے سے بچا اور انہیں اپنی طرف سے خاص رحمت نصیب فرما، بے شک آپ بہت بڑے عطا فرمانے والے ہیں، اے اللہ! مجھے اور میری اولاد کو شیطان مردود سے بچائے رکھ۔ اے اللہ! مجھے اور میری اولاد کو اچھے اخلاق نصیب فرما اور برے اخلاق مجھ سے اور میری اولاد میں سے دور فرمادے، اے اللہ! میرا اور میری اولاد کا دین سنوار دے جس میں میری اور میری اولاد کے ہر کام کی حفاظت ہے، اور میری اور میری اولاد کی دنیا درست کردے جس میں ہمارا گذران ہے اور ہماری آخرت درست کردے جس میں ہمیں لوٹ کر جانا ہے، آمین یارب العالمین۔

اسی طرح جو دعا حالات کے مناسب ہو آپ مانگ سکتے ہیں، مانگیئے خوب رو

رو کر مانگیئے اللہ تعالیٰ قبول فرمائیں گے اور آپ کی اولاد دنیا و آخرت دونوں میں سرخرو رہے گی۔

دعا تو ہر وقت قبول ہوتی ہے اس کے لئے کوئی وقت مخصوص نہیں البتہ ان مندرجہ ذیل مواقعہ پر قبولیت کا زیادہ امکان ہے لہٰذا ان اوقات میں زیادہ اہتمام کے ساتھ دعائیں مانگیئے۔

(۱) ہر رات کے پچھلے پہر یعنی آخری حصے میں۔ اس وقت خود اللہ تعالیٰ بندوں سے فرماتا ہے کہ تم لوگ مجھ سے مانگو میں دوں گا۔

(۲) شب جمعہ میں،

(۳) جمعہ کے دن،

(۴) شب قدر میں،

(۵) اذان کے وقت،

(۶) اذان و اقامت کے درمیان؛

(۷) حی علی الصلوٰۃ اور حی علی الفلاح کے بعد،

(۸) اقامت کے وقت،

(۹) اللہ تعالیٰ کے راستہ میں پھرتے ہوئے اور گشت کے دوران،

(۱۰) فرض نمازوں کے بعد،

(۱۱) سجدے کی حالت میں،

(۱۲) قرآن کریم کی تلاوت اور ختم قرآن مجید کے وقت،

(۱۳) عرفہ کے دن یعنی نو ذی الحجہ کو،

(۱۴) رمضان المبارک کے مہینے میں روزہ افطار کے وقت،

(۱۵) بارش کے وقت،

(۱۶) زمزم کا پانی پیتے وقت،

(۱۷) مرغ کی آواز کے وقت،

(۱۸) صدقہ کرنے یا کسی نیک عمل کے بعد۔

ان اوقات میں گڑا گڑا کر اللہ تعالیٰ سے دعائیں مانگیئے، اگر آپ کو زیادہ دعائیں یاد نہیں تو اس کے لئے حزب الاعظم، حصن حصین، پر نور دعائیں (مولانا مفتی محمد تقی عثمانی صاحب)، مستند مجموعہ وظائف (پیشکش اساتذہ مدرسہ بیت العلم) پڑھیئے۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو اولاد سے محبت کرنے والا اور ان کے لئے دعائیں کرنے والا بنائے آمین۔

اولاد کی پیدائش پر اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کریں

اولاد لڑکا ہو یا لڑکی اللہ تعالیٰ کا بہت بڑا انعام ہے۔ دنیا کے لحاظ سے بھی اور آخرت کے لحاظ سے بھی، دنیوی اعتبار سے اس طرح کہ گھر کی رونق اولاد کے دم سے ہے، گھر میں خیر و برکت انہی سے ہوتی ہے، اولاد آپ کی جانشیں ہے جو آپ کے بعد آپ کی روایات اور کارناموں کو زندہ رکھتی ہے۔

اور دینی اعتبار سے اس طرح کہ اگر اولاد کی تربیت صحیح اسلامی بنیادوں پر ہو تو یہی اولاد آگے چل کر جو بھی دین کا کام کرے گی اس میں آپ کا پورا پورا حصہ ہوگا اور اگر خدانخواستہ بچپن میں ہی انتقال ہوگیا اور اللہ کی مرضی سمجھ کر آپ نے اس پر صبر کیا تو اللہ تعالیٰ کی طرف سے آپ کے لئے بے تحاشا اجر ہے، اور یہی بچّے ماں باپ کے لئے دوزخ کی آگ سے آڑ ہیں، والدین کی سفارش کرنے والے ہیں، اور ان کی سفارش مقبول ہے۔ اور اولاد کی زندگی میں اگر آپ دنیا سے رخصت ہوگئے تو نیک اولاد آپ کے لئے ایک ایسا صدقہ ہے جس کا اجر رہتی دنیا تک آپ کے نامہ اعمال میں لکھا جاتا رہے گا۔ اس لئے اللہ تعالیٰ کے اس عظیم انعام پر اللہ تعالیٰ کا بہت بہت شکر ادا کیجئے کہ یا اللہ! تیرا لاکھ لاکھ شکر ہے کہ تونے مجھے ایسی دولت سے نوازا جو نہ قوت سے حاصل کی جاسکتی ہے نہ دولت سے، یا اللہ! مجھے توفیق عطا فرما کہ میں اس بچّہ اور بچّی کی ایسی

Marfat.com

تربیت کروں کہ یہ تیرے دین کے داعی اور مجاہد بنیں۔

یہ شکر ادا کرنا انبیاء علیہم السلام کی سُنّت بھی ہے اور اللہ تعالیٰ کا فرمان بھی۔ زکریا علیہ الصلوٰۃ والسلام کو جب یحییٰ علیہ السلام کی بشارت دی گئی تو وہ بڑے متعجب ہوئے:

اس پر اللہ تعالیٰ نے جواب میں فرمایا کہ:

"اسی طرح اللہ تعالیٰ کرتا ہے جو چاہے"۔

اور بعد میں یہ بھی فرمایا کہ:

"اور یاد کیجئے اپنے رب کو بہت اور تسبیح کیجئے شام اور صبح"۔

یعنی "اپنے رب کو (دل سے بھی) بکثرت یاد کیجیو (اور زبان سے بھی) تسبیح وتقدس) کیجیو، دن ڈھلے بھی اور صبح بھی"۔ (معارف القرآن جلد ۲ صفحہ ۶۲)

اسی طرح ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے شکر کرتے ہوئے فرمایا:

"شکر ہے اللہ تعالیٰ کا جس نے بخشا مجھ کو اتنی بڑی عمر میں اسماعیل اور اسحٰق"۔

اس لئے جب آپ کو اللہ تعالیٰ نے اولاد جیسی نعمت سے نوازا ہے تو بجائے لغویات میں پڑنے کے اللہ تعالیٰ کی خوب حمد و ثنا بیان کریں، شکر ادا کریں اور اللہ تعالیٰ سے ان کے لئے اور اپنے لئے پورے دین پر چلنے کی دعائیں کریں۔

اصل شکر یہ ہے کہ نعمت اپنے صحیح مقصد میں استعمال ہو، اولاد اللہ تعالیٰ نے اس لئے دی ہے کہ اس کی صحیح دینی تربیت ہو اور اس طریقے پر پروان چڑھے کہ دنیا سے بے رغبتی ہو اور بڑا ہو کر اللہ تعالیٰ کے کلمہ کو ساری دنیا میں بلند کرنے کے لئے اپنا تن من دھن سب کچھ لگادے اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی نیابت کا حق ادا کرے۔ اب اولاد کی تعلیم و تربیت اغیار کے طریقوں پر ہو اور بڑا ہو کر صرف دنیا کے چند ٹکوں کے حصول میں اپنی زندگی

Marfat.com

گذارے، یہ نعمتِ اولاد کی ناشکری ہے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں دین کا فہم عطا فرمائے، اور نعمتِ اولاد پر حقیقی شکر ادا کرنے کی توفیق نصیب فرمائے، آمین۔

اولاد کی قدر و قیمت

اولاد کا پہلا اور اہم حق یہ ہے کہ آپ اس کی قدر و قیمت کا احساس کریں، اس کے وجود کو وبالِ جان سمجھ کر اس سے اکتائیں نہیں بلکہ اس کو اپنے لئے اللہ تبارک وتعالیٰ کی رحمت اور انعام سمجھیں۔ اگر آپ اس کے وجود کی قدر و قیمت کا احساس کرنے میں کامیاب نہ ہوئے تو پھر اس کے دوسرے حقوق ہرگز ادا نہ کر سکیں گے۔

اولاد کے ساتھ صحیح سلوک کرنے کے لئے اولاد کی صحیح قدر و قیمت کا جاننا ناگزیر ہے۔ اولاد اللہ تعالیٰ کا عظیم انعام ہے، اولاد گھر کی رونق خیر و برکت اور دین و دنیا کی بھلائی کا سامان ہے۔

دین کے لحاظ سے اولاد اللہ تعالیٰ کا بے مثال انعام ہے، دین کے کاموں میں آپ کی بہترین معین اور جانشین ہے، دینی امور کی انجام دہی میں وہ آپ کی آنکھوں کی ٹھنڈک اور دل کا سکون ہے، اگر آپ نے ان کی صحیح طریقے سے تربیت کی تو وہ دینی روایات اور نظریات کی محافظ ہے دنیا میں دین پھیلانے کا ذریعہ ہے ساری دنیا کے چین و آرام کا سبب ہے اسی لئے اللہ تعالیٰ کے پیغمبر حضرت زکریا علیہ السلام نے دعا مانگی:

رَبِّ هَبْ لِي مِن لَّدُنكَ ذُرِّيَّةً طَيِّبَةً (آل عمران: ۳۸)

”میرے پروردگار تو اپنے پاس سے مجھے پاکباز اولاد عطا فرما“۔

اور انہوں نے اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں یہ بھی عرض کیا تھا کہ ان کا بیٹا دینی امور کا وارث بنے، لہٰذا دوسرے مقام پر ارشاد ہے:

Marfat.com

فَهَبْ لِیْ مِنْ لَّدُنْكَ وَلِیًّا ۙ یَّرِثُنِیْ وَیَرِثُ مِنْ اٰلِ یَعْقُوْبَ
(مریم: ۵)

”سو آپ مجھ کو خاص اپنے پاس سے ایک ایسا وارث دے دیجئے کہ وہ میرا وارث بنے“۔ (معارف القرآن جلد ۶ صفحہ ۱۶)

یعنی یعقوب علیہ السلام (حضرت زکریا علیہم السلام کے اجداد میں سے تھے) کے گھر سے جو دین کی روشنی پھیلی تھی اس کا وارث بنے۔

اولاد دنیا و آخرت کے اعزاز و اکرام کا ذریعہ ہے، اس لئے اپنی اولاد کی تربیت اس طریقے سے کریں کہ وہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لائے ہوئے دین کو پھیلانے اور دنیا میں اسے نشر کرنے کے لئے اپنا مال اپنی جان پیش کرنے کو قابل فخر سمجھتا ہو۔

لڑکی کی پیدائش پر آپ کا ردعمل

آپ کے یہاں لڑکی پیدا ہو یا لڑکا آپ خوشی مناتے ہیں، اور قدرتی بات ہے کہ آپ خوشی منائیں، بلکہ اپنے ملنے جلنے والوں اور رشتہ داروں سے بھی توقع رکھیں کہ وہ آپ کی خوشی میں شریک ہوں، اور ہوتا بھی ایسا ہی ہے، اس لئے کہ اسلام نے آپ کو جو روشنی دی ہے اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا جو عمل آپ کے سامنے ہے، اس کے ہوتے ہوئے آپ سوچ ہی نہیں سکتے کہ لڑکی اور لڑکے کے درمیان کوئی تفریق کریں، لڑکے کی پیدائش پر خوشی منائیں اور لڑکی پیدا ہو تو خوشی کا اظہار نہ کریں۔ لڑکی کے وجود کو پتھر سمجھنا اور لڑکے کو لڑکی پر ترجیح دینا غیر اسلامی طرزِ فکر و عمل ہے، جس سے اسلامی معاشرے کو پاک ہونا چاہئے، اور ایسا ہے بھی۔

لیکن پھر بھی کچھ گھرانے ایسے مل جاتے ہیں جن میں لڑکے اور لڑکی کی پیدائش کے موقع پر یکساں طرزِ عمل اختیار نہیں کیا جاتا، لڑکے کی پیدائش پر جس

طرح دلی جذبات کے ساتھ خوشی منائی جاتی ہے، لڑکی کی پیدائش پر اس طرح خوشی نہیں منائی جاتی۔ لڑکے کی پیدائش کی خوشخبری جن جذبات کے ساتھ اپنے عزیز و اقارب اور ملنے جلنے والوں کو دی جاتی ہے، لڑکی کی پیدائش کی خوشخبری ان جذبات کے ساتھ نہیں دی جاتی۔ اسی طرح بعض لوگوں کی طرف سے لڑکی کی خبر پر مبارکباد کچھ اس طرح دیتے ہیں، کہ گویا لڑکی والے کے جذبات کا مرثیہ پڑھ رہے ہیں، اور اس کو تسلی دیتے ہوئے صبر کی تلقین کررہے ہیں۔

آپ ہی بتائیے ان جملوں کا کیا مطلب ہے۔ دادی یا نند صاحبہ کہتی ہیں، اس کو بھی گود میں لے لیتی ہوں مگر لڑکے کی تو بات ہی اور ہے، لڑکی والے تو سر اٹھا ہی نہیں سکتے، خیر بھئی ٹھیک ہے، اللہ کی مشیت میں کس کو دخل ہے، اللہ تعالیٰ نصیب اچھا کرے، اللہ تعالیٰ نے آزمائش میں ڈالا ہے تو وہی ہمت بھی دے گا، اس کو بھی پیار کرتا ہوں مگر بجھے بجھے دل سے۔ لڑکا ہوتا تو امنگ ہی اور ہوتی۔ آپ کو اطلاع اس لئے نہیں دی کہ کیا اطلاع دوں، وہی ہوا جو ہمیشہ ہوتا ہے، اس لئے کیا لکھتا۔ لَاحَوْلَ وَلَاقُوَّةَ آپ ہی بتائیے ان جملوں کا اسلامی تعلیم سے کیا جوڑ ہے؟ مگر یہ شعوری یا غیر شعوری طور پر بعض مسلمان گھرانوں میں بھی دہرائے جاتے ہیں۔ مرد بھی دہراتے ہیں اور عورتیں بھی۔

اولاد کا معاملہ صرف اللہ تعالیٰ کے اختیار میں ہے، اس میں نہ کسی کے ارادے کو دخل ہے اور نہ کسی کی خواہش اور آرزو، اور یہ بھی صرف اللہ تعالیٰ ہی جانتا ہے کہ کس کے حق میں لڑکی بہتر ہے اور کس کے حق میں لڑکا۔ آپ یہ دعا اور تمنا تو ضرور کرسکتے ہیں کہ آپ کے یہاں لڑکی پیدا ہو، لڑکا نہ ہو یا لڑکا پیدا ہو لڑکی نہ ہو، لیکن ضروری نہیں کہ آپ کی تمنا پوری ہی ہو اور آپ کی دعا کو شرف قبولیت ہی ملے، یہ فیصلہ محض اللہ تعالیٰ کے اختیار میں ہے کہ وہ آپ کو لڑکی بخشے یا لڑکا۔ دونوں سے نوازے یا دونوں سے محروم کرے۔ کسی کے بس میں نہیں کہ اس کے فیصلے کو بدل دے یا اس پر اثر انداز ہو، اس کی قدرت و

Marfat.com

اختیار میں کوئی اس کا شریک نہیں۔ اسی سلسلے میں اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں:

"وہ جو چاہتا ہے پیدا کرتا ہے جس کو چاہتا ہے بیٹیاں عطا فرماتا ہے اور جس کو چاہتا ہے بیٹے عطا فرماتا ہے یا ان کو (جس کے لئے چاہے) جمع کردیتا ہے (کہ) بیٹے بھی (دیتا ہے) اور بیٹیاں بھی اور جس کو چاہے بے اولاد رکھتا ہے، بے شک وہ بڑا جاننے والا ہے اور بڑی قدرت والا ہے"۔ (سورۃ الشوریٰ آیت ۴۹،۵۰۔ معارف القرآن جلد ۷ صفحہ ۷۱۱)

یعنی انسان کی تخلیق میں کسی کے ارادہ واختیار بلکہ علم وخبر کا بھی کوئی دخل نہیں، اور کسی کا دخل تو کیا ہوتا انسان کے ماں باپ جو اس کی تخلیق کا ظاہری سبب بنتے ہیں خود ان کے ارادہ اور اختیار کا بھی بچّے کی تخلیق میں کوئی دخل نہیں، تخلیق میں دخل ہونا تو دور کی بات، بچّے کی ولادت سے پہلے ماں کو بھی خبر نہیں ہوتی کہ اس کے پیٹ میں کیا، کیسا، اور کس طرح بن رہا ہے، یہ صرف حق تعالیٰ کا کام ہے کہ کسی کو اولاد لڑکیاں دیتا ہے کسی کو نرینہ اولاد لڑکے بخش دیتا ہے، کسی کو لڑکے اور لڑکیاں دونوں عطا فرما دیتا ہے، اور کسی کو بالکل بانجھ کردیتا ہے کہ ان سے کوئی اولاد نہیں ہوتی۔

ان آیات میں بچّوں کی اقسام بیان کرنے میں حق تعالیٰ شانہ نے پہلے لڑکیوں کا ذکر فرمایا ہے، لڑکوں کا بعد میں کیا ہے، اسی آیت کے اشارہ سے حضرت واثلہ بن اسقع رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا جس عورت کے بطن سے پہلے لڑکی پیدا ہو وہ مبارک ہوتی ہے۔ (قرطبی بحوالہ معارف القرآن صفحہ ۷۱۲)

حقیقت یہ ہے کہ اولاد کے معاملے میں انسان قطعی بے بس ہے، اگر وہ صرف اسی ایک معاملے پر غور کرے تو اس حقیقت کو پالے گا کہ کائنات میں صرف ایک ہی اللہ کا حکم چل رہا ہے اور اس کی خدائی میں کوئی شریک نہیں۔ اولاد کے معاملے میں نہ کسی کی بزرگی اور کرامت کام دیتی ہے، نہ تعویذ گنڈے، اور نہ ڈاکٹری تدبیریں۔ دوسروں کو اولاد دلانا یا لڑکی کے بجائے لڑکا پیدا کرانا تو

Marfat.com

درکنار خود کوئی بڑے سے بڑا روحانی پیشوا اپنے یہاں بھی اپنی خواہش کے مطابق اولاد پیدا نہیں کرسکتا اور اگر اولاد سے محروم ہے، تو یہ ممکن نہیں کہ اپنی کوششوں سے ایک بچّہ بھی پاسکے۔

پھر آپ یہ بھی کسی ذریعہ علم سے معلوم نہیں کرسکتے کہ آپ کے حق میں لڑکی خیر و برکت کا سامان ہے یا لڑکا۔ ایسا بھی دیکھا گیا ہے کہ ایک گھر میں لڑکیاں ہی لڑکیاں ہیں اور وہ خیر و برکت اور سکون و اطمینان کا نمونہ ہے، اور ایک گھر میں لڑکے ہی لڑکے ہیں، لیکن ہر ایک ماں باپ کے لئے درد سر بنا ہوا ہے اور ماں باپ لڑکوں سے اس قدر نالاں ہیں کہ ان کا ذکر گوارہ نہیں اور لڑکی ان کے لئے اس درجہ سکون ہے کہ اس کے گن گاتے نہیں تھکتے، حقیقت یہ ہے کہ غیب کا جاننے والا اللہ تعالیٰ ہی ہے اور وہی جانتا ہے کہ انسان کی سعادت اور بھلائی کس چیز میں ہے۔

لڑکی جو باعثِ سعادت بنی

حضرت عمران رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی بیوی نے اللہ تعالیٰ سے دعا مانگی کہ پروردگار میں اپنے پیدا ہونے والے فرزند کو تیرے حضور نذر کرتی ہوں، تو میری نذر کو قبول فرما۔ مگر جب ان کے یہاں لڑکی پیدا ہوئی تو بہت غم زدہ ہوئیں اور بولیں پروردگار یہ کیا، یہ تو لڑکی ہے۔ ہائے اللہ! اس بچّی سے وہ مقصد کیسے پورا ہوگا جس کے لئے میں نے نذر مانی تھی۔ لڑکا تو لڑکی کی طرح نہیں ہوتا، وہ بہت سی فطری کمزوریوں اور تمدنی پابندیوں سے آزاد ہوتا ہے۔ مگر اللہ تعالیٰ خوب جانتا تھا کہ زوجہ عمران نے کس کو جنم دیا ہے، وہ اسے لڑکی سمجھ کر پریشان ہورہی ہیں کہ اس سے وہ مقصد کیسے حاصل ہوسکے گا جس کے لئے وہ اپنے فرزند کو نذر کرنا چاہتی تھیں، انہیں کیا معلوم تھا کہ یہ لڑکی ہی ان کے لئے وجہ سعادت ہے اور یہی لڑکی قیامت تک ان کا نام روشن رکھے گی، اسی کی بدولت

Marfat.com

زوجہ عمران کا نام آخری آسمانی کتاب میں محفوظ ہوجائے گا اور قیامت تک کروڑوں افراد ان کا نام لیتے رہیں گے اور اسی کی بدولت وہ ایک اولوالعزم پیغمبر کی نانی بنیں گی، جن پر اللہ تعالیٰ اپنی کتاب انجیل نازل فرمائے گا۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے زوجہ عمران کی نذر ٹھکرائی نہیں بلکہ اس لڑکی کو اللہ تعالیٰ نے ایسا حسن قبول بخشا کہ قیامت تک اس حسن قبول کی کہانی دہرائی جاتی رہے گی۔

اولاد اللہ تعالیٰ کا انعام ہے، لڑکی بھی اس کا انعام ہے اور لڑکا بھی، انعام پانے والے کا کام یہ ہے کہ وہ انعام کی قدر کرے اور اپنے محسن کا شکر بجا لائے۔ مؤمن کو ہرگز زیب نہیں دیتا کہ وہ اللہ تعالیٰ کے انعام کی ناقدری کرے، اور ناشکری کی روش اختیار کرے، اللہ تعالیٰ ہی بہتر جانتا ہے کہ کس کو کس نعمت سے نوازے اور وہی اپنے علم اور اپنی قدرت کے تحت حکیمانہ فیصلے فرماتا رہتا ہے۔ اس کے فیصلوں پر راضی رہنا اور اسی کو اپنے حق میں بہتر سمجھنا مؤمن کی شان ہے۔

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں ہر مؤمن مرد اور ہر مؤمن عورت کا یہ عقیدہ ہے کہ ان سے افضل نہ کوئی پیدا ہوا اور نہ ہوسکتا ہے، اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم چار لڑکیوں کے والد ماجد تھے۔ حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا جن کے بارے میں رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا زمین و آسمان میں ان سے بہتر کوئی خاتون نہیں، انہیں سے اللہ تعالیٰ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ چار لڑکیاں عطا فرمائی تھیں، اور حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا ان چار لڑکیوں کی ماں تھیں۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اُمّت کو ہدایت فرمائی:

"لڑکیوں سے نفرت نہ کرو میں خود لڑکیوں کا باپ ہوں"۔

نیز آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا! بیٹیاں بڑی محبت والی اور بڑی خیر و برکت والی ہوتی ہیں۔ (کنز العمال جلد ۱۶ صفحہ ۴۴۹)

حضرت ابن شریط رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں:

Marfat.com

"میں نے رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا آپ صلی اللہ علیہ وسلم فرمارہے تھے، جب کسی کے یہاں لڑکی پیدا ہوتی ہے تو اللہ تعالیٰ اس کے یہاں فرشتوں کو بھیجتا ہے جو آکر کہتے ہیں، اے گھر والو! السلام علیکم، فرشتے پیدا ہونے والی لڑکی کو اپنے پروں کے سائے میں لے لیتے ہیں، اور اس کے سر پر اپنے ہاتھ پھیرتے ہوئے کہتے ہیں یہ ایک ناتواں کمزور جان ہے جو ایک ناتواں اور کمزور جان سے پیدا ہوئی ہے، جو شخص اس ناتوان جان کی پرورش کی ذمہ داری اٹھائے گا قیامت تک، اللہ تعالیٰ کی مدد اس کے شامل حال رہے گی"۔

(مجمع الزوائد جلد ۸ صفحہ ۱۵۶)

حضرت عبداللہ ابن عمر رضی اللہ عنہما کے پاس ایک شخص بیٹھا ہوا تھا جو کئی بچیوں کا باپ تھا، اس نے کہا کاش یہ سب بچیاں مرجاتیں۔ عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے سنا تو انہیں غصہ آگیا اور اس شخص سے بولے کیا تم ان کو روزی دیتے ہو؟

لڑکی کی پیدائش پر ناک بھوؤں چڑھانے اور ناپسندیدگی کا اظہار کرنے کے بنیادی طور پر دو ہی سبب ہوسکتے ہیں، ایک یہ کہ آدمی لڑکی کے وجود ہی کو اپنے لئے باعث ننگ و عار سمجھے، دوسرے یہ کہ اس کے مصارف سے گھبرائے۔

پہلے سبب کا تجزیہ کیجئے تو ہر مسلمان والد کو شرم محسوس ہوگی کہ اس طرح سوچے، جو آدمی اسلام کی روشنی میں زندگی گزارنا چاہتا ہو اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی پاکیزہ زندگی کو اپنے لئے نمونہ مانتا ہو وہ بھلا کیسے سوچ سکتا ہے کہ لڑکی والا ہونا شرم اور عار کی بات ہے۔ جب کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم خود بیٹیوں کے والد ماجد تھے، اور لڑکی کے وجود کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے جہنم کی ڈھال اور جنت کا ذریعہ بتایا ہے۔

دوسرے سبب کا تجزیہ کیجئے تو آپ لمحہ بھر کے لئے بھی گوارا نہ کریں گے

Marfat.com

کہ اس طرح کا جاہلانہ خیال کسی مسلمان والد کے ذہن میں آئے۔ اللہ تعالیٰ کو رازق اور روزی رساں ماننے والا کیسے سوچ سکتا ہے کہ لڑکی کو روزی دینے والا میں ہوں، اللہ تعالیٰ کی صفات پر ایمان رکھنے والے کا عقیدہ یہ ہے کہ رزق دینے والا اور ضروریات پوری کرنے والا صرف اللہ تعالیٰ ہے، اور ہر پیدا ہونے والے کو اللہ تعالیٰ ہی روزی مہیا کرتا ہے، وہ اپنے حصے کی روزی اپنے ساتھ لے کر آتا ہے۔ کسی انسان کو اس طرح سوچنے کا کیا حق ہے کہ میں کسی کے لئے روزی مہیا کرتا ہوں جب کہ خود اس کو بھی اللہ تعالیٰ ہی روزی دیتا ہے اور وہ اپنی ضروریات میں اللہ تعالیٰ ہی کا محتاج ہے، کچھ نہیں کہا جاسکتا کہ کس کے نصیب میں کیا ہے اور پیدا ہونے والی کمزور ناتواں بچّی کتنا طاقتور نصیب لے آئی ہے۔ یہ بھی اللہ تعالیٰ کی قدرت سے بعید نہیں کہ آپ کے گھر میں پیدا ہونے والی نحیف و ناتواں بچّی نہ صرف اپنے لئے روزی لے کر آئی ہو بلکہ وہ اپنے نصیب کی بدولت آپ کے بھی دن پھیر دے۔

کمزور لڑکی کا سرپرست بنا کر اللہ تعالیٰ نے آپ پر بہت بڑا احسان کیا ہے۔ ایسا احسان کہ اگر آپ سوچیں تو آپ کا رواں رواں شکر کے جذبات سے سرشار ہو جائے، وہ جنت جس کو اللہ تعالیٰ نے مشکلات اور تکالیف سے گھیر رکھا ہے اور جس کی راہ کٹھنائیوں سے پر ہے، لڑکی کا باپ بنا کر اللہ تعالیٰ نے آپ کے لئے وہ راہ بہت آسان کردی ہے کہ آپ کو لڑکی کا باپ بنا کر اللہ تعالیٰ نے فطری طور پر آپ کے دل میں اس کی محبت پیدا فرمادی ہے اور آپ طبعی طور پر مجبور ہیں کہ اپنی بچّی کے ساتھ اچھا سلوک کریں اور اسے باپ کا پیار دیں۔ اور اللہ تعالیٰ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی شہادت یہ ہے کہ لڑکی کے ساتھ پیار و محبت کا سلوک کرنا ایک طرف تو دوزخ کی آگ سے بچاؤ کے لئے ڈھال ہے اور دوسری طرف جنت کا ذریعہ۔ اللہ تعالیٰ ہمیں بھی سمجھ نصیب فرمائے۔

بیٹی ماں باپ کی جنت

اگر اللہ تعالیٰ نے آپ کو بیٹی کا باپ بنایا ہے تو آپ بڑے ہی خوش نصیب ہیں، اللہ تعالیٰ نے آپ کی جنت آپ کی نگرانی میں دے دی ہے۔ اب یہ آپ کا کام ہے کہ اس جنت کی حفاظت کریں یا اسے ضائع کردیں۔ رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ خوشخبری دی ہے کہ اگر آپ نے بیٹی کی پرورش کا حق ادا کیا تو آپ کے لئے جنت واجب ہوگئی۔

حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی روایت ہے، کہتے ہیں، نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

> "جس شخص کی تین بیٹیاں ہوں، وہ تینوں کو اپنی سرپرستی میں رکھے، ان کی ضروریات پوری کرے اور ان پر رحم کھائے تو اس کے لئے جنت واجب ہوگئی۔ کسی قبیلے کے ایک آدمی نے پوچھا اور اگر دو بیٹیاں ہوں یارسول اللہ! فرمایا دو ہوں تب بھی یہی اجر ہے"۔
>
> (الادب المفرد صفحہ ۱۵)

مشکوٰۃ میں اسی مفہوم کی ایک اور روایت ہے جس کے راوی عبد اللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما ہیں، ان کا بیان ہے کہ اگر لوگ ایک بیٹی کے بارے میں پوچھتے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم ایک کے بارے میں بھی یہی بشارت دیتے۔

اسلام نے لڑکی کی پرورش پر خصوصیت کے ساتھ متوجہ کیا ہے، اور لڑکی کی پرورش کا عظیم اجروانعام بتاکر خاص طور پر اس کی ترغیب دی ہے۔

دراصل لڑکی ایک کمزور مخلوق ہے، برسوں تک اس کی پرورش اور کفالت کے بعد بھی اس سے یہ توقع نہیں ہوتی کہ یہ اس کا کچھ دنیوی صلہ یا بدلہ والدین کو دے سکے گی، یا کماکر لاسکے گی۔ اس سے کسی خدمت کی توقع بھی نہیں ہے، اس لئے کہ جوں ہی یہ خدمت کے لائق ہوتی ہے، یہ کسی دوسرے

Marfat.com

کی خدمت کے لئے حوالے کردی جاتی ہے۔ کوئی آڑا وقت آجائے تو مدافعت کا حق بھی ادا نہیں کر سکتی۔ ان حالات میں اگر اسلام کی تعلیم آدمی کے سامنے نہ ہو تو اندیشہ ہے کہ وہ لڑکی کی پرورش کا حق ادا نہ کرسکے اور اس کو وہ پیار و محبت اور وہ عزت و مقام نہ دے سکے جس کی یہ مستحق ہے۔ اس لئے ضروری ہے کہ ان ہدایات کی بار بار یاد دہانی کی جاتی رہے جو لڑکی کی پرورش سے متعلق خصوصیت کے ساتھ اسلام نے دی ہیں۔

قابل رشک صلہ

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے، انہوں نے کہا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

"جس شخص نے دو بیٹیوں کی پرورش کی یہاں تک کہ وہ دونوں بالغ اور جوان ہوگئیں اور اپنے گھروں کی ہوگئیں، تو روز قیامت وہ اس حال میں آئے گا کہ وہ اور میں (ان دو انگلیوں کی طرح ساتھ ساتھ ہوں گے) اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی انگلیوں کو ملاکر دکھایا"۔ (مسلم باب فضل الاحسان الیٰ البنات جلد ۲ صفحہ ۳۳۰)

ایک مؤمن ماں اور مؤمن باپ کے لئے اس سے بڑی سعادت اور کیا ہوسکتی ہے کہ قیامت کے دن ان کو رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی رفاقت میسر ہو۔ اس حدیث میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے "تبلغا" کا جو لفظ استعمال کیا ہے وہ بڑا ہی بلیغ ہے، اس کے معنی یہ بھی ہیں کہ وہ دونوں جوان ہوگئیں اور یہ بھی کہ وہ اپنی منزل یا مقصد کو پہنچ گئیں جس سے مراد یہ ہے کہ وہ اپنے گھر اپنے شوہر کی سرپرستی میں پہنچ گئیں۔

بچّی کی پرورش سے متعلق فضائل بیش بہا ہیں سب کا احاطہ مشکل ہے چند

Marfat.com

باتیں مذکورہ بالا احادیث میں آگئیں مگر قابل لحاظ امر یہ ہے کہ ان فضائل کا مستحق وہی بنے گا جو اپنی بیٹی کی تعلیم و تربیت حضرت فاطمہ، زینب، اُم کلثوم ورقیہ رضی اللہ عنہن کی طرز پر کرے کہ فوقیت دینی تعلیم کو دے اور ضرورت کے درجے میں عصری علوم بھی سکھلائے اور ذریعہ تعلیم بھی دینی ہونا ضروری ہے ورنہ مخلوط تعلیم نے اخلاق کی تباہی میں جو کردار ادا کیا ہے وہ کسی سے پوشیدہ نہیں اس طرح بچپن سے ہی شرعی پردہ کی تلقین اور نو دس سال عمر ہوتے ہی شرعی پردہ شروع کروا دیا جائے کیوں کہ فی زمانہ جن حالات سے ہمارا معاشرہ دو چار ہے وہ سب پر عیاں ہے اس لئے کیوں اپنی لاڈلی بیٹی کو دوسروں کے دل میں برے خیالات پیدا کرنے کا سبب بنائیں۔ یہ بات یاد رکھئے کہ بچے اور بچیوں کو کھلانا پلانا اور لباس وغیرہ کی ضرورت پوری کرنے میں تو دنیا کے سارے لوگ برابر ہیں چاہے مسلمان ہوں یا غیر مسلم اصل فرق طرز تربیت کا ہے کہ مسلمان اپنی اولاد کی اس طرح تربیت کرتا ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کی فرمانبرداری کو اپنی زندگی کا نصب العین بنالے۔ بچے پالنا دین نہیں بچے تو غیر مسلم بھی پالتے ہیں صرف حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے طریقے پر بچے پالنا دین ہے اور باعث ثواب بھی، بچیوں کو بچپن سے ہی بالوں کو ڈھانپنے کی ترغیب دیں، دستر خوان پر بیٹھیں تو بچہ بھی سر ڈھانپ لے ٹوپی پہن کر اور بچی اسکارف پہن لے، گھر کے باہر جائے تو بال کھلے ہوئے نہ ہوں، خالہ اور ماموں کے لڑکوں کے ساتھ نہ کھیلے، بلکہ خالہ اور ماموں کی لڑکیوں کے ساتھ کھیلے ڈائجسٹ اور عشقیہ مضامین کے پڑھنے سے بچائیں، وغیرہ وغیرہ.....

بچیوں کی شادی کرانے کی فضیلت

ہر مسلمان والد کو چاہئے کہ اولاد کی تعلیم و تربیت، ان پر خرچ کرنا، ان کی پرورش کرنا، ان کی شادیاں کرانا، اس کو ہرگز بوجھ نہ سمجھیں، اس پر پریشان نہ

Marfat.com

ہوں خاص طور سے لڑکیوں کی شادی پر بالکل بھی پریشان نہ ہوں بلکہ ٹھنڈے دل سے ان تمام کاموں پر جو فضائل احادیث مبارکہ میں وارد ہوئے ہیں ان کا استحضار رکھیں، اور اپنی اہلیہ کو بھی تسلی دے کہ ان سب فکروں پر اور پریشانیوں پر اللہ تعالیٰ ہمیں بہت کچھ عطا فرمائیں گے، اس لئے کہ حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت فرماتے ہیں کہ:

"حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس نے تین بچیوں کی پرورش کی پھر ان کو ادب سکھایا پھر ان کی شادیاں کروادیں اور ان کے ساتھ بہتر سلوک کیا تو اس کے لئے جنت ہے"۔

(ابوداؤد جلد ۲ صفحہ ۳۴۵ کتاب الادب)

بے سہارا بیٹی کی کفالت

"نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ میں تمہیں بہترین صدقہ کیوں نہ بتادوں وہ تمہاری بیٹی ہے جو تمہارے پاس لوٹادی گئی ہے اور تمہارے سوا کوئی اس کو کما کر کھلانے والا نہیں ہے اس کی کفالت کرنا"۔

(ابن ماجہ صفحہ ۲۶۹، جمع الفوائد باب برالاولاد)

اس سے مراد اصلاً تو وہی بیٹی ہے جو شادی ہوجانے کے بعد پھر اپنے ماں باپ کے حوالے کردی گئی ہے، خواہ اس لئے کہ اس کا شوہر مرگیا اور سسرال میں اس کی کفالت کرنے والا کوئی نہیں ہے، یا اس لئے کہ شوہر نے کسی وجہ سے اس کو طلاق دے دی ہے اور وہ ماں باپ کے یہاں آگئی ہے، لیکن وہ لڑکی بھی اس سے مراد ہے جس کی شادی نہیں ہوسکی ہے، یا وہ شادی کے لائق نہیں ہے۔

Marfat.com

مثلاً کسی دماغی عارضے میں مبتلا ہے، ۔۔۔۔۔۔۔۔۔ یا کسی جسمانی نقص کی وجہ سے اس کی شادی نہیں ہو پا رہی ہے یا شادی کے لائق ہی نہیں ہے، ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ بہر حال ایسی بے سہارا لڑکی پر خرچ کرنا بھی بڑے اجر و ثواب کا کام ہے اور اللہ تعالیٰ کی نظر میں یہ خرچ ایسا صدقہ ہے جو تمام صدقات سے افضل ہے۔

بعض گھرانوں میں مطلقہ یا بیوہ بیٹی کو رکھ تو لیتے ہیں لیکن بھابھیوں، بھائیوں چھوٹی بہنوں اور کبھی والدہ و والد کی زبانی، طعنہ کے ایسے تیر مارے جاتے ہیں کہ وہ معصوم تڑپ جاتی ہے ہرگز ایسا نہ کریں کیا یہ وہی بیٹی نہیں ہے کہ جب وہ چھوٹی تھی تو اس کی ناز برداریاں کرنے میں دن رات آپ نہیں تھکتے تھے اور اس کی خواہشات کو پورا کرنا آپ کا مقصد حیات تھا آج یہ بے چاری ٹوٹا دل لے کر آپ کے در پر پڑی ہے تو اس کو زخم کیوں لگائے جا رہے ہیں اللہ تعالیٰ کے واسطے اس کی شادی کسی دین دار اور مناسب شخص ہی سے کر دیں، اگر یہ ممکن نہیں تو اس کے لئے اپنے گھر میں کمرہ الگ کریں ہو سکے تو چولہا بھی الگ کریں تاکہ بھائیوں اور بھابھیوں سے زیادہ واسطہ نہ پڑے کہ اس کے زخم ہرے ہوں۔ اور اس بات کا یقین رکھیں کہ آپ کا یہ عمل یقیناً اللہ جل جلالہ کے دربار سے آپ کو بہت کچھ دلائے گا۔

لڑکی اور لڑکے کے ساتھ امتیازی سلوک

"حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے انہوں نے کہا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس کے یہاں بچی ہوئی اور اس نے اسے دور جاہلیت کی طرح زندہ دفن نہیں کیا، نہ اس کو حقیر سمجھا اور نہ لڑکوں کو اس پر ترجیح دی، تو ایسے شخص کو اللہ تعالیٰ جنت میں داخل فرمائے گا"۔ (ابوداؤد صفحہ ۳۴۴)

Marfat.com

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس حدیث میں ماں باپ کو جس عمل پر جنت کی بشارت دی ہے اس کے تین اجزاء ہیں:

① لڑکی کو زندہ دفن نہ کریں اور جینے کا حق دیں۔

② لڑکی کی توہین و تحقیر نہ کریں۔

③ لڑکے کو لڑکی پر ترجیح نہ دیں۔

بہت سے گھرانوں میں لڑکوں کو گھر اور خاندان کے اندر جو عظمت و اہمیت حاصل ہوتی ہے وہ لڑکیوں کو حاصل نہیں ہوتی۔ لڑکوں، لڑکوں کی بیویوں اور ان کی اولاد کے ساتھ جو اچھا سلوک ہوتا ہے، وہ بیٹیوں، بیٹیوں کے شوہروں اور ان کی اولاد کے ساتھ نہیں ہوتا۔ دراصل بیٹی اور بیٹے کے ساتھ جو امتیازی سلوک ہوتا ہے اس میں یہ ذہن کام کرتا ہے کہ لڑکی کی پرورش دوسرے کے لئے کی جاتی ہے اور لڑکے کی پرورش اپنے لئے۔ لڑکی سے کسی طرح کی کوئی امید نہیں ہے اور لڑکے سے ہر قسم کی امیدیں وابستہ ہیں۔ لڑکی دوسرے کے گھر کی رونق اور آبادی کا ذریعہ ہے اور لڑکا اپنے گھر کی رونق اور آبادی کا ذریعہ ہے۔ اس ذہن کا لازمی نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ لڑکے کی پرورش میں جو ولولہ اور دلی جذبات کام کرتے ہیں، لڑکیاں ان سے محروم ہوتی ہیں۔ لڑکی کی پرورش اور اس کے ساتھ سلوک میں ادائے فرض کا جذبہ تو کام کرتا ہے، لیکن وہ اُمنگ و ولولہ اور نشاط و حوصلہ نہیں ہوتا جو لڑکے کی پرورش اور اس کے ساتھ سلوک میں کار فرما ہوتا ہے۔

لڑکی گھر میں بھی حقیر سمجھی جاتی ہے اور خاندان میں بھی۔ گھر میں بھی لڑکے کو اس پر ترجیح دی جاتی ہے اور خاندان اور تعارف والوں میں بھی لڑکے کو اس پر فضیلت حاصل رہتی ہے۔ ماں باپ بھی لڑکی کو وہ لباس، وہ زیور اور وہ تحفے نہیں دیتے جو اپنی بہو کو دیتے ہیں، بہو کو جو کچھ دیتے ہیں وہ دلی جذبات کے ساتھ دیتے ہیں کہ وہ انہی کے گھر کی رونق ہے اور بیٹی کو جو کچھ دیتے ہیں وہ

محض ادائے فرض یا معاشرے میں اپنا مقام بنائے رکھنے کے لئے دیتے ہیں۔ بہو کو دے کر یاد نہیں رکھتے، لیکن بیٹی کو دے کر اسے یاد رکھتے اور اس کا تذکرہ کرتے ہیں۔ ایسے گھرانوں میں بیٹی کی اولاد کو بھی وہ سرپرستی، وہ شفقت اور وہ پیار نہیں ملتا جو بیٹے کی اولاد کو ملتا ہے، بیٹے کے بچّے اپنے گھر کے بچّے سمجھے جاتے ہیں اور بیٹی کے بچّے غیر کے گھر کے بچّے سمجھے جاتے ہیں۔ خاندان اور تعارف والوں میں بھی بیٹے کی اولاد اپنے گھر کے بچّوں کی طرح سامنے لائی جاتی ہے اور اسی حیثیت سے خاندان والوں سے ان کے ساتھ سلوک کی توقع کی جاتی ہے، لیکن بیٹی کی اولاد کے ساتھ نہ اپنے سلوک کا یہ انداز ہوتا ہے اور نہ خاندان والوں سے اس حیثیت کے سلوک کی توقع کی جاتی ہے۔ اور خاندان والے بھی اپنے لوگوں کے بیٹوں کی اولاد کے ساتھ جو سلوک کرتے ہیں وہ ان کی بیٹیوں کی اولاد کے ساتھ نہیں کرتے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ حدیث مبارک مسلمان ماں باپ کو خبردار کرتی ہے کہ یہ طرزِ عمل پسندیدہ نہیں۔ اللہ کی خوشنودی اور جنت حاصل کرنے کا طریقہ یہ ہے کہ مسلمان ماں باپ لڑکی اور لڑکے کو یکساں اہمیت دیں، دونوں کے ساتھ برابری کا سلوک کریں۔ لڑکی کو بھی گھر اور خاندان میں عزت و عظمت کا وہی مقام دیں جو وہ لڑکے کو دیتے ہیں، اور کسی معاملے میں بھی لڑکے کو لڑکی پر ترجیح نہ دیں اور ہمیشہ اپنے ذوق اور معاشرے کی روایات اور دستور کے مقابلے میں دین کے تقاضوں کو مقدم رکھیں۔

لڑکیاں جو جہنم کی آگ سے آڑ ہیں

"حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ میرے پاس ایک عورت اپنی دو لڑکیوں کو لئے ہوئے مانگنے کے لئے آئی، اس وقت میرے پاس کچھ نہیں تھا، بس ایک کھجور تھی، وہی کھجور میں نے اس کے ہاتھ پر رکھ دی، اس نے وہ کھجور

Marfat.com

اپنی دونوں بیٹیوں کو آدھی آدھی دے دی اور خود ذرا نہیں چکھی، پھر اٹھی اور چلی گئی۔ اس کے بعد جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم گھر آئے تو میں نے ان کو یہ واقعہ سنایا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو شخص بھی ان بچیوں کے ذریعے آزمائش میں ڈالا گیا اور اس نے ان کے ساتھ حسن سلوک کیا تو یہ بچیاں اس کے لئے جہنم کی آگ سے آڑ بن جائیں گی"۔

(ریاض الصالحین صفحہ ۱۴۴۔ ترمذی جلد ۲ صفحہ ۱۳)

دنیا میں لڑکی کی ذات سے کسی مادی فائدے کی توقع نہ ہو تو نہ سہی، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی صداقت اور آخرت پر یقین رکھنے والے ماں باپ کے لئے لڑکی کے ساتھ حسن سلوک کا اس سے بڑا اور قوی محرک اور کیا ہوگا کہ یہی کمزور بچیاں قیامت کے روز اس کے لئے جہنم کی بھڑکتی آگ سے آڑ بن جائیں گی۔

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ایک شخص آیا، اس کی گود میں اس کا بچہ تھا، وہ پیار سے اس بچے کو چمٹانے لگا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دیکھا تو پوچھا! کیا تمہیں اس پر رحم آتا ہے؟ اس نے کہا کیوں نہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا! تم اس بچے پر جتنا رحم کرتے ہو اللہ تعالیٰ اس سے کہیں زیادہ تم پر رحم کرنے والا ہے۔ اس لئے کہ وہ سارے رحم کرنے والوں سے زیادہ رحم کرنے والا ہے"۔ (الادب المفرد باب رحمۃ العیال)

عقیقہ کرنا

بچے کی طرف سے عقیقہ کرنا مسنون ہے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے بچوں کا عقیقہ کیا ہے اور اس کی ترغیب دی ہے۔ لیکن یہ ضرور پیش نظر رہے کہ عقیقہ صرف ایک مستحب صدقہ ہے، فرض نہیں ہے کہ لازماً کیا جائے۔ اگر کوئی نہ کرے تو کوئی گناہ نہیں ہے۔ باپ خوش حال ہو تو بہتر یہی ہے کہ عقیقہ

Marfat.com

کرے۔ یہ بچّے کی جان کا صدقہ ہے۔ عقیقہ کردینے سے بلائیں دور ہوجاتی ہیں اور آفات و مصائب سے بچّے کی حفاظت رہتی ہے، نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے:

"ہر بچّہ اپنے عقیقہ کے عوض رہن ہے، ساتویں روز اس کی طرف سے جانور ذبح کیا جائے، اسی روز اس کا نام رکھا جائے اور اس کے سر کے بال اتروائے جائیں"۔ (جامع ترمذی جلد ۱ صفحہ ۲۷۸)

عقیقہ دراصل اس جانور کو کہتے ہیں جو نومولود بچّے کی ولادت کے ساتویں روز بطور صدقہ ذبح کیا جاتا ہے، اگر ممکن ہو تو لڑکے کی طرف سے دو بکرے یا بکریاں ذبح کی جائیں اور لڑکی کی طرف سے ایک، لیکن لڑکے کے عقیقے میں دو بکریاں ذبح کرنا ضروری نہیں ہے، ایک بکری یا بکرا بھی ذبح کیا جاسکتا ہے۔ یہ چونکہ بچّے کی جان کا صدقہ ہے، اور بچّے کی جان اس کے عوض رہن ہے اس لئے عقیقہ کرنا پسندیدہ عمل ہے بشرطیکہ مالی حالات اچھے ہوں۔

"حضرت علی ابن ابی طالب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی طرف سے عقیقے میں ایک بکری کی اور فرمایا فاطمہ! ان کے بال اتروا دو اور بالوں کا وزن کرکے اتنے وزن کی چاندی خیرات کردو۔ تو ہم نے ان کے بالوں کا وزن کیا، بال ایک درہم کے برابر ہوئے یا ایک درہم سے کچھ کم"۔ (جامع ترمذی جلد ۱ صفحہ ۲۷۸)

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ لڑکے کی طرف سے ایک بکری یا بکرا ذبح کرنا بھی جائز ہے۔ کسی کو اللہ نے دیا ہے اور وہ دو جانور کرنا چاہتا ہے تو خوشی سے کرے لیکن یہ حقیقت پیش نظر رہے کہ لڑکے کی طرف سے دو جانور کرنا ضروری نہیں، ایک بھی کرسکتے ہیں۔

Marfat.com

عقیقہ ساتویں روز کرنا چاہئے۔ اگر کسی وجہ سے ساتویں روز نہ کر سکیں تو پھر چودھویں روز یا اکیسویں روز کریں، اور اس کے بعد بھی کر سکتے ہیں۔

عقیقہ مسنون تقریب ہے، سُنّت کی پیروی کی نیت سے نہایت سادہ انداز میں اس تقریب کو انجام دیں، آخر میں ایک بات اور سمجھ لیں کہ عقیقہ کا گوشت سب کھا سکتے ہیں اس میں کسی قسم کی قید کہ دادا دادی یا نانا نانی نہیں کھا سکتے فضولیات میں سے ہیں اور احادیث میں اس کا کوئی ثبوت نہیں ملتا۔

ختنہ

ختنہ تمام انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کی سُنّت اور اسلامی شعار ہے۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

"فطرت (سلیم) پانچ چیزیں ہیں، ختنہ کرنا، زیر ناف کے بال صاف کرنا، بغل کے بال نوچنا، موچھیں کترنا، اور ناخن کاٹنا"۔

(الادب المفرد صفحہ ۱۸۸)

الفطرت سے مراد فطرت سلیم ہے، یعنی یہ پانچ چیزیں جو طہارت و نظافت اور خوش ذوقی کا تقاضا اور علامت ہیں، انسان کی فطرت میں داخل ہیں، بشرطیکہ انسان نے اپنی فطرت کو اپنی بد عملی اور بدذوقی سے مسخ نہ کرلیا ہو، یہ پانچوں چیزیں پرانے زمانے سے انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کی سُنّت رہی ہیں، سارے انبیاء ان پر عمل کرتے رہے ہیں اور سب کی شریعتیں ان پر متفق رہی ہیں۔ گویا یہ انسان کی فطرت اور جبلت ہے، جس پر اللہ تعالیٰ نے اس کو پیدا کیا ہے۔

اگر بچّہ زیادہ کمزور نہ ہو تو بہتر یہ ہے کہ ساتویں روز ختنہ کرالیا جائے، اس میں دو مصلحتیں ہیں، ایک یہ کہ بچّے کی کھال اس وقت بہت نرم اور پتلی ہوتی ہے، جلد اچھی ہو جائے گی۔ دوسری مصلحت یہ ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث سے ساتویں دن خَتنہ کا جو اشارہ ملتا ہے، اس کی بھی تکمیل ہو جائے گی۔

Marfat.com

حضرت سلمان بن عامر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا آپ فرماتے تھے:

"بچے کی ولادت کے ساتھ عقیقہ ہے، پس اس کی طرف سے خون بہاؤ، اور اس سے گندگی وغیرہ دور کرو"۔ (ترمذی جلد ا صفحہ ۲۷۸)

گندگی وغیرہ دور کرنے سے مراد بال اتروانا اور نہلانا وغیرہ ہے۔ اور بعض علماء کے نزدیک ختنہ بھی اسی حکم میں داخل ہے اس لئے کہ وہ بھی گندگی دور کرنے اور پاکیزگی اور صفائی حاصل کرنے کے لئے ہے۔

لہٰذا مستحب یہ ہے کہ ساتویں روز ختنہ کرالیا جائے اور اگر کسی وجہ سے نہ کرائیں تو چالیس دن کے اندر اندر کرالیں۔ ورنہ جب بھی کرائیں، پہلے یا بعد میں کوئی حرج نہیں ہے، البتہ دو باتوں کا خیال رہے ایک یہ کہ بہت زیادہ تاخیر نہ کریں، دوسری بات یہ کہ اس سُنّت کو نہایت سادہ انداز میں کسی بڑے اہتمام کے بغیر ادا کریں۔ اگر حالات سازگار ہوں اور اس سُنّت کو ادا کرنے کی خوشی میں اپنے دوست احباب کو کچھ کھلائیں پلائیں تو گنجائش ہے لیکن اس کو مستقل تقریب کی شکل دینا اور نمود و نمائش کے لئے کچھ خرچ کرنے کو ضروری سمجھنا اسلامی مزاج سے میل نہیں کھاتا۔ بے وجہ اپنے اوپر کچھ چیزیں لازم کرنا اور پھر زیر بار ہونا اور اپنے لئے پریشانیاں پیدا کرنا شریعت کی نافرمانی ہے۔

بہتر یہی ہے کہ اس سُنّت کو اس طرح سادگی کے ساتھ ادا کیا جائے کہ خواہ مخواہ یہ لوگوں کے لئے پریشانی اور زحمت کا باعث نہ بنے۔

البتہ اگر اللہ تعالیٰ نے آپ کو خوشحال کیا ہے اور آپ اس خوشی میں کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو اس سُنّت کے ادا کرنے کی توفیق بخشی ہے تو کچھ لوگوں کو کھانے پینے پر بلانا چاہیں یا کچھ شیرینی تقسیم کرنا چاہیں تو اس میں کوئی حرج بھی نہیں ہے۔ حضرت سالم رضی اللہ عنہ کہتے ہیں جب ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے ہماری اور نعیم کی ختنہ کرائی تو اس خوشی میں انہوں نے ایک مینڈھا ذبح کیا

تو میں نے دیکھا کہ ہم اپنے ساتھ کے بچّوں میں فخر اور خوشی کا اظہار کر رہے ہیں کہ ہماری طرف سے تو مینڈھا ذبح کیا گیا۔ (الادب المفرد صفحہ ۱۸۲)

البتہ اس سے پرہیز کرنا چاہئے کہ یہ کوئی رسم نہ بن جائے۔ اور پھر اس رسم کے لوازم اور مصارف کی وجہ سے یہ آسان اور اہم سُنّت اُمّت کے لئے ایک پریشان کن مسئلہ نہ بن جائے۔

بچّے کو ماں کا دودھ پلوائیے

بچّوں کو پالنے پوسنے کی خدمت میں قدرتی طور پر یہ بات بھی شامل ہے کہ مائیں اپنے بچّوں کو معروف دستور کے مطابق اپنا دودھ پلائیں۔ یہ ماں پر اس کے پیارے بچّے کا حق بھی ہے اور ماں کی مادریت کا تقاضا بھی۔ ماں کا بچّے کو اپنا دودھ پلانا معاشرہ کا ایک معروف دستور اور عام معمول ہے اور ہر ماں اپنی طبعی اور فطری ذمہ داری سمجھتی ہے کہ اپنے بچّے کو اپنا دودھ پلائے۔

بچّے کے وجود کو برداشت کرنا، اس کو جنم دینا اور اس کو پروان چڑھانے کے لئے اپنا دودھ پلانا، ہر ماں کا طبعی وظیفہ ہے، اور وہ اپنے طبعی تقاضوں کے تحت اس وظیفے کو اپنا دل پسند مشغلہ اور فطری فریضہ سمجھتی ہے۔ اور اپنے ننھے اور ناتواں معصوم بچّے کا یہ حق سمجھتی ہے کہ اسے اپنے سینے سے لگائے اور اپنا خون جگر پلا کر پالے۔ قرآن کا ارشاد ہے:

وَالْوٰلِدٰتُ يُرْضِعْنَ اَوْلَادَهُنَّ حَوْلَيْنِ كَامِلَيْنِ لِمَنْ اَرَادَ اَنْ يُّتِمَّ الرَّضَاعَةَ

"اور مائیں اپنی اولاد کو دو سال کامل دودھ پلایا کریں (یہ مدت اس کے لئے ہے) جو شیر خوارگی کی تکمیل کرنا چاہے"۔

(معارف القرآن جلد ا صفحہ ۵۷۹)

ماں کا دودھ بچّے کا فطری حق ہے اور بچّہ صرف باپ ہی کی اولاد نہیں ہے

Marfat.com

بلکہ ماں کا بھی جگر گوشہ ہے، لہٰذا ماں کو چاہئے کہ بچّے کے باپ کا غصہ بچّے پر نہ اتارے، اور بچّے کی حق تلفی نہ کرے۔ بچّوں کو دودھ پلانا انسانی سماج کا معروف دستور اور عام معمول ہے جس کا زور دار داعیہ ہر ماں کی طبیعت اور فطرت میں موجود ہے، نہ صرف انسان بلکہ جانور کی طبیعت میں بھی موجود ہے۔ مائیں جن طبعی جذبات اور دلی لگن کے ساتھ اپنے معصوم بچّوں کو جوش محبت میں دودھ پلاتی ہیں وہی مطلوب اور محبوب ہے، اسی لئے قرآن نے اس کی تائید، تحسین، ترغیب اور اہمیت کی وضاحت پر ہی اکتفا کیا۔ مؤمن ماں کے لئے اس ذمہ داری کو امتیازی شان کے ساتھ ادا کرنے کے لئے یہی محرک کافی ہے کہ اللہ تعالیٰ کی کتاب اس کے عمل کی تائید کرتی ہے، اس کو پسند کرتی ہے اور اس کو نہایت اہم سمجھتی ہے اور مزید یہ کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم اس عمل پر عظیم انعام اور صلے کی بشارت دیتے ہیں، اس لئے باپ پر لازم ہے کہ ماں کو اگر کوئی عذر نہیں تو اسے تاکید کرے کہ بچّے کو اپنا دودھ پلائے اس سے بچّوں کی صحت بھی ٹھیک رہے گی اور دو سال کی عمر تک ماں باپ اجر کے مستحق بھی ہوں گے۔

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے یہاں جب سب سے چھوٹے فرزند حضرت ابراہیم رضی اللہ عنہ کی ولادت ہوئی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے غلام ابورافع نے آپ کو خوشخبری سنائی، آپ نے اس خوشی میں اسی وقت ایک غلام آزاد کردیا۔ جب ساتواں دن ہوا تو عقیقہ کیا اور بچّے کے بال اتروائے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان بالوں کے وزن کے برابر چاندی فی سبیل اللہ خیرات کی۔

دودھ پلانے کے لئے انصار کی بہت سے خواتین نے پیش کش کی، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان میں سے خولہ بنت زید انصاریہ رضی اللہ عنہا کو اس خدمت کے لئے منتخب فرمایا اور ابراہیم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو ان کے حوالے کردیا اور اس خدمت کے معاوضے میں ان کو کھجوریں دیں۔ (سیرۃ النبیؐ از علامہ

Marfat.com

شبلی نعمانی جلد ۲ صفحہ ۲۵۸)

لیکن دودھ پلانے میں باپ ایک بات پر نظر رکھیں کہ اگر ماں کے دودھ میں کسی قسم کے مضر اثرات (جو کہ بعض اوقات دواؤں کے استعمال سے پیدا ہوجاتے ہیں) ہوں، یا ماں ولادت کے بعد اتنی کمزور ہوگئی ہو کہ دودھ پلانے کی متحمل نہیں ہے تو ایسے حالات میں بے جاطور پر بیوی کو مجبور نہ کریں کہ وہ ضرور بچے کو دودھ پلائے۔

اکثر اوقات بیوی کی کمزوری کو بہانہ سمجھ کر اس سے بچے کو دودھ پلوانے کی ضد کرتے ہیں جو جھگڑے کا باعث بنتا ہے۔

ہمیشہ اس بات کو سوچئے کہ اس ماں کو اپنے اس بچے کے ساتھ مجھ سے کئی گنا زیادہ محبت ہے، اس کا بچے کو دودھ نہ پلانا یہ بچے ہی کے لئے مفید ہے کہ کمزور ماں کا اول تو دودھ نہ ہوگا اگر ہوگا بھی تو کمزور جس سے بچہ کمزور رہے گا اور اس طرح کی بیماریوں میں مبتلا ہوگا جو میرے لئے پریشانی کا سبب بنے گا، اس لئے آپ کو چاہیے کہ آپ خود اس کا خیال رکھیں کہ ایسی حالت میں ماں بچے کو دودھ نہ پلائے بلکہ اپنی لیڈی ڈاکٹر کی ہدایت کے مطابق عمل کرے۔

ماں باپ دونوں خصوصاً والد اس بات کا بہت خیال رکھے کہ بچے کی پیدائش کے بعد دو سال تک حمل نہ ٹھہرے، اطباء نے لکھا ہے کہ اگر حمل نہ ہو تو ماں کا دودھ وافر اور صحت بخش ہوتا ہے، جس سے بچے کی تندرستی قائم رہتی ہے اور اس سے بچے کی صحیح نشوونما ہوتی ہے۔

حمل ٹھہرنے کی صورت میں دودھ خراب ہوجاتا ہے اور بچہ طرح طرح کی بیماریوں میں مبتلا ہوتا ہے، اس لئے کوشش کریں کہ کم از کم دو سال تک حمل نہ ٹھہرے کہ اتنی مدت تک دودھ پینا بچے کا حق ہے۔

Marfat.com

جنت میں شکر کا محل

والدین کی زندگی ہی میں اولاد کی موت واقع ہوجائے اور والدین اس جانکاہ صدمے کو صبر اور شکر کے ساتھ اس نیت سے کہ اللہ تعالیٰ کی امانت تھی اللہ تعالیٰ نے لے لی اور مجھے اجر ملے گا برداشت کرلیں تو والدین کے لئے یہ تکلیف ذخیرہ آخرت اور وسیلہ جنت اور زبردست اعزاز و اکرام کا ذریعہ ہے۔
اس صبر اور شکر کے صلہ میں اللہ تعالیٰ والدین کو جنت سے نوازے گا اور جنت میں ایک محل تیار کرے گا جس کا نام شکر کا محل ہے۔

حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

"جب کسی بندے کی اولاد کا انتقال ہوتا ہے تو اللہ تعالیٰ اپنے فرشتوں سے پوچھتا ہے تم نے میرے بندے کے بچّے کی روح قبض کی؟ فرشتے جواباً کہتے ہیں، جی ہاں! پھر اللہ تعالیٰ پوچھتے ہیں تم نے اس کے دل کے ٹکڑے کو لے لیا؟ فرشتے کہتے ہیں، جی ہاں! تو اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں پھر میرے بندے نے کیا کیا؟ فرشتے جواب دیتے ہیں (پروردگار) تیرے بندے نے تیری تعریف کی اور اس مصیبت پر اس نے اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّآ اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ پڑھا یہ سن کر اللہ تعالیٰ فرشتوں کو حکم دیتے ہیں میرے بندے کے لئے جنت میں ایک محل تعمیر کرو اور اس کا نام بیت الحمد "شکر کا محل" رکھو۔ (مشکوٰۃ جلد ۱ صفحہ ۱۵۱)

"حضرت اُمِ حبیبہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس بیٹھی ہوئی تھی کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس مسلمان جوڑے کے بھی تین نابالغ بچّے مرجائیں، تو یہ بچّے قیامت کے روز جنت کے دروازے پر رک کر کھڑے ہوجائیں گے، اور جب ان سے کہا جائے گا کہ جاؤ جنت میں داخل ہوجاؤ، تو یہ

Marfat.com

معصوم بچّے جواب دیں گے جب تک ہمارے ماں باپ جنت میں داخل نہ ہوں گے ہم جنت میں نہیں جاسکتے، تو اللہ تعالیٰ حکم دے گا کہ "جاؤ تم اور تمہارے ماں باپ سب ہی جنت میں جاؤ"۔ (طبرانی)

بچّوں کی کفالت سے غفلت، سنگین گناہ

"نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، آدمی کے گنہگر ہونے کے لئے یہ بات بالکل کافی ہے کہ وہ ان لوگوں کو ضائع کررہا ہے جن کو وہ کھلاتا پلاتا ہے"۔ (ریاض الصالحین صفحہ ۱۱۷، عن عبد اللہ بن عمرو بن العاص)

آدمی جن لوگوں کا کفیل بنایا گیا ہے ان کی کفالت سے غفلت برتنا اور ان کو ضائع کردینا ایسا سنگین جرم ہے کہ تنہا یہی جرم اس کو اللہ تعالیٰ کا نافرمان اور گناہگار قرار دینے کے لئے کافی ہے۔ اس غفلت اور کوتاہی کی کئی صورتیں ہوسکتی ہیں۔

یہ کہ وہ نمود و نمائش میں تو خوب خرچ کررہا ہو لیکن اہل و عیال کے حقوق سے غافل ہو۔

یہ کہ خود تو داد عیش دے رہا ہو اور دوستوں کے ساتھ مل کر خوب دعوتیں اڑا رہا ہو اور اولاد فاقہ مستی میں مبتلا ہو۔

یہ کہ دین کی صحیح سمجھ نہ ہونے کی وجہ سے اپنا مال و متاع دوسرے خیر کے کاموں میں لگا رہا ہو اور اہل و عیال کی ضروریات سے غفلت برت رہا ہو۔

وہ خرچ جس کا اجر سب سے بڑھ کر ہے

"حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ ایک اشرفی وہ ہے جو تم نے اللہ تعالیٰ کی راہ میں خرچ کی، ایک

اشرفی وہ ہے جو تم نے کسی غلام کو غلامی سے آزاد کرانے کے لئے خرچ کی ہو، ایک اشرفی وہ ہے جو تم نے کسی غریب کو صدقہ میں دی، اور ایک اشرفی وہ ہے جو تم نے اپنے اہل و عیال پر خرچ کی۔ ان میں سب سے بڑا اجر اس اشرفی کا ہے جو تم نے اپنے اہل وعیال پر خرچ کی"۔ (ریاض الصالحین صفحہ ۱۲۳، باب النفقہ علی العیال بحوالہ صحیح مسلم)

اس روایت کی مزید وضاحت حضرت ثوبان رضی اللہ عنہ کی حدیث سے ہوتی ہے وہ کہتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

"سب سے بہتر اشرفی وہ اشرفی ہے، جس کو آدمی اپنے بال بچّوں پر خرچ کرتا ہے۔ اور وہ اشرفی ہے جس کو آدمی راہ خدا کی سواری پر خرچ کرتا ہے اور وہ اشرفی ہے جس کو آدمی راہ خدا کے ساتھیوں پر خرچ کرتا ہے۔ ابوقلابہ (ایک درمیانی راوی) کہتے ہیں، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے بال بچّوں پر خرچ کرنے سے بات شروع کی اور پھر فرمایا اس آدمی سے بڑھ کر اجر و انعام کس کا ہو سکتا ہے جو اپنے چھوٹے چھوٹے بچّوں پر خرچ کرتا ہے تاکہ اللہ تعالیٰ ان کو مانگنے سے بچائے اور خوش حال بنائے رکھے"۔ (جامع ترمذی ابواب البروالصلہ صفحہ ۱۸)

بچّوں پر خرچ کرنے میں نیت صرف اللہ تعالیٰ کو راضی کرنے کی ہو۔ یہ نیت بالکل نہ ہو کہ آج میں ان کے لئے کر رہا ہوں کل یہ میرے لئے کریں گے۔ آج جو کچھ میں ان پر لگا رہا ہوں وہ انویسٹ ہو رہا ہے کل اس سے بڑھ کر ملے گا، اور میرے بڑھاپے میں میرے لئے بے ساکھی کا بندوبست ہو گا، یہ ایک گھٹیا اور ادنیٰ نیت ہے، اعلیٰ نیت یہی ہے کہ جو میں ان پر خرچ کر رہا ہوں وہ اللہ تعالیٰ ہی کا دیا ہوا ہے اللہ تعالیٰ کو راضی کرنے کے لئے خرچ کر رہا ہوں، اور یہ بڑے ہو کر جو خیر و بھلائی کا کام کریں گے وہ میرے لئے صدقہ جاریہ ہو گا۔

Marfat.com

وہ باپ جس کا چہرہ بدر کامل کی طرح چمک رہا ہو گا

"حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جس شخص نے حلال ذرائع سے دنیا طلب کی تاکہ اپنے کو کسی کے آگے ہاتھ پھیلانے سے بچائے رکھے اور اپنے اہل و عیال کے لئے روزی مہیا کرے اور اپنے پڑوسی کے ساتھ حسن سلوک کرے، وہ قیامت کے روز اللہ سے اس حال میں ملے گا کہ اس کا چہرہ بدر کامل کی طرح چمک رہا ہوگا۔ اور جس نے حلال طریقے سے دنیا اس لئے کمائی کہ وہ دوسروں سے مال و دولت میں بڑھ جائے، دوسروں پر اپنی بڑائی جتائے، نمود و نمائش کرے تو وہ اللہ تعالیٰ سے اس حال میں ملے گا کہ اللہ تعالیٰ اس پر غضب ناک ہوگا"۔ (کنزالعمال جلد ۴ صفحہ ۱۲)

غور فرمایئے بچوں کے لئے دنیا کمانا بھی اجر و ثواب کا باعث بن گیا لہٰذا بچوں کے لئے آپ جتنی محنت کر رہے ہیں اس پر آخرت کے اجر کی بھی امید رکھئے ہاں یہ ضرور ہے کہ ملازمت اور تجارت کرتے ہوئے جماعت کے ساتھ نماز پڑھنے کا اہتمام کیجئے، اور تجارت اور ملازمت صحیح طور سے کرنے کے لئے "متقی اور داعی تاجر" کتاب مرتبہ علماء مدرسہ بیت العلم ضرور مطالعہ فرمائیں۔

کفالت کی ذمہ داری کا مطلب یہ ہے کہ بچے کی ولادت سے بالغ ہونے کے وقت تک بچے کے ہر طرح کے مصارف باپ برداشت کرے۔ اس کی ولادت کے مصارف، کھانے پینے پہننے اوڑھنے کے مصارف، اس کی خدمت و نگہداشت کے مصارف، اس کی صحت و آرام کے مصارف، اجنبی عورت سے دودھ پلانا ہو تو اس کا معاوضہ، اور اگر اللہ نہ کرے بچے کی ماں کو طلاق دے دی ہو اور وہ دودھ پلائے تو اس کا معاوضہ، غرض بچے کی پرورش اور نشوونما کے لئے ہر قسم

Marfat.com

کے خرچ برداشت کرنا باپ کی شرعی ذمہ داری ہے۔ اگر باپ خوش حال ہو تو بچے کی طرف سے صدقہ فطرادا کرنا بھی اس پر واجب ہے اور بچے کی طرف سے عقیقہ کرنا بھی مستحب ہے۔

اللہ تعالیٰ نے باپ کے سینے میں پدری محبت کا بے پناہ جذبہ پیدا فرماکر اس پر بھی زبردست احسان کیا ہے اور اولاد پر بھی۔ اس فطری محبت کے بغیر محض تقاضائے فرض کے طور پر اولاد کی کفالت بڑا کٹھن کام تھا۔ اور کم ہی لوگ اس فرض کا حق ادا کرپاتے۔ نتیجے کے طور پر اولاد کی پرورش انسانی معاشرے کا ایک سنگین مسئلہ بن جاتا اور اولاد بالعموم پرورش سے محروم رہ جاتی۔ اولاد پر بھی اللہ تعالیٰ کا احسان ہے کہ اس نے والدین کے دل میں ان کی زبردست محبت و پیار پیدا کرکے ان کی پرورش کو والدین کے لئے نہایت خوشگوار فرض اور انتہائی محبوب اور دل پسند مشغلہ بنادیا۔

مسلمان باپ اپنی اولاد کی کفالت اس لئے بھی کرتا ہے کہ وہ اولاد سے فطری محبت رکھتا ہے۔ لیکن ساتھ ہی وہ یہ تصور بھی رکھتا ہے کہ اولاد کی کفالت ایک دینی فریضہ ہے، اللہ تعالیٰ نے ان کو میرے سپرد کیا ہے کہ میں ان کی نگرانی اور سرپرستی کروں۔ اپنی اولاد پر خرچ کرکے وہ اپنے پدری جذبات کو تسکین بھی دیتا ہے اور اللہ تعالیٰ سے یہ توقع رکھتا ہے کہ وہ آخرت میں اس حسن عمل کا اس کو بیش بہا صلہ عطا فرمائے گا۔

اولاد کی فطری محبت کے ساتھ جب یہ زور دار محرک بھی مل جاتا ہے کہ اولاد کی کفالت آخرت میں بھی کامیابی کا ذریعہ ہے تو یہ فریضہ نہایت آسان اور دل پسند بن جاتا ہے اور مسلمان باپ اپنی عاقبت بنانے اور اللہ تعالیٰ کی نظر میں محبوب بننے کے لئے اس فرض کو عبادت سمجھ کر ادا کرتا ہے۔ اولاد کی کفالت کے لئے سخت سے سخت مشقتیں جھیل کر اور زبردست قربانیاں دے کر بھی خوش اور مطمئن ہوتا ہے کہ مجھے اللہ تعالیٰ نے حسن عمل کی توفیق بخشی اور اس

Marfat.com

نے میرے سپرد جو امانت کی تھی میں نے اسے ضائع نہیں کیا۔ اولاد پر خرچ کرکے بجاطور پر وہ یہ سمجھتا ہے کہ میں نے اللہ تعالیٰ کے حکم کے مطابق اللہ تعالیٰ کی راہ میں خرچ کیا۔

حضرت ابومسعود البدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا بیان ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

﴿اذا انفق الرجل علی اھلہ نفقۃ یحتسبھا فھی لہ صدقۃ﴾ (ریاض الصالحین صفحہ ۱۵۲)

"جب کوئی شخص اللہ کو خوش کرنے اور آخرت میں اجر پانے کے لئے اپنے اہل و عیال پر خرچ کرتا ہے تو اس کا یہ خرچ (اللہ تعالیٰ کی نظر میں) صدقہ قرار پاتا ہے"۔

احتساب کے ساتھ کسی عمل کو کرنے کے معنی یہ ہیں کہ محض اللہ تعالیٰ کی رضا اور آخرت کے اجر کے لئے عمل کیا جائے اور اس کے پیچھے کوئی اور جذبہ نہ ہو۔

ایک بات کی وضاحت یہاں پر ضروری ہے کہ بچّے پر جو کچھ بھی خرچ کرے اس میں ایک پیسہ بھی حرام کا نہ ہو ورنہ "نیکی برباد گناہ لازم" کا مصداق ٹھہرے گا۔ اسی طرح جب نیت اللہ تعالیٰ کو راضی کرنے کی ہے تو نام و نمود اور نمائش وغیرہ کے لئے اور فضول تقریبات مثلاً سالگرہ وغیرہ پر مال خرچ کرنے سے اجتناب کریں اگر ماں اور بچّے کی طرف سے زور بھی ہو تب بھی پیار و محبت سے ان کو سمجھائیں اور ترغیب دیں کہ ایسی لغویات کی اسلام میں اجازت نہیں اور اس میں آخرت کے علاوہ دنیا کا نقصان بھی ہوتا ہے اور یہی پیسہ جو ہم سالگرہ پر خرچ کرتے ہیں غریب یتیم بچّوں کی تعلیم پر خرچ کریں تو معاشرہ میں جہالت کے ختم ہونے کا سبب ہو، اور سب سے بڑی برائی یہ کہ اس میں غیروں کی نقل بھی ہے جس سے اللہ تعالیٰ ناراض ہوتے ہیں۔ اور اللہ تعالیٰ کی ناراضگی دونوں

جہاں میں نقصان کا سبب بنتی ہے۔

اولاد پر خرچ والد کی ذمہ داری ہے

آپ کو اللہ تعالیٰ نے جو کچھ دیا ہے اس کے تین حصے کریں۔ پہلا حصہ دنیا میں دین کو پھیلانے پر خرچ کریں اور دوسرا حصہ اپنی اولاد و اہل و عیال پر اور تیسرا حصہ اپنے آرام اور رشتہ داروں کی مدد غرباء و مساکین پراور صدقہ و خیرات میں خرچ کریں۔ اولاد پر خرچ کرنا نری دنیا داری نہیں ہے بلکہ دین کا عین تقاضا ہے۔ دین کی ہدایت یہ ہے کہ سب سے پہلے اولاد کی ضروریات پوری کی جائیں، ان کی ضروریات پوری کرنا دنیاداری نہیں دینداری ہے۔ اصولی طور پر وہی صدقہ و خیرات پسندیدہ ہے جس کے بعد بھی خوش حالی رہے اور بچّے کسی تکلیف میں مبتلا نہ ہوں۔ اسی طرح یہ بھی فہم دین سے محرومی کی بات ہے کہ آدمی کے اپنے بچّے تو فاقہ مستی میں مبتلا ہوں، ان کو تو ناپ تول کر دیا جائے، اور شہرت و ناموری کے لئے یا ذاتی عیش و آرام کے لئے کشادہ دلی سے خرچ کیا جائے۔ آپ کے مال و متاع کے اولین مستحق آپ کے پیارے بچّے ہیں، خواہ وہ اس بیوی ہی کے کیوں نہ ہوں جو آپ سے جدا ہو چکی ہے چاہے کسی وجہ سے بھی، بہرحال وہ آپ کے بچّے ہیں، ان کو تنگی میں رکھ کر آپ خود عیش کریں یا دوسروں کو عیش کرائیں اور ان کو ترسا ترسا کر دیں، یہ حق تلفی ہے، اور دوسروں کو دینے میں کشادہ دلی اور فراخ دستی دکھائیں، آپ کا یہ عمل قابل اصلاح ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ہدایت آپ کے لئے یہ ہے کہ آپ سب سے پہلے اولاد کی ضروریات پوری کریں۔

”نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ سب سے اچھا صدقہ وہ ہے جس کے بعد بھی خوش حالی برقرار رہے اور سب سے پہلے ان پر صرف کرو

Marfat.com

جن کی کفالت تمہاری ذمہ داری ہے"۔

(مشکوٰۃ باب فضل الصدقہ عن ابی ہریرہ و حکیم بن حزام صفحہ ۱۷۰)

اس حدیث سے مسلمان ماں باپ کو ایک متوازن، معتدل اور فطرت کے تقاضوں کے عین مطابق نقطہ نظر ملتا ہے۔ ہر انسان کی فطری خواہش ہے کہ اس کا مال اس کی اولاد کے کام آئے اور وہ آرام و آسائش کی زندگی گزارے۔ مال و دولت کمانے کا سب سے بڑا محرک بھی یہی ہے، اور سب سے پہلا پسندیدہ مصرف بھی یہی ہے۔ اسلام صدقہ و خیرات پر بہت زور دیتا ہے، بلکہ اس کو ایمان کا تقاضا قرار دیتا ہے اور بخل اور تنگ دلی کو نفاق کی علامت بتاتا ہے، لیکن ساتھ ہی یہ ہدایت بھی دیتا ہے کہ سب سے پہلے ان لوگوں کی ضروریات پوری کرو جن کے تم کفیل بنائے گئے ہو۔ اولاد کی ضروریات نظر انداز کر کے اپنی ذاتی نفسانی فضول خواہشات پر لگانا، یا اولاد سے بچا بچا کر جمع پر جمع کرتے رہنا اور اپنی جمع شدہ پونجی کی ان کو خبر بھی نہ ہونے دینا یہ سمجھداری نہیں ہے۔

اسی طرح اپنی حیثیت کے موافق اولاد پر خرچ کرنے میں سخاوت کی جائے، بار بار روک ٹوک اور ایک ایک پیسہ کے حساب پر ڈانٹ ڈپٹ اور ذلیل نہ کیا جائے بلکہ اچھی چیزوں پر خرچ کرنے کا عادی ہے تو حوصلہ افزائی کی جائے اور غلط چیزوں پر خرچ کرنے کا عادی ہو تو بار بار اس طرح سمجھایا جائے کہ اس کو سمجھ آجائے، بچّے کو عمر کے موافق جیب خرچ دی جائے، ایسا نہ ہو کہ سخاوت کے جذبے کے تحت چھوٹی عمر میں اتنے پیسہ دے دیں کہ جس سے خود اس بچّے اور دوسرے بچّوں کے اخلاق خراب ہوں، لہٰذا افراط و تفریط کے درمیان اس طرح خرچ کیا جائے کہ نہ بچّہ بگڑے اور نہ جوان شادی شدہ اولاد والد کی موت کی تمنا کرے، اس لئے کہ سمجھدار بچّوں پر بہت زیادہ روک ٹوک اور بار بار دوسرے بھائی بہنوں کے سامنے ذلیل کرنا بچّوں کے دل میں والد کی موت کی تمنا پیدا کر دیتا ہے۔ اس موقع پر والد کو سوچنا چاہئے کہ میرے انتقال کے بعد تو

Marfat.com

سب اولاد اور بیوی ہی کا ہے تو میں اپنی بات اسی طرح کہوں کہ اس کا وزن باقی رہے اور بچّوں کو اس سے نصیحت ملے نہ کہ وہ مزید پریشانی کا سبب ہو۔

اسی طرح گناہوں میں خرچ کرنے سے خود بھی بچّے اور اولاد کو بھی بچائے دنیا و آخرت میں گناہوں پر خرچ کرنے کے نقصانات اس پر عذاب و وبال اور انفرادی واجتماعی نقصانات کو ان کے سامنے کھول کھول کر بیان کرے تاکہ وہ ان گناہوں میں خرچ نہ کریں، لیکن یہ خیال رکھے کہ سو فیصد اولاد کا مزاج باپ پر نہیں آسکتا، اگر والد قناعت پسند ہے تو ہوسکتا ہے اولاد فضول خرچ ہو یا اس کا عکس۔دونوں صورتوں میں سمجھدار والد کو چاہئے کہ خود اپنے معیار سے نیچے اُترے اور ان کو تھوڑا سا اُوپر لائے اور درمیانی راہ اختیار کر کے خود بھی خوش رہے اور بالغ اولاد کو بھی خوش رکھے۔

اسی طرح خرچ کرنے میں نیت اللہ تعالیٰ کو راضی رکھنے کی کر لے اس کو شریعت کی اصلاح میں احتساب اور ثواب کا استحضار کہا جاتا ہے اس نیت کی وجہ سے خرچ کرنے کا ثواب مزید بڑھ جائے گا ویسے تو ہر ماں باپ اولاد پر خرچ کرتے ہی ہیں لیکن جو والدین اس ثواب کی بھی نیت کرلیتے ہیں وہ دوگنہ فائدے میں رہتے ہیں۔

اسی طرح بعض اوقات آدمی دوستوں کے ساتھ لنچ میں یا کھانے پر ہوٹلوں میں خوب خرچ کرتا ہے اور بل ادا کرنے میں سبقت حاصل کرنے کی کوشش کرتا ہے کہ میں بل ادا کروں گا، اس وقت ہر والد کو سوچنا چاہئے کہ میرے حقیقی دوست میرے بیوی بچّے ہیں کیا میں اپنی بیوی بچّوں پر اسی طرح خوشی سے خرچ کرتا ہوں؟ کیا میں اس خرچ پر ثواب کی اُمید رکھتا ہوں؟

اولاد کے ساتھ حسن سلوک

اولاد کا ایک اہم حق یہ ہے کہ آپ ان کے ساتھ اچھا سلوک کریں، ان پر

Marfat.com

رحم کھائیں، ان کے ساتھ نرمی اور شفقت سے پیش آئیں، ان کے آرام و آسائش کا خیال رکھیں، ان کے جذبات و احساسات کا لحاظ کریں، ان کو خوش رکھنے کی کوشش کریں اور کوئی ایسا برتاؤ نہ کریں جس سے ان کے جذبات کو ٹھیس لگے، ان کا دل ٹوٹے، ان پر مایوسی طاری ہو، یا ان کی خودداری اور عزت نفس مجروح ہو۔

آپ کے ننھے منے پیارے بچّے آپ کی طرف شفقت طلب نظروں سے دیکھتے ہیں، یہ آپ کے لئے اللہ تعالیٰ کا انعام ہیں۔ اس انعام پر اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کیجئے اور اس کے انعام کی ناقدری نہ کیجئے، اولاد کی قدر کیجئے اور ان کے ساتھ وہی سلوک کیجئے جس کے یہ مستحق ہیں۔

اولاد اللہ تعالیٰ کی امانت ہے، اس امانت کی حفاظت کیجئے، اولاد کے ساتھ ایسا سلوک کیجئے کہ یہ کسی لائق ہو کر دنیا کے لئے بھی باعث رحمت ہوں اور آپ کے لئے بھی عزت و عظمت، نیک نامی اور آخرت کی سرخروئی کا سامان بنیں۔

اگر آپ کا سلوک اپنی اولاد کے ساتھ اچھا نہیں ہے تو یہ آپ کے اپنے ساتھ بھی زیادتی ہے، اولاد کے ساتھ بھی زیادتی ہے اور اپنے معاشرے کے ساتھ بھی۔

بات بات پر غصہ کرنا، چیخنا چلانا، ڈانٹنا جھڑکنا، بُرا بھلا کہنا، ناکارہ، نالائق جیسے الفاظ سے یاد کرنا، ان کی نادانیوں اور شرارتوں سے تنگ آکر ان سے نفرت اور بیزاری کا اظہار کرنا، گالی دینا، کوسنا اور ان پر سختی کرنا، ان کو بیجا مشقّت میں مبتلا کرنا، ان کو کسی وقت کھیل کھیلنے اور ہنسنے بولنے کا موقع نہ دینا اولاد کے ساتھ بدسلوکی ہے۔ اس بدسلوکی کے نتائج انتہائی تلخ اور انتہائی حسرت ناک ہوتے ہیں، اولاد کے حق میں بھی، ماں باپ کے حق میں بھی اور معاشرے کے حق میں بھی۔

بچّے اپنی ابتدائی عمر میں جب وہ نادان، کمزور اور بے بس ہوتے ہیں، آپ کی

محبت و مہربانی کے بھی مستحق ہوتے ہیں، آپ کی مشفقانہ ہمدردی اور مدد کے بھی اور آپ کی رہنمائی اور رہبری کے بھی، لیکن آپ کے سائے میں اگر انہیں ان تین نعمتوں کے بجائے صرف غصہ، قہر اور سخت گیری ہی میسر آئے تو فطری طور پر وہ آپ سے مایوس اور بیزار ہوں گے۔ آپ سے دور دور رہنے اور گھر سے بھاگنے کی کوشش کریں گے اور جہاں بھی انہیں ان تین نعمتوں کی جھلک نظر آئے گی وہ بے اختیار ادھر لپکیں گے۔ بچّوں کو یہ تمیز نہیں ہوتی کہ وہ حقیقی محبت اور مصنوعی محبت میں فرق کر سکیں، اخلاص اور فریب کو پہچان سکیں۔ معاشرے کے بد قماش اور بے دین لوگوں کو ایسے بچّوں کو ورغلانے اور اپنے گھناؤنے جال میں پھانسنے کا موقع مل جاتا ہے اور یہی نادان بچّے دھیرے دھیرے معاشرے کے لئے وبال بن جاتے ہیں اور بڑے بڑے جرائم کرنے لگتے ہیں۔

اگر خوش قسمتی سے یہ بچّے بُرے لوگوں کے چنگل میں پھنسنے سے بچ جائیں تو بھی یہ والدین کے لئے مستقل درد سر ہوتے ہیں، ان کو اپنے ماں باپ سے کوئی لگاؤ نہیں ہوتا۔ ماں باپ کی بدسلوکی اور سخت گیری کے نتیجے میں بچّوں کے دلوں میں ماں باپ کے لئے وہ پاکیزہ جذبات پیدا ہی نہیں ہوتے جو سعادت مند اولاد کے دل میں ہوتے ہیں، ماں باپ زندگی بھر ان کی نافرمانی اور نالائقی کا رونا روتے رہتے ہیں حالانکہ ان کو باغی اور سرکش بنانے میں سب سے گہرا اثر انہی کے بُرے سلوک کا ہوتا ہے اور جس بات کی ساری ذمہ داری یہ اولاد کے سر ڈال کر ان کی شکایت کرتے ہیں، اس بگاڑ میں ان کا اپنا حصہ اولاد سے کچھ کم نہیں ہوتا۔

والدین کی بدسلوکی کا تیسرا بُرا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ ایسے بچّے اخلاقی اعتبار سے انتہائی پست ہوتے ہیں، اور وہ ان اخلاقی جوہروں سے بالعموم محروم ہوتے ہیں جن کی بدولت کوئی انسان دین یا دنیا کے لئے کوئی بڑا کارنامہ انجام دیتا ہے۔ وہ خود اعتمادی، جرات، ہمت، حوصلہ، خود داری، عظمت، استقلال، خوش

Marfat.com

اخلاقی، خوش مزاجی اور خوش کلامی وغیرہ جیسے اخلاقی فضائل سے محروم ہوتے ہیں۔ اس کی بجائے وہ جھنجھلاہٹ، تنگ نظری، کم ظرفی، احساس کمتری، بخل، تنگ دلی اور غرور و ریا جیسے اخلاقی رذائل کا شکار ہوتے ہیں، وہ اکثر اپنے وجود کو نہایت حقیر، بے مصرف اور نکما سمجھتے ہیں اور اپنے اس عیب کو چھپانے کے لئے اپنی برتری اور بڑائی کا اظہار مختلف طریقوں سے کرتے ہیں۔

اگر آپ واقعی اولاد کے بہی خواہ ہیں، تو ان کا حق ادا کیجئے اور ان کے ساتھ ویسا ہی سلوک کیجئے جیسے سلوک کی آپ خود ان سے توقع کرتے ہیں۔ تب ہی اولاد کے دل کی گہرائیوں سے آپ کے لئے یہ دعا نکل سکے گی:

وَقُل رَّبِّ ارْحَمْهُمَا كَمَا رَبَّيَانِي صَغِيرًا (بنی اسرائیل: ۲۴)

"اے میرے پروردگار! ان دونوں پر رحمت فرمایئے جیسا انہوں نے مجھ کو بچپن (کی عمر) میں پالا پرورش کیا ہے"۔

قرآن کریم کے ذریعے ہمیں یہ ہدایت کی گئی ہے کہ اولاد کے ساتھ نرمی اور عفو درگذر کا برتاؤ کیا جائے اور شفقت و مہربانی سے پیش آیا جائے۔ اولاد کی کوتاہیوں پر ان کو سزا دینا، ان سے انتقام لینا اور ان پر غصہ اتارنے کے لئے سختی کرنا ناپسندیدہ عمل ہے۔ اللہ تعالیٰ انہی لوگوں کے قصور بخشتے اور انہی لوگوں پر رحم فرماتے ہیں جو اپنے گھر والوں کے ساتھ معافی، درگزر اور بخشش کا سلوک کرتے ہیں۔

وَإِن تَعْفُوا وَتَصْفَحُوا وَتَغْفِرُوا فَإِنَّ اللَّهَ غَفُورٌ رَّحِيمٌ

(تغابن آیت: ۱۴)

"اور اگر تم ان کو معاف کردو، ان سے درگزر کرو اور ان کو بخش دو تو اللہ بہت زیادہ بخشنے والا اور بہت زیادہ رحم کرنے والا ہے"۔

کچھ لوگ اسلام لانے کے باوجود ہجرت کی سعادت سے محروم رہ گئے تھے،

Marfat.com

ہوا یہ کہ جب انہوں نے مدینے کو ہجرت کا ارادہ کیا تو ان کے گھر والے آڑے آئے انہوں نے کہا۔ ہم نے یہ تو برداشت کرلیا کہ تم مسلمان ہوگئے لیکن اب یہ برداشت نہیں کرسکتے کہ تمہیں اپنے سے جدا ہونے دیں، اور بیوی بچّوں نے کچھ اس طرح ان کے جذبات محبت کو ابھارا کہ ان کے دل پسیج گئے اور وہ ہجرت سے رک گئے، پھر جب یہ لوگ مدینے پہنچے اور انہوں نے دیکھا کہ جو لوگ اس وقت ہجرت کرکے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پہنچ گئے تھے وہ دین کی سوجھ بوجھ میں ان سے بہت آگے ہیں، تو ان کو بہت دکھ ہوا۔ انہوں نے سوچا کہ اس عظیم نقصان کا سبب ہمارے بیوی بچّے ہیں، چنانچہ بیوی بچّوں کے خلاف ان کی آتش غضب بھڑک اٹھی اور انہوں نے بیوی بچّوں سے انتقام لینے اور ان کو سزا دینے کا ارادہ کیا۔ اس موقع پر قرآن کریم نے ان کو یہ ہدایت کی کہ بے شک گھر والوں کی نادانی سے تم ہجرت کی فضیلت سے محروم رہے، لیکن تم نے خود ہی تو ان کو دین کے تقاضے پر ترجیح دی، لہٰذا آئندہ تم ان سے ہوشیار رہو لیکن ساتھ ہی یہ بھی خیال رکھو کہ اللہ تعالیٰ یہ ہرگز پسند نہیں کرتا کہ تم گھر والوں کے ساتھ سختی سے پیش آؤ، ان سے انتقام لو اور ان کو سزا دو، ان کے ساتھ اچھا سلوک ہی دین کا تقاضا ہے۔ اللہ تعالیٰ خود بہت زیادہ بخشنے والا ہے اور بخشنے والوں کو ہی پسند کرتا ہے، اگر تم اللہ تعالیٰ کی مغفرت اور رحمت کے طالب ہو تو اولاد کے ساتھ شفقت و مہربانی کا سلوک کرو، ان کو معاف کردو، ان کی کوتاہیوں سے درگزر کرو اور ان کو بخش دو۔

علماء نے اس آیت سے یہ استدلال کیا کہ اہل وعیال سے کوئی کام خلاف شرع بھی ہوجائے تو ان سے بیزار ہوجانا اور ان سے بغض رکھنا یا ان کے لئے بددعا کرنا مناسب نہیں بلکہ ان کی نرمی سے اصلاح کی کوشش کرنا چاہئے۔

احنف بن قیس کی نصیحت

احنف بن قیس عرب کے مشہور سردار تھے، ان کی شان و شوکت، ان کی دانائی، ان کی بردباری اور جاہ و جلال کا عرب میں بڑا شہرہ تھا۔ حضرت معاویہ رضی اللہ تعالی عنہ ان کا بڑا لحاظ فرماتے اور فرمایا کرتے تھے یہ بگڑ جائیں تو سمجھو ایک لاکھ عرب بگڑ گئے۔

ایک بار حضرت معاویہ رضی اللہ تعالی عنہ نے ان کو اپنے یہاں بلوایا، جب آپ تشریف لائے تو پوچھا، ابو بحر! اولاد کے ساتھ سلوک کے بارے میں آپ کی کیا رائے ہے؟ احنف بن قیس نے کہا:

"اولاد ہماری دلی آرزوؤں کا ثمرہ اور کمر کی ٹیک ہے۔ ہم اس کے لئے اس زمین کی طرح ہیں جو نہایت ہی نرم اور بالکل بے ضرر ہے۔ ہمارا وجود اولاد کے لئے اس آسمان کی طرح ہے جو اس پر سایہ کئے ہوئے ہے۔ ہم اسی کے سہارے بڑے بڑے کارنامے انجام دینے کی ہمت کرتے ہیں۔ لہٰذا اولاد اگر آپ سے کچھ مطالبہ کرے تو خوشدلی کے ساتھ اسے پورا کیجئے۔ اگر وہ غمزدہ ہو، اس کے دل کا غم دور کیجئے۔ آپ دیکھیں گے کہ وہ آپ سے محبت کرے گی۔ آپ کی پدرانہ کوششوں کو پسند کرے گی، آپ کبھی اس کے لئے ناگوار اور ناقابل برداشت بوجھ نہ بنئے کہ وہ آپ کی زندگی سے اکتا جائے، آپ کی موت چاہنے لگے اور آپ کے قریب آنے سے نفرت کرے"۔

احنف بن قیس رحمہ اللہ تعالیٰ کی اس نصیحت کو دوبارہ پڑھئے اور بار بار پڑھئے اور دعا کیجئے کہ "اے اللہ! یہ نصیحت میرے دل ودماغ میں پیوست فرما دیجئے"۔

بچّوں کے ساتھ سلوک میں مساوات

حضرت نعمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ ایک مرتبہ میرے والد نے مجھے ایک چیز دی تو عمرہ بنت رواحہ (میری والدہ) نے میرے والد بشیر رضی اللہ عنہ سے کہا کہ میں اس پر اس وقت تک رضامند نہیں ہوں جب تک کہ تم اس ہبہ پر رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو گواہ نہ بنالو چنانچہ حضرت بشیر رضی اللہ عنہ آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا کہ یا رسول اللہ میں نے اپنے بیٹے نعمان کو جو عمرہ بنت رواحہ کے بطن سے ہے ایک چیز دی ہے اور عمرہ بنت رواحہ نے مجھ سے کہا ہے کہ میں اس ہبہ پر آپ کو گواہ بنالوں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ سن کر فرمایا! جس طرح تم نے اپنے اس بیٹے کو ایک غلام دیا ہے کیا اسی طرح اپنے سب بیٹوں کو بھی ایک ایک غلام دیا ہے۔ انہوں نے کہا کہ نہیں، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ سے ڈرو اور اپنی اولاد کے درمیان انصاف کرو۔ حضرت نعمان رضی اللہ تعالی عنہ کہتے ہیں کہ میرے والد واپس آئے اور مجھے جو چیز دی تھی وہ واپس لے لی۔

ایک اور روایت میں اس طرح ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی بات سن کر فرمایا کہ "میں ظلم پر گواہ نہیں بنتا"۔ (مشکوٰۃ باب العطایا جلد۱ صفحہ۲۶۱)

ایک روایت میں ہے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے بشیر رضی اللہ تعالی عنہ سے فرمایا ایسرک ان یکونوا الیک فی البر سواء؟ یعنی "کیا تم یہ پسند کرتے ہو کہ تمہارے سارے بچّے تمہارے ساتھ یکساں حسن سلوک کریں"۔ حضرت بشیر رضی اللہ تعالی عنہ نے جواب دیا "کہ کیوں نہیں" تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "پس تم ایسا نہ کرو"۔

یہ تو انسان کے بس کی بات نہیں ہے کہ وہ اپنے سارے بچّوں کے ساتھ یکساں محبت کرے، طبعی طور پر کبھی کسی بچّے کی طرف میلان زیادہ ہوتا ہے،

Marfat.com

محبت میں مساوات نہ انسان کے قابو میں ہے اور نہ اس کا اس سے مطالبہ کیا گیا ہے۔ حدیث میں جس بات کا مطالبہ اور تاکید ہے وہ سلوک اور برتاؤ ہے۔ آپ کی اولاد ہونے کے ناتے آپ کے سارے بچے برابر ہیں اور سب کا آپ پر یکساں حق ہے، لہٰذا آپ سب کے ساتھ یکساں اور نیک سلوک کریں اور کسی کو کسی پر ترجیح نہ دیں۔ ایک بچے کو دوسرے پر ترجیح دینا اس لئے بھی صحیح نہیں ہے کہ اس طرح ایک کی حق تلفی ہوتی ہے اور اس لئے بھی صحیح نہیں ہے کہ اس سے بچوں کے اخلاق پر بُرا اثر پڑتا ہے۔ جس کے ساتھ امتیازی سلوک برتا جاتا ہے، اس میں برتری اور بڑائی کے جذبات پروان چڑھتے ہیں اور وہ دوسرے بہن بھائیوں کو اپنے سے کمتر سمجھنے لگتا ہے، اور جن بچوں کے ساتھ سلوک میں کمی کی جاتی ہے، ان میں احساس کمتری کا مرض پیدا ہوتا ہے اور وہ نفسیاتی طور پر اپنے وجود کو حقیر سمجھنے لگتے ہیں جس سے ان کی اخلاقی اور جسمانی اٹھان پر بُرا اثر پڑتا ہے، ساتھ ہی محبت و شفقت اور ایثار و قربانی کے وہ جذبات بھی مجروح ہوتے ہیں جو ہر شخص کے دل میں اپنے بہن بھائیوں کے لئے قدرتی طور پر موجود ہوتے ہیں۔ اسی طرح والدین کے لئے عزت و احترام اور عظمت و عقیدت کے جو جذبات ہوتے ہیں وہ بھی مجروح ہوتے ہیں۔

اگر کسی کی دو بیویوں سے اولادیں ہیں اور
ان میں سے ایک بیوی کی اولاد کی طرف سے والد کا دل صاف نہیں ہے یا ان کی عادتیں اور اطوار والد کو پسند نہیں ہیں اور والد کی طبیعت ان کی طرف مائل نہیں ہوتی تو والد مجبور ہیں، لیکن اسلام والد سے یہ مطالبہ ضرور کرتا ہے کہ سلوک و برتاؤ میں سب کے ساتھ برابری ضرور کرے۔ اگر ایک کے لئے والد عیش و آرام کے سارے سامان مہیا کرے اور دوسرے کو ترسائے تو والد شریعت کی نظر میں مجرم ہے۔

والدین اپنے طرز عمل کی تاویلیں کر کے اپنے نفس کو دھوکا دے سکتے ہیں،

Marfat.com

دنیا کی آنکھوں میں دھول جھونک سکتے ہیں، لیکن اللہ تعالیٰ کی نظر سے نہ اپنا جرم چھپا سکتے ہیں، نہ اس کو دھوکا دے سکتے ہیں۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس روش کو ظلم قرار دیا ہے۔

اسی طرح بچّوں کے ساتھ سلوک میں مساوات یہ بھی ہے کہ کسی ایک بچّے کی بار بار تعریف نہ کرے، بعض اوقات انجانے میں والدین سے یہ غلطی ہوتی ہے کہ کسی ایک بچّے کی بار بار ہوشیاری وسلیقے کی تعریف کرتے رہتے ہیں، جس سے لامحالہ مفہوم مخالف یہ نکلتا ہے کہ باقی بھائی بیوقوف ہیں یا اس کے مقابلہ میں کم سمجھ ہیں، اور ماشاء اللہ یہ تو بہت ہی ہوشیار ہے۔ دوسرا نقصان یہ ہوتا ہے دوسرے بھائی سمجھتے ہیں کہ والد اور خاندان والوں کی نگاہ میں ہوشیار تو یہی ہے ہم تو ویسے ہی پاگل وبیوقوف ہیں یا کام کرنے والا تو وہی کہلاتا ہے ہم جتنے بھی کام کریں ہمیں تو نکمے کا ہی لقب ملنا ہے، ہمارے تو بھلے کاموں کی بھی بُرائیاں نکالنی ہیں تو پھر کیوں غم کھاتے ہو ان کا کوئی کام ہی نہ کرو، لہٰذا والدین کو چاہئے کہ کسی ایک کی ہوشیاری اور قابلیت کا بار بار ذکر نہ کریں، بلکہ اس کی ہوشیاری اور قابلیت کی حفاظت کا بھی طریقہ یہی ہے کہ اس کا ذکر نہ کریں، ورنہ نظر لگ جاتی ہے، یا حاسدین پیدا ہوجاتے ہیں۔

اسی طرح اپنے بھائی بہنوں کی اولاد کو اپنی اولاد پر کبھی بھی قولاً وفعلاً ترجیح نہ دیں، اگر بھائی یا بہن کے بیٹوں میں کوئی قابلیت نظر آئے جو اپنے بیٹوں میں نہ ہو تو اللہ تعالیٰ سے دعا مانگیں کہ اے اللہ! یہ نعمت آپ میری اولاد کو بھی عطا فرمائیے، لیکن اپنی اولاد سے یہ نہ کہئے دیکھو نعیم کو........ تمہاری ہی عمر کا لڑکا ہے، تمہاری پھوپھی کا ہی تو لڑکا ہے اور تم........ وہ کتنا ہوشیار ہے، کتنا کام کرتا ہے اس کے طور وطریقے دیکھو، بات کرتا ہے تو منہ سے پھول نکلتے ہیں، اور تم اب تک بیوقوف کے بیوقوف ہی رہے، ہرگز ایسا نہ کیجئے ہرگز ایسا نہ کیجئے۔

Marfat.com

بچّوں پر شفقت اور ان سے نرمی کا برتاؤ

شفقت کا مطلب نرمی، پیار اور محبت ہے ویسے تو بڑوں کا ادب اور چھوٹوں پر شفقت انسانیت اور اخلاق کا عمومی اصول ہے اور ہمارے دین اسلام اور پیارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی بہت زیادہ تاکید کی ہے لیکن اپنے بچّوں پر شفقت کی خصوصی اہمیت ہے۔ یہ معصوم بچّے اللہ تعالیٰ کی بڑی نعمت ہیں آپ کے پاس اللہ تعالیٰ کی امانت ہیں ان کی اچھی اور مناسب تربیت کرنا آپ کی ذمہ داری ہے۔ ان کے کردار کو دین و شریعت کے سانچے میں ڈھالنا آپ کا فرض ہے یہ فرض اس طرح ادا ہو سکتا ہے کہ آپ اپنے بچّوں کی تربیت میں شفقت کو بنیادی حیثیت دیں۔ شفقت کا یہ مطلب نہیں کہ بچّوں سے بے جا لاڈ پیار کر کے ان کو ضدی اور خود سر و نافرمان بنا دیا جائے اور ان کے کسی فعل پر خواہ وہ کسی بھی طرح کا ہو کوئی باز پرس نہ کی جائے بلکہ بچّوں کو بُری عادات و اطوار سے روکنے کے لئے بوقت ضرورت سختی سے کام لینا چاہئے لیکن یاد رکھئے کہ یہ سختی بھی شفقت آمیز اور نصیحت کے لئے ہو مثلاً بچّے کی عمر سات سال کی ہو گئی تو اسے نماز پڑھنے کا حکم دیجئے اور اپنے ساتھ نماز پڑھنے کے لئے مسجد میں لے کر جائیے اگر آپ دیکھیں کہ بچّہ نماز نہیں پڑھ رہا ہے یا نماز میں سستی کر رہا ہے تو اس کو تنبیہ کیجئے اس طرح سے ان شاء اللہ دس سال کی عمر تک اس کی نماز پڑھنے کی عادت پختہ ہو جائے گی لیکن اگر وہ پھر بھی سستی کرے تو اس پر سختی کی جائے اور شرعی حدود کے اندر رہتے ہوئے مار سکتے ہیں اسی طرح آپ نے محسوس کیا کہ بچّے کو جھوٹ کی عادت پڑ رہی ہے تو نرمی سے سمجھائیے لیکن اگر پھر وہی حرکت کرے تو سختی کیجئے غرض بچّے کی کسی بھی بُری حرکت کو دیکھ کر نظر انداز مت کیجئے ورنہ وہ حرکت اس کی عادت بن جائے گی اس کے دور کرنے کی فکر کیجئے اور اس کے لئے اگر ضرورت پڑے تو سختی بھی کیجئے اور جب بچّے کی عمر

Marfat.com

دس سال سے بڑھے تو اس کی کڑی نگرانی کیجئے مگر اس انداز میں کہ اسے محسوس نہ ہو ملازمین خصوصاً اگر گھر میں کام کرنے والی ملازمہ ہے تو اس سے اور دیگر رشتہ دار ہم عمر لڑکیوں سے بے تکلف ہونے نہ دیجئے نہ ہی ان کے ساتھ تنہائی میں رہنے دیجئے لیکن خدا کے لئے ایسی سختی نہ کیجئے کہ آپ بچوں کے لئے ہیبت اور دہشت کی علامت بن جائیں۔ بلکہ صحیح طریقہ یہ ہے کہ بچوں کی نامناسب حرکات کو اچھی طرح سمجھ کر اور اس کی تہہ تک پہنچ کر اس کے بنیادی اسباب معلوم کیجئے اور ان کی روک تھام کا مناسب حل تلاش کیجئے اور جہاں تک ہوسکے نرمی کے ساتھ ان کی رہنمائی کیجئے اور اس کے لئے سب سے آسان اور مؤثر طریقہ یہ ہے کہ یہ باتیں بچوں کو ہنسی مذاق میں اور ان کے ساتھ ان کے کھیل میں شریک ہوکر سکھائی جائیں اسی طرح وقتاً فوقتاً صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین اور تابعین رحمہم اللہ اور سلف کے مختلف واقعات ان کو سنائیے اس سے ان کا ذھن بہت ہی اچھا اثر قبول کرلے گا۔

آپ کی سنجیدگی اور نرمی کے ساتھ اس طرح کی نصیحت کہ بیٹا ہمیشہ سچ بولو، جھوٹ سے اجتناب کرو، بڑوں کی بات مانو لالچ نہ کرو، حسد نہ کرو، اپنے دوستوں سے نہ لڑو، اپنا آج کا کام کل پر نہ چھوڑو، ضدمت کیا کرو بچے پر بہت ہی زیادہ اثر انداز ہوگی، اسی طرح انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام اور صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کے قصوں اور دلچسپ مثالوں کی روشنی میں بات سمجھانے سے اثر ہوگا اس لئے کہ بچوں کو فطرتاً قصے کہانیوں اور عجیب و غریب باتوں سے دلچسپی ہوتی ہے اور یہ سب اسی صورت میں ممکن ہے جب کہ آپ اپنی اولاد پر شفیق ہوں اور آپ کا لہجہ ان سے نرمی والا ہو الحمد للہ ہم مسلمان ہیں اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اُمتی ہیں اور ہمارا ایمان ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے طریقے اور طرز زندگی ہی میں تمام بھلائیاں ہیں اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی عادت تھی کہ بچوں سے انتہائی نرمی اور شفقت کا معاملہ

Marfat.com

فرمایا کرتے تھے آپ صلی اللہ علیہ وسلم اگر سفر سے واپس تشریف لاتے تو جو بچّے رُاستے میں ملتے انہیں اپنے ساتھ سواری پر آگے یا پیچھے بٹھا لیتے، اسی طرح راہ چلتے ہوئے اگر بچّے کھیلتے ہوئے مل جاتے تو مسکرا کر انہیں سلام کرتے اور انہیں سلام میں پہل کا موقع ہی نہ دیتے پھر ان سے پیار بھری باتیں کرتے تھے۔

(سیرۃ النبی صلی اللہ علیہ وسلم جلد ۲)

اللہ تعالیٰ ہمیں بھی بات سمجھنے اور یہ صفات اپنے اندر پیدا کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

ان ساری نصائح سے آپ فائدہ اس وقت اٹھا سکیں گے جب آپ خود بھی عملی طور پر ان تمام بُرائیوں سے بچیں جن سے آپ اپنے بچّے کو بچانا چاہتے ہیں۔ مثال کے طور پر کہ آپ کا بچّہ کسی کی غیبت نہ کیا کرے لیکن اگر آپ نے خود اپنے گھر میں اپنے دفتر کے ساتھیوں کی بُرائی کی اپنے دوسرے رشتہ داروں کی غیبت کی تو اب آپ لاکھ اس کے سامنے غیبت کرنے کے نقصان گنوا دیں اس کو آپ غیبت سے نہیں روک سکیں گے۔ آپ سے کوئی ملنے آیا اور آپ نے بچّے سے کہہ دیا کہ جاؤ بیٹے کہہ دو کہ ابو گھر پر نہیں ہیں یا ابو سو رہے ہیں تو پھر یاد رکھئے کہ آپ اس کو عملی طور پر جھوٹ بولنا سکھا رہے ہیں، جھوٹ بولنے کی یہ عملی مشق اس کو ایک جھوٹا انسان ہی بنا سکتی ہیں اور اس کے مقابلے میں آپ کی سچ بولنے کی نصیحتیں محض ایک سعی لاحاصل کے برابر ہوں گی۔ لہٰذا عملی طور پر جو کچھ آپ کریں گے وہ بچّہ آسانی سے سیکھ جائے گا۔

قرآنِ کریم و احادیث مبارکہ کے ذریعے بچّوں کی تربیت کیجئے

قرآن کریم وہ کتاب ہے جو زندگی کا دستور العمل ہے۔ قیامت تک آنے

Marfat.com

والے انسانوں کے لئے دنیا و آخرت کی کامیابی کا ذریعہ ہے۔ یہی وہ کتاب ہے جس پر عمل پیرا ہونے سے دنیا کے تمام خوف و غم ہیچ ہو جاتے ہیں اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس کتاب کے سمجھانے والے ہیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے اقوال اس کتاب کی تفسیر ہیں انہی اقوال مبارکہ پر عمل کرنے سے عرب کے لوگ دنیا کے سب سے بڑے علماء و عقلا ٹھہرے اس لئے آپ بھی اپنے بچّوں کی تربیت قرآن کریم و احادیث نبویہ سے کیجئے قرآن کریم و احادیث نبویہ کے احکام ان کے ذہنوں میں اتاریئے قرآن کریم اور احادیث میں مذکور واقعات ان کو سنایئے اور ان کے نصیحت آموز جزئیات ان کو ازبر کرایئے اس کے لئے بہتر صورت یہ ہے کہ روزانہ کسی مخصوص وقت میں مثلاً نماز فجر کے بعد یا نماز مغرب وغیرہ کے بعد تمام بچّوں کو لے کر بیٹھ جایئے اور قرآن کریم کی کسی بھی سورۃ یا آیت کا ترجمہ و تشریح تفسیر معارف القرآن یا کسی دوسری معتبر تفسیر سے ان کو بتایئے مثلاً کبھی فَلْيَنظُرِ الْإِنسَانُ إِلَىٰ طَعَامِهِ (سورہ عبس: ۲۴) ''سو انسان کو چاہئے کہ اپنے کھانے کی طرف نظر کرے''۔ پڑھ کر اس کی تفصیل سمجھایئے کہ دیکھو کس طرح اللہ تعالیٰ انسان کو رزق دیتا ہے اول کچھ بھی نہیں تھا پھر اللہ تعالیٰ نے بیج بنادیا پھر انسان کے دل میں ڈالا اور نجانے کس علاقے اور ملک میں اس نے محنت کر کے زمین میں وہ بیج ڈالا پھر زمین سے اللہ تعالیٰ نے کونپل نکالی اللہ تعالیٰ نے اس کی حفاظت کی وہ کونپل بڑی ہو کر پودا اور درخت بنی اس میں اللہ تعالیٰ نے پھل اور اناج پیدا کیا پھر وہ مختلف ہاتھوں سے ہوتا ہوا ہم تک بھیج دیا اور ہم گھر کے اندر بیٹھ کر بغیر محنت اور مشقّت کے یہ طرح طرح کے لذیذ کھانے اور پھل کھا رہے ہیں۔

غور کرو بیٹا! اللہ تعالیٰ نے کیلے میں کس طرح مٹھاس بھری، اس کا رنگ دیکھو کتنا خوبصورت ہے، اس کی حفاظت کے لئے اس کے اوپر چھلکا کیسا لگایا، موسمی دیکھو اس کا رنگ اس کا ذائقہ اس کی خوشبو، سب ہی کیلے سے الگ، جبکہ اللہ

Marfat.com

نے سب کو ایک ہی زمین سے پیدا فرمایا، اور غور کرو ایک ہی رنگ کا پانی موسمی میں جاکر الگ ذائقہ، الگ مزہ، الگ رنگ کا سبب بنتا ہے اور یہی پانی کیلے کے درخت میں جاکر کیلے میں الگ رنگ الگ ذائقہ کا سبب بنتا ہے۔ غور کرو اللہ تعالیٰ کتنی بڑی قدرت والے ہیں، لہٰذا اس کی تمام نعمتوں پر خوب شکر ادا کیا کرو اور ہر نعمت کھاکر ارادہ کرو کہ اس کی قدرت اور وحدانیت کے بولوں کو ہر جگہ پھیلاؤں گا۔

انسان کی غذا جو اس کی زندگی کا مدار ہے اس کی حقیقت اسی انداز سے ظاہر فرمائی کہ سوال کیا کہ تم جو کچھ زمین میں بیج بوتے ہو ذرا غور تو کرو کہ اس بیج میں سے درخت پیدا کرنے میں تمہارے عمل کا کیا دخل ہے، غور کرو گے تو جواب اس کے سوا نہ ملے گا کہ کاشت کار کا دخل اس میں اس سے زیادہ نہیں کہ اس نے زمین کو ہل چلا کر پھر کھاد ڈال کر نرم کردیا کہ جو ضعیف کونپل اس دانہ سے پیدا ہو کر اوپر آنا چاہے اس کی راہ میں زمین کی سختی رکاوٹ نہ بنے بیج بونے والے انسان کی ساری کوشش اسی ایک نقطہ کے گرد دائر ہے اندر سے درخت نکال لانا نہ اس کے بس کا ہے نہ یہ دعویٰ کرسکتا ہے کہ میں نے یہ درخت بنایا ہے، تو پھر وہی سوال آتا ہے کہ منوں مٹی کے ڈھیر میں پڑے ہوئے دانے کے اندر یہ خوبصورت اور ہزاروں فوائد پر مشتمل درخت کس نے بنائے تو جواب اس کے سوا کیا ہے کہ وہی مالک وخالق کائنات کی قدرت کاملہ اور صنعت عجیبہ اس کی بنانے والی ہے۔

کبھی الحمد للہ الذی سقانا ماء عذبا فراتا کی تفصیل اور مطلب سمجھادیا کہ دیکھو کس طرح اللہ تعالیٰ ہمیں میٹھا پانی آسمان سے برسا کر پہاڑوں اور زمین سے نکال کر دیتے ہیں اگر ذرا سا نمکین ہو تو پیا نہیں جاتا نہ ہی اس سے پیاس بجھتی ہے اس میں اللہ تعالیٰ نے مٹھاس بھی رکھی ہے اور پیاس بجھانے کی صفت بھی اگر اللہ تعالیٰ یہ پانی روک دیں یا سب کو نمکین کردیں تو

Marfat.com

انسان کا زندہ رہنا مشکل ہوجائے۔ اسی لئے اللہ تعالیٰ نے بطور احسان فرمایا:

﴿افرء یتم الماء الذی تشربون ء انتم انزلتموہ من المزن ام نحن المنزلون لو نشاء لجعلنہ اجاجا فلولا تشکرون﴾ (سورہ واقعہ: ۶۸)

"بھلا دیکھو تو پانی کو جو تم پیتے ہو کیا تم نے اتارا اس کو بادل سے یا ہم ہیں اتارنے والے اگر ہم چاہیں کر دیں اس کو کھارا پھر کیوں نہیں احسان مانتے"۔

گناہوں سے بچانے کے لئے کبھی سورۃ یٰسین میں ہے:

اَلْیَوْمَ نَخْتِمُ عَلٰٓی اَفْوَاهِهِمْ وَتُكَلِّمُنَآ اَیْدِیْهِمْ وَتَشْهَدُ اَرْجُلُهُمْ بِمَا كَانُوْا یَكْسِبُوْنَ (سورۃ یٰسین: ۶۵)

"آج ہم مہر لگا دیں گے ان کے منہ پر اور بولیں گے ہم سے ان کے ہاتھ اور بتلائیں گے ان کے پاؤں جو کچھ وہ کماتے تھے"۔

پڑھ کر ان کو سمجھائیں کہ یہی اعضاء جن کے آرام اور سہولت کے لئے ہم گناہ کریں گے کل کو ہمارے ہی خلاف گواہی دیں گے اسی طرح سورۂ حجرات میں مذکور احکام ان کو بتایئے تو کبھی سورہ نور میں مذکور حجاب وغیرہ کے احکام ان کو یاد کروا دیجئے، کبھی کوئی اور سورت غرض کچھ نہ کچھ ان کو یاد کراتے جایئے اور پھر ان سے سنئے بھی اور ان کا آپس میں مقابلہ بھی کروائیں اور عمل کا شوق بھی دلائیں۔ اسی طرح کبھی معارف الحدیث یا ریاض الصالحین یا فضائل اعمال وغیرہ حدیث کی کتاب لے کر ان کو احادیث مبارکہ سنایئے۔ بچیاں کچھ بڑی ہوجائیں تو ان کی ماں کے ذریعے بہشتی زیور پڑھائیں۔ اس کا مقصد و مطلب کتاب میں سے پڑھ کر سنایئے اور پھر ان بچیوں سے پوچھئے۔ ان شاء اللہ اس طرح ان بچوں کے ذہن میں بچپن ہی سے اللہ اور اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے احکام اور طور طریقے نقش ہوجائیں گے اور آگے چل کر یہی بچے

Marfat.com

انشاء اللہ الرحمٰن داعی اور داعیہ اور دین کا کلمہ بلند کرنے والے بنیں گے دین کا کوئی حکم چھوڑنا ان کے لئے ساری دنیا چھوڑنے سے زیادہ مشکل ہو گا اور اُمّت ان پر بجا طور پر فخر کر سکے گی اور یہی بچّے مستقبل کے جیلانی و بغدادی اور زبیدہ ورابعہ کہلائیں گے رحمھم اللہ تعالیٰ رحمۃً واسعۃً۔

سب سے پہلے بچّے کو کیا سکھایا جائے

﴿قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم افتحوا علی صبیانکم اول کلمہ لا الہ الا اللہ﴾

"رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اپنے بچّوں کو زبان کھولنے کے بعد سب سے پہلا کلمہ لا الہ الا اللہ کہلواؤ"۔

(کنزالعمال جلد ۱۶ صفحہ ۴۴۱)

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ سب سے پہلے بچّے کو کلمہ توحید لا الہ الا اللہ سکھانا چاہئے اور اس طرح بچّے پر ابتدا ہی سے واضح کرنا چاہئے کہ عبادت کے لائق، شکر کے لائق، تعریف کے لائق، صرف ایک ذات ہے جس نے اسے پیدا کیا پھر ماں باپ کے دلوں کو اس کے لئے شفقت سے بھر دیا اور اس کو بے شمار نعمتیں دیں۔

یہی مسئلۂ توحید دین کی بنیاد ہے اگر یہ ابتدا سے مضبوط ہوا تو ان شاء اللہ آخر تک مضبوط رہے گا حالات کچھ بھی ہوں اسے کسی کی پروانہ ہو گی اس لئے کہ اس کا ایمان اللہ تعالیٰ پر بن چکا یہ بات اس کے ذہن میں راسخ ہو چکی کہ نفع ونقصان کا مالک اللہ تعالیٰ ہے بغیر اللہ کی منشاء و مرضی کے ساری کائنات مل کر بھی اس کا بال بیکا نہیں کر سکتی اور اللہ نے اس کے لئے جو خیر اور بھلائی لکھ دی ہے کوئی اس سے نہیں چھین سکتا اور اگر اللہ کی مرضی سے نقصان پہنچانے کی ہو تو تمام کائنات مل کر بھی اسے اس نقصان سے نہیں بچا سکتی۔ یہی بات

Marfat.com

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے ارشاد فرمائی تھی۔ جب بچّہ کا ایمان و یقین ہوگا کہ سب کچھ کرنے والی ذات اللہ کی ہے تو دنیا کی کوئی تکلیف اسے تکلیف نہ دے گی اس لئے کہ وہ اس بات کو سمجھے گا کہ یہ میرے اللہ کی طرف سے ہے اور جس پر اللہ راضی اس پر میں راضی۔

یہی وجہ ہے کہ قرآن کریم میں اللہ نے جس مسئلہ کو سب سے زیادہ بیان فرمایا ہے وہ مسئلہ توحید ہے جن بزرگوں نے اپنی اولاد کی تربیت صحیح اصولوں پر کی انہوں نے بھی سب سے پہلے اسی بات کو بیان فرمایا اور یہی مسئلہ بچّوں کو سمجھایا قرآن کریم میں حضرت لقمان علیہ السلام کا واقعہ اللہ تعالیٰ نے ذکر فرمایا ہے کہ اپنے بیٹے کو نصیحت کرتے ہوئے انہوں نے سب سے پہلے یہ فرمایا:

يٰبُنَيَّ لَا تُشْرِكْ بِاللّٰهِ ۭ اِنَّ الشِّرْكَ لَظُلْمٌ عَظِيْمٌ

(سورہ لقمان آیت: ۱۳)

"کہ بیٹا اللہ کے ساتھ کسی کو شریک مت ٹھہرانا بیشک شرک کرنا بڑا بھاری ظلم ہے"۔ (معارف القرآن صفحہ ۳۲ جلد نمبر۷)

دیکھئے لقمان علیہ السلام نے سب سے پہلے تو عقیدہ کی درستگی کی فکر کی اور اس میں سب سے پہلی بات یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کو سارے عالم کا خالق و مالک بلا شرکت غیر مانے، اس کے ساتھ کسی غیر اللہ کو شریک عبادت نہ کرے کہ اس دنیا میں اس سے بڑا بھاری ظلم کوئی نہیں ہوسکتا کہ اللہ تعالیٰ کی کسی مخلوق کو خالق کے برابر ٹھہرائے پھر آگے مزید اور نصائح بیٹے کو کئے مگر اصل مقصود یہی ہے کہ اللہ کو ایک مانے اور یہ اسی صورت میں ہوسکتا ہے کہ بچّے کی ابتدا ہی کلمہ توحید سے کرائی جائے اور اسے اس کا پہلا سبق قرار دیا جائے۔ پھر رفتہ رفتہ دین اسلام کے دوسرے بنیادی عقائد کی تعلیم دی جائے اور مختصراً یہ چیزیں زبانی بھی یاد کرائی جائیں مثلاً اللہ ایک ہے، اللہ ہی عبادت کے لائق ہے، زمین و آسمان کو اللہ تعالیٰ نے پیدا کیا ہے۔ اللہ خالق ہے، اللہ مالک ہے، اللہ معز

(عزت دینے والا) ہے اللہ مذل (ذلت دینے والا) ہے اللہ معطی (عطا کرنے والا) ہے اللہ مانع (روکنے والا) ہے۔ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اللہ تعالیٰ کے آخری رسول ہیں قرآن کریم اللہ کی کتاب ہے وغیرہ اگر شروع سے ہی تربیت اس طرز پر کی جائے گی تو ان شاء اللہ شعور اور تمیز پیدا ہونے کے بعد ان کی دینی تربیت بہت ہی آسان ہو جائے گی اور بچہ عقیدۃً اس شعر کے مصداق ہو گا۔

کیا ہے اگر ہو ساری خدائی بھی مخالف
کافی ہے اگر ایک خدا میرے لئے ہے
توحید تو یہ ہے کہ خدا حشر میں کہدے
یہ بندہ دو عالم سے خفا میرے لئے ہے

اور یہ ایمان ویقین اتنی اہم اور عظیم دولت ہے کہ خود حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں اس کے لئے دعائیں مانگنا سکھلایا ہے کہ ایمان کامل کے حصول کے لئے یہ دعا کرتے رہیں۔

ہر مسلمان والد کو چاہئے کہ وہ خود بھی ان دعاؤں کو مانگیں اور اپنی اولاد کو بھی یہ دعائیں یاد کروائیں۔

ایمان دل میں رچ بس جائے اس کے لئے

یہ دعاء مانگیں

اَللّٰھُمَّ اِنِّیْٓ اَسْاَلُكَ اِیْمَانًا یُّبَاشِرُ قَلْبِیْ وَیَقِیْنًا صَادِقًا حَتّٰی اَعْلَمَ اَنَّهٗ لَا یُصِیْبُنِیْٓ اِلَّا مَا کَتَبْتَ لِیْ وَرِضًا بِمَا قَسَمْتَ لِیْٓ اِنَّكَ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ.

(۱) اے اللہ میں تجھ سے وہ ایمان مانگتا ہوں جو میرے دل میں رچ جائے اور وہ سچا یقین کہ میں خوب جان لوں کہ جو بات تو نے میری تقدیر میں لکھ دی ہے بس وہی مجھ کو پیش آسکتی ہے اور رضامندی مانگتا ہوں اس زندگانی پر جو تو نے میرے لئے تقسیم فرمادی ہے۔ بیشک تو ہر چیز پر قادر ہے۔

(کنز العمال جلد ۱ صفحہ ۱۹۴)

اَللّٰهُمَّ اَعْطِنِیْ اِیْمَانًا لَّا یَرْتَدُّ وَیَقِیْنًا لَّیْسَ بَعْدَهٗ كُفْرٌ وَّرَحْمَةً اَنَالُ بِهَا شَرَفَ كَرَامَتِكَ فِی الدُّنْیَا وَالْاٰخِرَةِ .

(۲) اے اللہ مجھے وہ ایمان نصیب فرما جو زائل نہ ہوسکے اور ایسا یقین دے جس کے بعد کفر نہ ہو اور وہ رحمت عطاء فرما جس کے سبب میں دنیا و آخرت میں تیری عطاء کردہ بزرگی کا شرف حاصل کرسکوں۔ (ترغیب جلد ۴ صفحہ ۵۸۳،)

اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَسْاَلُكَ اِیْمَانًا لَّا یَرْتَدُّ وَنَعِیْمًا لَّا یَنْفَدُ وَمُرَافَقَةَ نَبِیِّنَا مُحَمَّدٍ صَلَّى اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فِیْ اَعْلٰى دَرَجَةِ الْجَنَّةِ جَنَّةِ الْخُلْدِ .

(۳) الٰہی میں تجھ سے ایسا ایمان مانگتا ہوں جو نہ چھوٹے اور اس نعمت کا طالب ہوں جو ختم نہ ہو، اور اپنے نبی محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی رفاقت چاہتا ہوں جنت کے سب سے اونچے درجے میں جو ہمیشہ رہنے کی جنت ہے۔

(الحزب الاعظم صفحہ ۷۵ بحوالہ نسائی و ابن حبان حاکم عن ابن مسعود)

اَللّٰهُمَّ زَیِّنَّا بِزِیْنَةِ الْاِیْمَانِ وَاجْعَلْنَا هُدَاةً

Marfat.com

مُّهۡتَدِیۡنَ.

(۴) اے اللہ تو ہمیں ایمان کی زینت سے آراستہ کردے۔ اور راہ بتانے والا اور خود راہ یافتہ بنادے۔(الحزب الاعظم صفحہ ۴۴ نسائی کتاب السھو حدیث نمبر ۱۲۸۹)

اَللّٰهُمَّ اِنِّیۡۤ اَسۡئَلُكَ صِحَّةً فِیۡۤ اِیۡمَانٍ وَّ اِیۡمَانًا فِیۡ حُسۡنِ خُلُقٍ وَّ نَجَاةً یَّتۡبَعُهَا فَلَاحٌ وَّ رَحۡمَةً مِّنۡكَ وَعَافِیَةً وَّ مَغۡفِرَةً مِّنۡكَ وَ رِضۡوَانًا.

(۵) اے اللہ میں تجھ سے درستی کا طالب ہوں ایمان میں (یعنی کامل ایمان کا) اور اس ایمان کا جو اچھے اخلاق کے ساتھ ہو اور (دنیا میں) ایسی نجات کا جس کے بعد پوری پوری کامیابی نصیب ہو (یعنی آخرت میں) اور تیری ہی طرف سے خاص رحم کا اور سلامتی کا اور معافی کا اور رضامندی کا طلب گار ہوں۔
(مسند احمد حدیث ۷۹۲۳)

اَللّٰهُمَّ حَبِّبۡ اِلَیۡنَا الۡاِیۡمَانَ وَزَیِّنۡهُ فِیۡ قُلُوۡبِنَا وَکَرِّهۡ اِلَیۡنَا الۡکُفۡرَ وَالۡفُسُوۡقَ وَالۡعِصۡیَانَ وَاجۡعَلۡنَا مِنَ الرَّاشِدِیۡنَ.

(۶) اے اللہ ہمارے دلوں میں ایمان کی محبت ڈال دے اور اسکو ہمارے دلوں کی زینت بنادے اور نفرت ڈالدے ہمارے دلوں میں کفر کی، گناہ کی، اور نافرمانی کی، اور ہم کو نیک راہ پر چلنے والوں میں بنالے۔

(الحزب الاعظم صفحہ ۶۱ مسند احمد حدیث نمبر ۱۴۹۴۵)

وضاحت: ہم سب کو غور کرنے کی ضرورت ہے کہ ایمان کتنی اہم اور

Marfat.com

عظیم دولت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مختلف مواقع پر مختلف الفاظ سے امت کو ایمان مانگنا سکھایا کہیں یہ دعا مانگ رہے ہیں۔ اے اللہ ہمارے دلوں میں ایمان کی محبت ڈال دے — کہیں، اے اللہ میں تجھ سے ایمان کی درستی کا طالب ہوں۔ کہیں — اے اللہ میں ایسا ایمان مانگتا ہوں جو ہمیشہ ہمیشہ میرے ساتھ رہے کہیں۔ اے اللہ ایسا ایمان جو دل میں رچ بس جائے — کہیں — اے اللہ! مجھے وہ ایمان نصیب فرما جو زائل نہ ہوسکے اور کہیں — اے اللہ! سچا یقین کہ میں خوب جان لوں کہ جو بات تونے میری تقدیر میں لکھ دی ہے بس وہی مجھ کو پیش آسکتی ہے اور کہیں — اے اللہ! ایسا ایمان جو اچھے اخلاق کے ساتھ ہو، اور کہیں — اے اللہ! اس ایمان کو ہمارے دلوں کی زینت بنادے اور کہیں — اے اللہ! تو ہمیں ایمان کی زینت سے آراستہ کردے۔

لہٰذا ہر مسلمان مرد و عورت کو چاہیئے کہ وہ خوب عاجزی کے ساتھ اور رو رو کر ایمان کامل اور ایمان دائم اور یقین صادق کی دعائیں مانگتا رہے اور اس ایمان کو اپنے اندر اور سارے عالم کے انسانوں کے اندر سیکھنے اور سکھانے اور پھیلانے کا جذبہ پیدا کرنے کے لئے محنت اور کوشش بھی کرے اور دعائیں بھی مانگے، اس طرح کہ چوبیس گھنٹوں میں جن جن سے بھی ملاقات ہو اس سے اللہ تعالیٰ کی عظمت اور اللہ تعالیٰ کی کبریائی کی بات ضرور کرے اور سمجھائے کہ دنیا میں جو کچھ ہورہا ہے وہ ایک اکیلے اللہ تعالیٰ کے حکم سے ہورہا ہے سب کچھ اس کے قبضہ قدرت میں ہے، جو کچھ ہمیں نظر آتا ہے اس سب کے خزانے اللہ تعالیٰ کے پاس بیشمار ہیں۔ عورتیں گھروں میں جو عورتیں ملنے کے لئے آئیں ان کو بھی یہ ایمان کے بول سکھائیں بچوں کو بچیوں کو اور گھر کی ماسیوں اور نوکرانیوں کو بھی سکھائیں قرآن کریم میں جو ایمان اور اللہ تعالیٰ کی قدرت و عظمت کو بتانے والی آیات ہیں ان کا ترجمہ یاد کریں اپنے چھوٹے بچوں اور بچیوں کو اپنے شاگردوں

Marfat.com

کو مقتدیوں کو یہ ایمانی بول اور یہ دعائیں یاد کروائیں اور ہر نماز کے بعد ان دعاؤں کو مانگنے کی ترغیب دیں۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو ایمان کامل اور یقین صادق عطاء فرمائے اور ایمان کی محنت کے لئے اور اس کو سارے عالم میں پھیلانے کے لئے پھرنے اور پھرانے والا بنائے اور ایمان ہی پر ہم سب کا خاتمہ بالخیر فرمائے۔ آمین

ایمان بنانے کے طریقے

(۱) اللہ تعالیٰ کی بڑائی کی طرف دعوت دینا۔

(۲) صلہ رحمی، حضرت ابو ہریرۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد نقل کرتے ہیں کہ آدمی خالص ایمان تک اس وقت تک نہیں پہنچ سکتا جب تک یہ کام نہ کرے کہ اپنے سے تعلق توڑنے والوں کے ساتھ تعلقات جوڑا کرے، اپنے اوپر ظلم کرنے والوں کو معاف کیا کرے، اپنے کو گالیاں دینے والے کو بخش دیا کرے اور جو اپنے ساتھ برائی کرے اس کے ساتھ بھلائی کرے۔

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا وہ شخص صلہ رحمی کرنے والا نہیں ہے جو برابر سرابر کا معاملہ کرنے والا ہو صلہ رحمی کرنے والا تو وہ ہے جو دوسرے کے توڑنے پر صلہ رحمی کرے۔ (ریاض الصالحین صفحہ ۱۲۴)

لہٰذا ہر مسلمان کو چاہیئے کہ خالص ایمان تک پہنچنے کے لئے اپنے تمام رشتہ داروں سے ملاپ رکھے، ان کی غلطیوں کو تاہیوں کو معاف کردے، ان کے لئے دعائیں کرتا رہے، اور جتنا ممکن ہو ان کے ساتھ احسانات کرتا رہے۔ خاص طور پر اپنے بھائی بہنوں کے ساتھ اور عورت ہوتے ہوئے ساس، نند، بھاوج، سوکن کے ساتھ صلہ رحمی والا معاملہ کرے اور اپنے شوہر، والد، محرم کو صلہ رحمی پر آمادہ کرے۔ یاد رکھئے یہ قطع رحمی اتنی بری چیز ہے کہ شب قدر میں بھی اس

Marfat.com

شخص کی دعائیں قبول نہیں ہوتیں، ان شاء اللہ رشتہ داروں کے ساتھ اللہ کی رضا کے لئے صلہ رحمی والا معاملہ کرنے سے اللہ تعالیٰ خالص ایمان مرحمت فرمائیں گے۔

(۳) ایمان کی حلاوت، حاصل کرنے کا طریقہ حدیث میں یہ بتایا گیا کہ نگاہ کسی غلط جگہ لگ جائے جہاں اللہ تعالیٰ نے منع فرمایا ہے وہاں لگتے ہی نگاہ ہٹادی تو ایسے شخص کو ایمان کی حلاوت نصیب ہوگی۔ چنانچہ حضرت عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے منقول ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے بری نگاہ ابلیس کے تیروں میں سے ایک زہر بجھا ہوا تیر ہے، جو شخص مجھ سے ڈر کر اس کو چھوڑ دے گا میں اس کے بدلے میں اُسے ایسا ایمان دوں گا جس کی حلاوت وہ اپنے دل میں محسوس کرے گا۔

(کنزالعمال جلد ۵ صفحہ ۳۲۸)

اولاد کو بوسہ دینے میں سُنّت کی نیت

"اُم المؤمنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ میں نے طور طریقہ عادات وروش اور نیک خصلتی اور ایک روایت میں ہے کہ بات چیت اور کلام میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مشابہت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے زیادہ کسی اور شخص میں نہیں دیکھی۔ فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوتیں تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کھڑے ہوجاتے ان کی طرف متوجہ ہوجاتے پھر ان کا ہاتھ اپنے ہاتھ میں لے لیتے ان کو بوسہ دیتے اور پھر ان کو اپنے بیٹھنے کی جگہ پر بٹھاتے اسی طرح آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم جب حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کے ہاں تشریف لے جاتے تو وہ آپ کو دیکھ کر کھڑی ہوجاتیں آپ کا ہاتھ اپنے ہاتھ میں لے لیتیں پھر آپ کو بوسہ دیتیں (یعنی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا دست مبارک چومتیں) اور اپنی جگہ پر بٹھاتیں"۔

(ابوداؤد کتاب الادب جلد ۲ صفحہ ۳۵۲)

ایک دوسری حدیث میں ہے حضرت براء بن عازب رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ "ایک مرتبہ کسی غزوہ سے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے مدینہ آتے ہی میں ان کے ساتھ ان کے گھر گیا، کیا دیکھتا ہوں کہ ان کی صاجزادی حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا بخار میں مبتلا ہیں اور لیٹی ہوئی ہیں۔ چنانچہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ ان کے پاس آئے اور پوچھا کہ میری بیٹی تمہاری طبیعت کیسی ہے اور انہوں نے (ازراہ شفقت و محبت یا برعایت سُنّت) ان کے رخسار پر بوسہ دیا"۔ (ابوداؤد کتاب الادب جلد ۲ صفحہ ۳۵۳)

ان دونوں احادیث میں آپ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت

Marfat.com

ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کا اپنی اولاد کے ساتھ برتاؤ دیکھا کہ کیسے محبت سے بوسہ لے رہے ہیں۔ ہر شفیق باپ اپنی اولاد سے محبت کرتا ہے اور کبھی اس محبت کے جذبے کے تحت اولاد کا بوسہ بھی لیتا ہے لیکن ہر مسلمان کو یاد رکھنا چاہئے کہ ہر وہ کام جو ہم عادت یا فطرت کے طور سے کرتے ہیں، اگر اس میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا طریقہ معلوم کرکے، اسی جذبے کے تحت کریں تو اس میں تین فائدے ہوں گے۔

❶ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے طریقے پر عمل ہو گا، جس سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت بڑھے گی، اور جتنی زیادہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت بڑھے گی اتنی ہی دنیا آخرت میں کامیابیاں حاصل ہوں گی اور ایک مسلمان کے لئے یہ بہت ہی بڑی سعادت ہے کہ اس کا ہر عمل حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے طریقے پر ہو، انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کو بشر اور آدمی بنا کر بھیجے جانے میں ایک حکمت یہ بھی ہے کہ وہ بھی شادیاں کرتے ہیں۔ ان کے بھی بچّے ہوتے ہیں۔ جس طرح وہ ایک باپ بن کر زندگی گذارتے ہیں اگر ہم بھی انہی کی نقل کرتے ہوئے انہی کی اتباع میں باپ بننے کا حق ادا کریں تو یہ ہمارے لئے بہت ہی بڑی سعادت ہوگی اور ہماری اولاد میں بھی اس اتباع کی برکت کا رنگ آئے گا۔

❷ دوسرا فائدہ یہ ہوگا کہ اس عمل کرنے پر ہمیں اجر و ثواب بھی ملے گا اللہ بہت ہی کریم ہے رحیم ہے کائنات میں سب سے زیادہ محبت کرنے والے، اچھائی کی قدر کرنے والے، رحم کرنے والے انصاف کرنے والے، چھوٹی بڑی چیز کے جاننے والے، اور بڑی سے بڑی چیز کو نیست سے ہیست میں لانے والے، اور ناممکن کو ممکن بنادینے والے اللہ کے علاوہ اور کون ہے؟

اس کی رحمت اجر و ثواب دینے کے لئے بہانہ ڈھونڈا کرتی ہے۔ پھر کیوں نہ اس سے محبت کی جائے، اس کی بڑائی کے گیت گائے جائیں، اٹھتے بیٹھتے اس کا نام لیا جائے، ہر مشکل ہر مصیبت میں اس کو پکارا جائے، اس کی دہائی دی جائے

Marfat.com

اس کے سہارے جیا جائے، زندگی بھر اس کا دم بھرا جائے اور اس کی منشاء پر چلا جائے، اپنی جان اپنے ماں باپ اور اولاد سے زیادہ اس سے محبت کی جائے۔ اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے ایک ایک مبارک اور نورانی طریقے پر عمل کیا جائے اور محنت و کوشش کر کے عالم کے انسانوں کو اس پر آمادہ کیا جائے کہ وہ بھی حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے طریقوں پر عمل کر کے اللہ تعالیٰ سے اجرو ثواب کو حاصل کریں۔

۳ تیسرا فائدہ یہ ہوگا کہ جس بچے اور بچی سے آپ نے اللہ کے لئے محبت کی، اور بوسہ بھی لیا تو اسی لئے کہ اللہ کے نبی کا طریقہ ہے۔ ناراض بھی ہوئے، تو اسی لئے کہ اللہ کے حکم کو اس نے توڑا، خوش بھی ہوئے تو اللہ کے لئے خوش ہوئے، بچے کی جائز خواہش بھی پوری کی تو نیت یہ رکھی کہ اللہ مجھ سے راضی ہوجائے اس کو تعلیم بھی دی، تو اس لئے کہ اللہ مجھ سے راضی ہوجائے تو یہ بچہ بڑا ہو کر دنیا میں بھی اور آخرت میں بھی آپ کی آنکھوں کی ٹھنڈک کا ذریعہ بنے گا۔

رسول اللہ ﷺ کی اولاد سے محبت

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ہر ہر قول و عمل صحابہ کرام نے محفوظ رکھا حتیٰ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے خالص گھریلو واقعات اور حالات کو بھی دین کا حصہ سمجھ کر ان کے تذکرہ کو اپنا معمول بنایا اور ان کو محفوظ کیا اور بعد میں یہی چیزیں حدیث کی کتابوں میں محفوظ ہوئیں۔ ان تمام واقعات کو ہمیں غور سے پڑھنا چاہئے بار بار پڑھنے سے ہمیں یہ بات بالکل واضح نظر آئے گی کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے کبھی بھی اپنی اولاد میں سے کسی پر ہاتھ نہیں اٹھایا نہ ہی کسی کو مارا، نہ ڈانٹا، نہ سخت سُست کہا نہ کوئی سختی کی اس طرح کا کوئی واقعہ موجود نہیں بلکہ اولاد تو اولاد ہے حضرت انس رضی اللہ عنہ جنہوں نے دس سال تک حضور صلی

Marfat.com

اللہ علیہ وسلم کی خدمت کی اور صبح شام خدمت اقدس میں حاضر رہے اور یہ تو ظاہر ہے کہ جتنا تعلق زیادہ ہو اتنا ہی خوشی و غصے کا اظہار بھی زیادہ کیا جاتا ہے لیکن اس دس سالہ دور میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے کبھی یہ نہیں کہا کہ "اونہہ یہ کیا کیا" خود حضرت انس رضی اللہ تعالی عنہ ارشاد فرماتے ہیں:

"میں دس سال برابر مدینے میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں رہا اور اس وقت میں نو عمر لڑکا ہی تھا اس لئے میرا ہر کام نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی مرضی کے عین مطابق نہ ہوتا تھا (اور نہ ہو سکتا تھا کہ دس بارہ سال کا بچّہ کس طرح ہر کام مرضی کے مطابق کر سکتا ہے) لیکن دس سال کی اس پوری مدت میں کبھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے اف تک نہیں کہا اور نہ کبھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ فرمایا کہ یہ کیوں کیا اور یہ کیوں نہ کیا؟"

(خصائل نبوی شرح شمائل ترمذی ص۲۰۶)

اسی طرح حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اچھے سلوک اور برتاؤ کا حال اس طرح سناتی ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے کبھی کسی غلام، کسی لونڈی، کسی عورت، کسی جانور کو اپنے ہاتھ سے نہیں مارا اور جب بھی گھر میں داخل ہوتے ہنستے اور مسکراتے ہوئے داخل ہوتے۔

(سیرۃ النبی صلی اللہ علیہ وسلم جلد ۲ صفحہ ۱۷۶)

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی نرینہ اولاد بچپن میں ہی انتقال کر گئی لہٰذا ان کے ساتھ رہنے کا تو زیادہ موقع نہیں ملا مگر صاحبزادیاں بڑی ہوئیں اور ان کی اولادیں بھی ہوئیں لیکن اس تمام مدت میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم ان پر کبھی ناراض نہیں ہوئے اور ان سے محبت کا یہ حال تھا کہ فرماتے "فاطمہ میرے جسم کا ایک ٹکڑا ہے جو اس کو ناخوش کرے گا وہ مجھے ناخوش کرے گا"۔

(مشکوٰۃ جلد ۲ صفحہ ۵۶۸)

Marfat.com

شادی کے بعد اگر حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے ملنے کے لئے آتیں تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی جگہ سے کھڑے ہوکر ان کا استقبال کرتے اور ان کی پیشانی چومتے اور اپنی جگہ پر حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کو بٹھالیتے۔ اور تمام اولاد کے ساتھ اس طرح کا سلوک کرتے حضرت زینب رضی اللہ تعالیٰ عنہا جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سب سے بڑی صاحبزادی ہیں، ان کا نکاح ان کے خالہ زاد ابو العاص سے ہوا تھا۔ نکاح کے موقع پر حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے بیٹی کو عقیق یمنی کا ایک قیمتی ہار تحفہ میں دیا تھا جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مدینہ ہجرت کی تو حضرت زینب رضی اللہ تعالیٰ عنہا مکہ میں ہی رہ گئیں اس لئے کہ ان کے شوہر اس وقت تک ایمان نہیں لائے تھے۔ جنگ بدر میں وہ مشرکین کے ساتھ تھے لہٰذا پکڑ کر لائے گئے۔ مشورہ سے طے ہوا کہ قیدیوں سے فدیہ لے کر رہا کردیا جائے تمام لوگوں نے اپنے اپنے رشتے داروں کی رہائی کے لئے رقم بھیج دی ابو العاص کی رہائی کے لئے حضرت زینب رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے جو فدیہ بھیجا اس میں وہ ہار بھی تھا جو ان کو ان کی والدہ نے تحفہ میں دیا تھا حضور صلی اللہ علیہ وسلم یہ ہار دیکھ کر بیتاب ہوگئے اور چشم مبارک سے آنسو رواں ہوگئے۔ صحابہ یہ دیکھ کر پریشان ہوئے، وجہ پوچھی، حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اگر تم سب کی مرضی ہو تو یہ ہار زینب کو واپس کردیا جائے اور اس کے شوہر کو بھی رہا کردیا جائے صحابہ کرام نے بخوشی منظور کرلیا۔ اس طرح آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے وہ ہار اور ابوالعاص دونوں کو مکے بھیج دیا لیکن طے پایا کہ مکہ جاکر یہ حضرت زینب رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو مدینہ بھیج دیں گے۔ انہوں نے ایسا ہی کیا کچھ مدت بعد حضرت ابوالعاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ بھی ایمان لاکر مدینہ تشریف لے آئے۔ سن ۸ ہجری میں حضرت زینب رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا انتقال ہوا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو اپنے ہاتھ سے قبر میں اتارا۔ قبر میں اتارتے وقت آپ صلی

Marfat.com

اللہ علیہ وسلم نہایت ہی رنجیدہ تھے۔ آپ نے اللہ تعالیٰ سے دعا کی یا اللہ۔ یہ بڑی کمزور تھی یا اللہ تو اس کی مشکل کو آسان فرمادے اور اس کی قبر کو کشادہ فرما"۔ (طبقات ابن سعد)

صرف اولاد ہی سے نہیں اولاد کی اولاد سے بھی آپ کو بہت پیار تھا جب کبھی حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے گھر جاتے تو فرماتے میرے بچّوں کو لے آؤ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا صاحبزادوں حسن و حسین رضی اللہ عنہما کو لاتیں آپ صلی اللہ علیہ وسلم ان کو سونگھتے اور سینے سے چمٹا کر پیار کرتے تھے۔

(مشکوٰۃ جلد ۲ صفحہ ۵۷۱)

اکثر ایسا ہوتا کہ حسنین رضی اللہ عنہما ساتھ ہوتے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نماز پڑھتے ہوئے اپنے بازو مبارک کھول دیتے تاکہ بچّے اس پر باآسانی چڑھ جائے اور کبھی سجدہ طویل فرماتے کہ وہ پیٹھ پر چڑھے رہیں ایک مرتبہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم دونوں بچّوں کو اپنے پشت مبارک پر بٹھاکر گھٹنوں کے بل چل رہے تھے حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے دیکھا تو عرض کیا کہ واہ واہ کیا اچھی سواری ہے تو اس پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا سوار بھی کیسے اعلیٰ ہیں۔

(مشکوٰۃ جلد ۲ صفحہ ۵۷۱)

ہم اسی پیغمبر کے اُمتی ہیں ہمارے ذمہ لازم ہے کہ ہم رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے ہر عمل اور طریقے کو جان سے زیادہ عزیز رکھیں، لہٰذا اس طریقے کو بھی اپنے لئے لازم کرلیں اور اپنی اولاد سے محبت نرمی اور شفقت کا سلوک کریں۔

اس طرح رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی سُنّت پر عمل بھی ہوگا اللہ کے ہاں اجرو ثواب بھی ملے گا اور اولاد کے دل میں آپ کی محبت اور قدر بھی ہوگی۔

آپ خود بھی چین وسکون سے رہ سکیں گے اور اولاد بھی چین وسکون سے رہے گی۔

Marfat.com

بچّوں کے جھگڑے اور آپ کی ذمہ داری

بچّوں کے آپس کے جھگڑے ہر گھر ہر محلے بلکہ ہر ملک ہر قوم اور ہر معاشرے میں معمول کی بات ہے۔ لیکن اگر گھر کے اندر جھگڑنے والے بچّوں میں سے کسی ایک کی حد سے زیادہ حمایت کی جائے تو یہ بات گھریلو ماحول کو خراب کرنے کا باعث بنتی ہے اور دوسرے بچّے کے دل میں بھی اس بڑے سے بیزاری اور نفرت کے جذبات پیدا ہوتے ہیں۔ اس لئے ان خرابیوں کے پیش نظر آپ کو بچّوں کے جھگڑوں کا بہت ہی احتیاط اور حقیقت پسندی کے ساتھ جائزہ لینا ہوگا۔ اس کے لئے سب سے پہلے تو یہ دیکھئے کہ بچّوں کا جھگڑا کیوں اور کیسے ہوا؟

اگر اس سبب کو دور کردیا جائے اور بچّوں کو سمجھادیا جائے تو ان شاء اللہ تعالیٰ جھگڑا ختم ہوجائے گا۔ عموماً جھگڑے اس لئے ہوتے ہیں کہ مثلاً ایک نے دوسرے بچّے کو منہ چڑا دیا اور وہ اس سے گتھم گتھا ہوجاتا ہے۔ دو بچّے کھلونوں سے کھیل رہے ہیں ایک بچّے نے دوسرے سے کوئی کھلونا چھیننے کی کوشش کی اس طرح دونوں میں لڑائی ہوجاتی ہے اور دونوں رونے اور چیخنے لگتے ہیں۔ ایک کے پاس کھانے کی کوئی چیز ہے اور دوسرا اپنی چیز کھاچکا یہ اس سے لینا چاہتا ہے یا چھین لیتا ہے اور دونوں میں لڑائی ہوجاتی ہے۔ اسی طرح ہاکی، کرکٹ وغیرہ کھیل رہے ہیں ایک فریق جیتنے کا دعوی کرتا ہے جبکہ دوسرا فریق ہار تسلیم نہیں کررہا اسی بات پر جھگڑا ہوجاتا ہے۔ ان تمام مثالوں پر اگر غور کریں تو یقیناً آپ اس نتیجے پر پہنچیں گے کہ بچّوں کا لڑنا تین اسباب کی وجہ سے ہے۔

(۱) فطری و قدرتی، شوخی و چلبلا پن جو ان کو قرار سے بیٹھنے نہیں دیتا۔

(۲) بھولپن کی بنا پر اپنی خوشی اور پسند کی خاطر دوسرے بھائی کی پسند اور خوشی کی پروانہ کرنا۔

(۳) بھولپن کی وجہ سے اپنے دلی جذبات کو نہ چھپاسکنا اور اپنے غم، غصہ،

Marfat.com

خوشی، لالچ، اور خواہش کا فوراً اظہار کر دینا۔

ان لڑائیوں میں کینہ یا کدورت کا شائبہ بھی نہیں ہوتا اسی لئے لڑائی کے بعد فوراً ہی پھر مل کر کھیلنا شروع کر دیتے ہیں گویا کچھ ہوا ہی نہیں۔

اس لئے اگر آپ کے بچّوں میں لڑائی ہو اور لڑنے والے بچّے چھوٹے ہوں تو ہر ایک کو لڑائی کے خلاف غیرت دلائیں کسی کی بیجا حمایت نہ کریں مثلاً یوں کہیں دیکھو بیٹا۔ یہ کتنی بُری بات ہے کہ تم اپنے بھائی سے لڑتے ہو اور اسے اپنا کھلونا نہیں دیتے حالانکہ وہ آپ سے چھوٹا ہے اور آپ سے کھیل بھی رہا ہے آپ کو تو اس کا خیال رکھنا چاہئے آپ اسے مارتے ہو توبہ توبہ۔ اور اگر بچّے کچھ بڑے ہیں تو اس وقت سمجھا بجھاکر دونوں کو الگ الگ کر دیں اور کچھ دیر بعد ان میں سے ہر ایک کو تنہائی میں بلاکر اس سے لڑنے کا سبب معلوم کریں اور لڑائی کی مذمت اور نحوست اس پر واضح کریں اور اس سبب کو دور کریں پھر ان دونوں کو ایک ساتھ بٹھاکر پیار و محبت سے مل جل کر رہنے کی فضیلت اور فوائد بتائیں اور اس پر عمل کی ان کو نصیحت کریں اور دل میں اللہ تعالیٰ سے ان کے لئے دعا بھی کریں کہ اللہ ان میں ہمیشہ کا اتفاق و اتحاد نصیب فرمائے اسی طرح اگر آپ کا بچّہ اپنے کسی دوست سے جھگڑا کرے تو پہلے اس کے لئے دعا کیجئے اور پھر اسے مذکورہ بالا طریقے پر سمجھائیے۔

آپس میں یا دوسرے بچّوں سے لڑائی کی صورت میں ان کی ہرگز حوصلہ افزائی نہ کریں اور نہ ان کے اس فعل کو فخریہ طریقے سے کہ "میرے شیر بیٹے نے فلاں بچّے کو خوب پیٹا" بیان کیجئے ورنہ آپ کا یہی جملہ ان کی تباہی کا موجب بنے گا وہ لڑائی جھگڑوں کو کوئی بڑا کارنامہ سمجھ کر عادت بنالیں گے۔ بلکہ ان کے ذہنوں میں یہ بات جمائی جائے کہ لڑائی سے اللہ تعالیٰ ناراض ہوجاتے ہیں۔

اور اس کے ساتھ ساتھ بچّوں کو سدھارنے کے لئے گھر کا ماحول بھی خوش گوار رکھنا ضروری ہے اس لئے آپ بچّوں کے سامنے کبھی بھی کسی بھی معاملے

Marfat.com

میں بیوی سے الجھنے اور توتڑاج کرنے سے اجتناب کیجئے ورنہ وہ بھی ایک دوسرے سے لڑنے جھگڑنے کو معمولی بات سمجھنے لگتے ہیں۔ جب جھگڑا ہو رہا ہو تو ایسا ہرگز نہ کریں کہ غصہ میں فوراً اٹھے اور زور زور سے چیختے یا گالیاں دیتے ہوئے پاس پہنچے اور دونوں کو الگ کرکے دونوں کو زور زور سے مارنا پیٹنا شروع کردیا اس کی مثال تو ایسی ہوئی کہ آگ بجھانے کے لئے اس پر پیٹرول چھڑکا جائے۔ ان کی لڑائی میں خود شریک نہ ہوں کہ آپ بھی ان کے ساتھ چیخنے چلانے لگیں۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو مثالی باپ بننے کی توفیق عطا فرمائے آمین۔

اسی طرح اگر اہلیہ نے شام کو واپسی پر آپ سے شکایت کی کہ آج فلاں نے آپ کے بچے کو مارا ہے اور دھکا دے کر کیچڑ میں گرا دیا ہے یا کوئی زخم یا چوٹ لگ گئی ہے، آپ جناب فوراً غصہ میں فلاں کے گھر پہنچتے ہی بُرا بھلا کہنا شروع کردیا جب بعد میں بات کھلی تو پتہ لگا کہ دونوں بچوں کی غلطی تھی اس نے بھی اس کے کپڑے پھاڑ دیئے تھے اور ناخن مار کر چہرے پر جابجا نشانات ڈال دیئے تھے۔ اگر ایسی کوئی شکایت سنیں تو پہلے اپنے گھر میں ہی سمجھائیں کہ لڑائی کرنا بُری بات ہے اس سے آپس میں توڑ پیدا ہوتا ہے اور اسی طرح لڑنا انسانیت کے خلاف اور حیوانیت کے مطابق ہے۔ اگر اہلیہ صاحبہ منہ بنائے یا ناراض ہوں تو ہرگز پروا نہ کریں اگر طعنہ دیں کہ بزدل ہو بدلہ نہیں لے سکتے وغیرہ تو غصہ میں نہ آئیں بلکہ صبر وضبط کا دامن ہاتھ میں لے کر پیار و محبت سے تلقین کریں اور انبیاء علیہم الصلاۃ والسلام و صحابۂ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین کے واقعات سنائیں کہ کس طرح انہوں نے پتھر مارنے والے اور گالیاں دینے والوں کے لئے دعائیں کی ہیں پھر لڑائی کی تحقیق ضرور کریں مگر پوشیدہ رہ کر کہ گھر والوں کو پتہ نہ چلے جب بات سامنے آجائے تو اگر اپنوں کی غلطی ہو تو انہیں تنبیہ کریں اور دوسروں کی ہو تو انہیں ان کے بڑوں کے ذریعہ سمجھائیں اور ہو سکے تو دونوں کو گلے ملوا دیں۔ اسی سلسلے میں روزنامہ جنگ سے ایک واقعہ تحریر کرتے ہیں غور

سے پڑھئے عجیب عبرت ناک قصہ ہے۔

ایک لمحہ کی بھول

۲۳ مئی ۱۹۹۶ کا ذکر ہے جب میں ایک تپتی دوپہر کو پاکستان اسٹیل کیڈٹ کالج کراچی میں اپنی ڈیوٹی دے کر واپس آرہا تھا۔ بس اسٹاپ سے جیسے ہی میں اپنی گلی میں داخل ہوا تو یہ دیکھ کر ایک لمحے کے لئے ٹھٹھک کر کھڑا ہوگیا کہ دو ننھے یتیم بچے حسن اور شاہد ایک خالی پلاٹ پر بڑے پیار سے گیند بلا کھیل رہے تھے۔ گرمی اور دھوپ کی تمازت سے ان کے چہرے تمتما رہے تھے مگر انہیں نہ تو موسم کی شدت کا احساس تھا اور نہ کسی آنے جانے والے کی پروا۔ انہیں تو یہ خیال بھی نہ تھا کہ اسی گیند بلے کے کھیل نے صرف ایک ہفتے پہلے ان دونوں کو یتیم کردیا تھا۔

گذشتہ برس اگست کے مہینے تک میں کراچی کی جس بستی میں مقیم تھا وہاں زیادہ تر متوسط اور نچلے طبقے کے لوگ رہا کرتے تھے۔ انہیں لوگوں میں دو ایسے پڑوسی بھی تھے جو گذشتہ بیس برس سے ایک ساتھ رہتے بستے چلے آرہے تھے۔ محلے والے ان کی دوستی کی مثالیں دیا کرتے۔ ان میں سے ایک اظہر صاحب تھے جو ایک سرکاری محکمہ میں سپرنٹنڈنٹ تھے اور دوسرے ناصر صاحب جو فوج کے ریٹائرڈ حوالدار تھے اور اب محلّہ میں کریانے کی چھوٹی سے دکان چلا رہے تھے۔ ناصر صاحب اور اظہر صاحب کی بیویوں اور بچّوں میں بھی بڑی محبت تھی۔ ناصر صاحب تو کثیر العیال تھے جن کی چار بیٹیاں اور پانچ بیٹے تھے مگر اظہر صاحب کے صرف دو ہی بچّے تھے۔ چودہ برس کی اسماء اور سات برس کا شاہد۔ ناصر صاحب کا سب سے چھوٹا بیٹا حسن ناصر، اظہر صاحب کے بیٹے شاہد کا ہم عمر تھا۔ حسن اور شاہد محلے ہی میں واقع اسکول میں ایک ہی کلاس میں پڑھتے تھے۔ دونوں ایک ساتھ اسکول جاتے، ایک ساتھ واپس آتے اور پھر یہ ہوتے اور کھیل کود۔

۱۶ مئی کی گرم دوپہر تھی جب حسن اور شاہد نے اسکول سے واپس آکر الٹا سیدھا کھانا کھایا اور پھر حسب معمول گیند بلا سنبھال کر گلی میں نکل گئے۔ دونوں کی مائیں چیختی رہ گئیں مگر وہاں سنتا کون؟ ابھی دونوں کو کھیلتے ہوئے تھوڑی ہی دیر ہوئی تھی کہ حسن نے شاہد کی گیند پر جو زوردار ہٹ لگائی تو گیند سنسناتی ہوئی شاہد کی ناک سے ٹکرا گئی۔ گیند اتنی زور سے شاہد کی ناک پر لگی تھی کہ اس کی نکسیر پھوٹ گئی اور خون کا فوارہ اچھل کر بہہ نکلا۔ شاہد درد سے تڑپ اٹھا اور اس نے غصہ میں آگ بگولا ہو کر ایک بڑا سے پتھر اٹھایا اور حسن کے رسید کر دیا۔ پتھر سیدھا جا کر حسن کے سینے پر لگا اور وہ چیخ مار کر زمین پر گر پڑا۔ پھر کیا تھا۔ دونوں گتھم گتھا ہو گئے اور خوب مار پیٹ ہونے لگی۔ کسی نے ناصر صاحب کو اس بات کی خبر کر دی جو اپنی دکان پر بیٹھے ہوئے تھے۔ وہ فوراً اس جگہ پہنچے جہاں دونوں بچّے ایک دوسرے کی جان کی بیری ہو رہے تھے۔ ناصر صاحب نے انہیں ایک دوسرے سے چھڑایا حسن کو تو وہ کھینچتے ہوئے اپنے گھر لے گئے جب کہ شاہد روتا چیختا اپنے گھر چلا گیا۔ اظہر صاحب کی اہلیہ نے جب شاہد کو خون میں لت پت دیکھا تو بے ساختہ ان کی چیخ نکل گئی۔ انہوں نے جب شاہد سے خون بہنے کی وجہ دریافت کی تو اس نے اصل واقعہ بتانے کے بجائے سارا الزام حسن کے سر دھر دیا۔ اب اظہر صاحب کی بیگم تمام محبت، خلوص اور لگاؤ بھول کر، حسن اور اس کی ماں کو گالیاں اور کوسنے دینے لگیں۔ حسن کی امی نے جب یہ مغلظات سنیں تو وہ برداشت نہ کر سکیں اور ناصر صاحب کے سمجھانے بجھانے کے باوجود تنتناتی ہوئی اپنے گھر سے نکل کر اظہر صاحب کے دروازے تک پہنچیں اور دروازہ پیٹ پیٹ کر شاہد کی امی کو چیلنج کرنے لگیں۔ شاہد کی امی بھی شعلہ جوالہ بنی ہوئی گھر سے باہر آئیں اور حسن کی امی سے الجھ پڑیں۔ ناصر صاحب نے فوراً موقع پر پہنچ کر دیکھا تو معلوم ہوا کہ چند لمحے کے اندر اندر ہی دونوں خواتین دست و گریباں ہو کر ایک دوسرے کے جھونٹے نوچ چکی تھیں۔ انہوں نے

Marfat.com

درمیان میں آکر دونوں کو الگ الگ کرنے کی کوشش کی تو سہواً ان کا ہاتھ شاہد کی امی کے جسم سے ٹکرا گیا۔ آن کی آن میں بات کہاں سے کہاں پہنچ گئی۔ اب تو شاہد کی امی نے ناصر صاحب کو بھی ہزاروں گالیاں سنا ڈالیں اور ان کے ایک ہاتھ بھی جڑ دیا۔ اس دوران محلے کے کچھ مرد اور عورتیں وہاں آگئیں اور انہوں نے طرفین میں بیچ بچاؤ کرادیا۔ اس طرح معاملہ وقتی طور پر رفع دفع ہوگیا۔

مگر شام کو جیسے ہی اظہر صاحب تھکے ماندے دفتر سے واپس آئے تو ان کی بیگم نے ان سے اس ناخوشگوار واقعہ کو نمک مرچ لگاکر بیان کیا۔ یہ سب سن کر اظہر صاحب کے تن بدن میں آگ لگ گئی۔ غیرت سے ان کا خون کھول گیا۔ انہوں نے آؤ دیکھا نہ تاؤ گھر میں پڑی ہوئی ایک کلہاڑی اٹھائی اور سیدھے ناصر صاحب کی دکان پر جاپہنچے۔ اس وقت دکان پر صرف ایک ہی گاہک موجود تھا اور ناصر صاحب ترازو پر جھکے ہوئے کوئی سودا تول رہے تھے۔ بغیر کسی توقف کے اور کچھ کہے سنے بغیر اظہر صاحب نے ناصر صاحب پر کلہاڑی کا بھرپور وار کیا۔ کہاڑی ناصر صاحب کے بائیں کاندھے پر لگی اور ناصر صاحب شدید زخمی ہوگئے۔ مگر چشم زدن میں وہ اٹھے۔ انہوں نے دو سیر کا وزن کا ایک بٹہ اٹھاکر اظہر صاحب کے سر پر دے مارا۔ اظہر صاحب اس وار کی تاب نہ لاسکے اور وہ بھی تیوار کھاکر گرے مگر اگلے ہی لمحے وہ جھرجھری لے کر اٹھ کھڑے ہوئے اور دکان کے اندر گھس کر ناصر صاحب کے سر پر کلہاڑی رسید کردی۔ یہ وار کاری ثابت ہوا اور ناصر صاحب موقع پر ہی دم توڑ گئے۔ مگر ترازو کے بٹے کی چوٹ اظہر صاحب کے لئے بھی ناقابل برداشت ثابت ہوئی اور چند لمحے بعد وہ بھی جاں بحق ہوگئے۔ گاہک کے شور شرابے پر جب چند لوگ وہاں پہنچے تو ناصر صاحب اور اظہر صاحب کے بے جان لاشے پڑے ہوئے پائے۔ فوراً پولیس کو خبر دی گئی جو اپنی روایت کے مطابق بہت تاخیر سے وہاں پہنچی۔ پولیس والے نعشوں کو پوسٹ مارٹم کے لئے لے گئے اور اگلے دن بعد نماز ظہر دونوں دوستوں کو جو ایک لمحے کی بھول

Marfat.com

کے نتیجے میں ایک دوسرے کے جانی دشمن بن گئے تھے نارتھ کراچی کے قبرستان میں دفن کردیا گیا۔

اس سنگین سانحہ اور دلدوز واقعہ کو ایک ہفتہ بھی نہ گزرا تھا کہ میں نے حسن اور شاہد کو حسب سابق ایک ساتھ کھیلتے ہوئے دیکھا، صاحب اولاد حضرات سے میری گزارش ہے کہ خدارا بچوں کی لڑائی کو زندگی اور موت کا مسئلہ نہ بنائیں، بچے تو لڑ بھڑ کر پھر ایک ہو جاتے ہیں، مگر ان کے والدین کی نادانی انہیں ایک دوسرے کا جانی دشمن بنا دیتی ہے۔ (بشکریہ روزنامہ جنگ)

ہرگز ایک فریق کی بات سن کر فیصلہ نہ کیجئے

ہر والد کو چاہئے کہ وہ یہ بات ضرور یاد رکھے کہ ایک بیٹے یا بیٹی کی بات سن کر فوراً دوسرے کے خلاف فیصلہ نہ دے دیں، بلکہ دوسرے کو بلا کر اس کی بھی بات سن لے، پھر وجہ پوچھے ان شاء اللہ تعالیٰ اس طرح کرنے سے بہت سی پریشانیاں حل ہو جائیں گی۔

جہاں بھی فیصلہ ایک فریق کی بات سن کر ہو گا وہ فیصلہ حقیقت وانصاف سے بہت ہی دور ہو گا۔

بعض اوقات بچے اسکول اور مدرسہ سے گھر واپس آتے ہیں اور استاد کی یا قاری صاحب کی شکایت لگاتے ہیں، آج مس نے یوں کہا....... یوں کہا...... ... مجھے پندرہ منٹ دیر ہو گئی تھی لیکن قاری صاحب نے ایک گھنٹہ کھڑا رکھا، اب والدہ فوراً متاثر ہو جاتی ہیں اور پھر اپنے شوہر کو بھی متاثر کردیتی ہیں، اب کم سمجھ والد بچے یا بیوی کی بات سن کر بغیر تحقیق کئے ہوئے استاد سے ناراض ہو جاتے ہیں، یا استاد سے جھگڑا شروع کر دیتے ہیں، جس سے ایک تو استاد کی بددعا لگتی ہے دوسرے بچے کو شرارتوں کو مزید تقویت مل جاتی ہے اور بعض اوقات اس نحوست کی وجہ سے بچے مستقبل کی تعلیمی ترقی سے محروم ہو جاتے

Marfat.com

ہیں، لہٰذا ایک بچّے کی بات سن کر دوسرے بچّے کے خلاف، یا چھوٹے بچّے کی بات سن کر بڑے بیٹے کے خلاف یا بچّے کی بات سن کر استاد یا مدرسہ اور اسکول کے خلاف کوئی فیصلہ نہ کیجئے بلکہ استاد سے یا پرنسپل سے جاکر تحقیق ضرور کرلیں۔

ایک باپ کے لئے خطرناک غلطیاں

درحقیقت باپ کا رویہ ایک مشفق بادشاہ جیسا ہونا چاہئے جو اپنی رعیت سے محبت رکھتا ہے اس کی فلاح و بہبود کے لئے کام کرتا ہے جس کے سائے تلے رعایا خود کو محفوظ و مامون خیال کرتی ہے لیکن ساتھ ہی اس کے دبدبہ اور رعب کے باعث رعایا کی مجال نہیں ہوتی کہ کوئی غلط کام کرجائے اسی طرح باپ کو بھی اپنی اولاد کے ساتھ نرمی و شفقت کا رویہ اختیار کرنا چاہئے اور ساتھ ہی ساتھ اپنا وقار اور دبدبہ و رعب بھی برقرار رکھنا چاہئے۔ لیکن یاد رکھئے! رعب جمانے یا بچّوں کی اصلاح کے لئے کوئی ایسا طریقہ ہرگز اختیار نہ کیجئے جو آپ کی ازدواجی زندگی اور آپ کے بچّوں کے لئے نقصان دہ ہو۔ ہم مثال کے طور یہاں چند چیزیں بیان کرتے ہیں جن سے بچّوں پر بہت ہی غلط اثر پڑتا ہے:

(۱) اگر کوئی ایک بچّہ غلطی کرجائے تو اس ایک کی غلطی کی وجہ سے سب کو نہ ڈانٹیں نہ ہی ذلیل کریں بلکہ جس کی غلطی ہو اسی کو تنہائی میں تنبیہ کریں۔ اگر نیت اصلاح کی ہوگی تو نفع ہوگا۔ اسی طرح ایک غلطی کا غصہ دوسرے کام میں نہ نکالئے۔ حضرت زید بن خالد رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک آدمی نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے چند سوالات کئے۔ ایک سوال اونٹ کے لقطے کے بارے یُں کیا جس پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم ناراض ہوئے پھر اس شخص نے بکری کے بارے میں پوچھا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ”وہ تیرے لئے ہے یا تیرے بھائی کے لئے یا بھیڑیئے کے لئے ہے“۔ غور کریں!

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک کام کی غلطی کا غصہ دوسرے کام میں نہیں نکالا بلکہ بڑی شفقت سے جواب دے دیا۔

(۲) بچّے کی غلطی پر اسے اس کے ہم عمروں کی مثالیں بطور طعنہ دے کر تنبیہ ہرگز نہ کریں۔ مثلاً شکیل کو دیکھو تمہارا ہی خالہ زاد ہے مگر وہ کس قدر ذہین اور شریف ہے، جاوید کو دیکھو کس طرح محنت سے پڑھتا ہے اور تم .... مریم کو دیکھو کتنی شریف اور پڑھاکو بچّی ہے، وہ اپنی کلاس میں اوّل آئی ہے اور ایک تم ہو کہ پیسوں کو برباد کرتی ہو اور پڑھتی ہو نہیں۔ وغیرہ اس طرح کرنے کے کئی نقصانات ہیں مثلاً ایک یہ کہ آپ کا بچّہ یا بچّی اس بچّے سے بغض رکھنے لگیں گے۔ اسی طرح اگر خدانخواستہ اس بچّے میں کوئی ایسا عیب ہے جو آپ کے بچّے کو تو معلوم ہے، لیکن آپ کو معلوم نہیں تو آپ کا بچّہ اس عیب کو سوچے گا اور یہی فیصلہ کرے گا کہ اس میں تو اتنی ساری بُرائیاں ہیں اور پھر بھی میرے والد اسے اچھا کہتے ہیں آئندہ میں بھی صرف ظاہری طور پر شریف بن کر رہوں گا اور باقی وہی افعال کرتا رہوں گا اور اگر کسی دن اس نے غصے میں آکر وہ عیب آپ کے سامنے کھول دیا تو وہ حجاب جو ایک باپ اور بچّے کے درمیان ہونا چاہیئے، ختم ہو جائے گا۔

(۳) تیسرا بڑا نقصان یہ ہے کہ وہ آپ کو اپنا مصلح سمجھنے کے بجائے ایک طعنہ دینے والا اور بلا وجہ ڈانٹ کر اپنے غصہ نکالنے والا سمجھے گا اور اس طرح آپ کی نصیحت اس کے کسی کام نہیں آئے گی۔ آپ کو مہذب سمجھنے کے بجائے معذب سمجھے گا کہ میرے والد تہذیب سکھلانے کے بجائے مجھے عذاب میں مبتلا کرتے ہیں۔

(۴) اگر بچّے کی غلطی کا سبب اس کی ماں بنی ہے تو اس بچّے کے سامنے ہرگز ہرگز اپنی اہلیہ یعنی اس بچّے کی ماں کو نہ ڈانٹیں ورنہ بچّہ ماں کو مظلوم اور آپ کو ظالم سمجھے گا اور اس طرح آپ کی محبت بچّے کے دل سے نکل جائے گی یا ماں کی

Marfat.com

عزت اور احترام اس کی نظروں میں کم ہو جائے گا۔

⑤ اگر کسی محلہ دار نے آپ کو آپ کے بچّے کی کسی شرارت کی شکایت کی تو اس شخص کے سامنے یا بعد میں بلا تحقیق کبھی بھی سزا نہ دیں بلکہ اچھی طرح تحقیق کریں کبھی ایسا بھی ہوتا ہے کہ بچّہ بے قصور ہونے کے باوجود باپ یا کسی دوسرے بڑے کے خوف کی وجہ سے اپنی بیگناہی بیان نہیں کرتا، ایسی صورت میں پہلے خوب شفقت و محبت سے اس سے پورا معاملہ معلوم کریں پھر اگر محسوس کریں کہ اگر یہ واقعی قصور وار ہے تو تنہائی میں نرمی و شفقت سے اسے سمجھائیے اور اگر ضرورت محسوس کریں تو تنبیہ بھی کردیں۔ بلا تحقیق ڈانٹ ڈپٹ شروع کردینا کسی بھی طرح مناسب نہیں، اس طرح والد عنداللہ خائن ہوں گے اور اولاد کے دل میں بھی والد کے لئے نفرت کے جذبات پیدا ہوں گے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے **جس کا ترجمہ یہ ہے**:

"اے ایمان والوں اگر کوئی شریر آدمی تمہارے پاس کوئی خبر لائے جس میں کسی کی شکایت ہو تو بدون تحقیق کے اس پر عمل نہ کیا کرو بلکہ عمل کرنا مقصود ہو تو خوب تحقیق کرلیا کرو کبھی کسی قوم کو نادانی سے کوئی ضرر نہ پہنچادو پھر اپنے کئے پر پچھتانا پڑے"۔

(معارف القرآن جلد ۸ صفحہ ۱۰۳)

اسی طرح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے:

"انسان کے جھوٹا بننے کے لئے یہ کافی ہے کہ ہر سنی ہوئی بات کو بیان کردے"۔

اس لئے بچّے کی کسی بھی شکایت کی خوب تحقیق کرلیا کریں۔ مثلاً آپ کا پڑوسی آپ کے پاس شکایت لے کر آیا کہ آپ کے بچّے نے میرے بچّے کو مارا ہے۔ بجائے اس کے کہ آپ فوراً چھڑی لے کر بچّے کی پٹائی شروع کردیں ان

صاحب سے کہئے کہ ان شاء اللہ میں ابھی تحقیق کرتا ہوں اگر اس نے واقعی ایسی غلطی کی ہو گی تو میں اسے سزا دوں گا۔ پھر اپنے بچّے سے نرمی اور شفقت سے معلوم کیجئے تو وہ ضرور آپ کو اصل حقیقت بتادے گا۔ ہو سکتا ہے پہلے شرارت اسی بچّے نے کی ہو جس کے جواب میں اس نے اسے مارا ہو یا اس بچّے نے اس کی کوئی چیز چھینی ہو یا توڑی ہو اور اس کی وجہ سے اس نے مارا ہو تو اس صورت میں آپ کا اسے سزا دینا ظلم ہوگا اور یہ فعل آئندہ کے لئے آپ کے بچّے کو بزدل بنادے گا حتیٰ کہ وہ اپنے حق کے لئے بھی کسی سے جھگڑا نہ کرسکے گا اور یہ بزدلی خدانخواستہ آگے چل کر اس کی زندگی کو ہی نہ برباد کردے۔ اگر اس وقت آپ نے تحقیق کی تو اس کے دو فائدے ہوں گے۔ ایک تو یہ کہ پوری حقیقت آپ کے سامنے آجائے گی اور اس میں اگر آپ کے بچّے کی غلطی ہو تو آپ اس کی اصلاح کرسکیں گے دوسرا یہ کہ اگر اس آدمی نے غلط شکایت لگائی ہو تو آپ کا بچّہ سزا سے بچ جائے گا اور آئندہ کے لئے اس آدمی کو شکایت کی جرأت نہیں ہوگی۔

(۶) بچّوں کے سامنے بچّوں کی ماں یعنی اپنی اہلیہ کی کبھی غیبت نہ کریں نہ بُرائی بیان کریں مثلاً تمہاری ماں کو منع کیا تھا یہ مت کرنا پھر بھی کرلیا، اس کو منع کیا تھا کہ بازار مت جانا پھر بھی چلی گئی، اسے منع کیا تھا کہ فلاں کے ہاں مت جانا پھر بھی چلی گئی وغیرہ اسی طرح بچّوں کی بات پر اعتماد کرکے فوراً بیوی کو بُرا بھلا کہنا نہ شروع کریں مثلاً آپ کام سے شام کو گھر واپس آئے، معلوم کرنے پر پتہ چلا کہ بیوی صاحبہ گھر پر نہیں ہیں اور بچّوں نے بتادیا کہ بازار یا کسی کے ہاں گئی ہیں اور آپ نے چیخنا چلانا شروع کردیا کہ میری نہیں مانتی گھر پر تو بیٹھنا جانتی ہی نہیں میں نے منع بھی کیا تھا پھر بھی چلی گئی وغیرہ اس طرح کرنے سے ایک نقصان تو یہ ہوگا کہ ماں کی قدر بچّوں کے نظروں میں ختم ہوجائے گی۔

دوسرا نقصان یہ ہوگا کہ بچّے آپ کو ظالم اور ماں کو مظلوم سمجھنے لگیں گے۔

اسلئے کہ وہ منع کرنے کی حکمتیں نہیں جانتے اس لئے بجائے چیخنے چلانے کے اطمینان کے ساتھ بیٹھ کر انتظار کریں بچّوں کے ساتھ پیار محبت کریں اور بیوی کے لئے کوئی صحیح عذر سوچ لیں کہ ہوسکتا ہے چھوٹے بچّے کی طبیعت اچانک خراب ہوگئی ہو اسے فوری ہسپتال لے جانا پڑا ہو، ہوسکتا ہے کھانے پینے کی چیزوں کی اور آپ کی کسی چیز کی ضرورت پڑی ہو وہ لینے گئی ہوں، ہوسکتا ہے اس کی والدہ کے گھر سے فون آیا ہو کسی پریشانی کی وجہ سے گئی ہو جب واپس آئیں گی تو معلوم ہوجائے گا پھر اگر اس کا وہ جانا آپ کو نامناسب معلوم ہو تو تنہائی میں اسے سمجھائیے، اپنے غصے اور ناراضگی کا اظہار کیجئے لیکن بچّوں کے سامنے اس طرح ہرگز نہ کریں کیونکہ اس سے بچّوں کے ذہن پر بہت بُرے اثرات پڑتے ہیں۔

اسی طرح اگر کبھی آپ کو بیوی کے ہاتھ کا پکایا ہوا کھانا پسند نہ بھی آئے تو دسترخوان پر بیٹھ کر اس کی بُرائی بیان کرنے کے بجائے اس کی تعریف کریں اس سے ایک تو اللہ جل جلالہ عم نوالہ بھی راضی ہوں گے اور بیوی کی یا پکانے والے کی حوصلہ افزائی ہوگی، اس کی دلی دعاؤں میں آپ کا حصہ ہوگا، دوسرا فائدہ یہ ہوگا کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد پر عمل کرنے کا ثواب ملے گا، اس لئے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ جب کھانا سامنے آئے تو کھاؤ اگر پسند نہ ہو تو نہ کھاؤ لیکن اس میں عیب نہ نکالو۔ تیسرا فائدہ یہ ہوگا کہ اس سے میاں بیوی میں محبت بڑھے گی اور میاں بیوی کے درمیان سچی محبت دین ودنیا کی خیروں کی کنجی ہے، اس طرح بچّے بھی دوسروں کی تعریف کرنا اور ہر طرح کی چیز پر صبر کرنا سیکھ جائیں گے ورنہ خدا نہ کرے وہ ہم سے بھی دو قدم آگے نکل کر زیادہ بُرائی شروع نہ کردیں۔ اس طرح رزق کی اور ماں کی توہین ہوگی جو گناہ ہے اور اس کے ذمہ دار آپ ہوں گے۔

(۷) اگر آپ کی اہلیہ جسمانی کمزوری یا کسی بیماری یا کسی دوسرے

Marfat.com

شرعی عذر کی وجہ سے پے در پے بچوں کی صحیح تربیت وصحیح نگہداشت نہیں کرسکتی تو ماہر علمائے کرام اور مفتیان عظام سے معلوم کر کے دو بچوں کے درمیان عارضی اور بقدر عذر مناسب وقفہ کی کوشش ضرور کیجئے کہ ایک بچے کو شرعی طور پر ماں اپنا دودھ پلا سکے۔ (بغیر دوسرا حمل ٹھہرے) تا کہ یہ بچہ صحت وقوت کے اعتبار سے پوری طرح اپنی عمر کی منزلیں طے کرے، پھر جب ماں اس بچے کو اچھی طرح دودھ پلا کر فارغ ہو جائے اور اب تک جو کمزوری بچہ جننے اور اس کو دودھ پلانے سے ہوئی تھی وہ بھی دور ہو جائے تو دوسرے بچے کے لئے تیار ہو، تا کہ دونوں بچوں کا پورا حق ادا ہو سکے۔ یہ آپ کے اور آپ کی بیوی اور بچوں سب کے لئے مفید ہے۔

(۸) جب بچے جوانی کی عمر تک پہنچ جائیں اور ان کی شادی کا مرحلہ آئے تو دو بیٹوں کی شادی ایک ساتھ نہ کیجئے اور نہ ہی دونوں بہوؤں کو ایک ساتھ ایک گھر اور ایک باورچی خانہ میں رکھئے۔ الگ رکھنے میں بہت خیر اور عافیت ہے اور بڑے بڑے فسادات اور لڑائیوں سے بچنے کا ذریعہ ہے۔ اس موضوع پر ہم ان شاء اللہ تفصیل سے بحث کریں گے اللہ ہم سب کو سمجھ عطا فرمائے آمین۔

(۹) بچے کی نظر میں آپ کی حیثیت ایک ایسے شخص کی ہوتی ہے جو قابل اتباع ہے اور یقین کریں کہ بچہ لاشعوری طور پر ہر بات میں والد کی اتباع کرتا ہے چاہے وہ چیز بالکل غلط کیوں نہ ہو۔ ایک صاحب نے اپنے بچپن کا واقعہ بتایا کہ ایک مرتبہ انہوں نے نوکرانی سے پانی مانگا وہ پانی لائی تو بجائے ہاتھ میں گلاس دینے کے چوکی پر رکھ کر چلی گئی، بس انہوں نے گلاس اٹھا کر دیوار پر مارا اور لاشعوری طور پر بڑی فحش گالیاں اس کو دینے لگے لیکن چند منٹوں بعد اندر کمرے میں سے ان کے والد صاحب نے بلند آواز سے گالیاں دینی شروع کیں کہ کمبخت گالی بکتا ہے نوکرانی کو، شرم نہیں آتی، باپ کے سامنے بکتا ہے، ڈوب مرو غیرہ۔

آپ خود سوچیں اس واقعہ میں قصور کس کا ہے یقیناً بچّے نے بارہا اپنے باپ کو نوکرانی وغیرہ کو گالیاں دیتے سنا ہوگا اور بغیر سیکھے اس وقت وہی گالیاں اس کی زبان سے جاری ہوگئیں۔ اس پر مزید ستم ظریفی کہ گالیاں بند کروانے کے لئے گالیاں دی جارہی ہیں۔ یعنی زہر کے اثر کو ختم کرنے کے لئے زہر کا استعمال کیا جارہا ہے۔ لہٰذا کبھی بھی بچّے کے سامنے اپنے ملازموں، ماتحتوں، اہلیہ وغیرہ کو نہ ڈانٹیں نہ جھڑکیں نہ بُرا بھلا کہیں، اگر واقعی اصلاح مقصود ہو تو علیحدگی میں سمجھائیں۔ یاد رکھئے اولاد کی تربیت غصے کے ذریعے نہیں کی جاسکتی، بلکہ غصہ کے وقت صبر کا دامن مضبوطی سے تھام کر اولاد کو عملی نمونہ پیش کیا جاسکتا ہے کہ بیٹا تم بھی عملی زندگی میں غصہ میں ہرگز کوئی قدم نہ اٹھانا۔

اور تاکہ اولاد یہ سوچ سکے کہ میں ایسے نیک والد کی اولاد ہوں کہ ان کو جس وقت شدید غصہ آتا پھر بھی مسکراہٹ ان کے چہرے سے غائب نہ ہوتی، نرم لہجہ ان کا ساتھ نہ چھوڑتا، اللہ تعالیٰ ہم سب کو سمجھانے کا ڈھنگ نصیب فرمائے۔

دوسری خطرناک غلطی

حضرت مولانا مفتی محمد تقی عثمانی صاحب اپنے وعظ ”اولاد کے حقوق“ میں فرماتے ہیں: یاد رکھئے! اللہ تبارک وتعالیٰ کی ایک سُنّت ہے، جو حدیث شریف میں بیان کی گئی ہے کہ جو شخص کسی مخلوق کو راضی کرنے کے لئے اللہ جل جلالہ کو ناراض کرے تو اللہ تعالیٰ اسی مخلوق کو اس پر مسلط فرمادیتے ہیں، مثلاً ایک شخص نے کسی آدمی کو راضی کرنے کے لئے گناہ کیا اور گناہ کرکے اللہ تعالیٰ کو ناراض کیا تو بالآخر اللہ تعالیٰ اُسی کو اس شخص پر مسلط فرمادیتے ہیں۔

آج ہماری حالت یہ ہے کہ اپنی اولاد اور بچّوں کو راضی کرنے کی خاطر یہ سوچتے ہیں کہ ان کا مستقبل اچھا ہوجائے، ان کی آمدنی اچھی ہوجائے۔ اور

Marfat.com

معاشرے میں ان کا ایک مقام بن جائے، ان تمام کاموں کی وجہ سے ان کو دین نہ سکھایا، اور دین نہ سکھا کر اللہ تعالیٰ کو ناراض کیا۔ اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ وہی اولاد جس کو راضی کرنے کی فکر تھی، ماں باپ کے سر پر مسلط ہو جاتی ہے۔ آج آپ خود معاشرے کے اندر دیکھ لیں کہ کس طرح اولاد اپنے ماں باپ کی نافرمانی کر رہی ہے اور ماں باپ کے لئے عذاب بنی ہوئی ہے، وجہ اس کی یہ ہے کہ ماں باپ نے ان کو صرف اس لئے بے دینی کے ماحول میں بھیج دیا، تاکہ ان کو اچھا کھانا پینا میسر آجائے، اور اچھی ملازمت مل جائے، اور ان کو ایسے بے دینی کے ماحول میں آزاد چھوڑ دیا جس میں ماں باپ کی عزت اور عظمت کا کوئی خانہ نہیں ہے، جس میں ماں باپ کے حکم کی اطاعت کا بھی کوئی خانہ نہیں ہے، وہ اگر کل کو اپنی نفسانی خواہشات کے مطابق فیصلے کرتا ہے، تو اب ماں باپ بیٹھے رو رہے ہیں، کہ ہم نے تو اس مقصد کے لئے تعلیم دلائی تھی، مگر اس نے یہ کر لیا۔ ارے بات اصل میں یہ ہے کہ تم نے اس کو ایسے راستے پر چلایا، جس کے نتیجے میں وہ تمہارے سروں پر مسلط ہو گیا، تم ان کو جس قسم کی تعلیم دلوا رہے ہو اور جس راستے پر لے جا رہے ہو، اس تعلیم کی تہذیب تو یہ ہے کہ جب ماں باپ بوڑھے ہو جائیں تو اب وہ گھر میں رکھنے کے لائق نہیں، ان کو نرسنگ ہوم میں داخل کر دیا جاتا ہے اور پھر صاحبزادے پلٹ کر بھی نہیں دیکھتے کہ وہاں ماں باپ کس حال میں ہیں، اور کس چیز کی ان کو ضرورت ہے۔

باپ ”نرسنگ ہوم“ میں

مغربی ممالک کے بارے میں تو ایسے واقعات بہت سنتے تھے کہ بوڑھا باپ ”نرسنگ ہوم“ میں پڑا ہوا ہے، وہاں اس باپ کا انتقال ہو گیا، وہاں کے مینیجر نے صاحب زادے کو فون کیا کہ جناب، آپ کے والد کا انتقال ہو گیا ہے، تو جواب میں صاحب زادے نے کہا کہ مجھے بڑا افسوس ہے کہ ان کا انتقال ہو گیا۔ اب

آپ براہ کرم ان کی تجہیز و تکفین کا انتظام کردیں، اور براہ کرم بل مجھے بھیج دیجئے میں بل کی ادائیگی کردوں گا۔ وہاں کے بارے میں تو یہ بات سنی تھی۔ لیکن ابھی چند روز پہلے مجھے ایک صاحب نے بتایا کہ یہاں کراچی میں بھی ایک "نرسنگ ہوم" قائم ہوگیا ہے جہاں بوڑھوں کی رہائش کا انتظام ہے، اس میں بھی یہی واقعہ پیش آیا کہ ایک صاحب کا وہاں انتقال ہوگیا۔ اس کے بیٹے کو اطلاع دی گئی، بیٹے نے پہلے تو آنے کا وعدہ کرلیا۔ لیکن بعد میں معذرت کرتے ہوئے کہا کہ مجھے تو اس وقت فلاں میٹنگ میں جانا ہے اس لئے آپ کفن دفن کا بندوبست کردیں، میں نہیں آسکوں گا۔ یہ وہ اولاد ہے جس کو راضی کرنے کی خاطر تم نے اللہ کو ناراض کیا، اس لئے وہ اب تمہارے اوپر مسلط کردی گئی۔ جیسا کہ حدیث میں صراحت موجود ہے کہ جس مخلوق کو راضی کرنے کے لئے اللہ کو ناراض کروگے اللہ تعالیٰ اسی مخلوق کو تمہارے اوپر مسلط کردیں گے۔

جیسا کروگے ویسا بھروگے

جب وہ اولاد سر پر مسلط ہوگئی تو اب ماں باپ بیٹھے رو رہے ہیں کہ اولاد دوسرے راستے پر جارہی ہے، ارے جب تم نے شروع ہی سے اس کو ایسے راستے پر ڈالا، جس کے ذریعہ اس کا ذہن بدل جائے، اس کا خیال بدل جائے، اس کی سوچ بدل جائے تو اس کا انجام یہی ہونا تھا ؎

اندرون قعر دریا تختہ بندم کردہ ای
بازی گوئی کہ دامن ترمکن ہوشیار باش

پہلے میرے ہاتھ پیر باندھ کر مجھے سمندر کے اندر ڈبو دیا، اس کے بعد کہتے ہو کہ ہوشیار! دامن تر مت کرنا، بھائی: اگر تم نے پہلے اس کو کچھ قرآن شریف پڑھایا ہوتا، اس کو کچھ حدیث نبوی سکھائی ہوتی، دینی ماحول میں بٹھایا ہوتا، وہ

Marfat.com

حدیث سکھائی ہوتی جو مشکوۃ کتاب العلم جلدا صفحہ ۳۲ میں مذکور ہے، جس میں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ آدمی جب دنیا سے چلا جاتا ہے تو تین چیزیں اس کے لئے کار آمد ہوتی ہیں، ایک علم ہے جسے وہ چھوڑ گیا، جس سے لوگ نفع اٹھا رہے ہیں، مثلاً کوئی آدمی کوئی کتاب تصنیف کر گیا۔ اور لوگ اس سے فائدہ اٹھا رہے ہیں، یا کوئی آدمی علم دین پڑھاتا تھا، اب اس کے شاگرد آگے علم پڑھا رہے ہیں، اس سے اس مرنے والے شخص کو بھی فائدہ پہنچتا رہتا ہے، یا کوئی صدقہ جاریہ چھوڑ گیا، مثلاً کوئی مسجد بنا دی، کوئی مدرسہ بنادیا، کوئی شفاخانہ بنادیا، کوئی کنواں بنادیا، اور لوگ اس سے فائدہ اٹھا رہے ہیں، ایسے عمل کا ثواب مرنے کے بعد بھی جاری رہتا ہے۔ اور تیسری چیز نیک اولاد ہے، جو وہ چھوڑ گیا۔ وہ اس کے حق میں دعائیں کریں، تو اس کا عمل مرنے کے بعد بھی جاری رہتا ہے، کیونکہ ماں باپ کی تربیت کے نتیجے میں اولاد جو کچھ کر رہی ہے، وہ سب باپ کے نامہ اعمال میں لکھا جارہا ہے۔ اگر یہ حدیث پڑھائی ہوتی تو آج باپ کا یہ انجام نہ ہوتا۔ لیکن چونکہ اس راستے پر چلایا ہی نہیں اس لئے اس کا انجام بد آنکھوں کے سامنے ہے۔

حضرات انبیا علیہم السلام اور اولاد کی فکر

بھائی اولاد کو دین کی طرف لانے کی فکر اتنی ہی ضروری ہے جتنی اپنی اصلاح کی فکر، اولاد کو صرف زبانی سمجھانا کافی نہیں، جب تک اس کی فکر اور تڑپ ایسی نہ ہو جیسے دہکتی ہوئی آگ کی طرف بچہ بڑھ رہا ہو اور آپ اس کو لپک کر جب تک اٹھا نہیں لیں گے، اس وقت تک آپ کو چین نہیں آئے گا، ایسی ہی تڑپ یہاں بھی ہونی ضروری ہے۔ پورا قرآن کریم اس حکم کی تاکید سے بھرا ہوا ہے، چنانچہ انبیاء علیہم السلام کے واقعات کا ذکر فرماتے ہوئے اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں کہ:

Marfat.com

وَكَانَ يَأْمُرُ أَهْلَهُ بِالصَّلٰوةِ وَالزَّكٰوةِ (سورۃ مریم: ۵۵)

"(یعنی حضرت اسماعیل علیہ السلام) اور اپنے متعلّقین کو نماز اور زکوٰۃ کا (خصوصاً اور بھی احکام کا عموماً) حکم کرتے رہتے تھے"۔

(معارف القرآن جلد ۶ صفحہ ۳۸)

ایک اور جگہ پر اللہ تعالیٰ اپنے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کو مخاطب کر کے فرماتے ہیں:

وَأْمُرْ أَهْلَكَ بِالصَّلٰوةِ وَاصْطَبِرْ عَلَيْهَا ط (طٰہٰ: ۱۳۲)

"اور اپنے متعلّقین کو (یعنی اہل خاندان کو یا مؤمنین کو) بھی نماز کا حکم کرتے رہئے اور خود بھی اس کے پابند رہئے (یعنی زیادہ توبہ کے قابل یہ امور ہیں)"۔ (معارف القرآن جلد ۲ صفحہ ۱۶۲)

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے عجیب ترتیب رکھی ہے۔ بظاہر یہ ہونا چاہئے تھا کہ پہلے خود نماز قائم کریں اور پھر اپنے گھر والوں کو نماز کا حکم دیں لیکن یہاں ترتیب الٹ دی ہے کہ پہلے اپنے گھر والوں کو نماز کا حکم دیں اور پھر خود بھی اس کی پابندی کریں اس ترتیب میں اس بات کی طرف اشارہ فرمادیا کہ آپ کا اپنے گھر والوں کو یا اولاد کو نماز کا حکم دینا اس وقت تک مؤثر اور فائدہ مند نہیں ہوگا جب تک آپ ان سے زیادہ اس کی پابندی نہیں کریں گے۔ اب زبان سے آپ نے ان کو کہہ دیا کہ نماز پڑھو لیکن خود اپنے اندر نماز کا اہتمام نہیں ہے تو اس صورت میں ان کو نماز کے لئے کہنا بالکل بے کار جائے گا۔ لہٰذا اپنے گھر والوں کو نماز کا حکم دینے کا ایک لازمی حصہ یہ ہے کہ ان سے زیادہ پابندی خود کریں اور ان کے لئے ایک مثال اور نمونہ بنیں۔

تیسری خطرناک غلطی

حدیث شریف میں ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے ایک

خاتون نے اپنے بچّے کو گود میں لینے کے لئے بلایا، بچّہ آنے میں تردد کر رہا تھا تو اُس خاتون نے کہا کہ تم ہمارے پاس آؤ، ہم تمہیں کچھ چیز دیں گے، اب وہ بچّہ آگیا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس خاتون سے پوچھا کہ تم نے بچّے کو یہ جو کہا کہ ہمارے پاس آؤ، ہم تمہیں کچھ چیز دیں گے، تو کیا تمہاری واقعی کچھ دینے کی نیت تھی؟ اس خاتون نے جواب دیا کہ یا رسول اللہ! میرے پاس ایک کھجور تھی اور یہ کھجور اس کو دینے کی نیت تھی۔ آپ نے فرمایا کہ اگر دینے کی نیت نہ ہوتی تو یہ تمہاری طرف سے بہت بڑا جھوٹ ہوتا، اور گناہ ہوتا اس لئے کہ تم بچّے سے جھوٹا وعدہ کر رہی ہو گویا اس کے دل میں بچپن سے یہ بات ڈال رہی ہو کہ جھوٹ بولنا اور وعدہ خلافی کرنا کوئی ایسی بری بات نہیں ہوتی۔ لہٰذا اس آیت میں اس بات کی طرف اشارہ فرمایا کہ بیوی بچّوں کو جو بھی حکم دیں پہلے خود اس پر عمل کریں اور اس کی پابندی دوسروں سے زیادہ کریں۔

بچّوں کو تربیت دینے کا انداز

"حضرت ابو ہریرۃ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضرت فاطمہ اور حضرت علی رضی اللہ عنہما کے صاحبزادے حضرت حسن رضی اللہ عنہ جب کہ ابھی بچّے ہی تھے، ایک مرتبہ صدقہ کی کھجوروں میں سے ایک کھجور اٹھا کر اپنے منہ میں رکھ لی، جب حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے دیکھا تو فوراً فرمایا "کخ کخ"۔ (عربی میں یہ لفظ ایسا ہے جیسے ہماری زبان میں "تھو تھو" کہتے ہیں یعنی اگر بچّہ کوئی چیز منہ میں ڈال دے، اور اس کی شناعت کے اظہار کے ساتھ وہ چیز اس کے منہ سے نکلوانا مقصود ہو تو یہ لفظ استعمال کیا جاتا ہے، بہرحال! حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "کخ کخ" یعنی اس کو منہ سے نکال کر پھینک دو) "کیا تمہیں معلوم نہیں کہ ہم یعنی بنو ہاشم صدقے کا مال

نہیں کھاتے"۔ (جامع الاصول: ۶۵۷/۴ رقم الحدیث ۲۷۴۸)

حضرت حسن رضی اللہ عنہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے نواسے ہیں اور ایسے محبوب نواسے ہیں کہ ایک مرتبہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم مسجد نبوی میں خطبہ دے رہے تھے، اس وقت حضرت حسن رضی اللہ عنہ مسجد میں داخل ہوگئے تو حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم منبر سے اترے اور آگے بڑھ کر ان کو گود میں اٹھالیا۔ (مشکوٰۃ جلد ۲ صفحہ ۵۷۱)

بعض مرتبہ ایسا بھی ہوتا کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نماز پڑھ رہے ہیں اور یہ حضرت حسن رضی اللہ عنہ آپ کے کندھے پر سوار ہوگئے اور جب آپ سجدے میں جانے لگے تو آپ نے ان کو ایک ہاتھ سے پکڑ کر نیچے اتار دیا اور کبھی ایسا بھی ہوتا کہ آپ ان کو گود میں لیتے اور فرماتے:

﴿مبخلة ومجبنة﴾

یعنی "یہ اولاد ایسی ہے کہ انسان کو بخیل بھی بنادیتی ہے اور بزدل بھی بنادیتی ہے"۔ (ابن ماجہ صفحہ ۲۶۹)

ایک طرف تو حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو حضرت حسن رضی اللہ عنہ سے اتنی محبت ہے، دوسری طرف جب انہوں نے نادانی میں ایک کھجور بھی منہ میں رکھ لی تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ گوارہ نہ ہوا کہ وہ اس کھجور کو کھاجائیں۔ مگر چونکہ ان کو پہلے سے اس چیز کی تربیت دینی تھی، اس لئے فوراً وہ کھجور منہ سے نکلوائی اور فرمایا کہ یہ ہمارے کھانے کی چیز نہیں ہے۔

بچّوں سے محبت کی حد

اس حدیث میں اس بات کی طرف اشارہ فرمادیا کہ بچّے کی تربیت چھوٹی چھوٹی چیزوں سے شروع ہوتی ہے۔ اسی سے اس کا ذہن بنتا ہے اور اسی سے اس کی زندگی بنتی ہے، یہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی سُنّت ہے آج کل

Marfat.com

یہ عجیب منظر دیکھنے میں آتا ہے کہ ماں باپ کے اندر بچّوں کو غلط باتوں پر ٹوکنے کا رواج ہی ختم ہوگیا ہے، آج سے پہلے بھی ماں باپ بچّوں سے محبت کرتے تھے، لیکن وہ عقل اور تدبیر کے ساتھ محبت کرتے تھے۔ آج کل یہ محبت اور لاڈ اس درجے تک پہنچ چکا ہے کہ بچّے کتنے ہی غلط کام کرتے رہیں، غلط حرکتیں کرتے رہیں لیکن ماں باپ ان غلطیوں پر ٹوکتے ہی نہیں، ماں باپ یہ سمجھتے ہیں کہ یہ نادان بچّے ہیں، ان کو ہر قسم کی چھوٹ ہے، ان کی روک ٹوک کرنے کی ضرورت نہیں۔ ارے بھائی! یہ سوچو کہ اگر وہ بچّے نادان ہیں مگر ہم (ماں باپ) تو نادان نہیں ہیں، ہمارا فرض ہے کہ ہم ان کی تربیت کریں، اگر کوئی بچّہ ادب کے خلاف، تمیز کے خلاف یا شریعت کے خلاف کوئی غلط کام کر رہا ہے، تو اس کو بتانا ماں باپ کے ذمے فرض ہے، اس لئے کہ وہ بچّہ اسی طرح بد تہذیب بن کر بڑا ہوگیا تو اس کا وبال والدین پر ہے کہ انہوں نے اس کو ابتداء سے اس کی عادت نہیں ڈالی۔ بہرحال! اس حدیث کا مقصد یہ ہے کہ بچّوں کی چھوٹی چھوٹی حرکتوں کو بھی نگاہ میں رکھیں۔

کھانا کھانے کا ایک ادب

حضرت عمر بن ابو سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے سوتیلے بیٹے ہیں۔ حضرت اُمِ سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا جو اُم المؤمنین ہیں، ان کے پہلے شوہر سے یہ صاحبزادے پیدا ہوئے تھے۔ جب حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت اُمِ سلمہ رضی اللہ عنہا سے نکاح فرمایا تو یہ ان کے ساتھ ہی حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے تھے، اس لئے یہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ربیب یعنی سوتیلے بیٹے تھے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ان سے بڑی محبت و شفقت فرمایا کرتے تھے اور ان کے ساتھ بڑی بے تکلفی کی باتیں کیا کرتے تھے۔

وہ فرماتے ہیں کہ جس وقت میں چھوٹا بچّہ تھا اور حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے زیر پرورش تھا، ایک روز کھانا کھاتے ہوئے میرا ہاتھ پیالے میں اِدھر سے اُدھر حرکت کررہا تھا یعنی کبھی ایک طرف سے لقمہ اٹھایا کبھی دوسری طرف سے اور کبھی تیسری طرف سے لقمہ اٹھالیا۔ جب حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے اس طرح کرتے ہوئے دیکھا تو فرمایا اے لڑکے! کھانا کھاتے وقت بسم اللہ پڑھو اور داہنے ہاتھ سے کھاؤ اور برتن کا جو حصہ تمہارے سامنے ہے وہاں سے کھاؤ اِدھر اُدھر سے ہاتھ بڑھا کر کھانا ٹھیک نہیں ہے۔

(جامع الاصول: ۷/۳۸۸ رقم الحدیث ۵۴۴۵)

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اس طرح کی چھوٹی چھوٹی باتوں کو دیکھ کر اس پر تنبیہ فرماتے اور صحیح ادب سکھاتے۔

ایک اور صحابی حضرت عکراش بن زویب رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ میں ایک مرتبہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا، جب کھانا سامنے آیا تو میں نے یہ حرکت شروع کی کہ ایک نوالہ ادھر سے لیا اور دوسرا نوالہ ادھر سے لے لیا اور اس طرح برتن کے مختلف حصوں سے کھانا شروع کردیا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے میرا ہاتھ پکڑ کر فرمایا اے عکراش ایک جگہ سے کھاؤ، اس لئے کہ کھانا ایک جیسا ہے، اِدھر اُدھر سے کھانے سے بد تہذیبی بھی معلوم ہوتی ہے اور بے ادبی ظاہر ہوتی ہے، اس لئے ایک جگہ سے کھاؤ۔ حضرات عکراش فرماتے ہیں کہ میں نے ایک جگہ سے کھانا شروع کردیا۔ جب کھانے سے فارغ ہوئے تو ایک بڑا تھال لایا گیا جس میں مختلف قسم کی کھجوریں بکھری ہوئی تھیں۔ مثل مشہور ہے کہ دودھ کا جلا ہوا چھاچھ کو بھی پھونک کر پیتا ہے۔ چونکہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم مجھ سے فرما چکے تھے کہ ایک جگہ سے کھاؤ اس لئے میں نے وہ کھجوریں ایک جگہ سے کھانی شروع کردیں اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کبھی ایک طرف سے کھجور اٹھاتے، کبھی

دوسری طرف سے اٹھاتے اور مجھے جب ایک طرف سے کھاتے ہوئے دیکھا تو آپ نے پھر فرمایا کہ اے عکراش! تم جہاں سے چاہو کھاؤ، اس لئے کہ یہ مختلف قسم کی کھجوریں ہیں۔ اب اگر ایک طرف سے کھاتے رہے پھر دل تمہارا دوسری قسم کی کھجور کھانے کو چاہ رہا ہے تو ہاتھ بڑھا کر وہاں سے کھجور اٹھا کر کھالو۔

(مشکوٰۃ المصابیح صفحہ ۳۶۷)

گویا کہ اس حدیث میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ ادب سکھایا کہ اگر ایک ہی قسم کی چیز ہے تو پھر صرف اپنی طرف سے کھاؤ اور اگر مختلف قسم کی چیزیں ہیں تو دوسری اطراف سے بھی کھاسکتے ہو۔ اپنی اولاد اور اپنے صحابہ کی ان چھوٹی چھوٹی باتوں پر حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی نگاہ تھی۔ یہ سارے آداب خود بھی سیکھنے کے ہیں اور اپنے گھر والوں کو بھی سکھانے کے ہیں، یہ اسلامی آداب ہیں جن سے اسلامی معاشرہ ممتاز ہوتا ہے۔

سات سال سے پہلے تعلیم

حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اپنی اولاد کو نماز کا حکم دو جب وہ سات سال کے ہوجائیں یعنی سات سال کے بچے کو نماز پڑھنے کی تاکید کرنا شروع کرو، اگرچہ اس کے ذمے نماز فرض نہیں ہوئی لیکن اس کو عادی بنانے کے لئے سات سال کی عمر سے تاکید کرنا شروع کردو اور جب دس سال کی عمر ہوجائے اور پھر بھی نماز نہ پڑھے تو اس کو نماز نہ پڑھنے پر مارو اور دس سال کی عمر میں بچوں کے بستر الگ الگ کردو، ایک بستر میں دو بچوں کو نہ سلاؤ۔

(جامع الاصول: ۵/۸۷/ رقم الحدیث ۳۲۴۳)

اس حدیث میں پہلا حکم یہ دیا کہ سات سال کی عمر سے نماز کی تاکید شروع کردو، اس سے معلوم ہوا کہ سات سال سے پہلے اس کو کسی چیز کا مکلّف کرنا

Marfat.com

مناسب نہیں حکیم الامت حضرت تھانوی قدس سرہ فرماتے ہیں کہ اس حدیث سے یہ بات معلوم ہوتی ہے کہ جب تک بچّے کی عمر سات سال تک نہ پہنچ جائے، اس پر کوئی بوجھ نہیں ڈالنا چاہئے، جیسے کہ بعض لوگ سات سال سے پہلے روزہ رکھوانے کی فکر شروع کردیتے ہیں۔ حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ اس کے مخالف تھے حضرت فرمایا کرتے تھے کہ اللہ میاں تو سات سال سے پہلے نماز پڑھانے کو نہیں کہہ رہے ہیں، مگر تم سات سال سے پہلے اس کو روزہ رکھوانے کی فکر میں ہو، یہ ٹھیک نہیں۔ اسی طرح سات سال سے پہلے نماز کی تاکید کی کوشش بھی درست نہیں۔ اسی لئے کہا گیا کہ سات سال سے کم عمر کے بچے کو مسجد میں لانا ٹھیک نہیں۔ البتہ کبھی کبھار بچّے کو تھوڑا تھوڑا مانوس کرنے کے لئے مسجد میں لاسکتے ہیں لیکن اسی شرط پر کہ مسجد کو گندگی وغیرہ سے ملوث نہیں کرے گا لیکن سات سال سے پہلے اس پر باقاعدہ بوجھ ڈالنا درست نہیں۔

بلکہ ہمارے بزرگ فرماتے ہیں کہ سات سال سے پہلے تعلیم کا بوجھ ڈالنا بھی مناسب نہیں۔ سات سال سے پہلے کھیل کود کے اندر اس کو پڑھادو، لیکن باقاعدہ اس پر تعلیم کا بوجھ ڈالنا، اور باقاعدہ اس کو طالب علم بنادینا ٹھیک نہیں۔ آج کل ہمارے یہاں یہ وبا ہے کہ بس بچّہ تین سال کا ہوا تو اس کو پڑھانے کی فکر شروع ہوگئی، یہ غلط ہے۔ صحیح طریقہ یہ ہے کہ جب وہ تین سال کا ہوجائے تو اس کو گھر کی تعلیم دے دو۔ اس کو اللہ و رسول کا کلمہ سکھادو، اس کو کچھ دین کی باتیں سمجھادو اور یہ کام گھر میں رکھ کر جتنا کر سکتے ہو کرلو باقی اس کو مکلّف کرکے باقاعدہ نرسری میں بھیجنا اور ضابطے کا طالب علم بنا دینا اچھا نہیں۔

بچّوں کو مارنے کی حد

یہ بات بھی سمجھ لینی چاہئے کہ استاد کے لئے یا ماں باپ کے لئے بچے کو اس حد تک مارنا جائز ہے جس سے بچّے کے جسم پر مار کا نشان نہ پڑے۔ آج کل یہ

Marfat.com

جو بے تحاشہ مارنے کی ریت ہے یہ کسی طرح بھی جائز نہیں اور بعض اوقات اس مارپٹائی میں خون نکل آتا ہے، زخم ہوجاتا ہے، یا نشان پڑجاتا ہے، یہ عمل اتنا بڑا گناہ ہے کہ حضرت حکیم الامت مولانا تھانوی قدس اللہ سرہ فرمایا کرتے تھے کہ مجھے سمجھ میں نہیں آتا کہ اس گناہ کی معافی کی کیا شکل ہوگی؟ اس لئے کہ اس گناہ کی معافی کس سے مانگے؟ اگر بچّے سے مانگے تو وہ نابالغ بچّہ معاف کرنے کا اہل نہیں ہے، اس لئے کہ اگر نابالغ بچّہ معاف بھی کردے تو شرعاً اس کی معافی کا اعتبار نہیں اس لئے حضرت والا فرمایا کرتے تھے کہ اس کی معافی کا کوئی راستہ سمجھ میں نہیں آتا، یہ اتنا خطرناک گناہ ہے۔ اس لئے استاد اور ماں باپ کو چاہئے کہ وہ بچے کو اس طرح نہ ماریں کہ اس سے زخم ہوجائے یا نشان پڑجائے، البتہ ضرورت کے تحت جہاں مارنا ناگزیر ہوجائے، صرف اس وقت مارنے کی اجازت دی گئی ہے۔

اس کے لئے حکیم الامت رحمۃ اللہ علیہ نے ایک عجیب نسخہ بتایا ہے اور ایسا نسخہ وہی بتاسکتے تھے، یاد رکھنے کا ہے، فرماتے تھے کہ جب کبھی اولاد کو مارنے کی ضرورت محسوس ہو یا اس پر غصہ کرنے کی ضرورت محسوس ہو تو جس وقت غصہ آرہا ہو اس وقت نہ مارو، بلکہ بعد میں جب غصہ ٹھنڈا ہوجائے تو اس وقت مصنوعی غصہ پیدا کرکے مارلو، اس لئے کہ اگر طبعی غصہ کے وقت مارو گے تو پھر حد پر قائم نہیں رہو گے، بلکہ حد سے تجاوز کرجاؤ گے، اور چونکہ ضرورۃً مارنا ہے، اس لئے مصنوعی غصہ پیدا کرکے پھر مارلو تاکہ اصل مقصد بھی حاصل ہوجائے اور حد سے گزرنا بھی نہ پڑے۔

اور فرمایا کرتے تھے کہ میں نے ساری عمر اس پر عمل کیا کہ طبعی غصے کے وقت نہ کسی کو مارا اور نہ ڈانٹا، پھر جب غصہ ٹھنڈا ہوجاتا تو اس کو بلاکر مصنوعی قسم کا غصہ پیدا کرکے وہ مقصد حاصل کرلیتا تاکہ حدود سے تجاوز نہ ہوجائے کیونکہ غصہ ایک ایسی چیز ہے کہ اس میں انسان اکثر و بیشتر حد پر قائم نہیں رہتا۔

بچّوں کو تربیت دینے کا طریقہ

اسی لئے حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ ایک اصول بیان کرتے تھے جو اگرچہ کلی اصول تو نہیں ہے، اس لئے کہ حالات مختلف بھی ہوسکتے ہیں لیکن اکثر وبیشتر اس اصول پر عمل کیا جاسکتا ہے کہ جس وقت کوئی شخص غلط کام کررہا ہو، ٹھیک اس وقت میں اس کو سزا دینا مناسب نہیں ہوتا بلکہ وقت پر ٹوکنے سے بعض اوقات نقصان ہوتا ہے، اس لئے بعد میں اس کو سمجھادو، یا سزا دینی ہو تو سزا دے دو، دوسرے یہ کہ ہر ہر کام پر بار بار ٹوکتے رہنا بھی ٹھیک نہیں ہوتا بلکہ ایک مرتبہ بٹھاکر سمجھادو کہ فلاں وقت تم نے یہ غلط کام کیا، فلاں وقت یہ غلط کیا اور پھر ایک مرتبہ جو سزا دینی ہے دے دو۔ واقعہ یہ ہے کہ غصہ ہر انسان کی جبلت میں داخل ہے اور یہ ایسا جذبہ ہے کہ جب ایک مرتبہ شروع ہو جائے تو بعض اوقات انسان اس میں بے قابو ہوجاتا ہے اور پھر حدود پر قائم رہنا ممکن نہیں رہتا، اس لئے کہ اس کا بہترین علاج وہی ہے جو ہمارے حضرت تھانوی (اللہ تعالیٰ ان پر رحم فرمائے) نے فرمایا تھا۔ (ماخوذ از اصلاحی خطبات جلد ۴ صفحہ ۱۸)

بچّے کو کیا کہہ کر پکارا جائے؟

بچّوں کو یا تو ان کے پورے نام سے یا پھر بیٹا کہہ کر پیار ومحبت سے پکارنا چاہئے یا ان جیسے اور پیارے انداز سے پکاریں کہ بچّہ اس پکار کے لئے بے تاب رہے اور یہ پکار سنتے ہی وہ آپ کا ہر حکم بجالانے کے لئے تیار ہو۔ مثلاً کبھی پیارے بیٹے کہہ کر خطاب کیا تو کبھی جان پدر کہہ کر کبھی نور چشم کہہ کر تو کبھی فرزند کہہ کر۔

اس طرح پکارنے میں جو محبت وشفقت ہے اور اس کے سننے میں جو لطف ہے وہ دنیا کے کسی اور لفظ میں حتی کہ اصلی نام پکارنے میں بھی نہیں۔ اسکا صحیح

Marfat.com

انداز ہ اس وقت ہوتا ہے جب دنیا میں اس طرح پکارنے والا کوئی نہ رہے تو ان الفاظ کو سننے کے لئے ترستے ہیں اور دوسری بات یہ ہے کہ اس طرح پکارنے میں اور اس کے بعد کی نصیحت میں جو اثر ہے وہ کسی اور طرح خطاب کرنے میں نہیں یہ پکار سنتے ہی بچّے کا دل نرم پڑجاتا ہے اور ہر نصیحت قبول کرنے کے لئے تیار ہوجاتا ہے یہی وجہ ہے کہ قرآن مجید پر نظر ڈالئے تو یہی نظر آتا ہے کہ جن انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام یا اولیاء نے اپنی اولاد کو نصیحت کی تو لفظ بنیی استعمال فرمایا چنانچہ قرآن مجید میں حضرت ابراہیم اور حضرت یعقوب علیہما الصلوۃ والسلام کی جو اپنی اولاد کو نصیحت موجود ہے اس کے الفاظ یہ ہیں۔

يٰبَنِيَّ اِنَّ اللّٰهَ اصْطَفٰى لَكُمُ الدِّيْنَ فَلَا تَمُوْتُنَّ اِلَّا وَاَنْتُمْ مُّسْلِمُوْنَ

(بقرہ: ۱۳۲)

"میرے بیٹو اللہ تعالیٰ نے اس دین اسلام کو تمہارے لئے منتخب فرمایا ہے سو تم بجز اسلام کے اور کسی حالت پر جان مت دینا"۔

حضرت نوح علیہ السلام نے بیٹے کو پکار کر فرمایا:

يٰبُنَيَّ ارْكَبْ مَّعَنَا وَلَا تَكُنْ مَّعَ الْكٰفِرِيْنَ (ھود: ۴۲)

"اے میرے پیارے بیٹے ہمارے ساتھ سوار ہوجاؤ اور (عقیدہ میں) کافروں کے ساتھ مت ہو"۔

یعقوب علیہ الصلوٰۃ والسلام نے بیٹوں کو وصیت کی:

يٰبَنِيَّ لَا تَدْخُلُوْا مِنْۢ بَابٍ وَّاحِدٍ وَّادْخُلُوْا مِنْ اَبْوَابٍ مُّتَفَرِّقَةٍ (یوسف ٦٧)

"ترجمہ: اے میرے بیٹو سب کے سب ایک ہی دروازے سے مت جانا بلکہ علیحدہ علیحدہ دروازوں سے جانا"۔

حضرت لقمان علیہ السلام نے بیٹے کو نصیحت کرتے ہوئے فرمایا کہ:

يٰبُنَيَّ لَا تُشْرِكْ بِاللّٰهِ ؕ اِنَّ الشِّرْكَ لَظُلْمٌ عَظِيْمٌ

"بیٹا خدا کے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہرانا بے شک شرک کرنا بڑا بھاری ظلم ہے"۔ (لقمان آیت ۱۳)

دوسرے مقام پر فرمایا:

يٰبُنَيَّ اَقِمِ الصَّلٰوةَ وَاْمُرْ بِالْمَعْرُوْفِ وَانْهَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَاصْبِرْ عَلٰى مَآ اَصَابَكَ ؕ اِنَّ ذٰلِكَ مِنْ عَزْمِ الْاُمُوْرِ ﴿۱۷﴾

(لقمان آیت ۱۷)

"بیٹا نماز پڑھا کر اور اچھے کاموں کی نصیحت کیا کر اور بُرے کاموں سے منع کیا کر اور تجھ پر جو مصیبت واقع ہو اس پر صبر کیا کر یہ ہمت کے کاموں میں سے ہے"۔

اِن تمام مقامات پر ذرا غور کیجئے اولاد کو صرف ابن (بیٹا) کہہ کر ہی مخاطب نہیں کیا بلکہ بنی کا لفظ استعمال فرمایا جو تصغیر (چھوٹاپن) کے لئے استعمال ہوتا ہے اور اس میں زیادہ شفقت و محبت ہے اسی محبت و شفقت کا اثر ہے کہ وہ نصیحت جو جو باپ کی زبان سے نکلی بیٹے کے دل میں اترتی چلی گئی اور اولاد نے اسے اپنی گھٹی میں باندھ لیا اسی سلسلہ میں حضرت مولانا مفتی تقی عثمانی صاحب مدظلہ العالی کے ایک وعظ "اولاد کی تربیت" سے ہم چند چیزیں نقل کرتے ہیں۔

لفظ "بیٹا" ایک شفقت بھرا خطاب

حضرت مولانا مفتی محمد تقی عثمانی صاحب دامت برکاتہم اپنے وعظ اولاد کی تربیت میں فرماتے ہیں کہ شیخ الاسلام حضرت مولانا شبیر احمد صاحب عثمانی قدس سرہ اتنے بڑے عالم اور فقیہ تھے۔ ہم نے تو ان کو اس وقت دیکھا تھا جب پاکستان میں تو کیا، ساری دنیا میں علم وفضل کے اعتبار سے ان کا ثانی نہیں تھا۔

ساری دنیا میں ان کے علم و فضل کا لوہا مانا جاتا تھا، کوئی ان کو "شیخ الاسلام" کہہ کر مخاطب کرتا، کوئی ان کو "علامہ" کہہ کر مخاطب کرتا، بڑے تعظیمی القاب ان کے لئے استعمال کئے جاتے تھے، کبھی کبھی وہ ہمارے گھر تشریف لاتے تھے، اس وقت ہماری دادی بقید حیات تھیں، ہماری دادی صاحبہ رشتے میں حضرت علامہ کی ممانی لگتی تھیں، اور اس لئے وہ ان کو "بیٹا" کہہ کر پکارتی تھیں، اور ان کو دعا دیتی تھیں کہ "بیٹا! جیتے رہو" جب ہم ان کے منہ سے یہ الفاظ اتنے بڑے علامہ کے لئے سنتے، جنہیں دنیا "شیخ الاسلام" کے لقب سے پکار رہی تھی تو اس وقت ہمیں بڑا اچھنبا محسوس ہوتا تھا، لیکن علامہ عثمانی رحمۃ اللہ علیہ فرمایا کرتے تھے کہ میں حضرت مفتی صاحب (مفتی محمد شفیع صاحب رحمۃ اللہ علیہ) کے گھر میں دو مقصد سے آتا ہوں۔

ایک یہ کہ حضرت مفتی صاحب سے ملاقات، دوسرے یہ ہے کہ اس وقت روئے زمین پر مجھے "بیٹا" کہنے والا سوائے ان خاتون کے کوئی اور نہیں ہے، صرف یہ خاتون مجھے بیٹا کہہ کر پکارتی ہیں، اس لئے میں بیٹا کا لفظ سننے کے لئے آتا ہوں، اس کے سننے میں جو لطف اور پیار محسوس ہوتا ہے وہ مجھے کوئی اور لقب سننے میں محسوس نہیں ہوتا۔

حقیقت یہ ہے کہ اس کی قدر اس شخص کو ہوتی ہے جو اس کہنے والے کہ جذبے سے آشنا ہو، وہ اس کو جانتا ہے کہ مجھے یہ جو "بیٹا" کہہ کر پکارا جارہا ہے، یہ کتنی بڑی نعمت ہے، ایک وقت ایسا آتا ہے جب انسان یہ لفظ سننے کو ترس جاتا ہے۔

چنانچہ حضرت ڈاکٹر عبد الحیٔ صاحب قدس سرہ اللہ فرماتے تھے کہ اللہ تعالیٰ يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا کا خطاب کرکے اس رشتے کا حوالہ دیتے ہیں جو ہر صاحب ایمان کو اللہ تعالیٰ کے ساتھ ہے، یہ ایسا ہی ہے جیسے کوئی باپ اپنے بیٹے کو "بیٹا" کہہ کر پکارے، اور اس لفظ کو استعمال کرنے کا مقصد یہ ہوتا ہے کہ

Marfat.com

آگے جو بات باپ کہہ رہا ہے وہ شفقت، محبت اور خیر خواہی سے بھری ہوئی ہے۔ اسی طرح اللہ تعالیٰ بھی قرآن کریم میں جگہ جگہ ان الفاظ سے مسلمانوں کو خطاب فرمارہے ہیں۔ اُنہی جگہوں میں سے ایک جگہ یہ ہے۔ چنانچہ فرمایا:

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا قُوا أَنفُسَكُمْ وَأَهْلِيكُمْ نَارًا وَقُودُهَا النَّاسُ وَالْحِجَارَةُ عَلَيْهَا مَلَائِكَةٌ غِلَاظٌ شِدَادٌ لَّا يَعْصُونَ اللَّهَ مَا أَمَرَهُمْ وَيَفْعَلُونَ مَا يُؤْمَرُونَ

(سورۃ التحریم آیت نمبر ۶)

"اے ایمان والوں! اپنے آپ کو اور اپنے گھروالوں کو بھی آگ سے بچاؤ، وہ آگ کیسی ہے؟ (آگے اس آگ کی صفت بیان فرمائی کہ اس آگ کا ایندھن لکڑیاں اور کوئلے نہیں ہے، بلکہ) اس آگ کا ایندھن انسان اور پتھر ہوں گے، اور اس آگ کے اوپر اللہ تعالیٰ کی طرف سے ایسے فرشتے مقرر ہیں جو بڑے غلیظ اور تندخو ہیں سخت مزاج ہیں، اور اللہ تعالیٰ اِن کو جس بات کا حکم دیتے ہیں، وہ اس حکم کی کبھی نافرمانی نہیں کرتے، اور وہی کام کرتے ہیں جس کا انہیں حکم دیا جاتا ہے"۔

ذاتی عمل نجات کے لئے کافی نہیں

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے یہ فرمادیا کہ بات صرف یہاں تک ختم نہیں ہوئی کہ بس اپنے آپ کو آگ سے بچاکر بیٹھ جاؤ، اور اس سے مطمئن ہو جاؤ کہ بس میرا کام ہو گیا، بلکہ اپنے اہل و عیال کو بھی آگ سے بچانا ضروری ہے آج یہ منظر بکثرت نظر آتا ہے کہ آدمی اپنی ذات میں بڑا دیندار ہے، نمازوں کا اہتمام ہے، صف اول میں حاضر ہورہا ہے، روزے رکھ رہا ہے، زکوٰۃ ادا کررہا ہے، اللہ

Marfat.com

کے راستے میں مال خرچ کر رہا ہے، اور جتنے اوامر و نواہی ہیں، ان پر عمل کرنے کی کوشش کر رہا ہے، لیکن اس کے گھر کو دیکھو، اس کی اولاد کو دیکھو، بیوی بچوں کو دیکھو تو ان میں اور اس میں زمین آسمان کا فرق ہے، یہ کہیں جا رہا ہے، وہ کہیں جا رہے ہیں، اس کا رخ مشرق کی طرف ہے، اُن کا رخ مغرب کی طرف ہے، ان میں نماز کی فکر ہے، نہ فرائض دینیہ کو بجالانے کا احساس ہے، اور نہ ہی گناہوں کو گناہ سمجھنے کی فکر ہے، بس: گناہوں کے سیلاب میں بیوی بچے بہہ رہے ہیں، اور یہ صاحب اس پر مطمئن ہیں کہ میں صف اول میں حاضر ہوتا ہوں، اور با جماعت نماز ادا کرتا ہوں، خوب سمجھ لیں۔ جب اپنے گھر والوں کو آگ سے بچانے کی فکر نہ ہو، خود انسان کی اپنی نجات نہیں ہو سکتی، انسان یہ کہہ کر جان نہیں بچا سکتا کہ میں تو خود اپنے عمل کا مالک تھا، اگر اولاد دوسری طرف جا رہی تھی تو میں کیا کرتا، اس لئے کہ ان کو بچانا بھی تمہارے فرائض میں شامل تھا، جب تم نے اس میں کوتاہی کی تو اب آخرت میں تم سے مؤاخذہ ہو گا۔

اگر اولاد نہ مانے تو!

اس آیت میں قرآن کریم نے فرمایا کہ اپنے آپ کو اپنے گھر والوں کو آگ سے بچاؤ، در حقیقت اس میں ایک شبہ کے جواب کی طرف اِشارہ فرمایا جو شبہ عام طور پر ہمارے دلوں میں پیدا ہوتا ہے وہ شبہ یہ ہے کہ آج جب لوگوں سے یہ کہا جاتا ہے کہ اپنی اولاد کو بھی دین کی تعلیم دو حافظ قرآن بناؤ عالم دین بناؤ، کچھ دین کی باتیں ان کو بھی سکھاؤ، ان کو دین کی طرف لاؤ، گناہوں سے بچانے کی فکر کرو، تو اس کے جواب میں عام طور پر بکثرت لوگ یہ کہتے ہیں کہ ہم نے اولاد کو دین کی طرف لانے کی بڑی کوشش کی، مگر کیا کریں کہ ماحول اور معاشرہ اتنا خراب ہے کہ بیوی بچوں کو بہت سمجھایا، مگر وہ مانتے نہیں ہیں اور زمانے کی

Marfat.com

خرابی سے متاثر ہو کر انہوں نے دوسرا راستہ اختیار کر لیا ہے، اور اس راستے پر جارہے ہیں۔ اور راستہ بدلنے کے لئے تیار نہیں ہیں، اب ان کا عمل ان کے ساتھ ہے ہمارا عمل ہمارے ساتھ ہے، اب ہم کیا کریں۔

دنیاوی آگ سے کس طرح بچاتے ہو؟

چنانچہ قرآن کریم نے اس آیت میں ''آگ'' کا لفظ استعمال کر کے اس اشکال اور شبہ کا جواب دیا ہے۔ وہ یہ کہ یہ بات ویسے اصولی طور پر تو ٹھیک ہے کہ اگر ماں باپ نے اولاد کو بے دینی سے بچانے کی اپنی طرف سے پوری کوشش کر لی ہے تو اِن شاء اللہ ماں باپ بری الذمہ ہو جائیں گے اور اولاد کے کئے کا وبال اولاد ہی پر پڑے گا لیکن دیکھنا یہ ہے کہ ماں باپ نے اولاد کو بے دینی سے بچانے کی کوشش کس حد تک کی ہے؟ اور کس درجے تک کی ہے؟ قرآن کریم نے ''آگ'' کا لفظ استعمال کر کے اس بات کی طرف اِشارہ کر دیا کہ ماں باپ کو اپنی اولاد کو گناہوں سے اس طرح بچانا چاہیئے جس طرح اُن کو آگ سے بچاتے ہیں۔

فرض کریں کہ ایک بہت بڑی خطرناک آگ سلگ رہی ہے، جس آگ کے بارے میں یقین ہے کہ اگر کوئی شخص اس آگ کے اندر داخل ہو گیا تو زندہ نہیں بچے گا، اب آپ کا نادان بچہ اس آگ کو خوش منظر اور خوبصورت سمجھ کر اس کی طرف بڑھ رہا ہے، اب بتاؤ تم اس وقت کیا کرو گے؟ کیا تم اس پر اِکتفاء کرو گے کہ دور سے بیٹھ کر بچے کو نصیحت کرنا شروع کر دو کہ بیٹا! اس آگ میں مت جانا۔ یہ بڑی خطرناک چیز ہوتی ہے۔ اگر جاؤ گے تو جل جاؤ گے اور مر جاؤ گے۔ کیا کوئی ماں باپ صرف زبانی نصیحت پر اِکتفاء کریں گے؟ اور اس نصیحت کے باوجود اگر بچہ اس آگ میں چلا جائے تو کیا وہ ماں باپ یہ کہہ کر بری الذمہ ہو جائیں گے کہ ہم نے تو اس کو سمجھا دیا تھا، اپنا فرض ادا کر دیا تھا، اس نے

Marfat.com

نہیں مانا اور خود ہی اپنی مرضی سے آگ میں کود گیا تو میں کیا کروں؟ دنیا میں کوئی ماں باپ ایسا نہیں کریں گے، اگر وہ اس بچّے کے حقیقی ماں باپ ہیں تو اس بچّے کو آگ کی طرف بڑھتا ہوا دیکھ کر ان کی نیند حرام ہوجائے گی۔ ان کی زندگی بےمزہ ہوجائے گی، اور جب تک اس بچّے کو گود میں اُٹھا کر اس آگ سے دور نہیں لے جائیں گے اس وقت تک ان کو چین نہیں آئے گا۔

اللہ تعالیٰ یہ فرمارہے ہیں کہ جب تم اپنے بچّے کو دنیا کی معمولی سی آگ سے بچانے کے لئے صرف زبانی جمع خرچ پر اِکتفا نہیں کرتے تو جہنم کی وہ آگ جس کی کوئی حدو نہایت نہیں اور جس کا دنیا میں تصور نہیں کیا جاسکتا، اس آگ سے بچّے کو بچانے کے لئے زبانی جمع خرچ کو کافی کیوں سمجھتے ہو؟ لہٰذا یہ سمجھنا کہ ہم نے انہیں سمجھا کر اپنا فرض ادا کرلیا، یہ بات آسانی سے کہنے کی نہیں ہے۔

اللہ کے واسطے جابر و حاکم باپ نہ بنئے.....

باپ کی مثال بچّے کے لئے ٹھنڈی چھاؤں کی ہے۔ اولاد کو اگر کسی پر مکمل اعتماد ہے تو وہ باپ ہی ہے۔ اولاد اگر مخلوق میں کسی کو قوی اور طاقتور سمجھتی ہے تو وہ باپ کی ذات ہے۔ یہی وجہ ہے کہ غریب سے غریب اور کمزور سے کمزور آدمی کا بچّہ بھی جب کسی بچّے سے لڑتا ہے اور خود کو کمزور محسوس کرتا ہے یا کسی کو اپنے اوپر ظلم کرتا ہوا دیکھتا ہے تو کہتا ہے "میں اپنے ابو سے کہہ دوں گا" اسی طرح بچّہ سب سے مالدار اپنے ہی باپ کو سمجھتا ہے، یہی وجہ ہے کہ ہر پسندیدہ چیز کے لئے ضد کرتا ہے، وہ باپ کی مجبوریوں کو نہیں جانتا۔

برائے مہربانی ان پھول جیسے بچّوں کی معصوم خواہشات کو اپنی سخت مزاجی اور بداخلاقی سے پامال نہ کیجئے کہ گھر میں داخل ہوتے ہی چیخنا چلانا شروع کردیں اور جو معصوم بچّے آس لگائے بیٹھے تھے کہ ابو آئیں گے تو ہمارے لئے کوئی کھانے کی چیز لائیں گے........، ہمیں کہیں گھمانے لے کر جائیں گے.....

Marfat.com

..وغیرہ ان کی امیدوں پر آپ پانی پھیر دیں اور وہ بیچارے خوف کے مارے خاموشی سے ایک کونے میں جا چھپیں۔ اسی طرح اگر بچّے کی کسی غلطی پر آپ یوں کہیں کہ اگر اب کے تم نے یوں کیا تو؟...... یا کتنی بار سمجھایا ہے تجھے مگر تو......؟

تو یہ بچّہ آپ کو بجائے مصلح اور مشفق سمجھنے کے ظالم سمجھے گا اور اگر آپ کا رویہ مستقل اسی طرح رہا تو آئندہ اس کے بہت ہی بھیانک نتائج برآمد ہوں گے۔ کئی ایسے واقعات ہمارے مشاہدے میں آئے ہیں کہ اولاد اس ظالمانہ رویہ کی وجہ سے باپ سے باغی ہوگئی اور دل میں باپ کے لئے اس قدر نفرت رکھتی ہے کہ ان کا بس چلے تو باپ کو قاضی کے سامنے عدالت میں پیش کریں۔

نواز پانچ سال کا ایک بہت ہی پیارا بچّہ تھا۔ اس کی بھی خواہش تھی کہ اس کا باپ اسے پیار کرے، اس سے محبت اور شفقت سے بات کرے، اسے اپنے ساتھ گھمانے لے جائے، اسے اس کی پسند کی چیزیں دلائے جس طرح دوسرے بچّوں کو ان کے ابو دلاتے ہیں مگر بدقسمتی سے اس کا باپ بہت ہی سخت گیر اور بداخلاق واقع ہوا تھا۔ کام سے واپس گھر آتے ہی اگر نواز ابو ابو کہہ کر قریب جاتا تو باپ فوراً جھٹک دیتا۔ دور رہو، کیا چپکے چلے جارہے ہو، ایک تو کام کی تھکن اوپر سے تم ہو کہ چپکے چلے جارہے ہو۔ نواز بیچارہ چُپکے سے دور ہٹ جاتا، کبھی وہ قریب چلا گیا تو فوراً جھڑکی سنائی، ہاتھ دور رکھو، میرے کپڑے خراب کردو گے۔ اس معصوم بچّے کو کسی کام کا کہہ دیا، اس میں معمولی کوتاہی پر اس قدر چیختا کہ پورے گھر میں ایک ہنگامہ مچ جاتا اوپر سے ظلم یہ کہ اس کے کان اس قدر کھینچتا کہ سرخ ہوجاتے۔

زندگی کے دن گزرتے گئے، نواز بڑا ہوتا گیا لیکن اس کے ساتھ ساتھ نواز کے دل میں باپ کی نفرت بھی بڑھتی گئی۔ آج نواز چھبیس سال کا نوجوان ہے لیکن باپ کے لئے اس کے دل میں محبت کی کوئی رمق نہیں۔ اس کا کہنا ہے کہ

Marfat.com

اگر اللہ رب العزت کا خوف اور دنیا کی رسوائی کا ڈر نہ ہوتا تو میں وہ کچھ کرلیتا جو انسانی وہم وگمان میں بھی نہیں آتا۔ اس لئے اللہ کے واسطے بچّوں کے ساتھ نرمی و شفقت کا مظاہرہ کیجئے۔

اگر آپ گھر میں داخل ہوں اور بچّوں یا اہلیہ کی کسی بات پر غصہ آئے تو صبر کیجئے اور غصہ ختم ہونے کے بعد نرمی سے سمجھائیے، آپ کا یہ تھوڑا سا صبر آپ کے بچّوں کو کئی گنا شاکر بنادے گا۔

جب بھی دفتر یا دکان سے گھر آئیں تو بچّوں کے لئے ضرور کوئی چیز لائیں اور پیار و محبت سے انہیں کھلائیں یا تقسیم کریں، ان سے خوب پیار و محبت کا اظہار کریں کہ بچّے آپ کے آنے کا انتظار کریں اور آپ کے لئے دعائیں کریں، یہ نہ ہو کہ آپ کی موت کی دعائیں کریں۔ اگر بچّے کے کپڑے یا ہاتھ منہ وغیرہ گندے ہیں اور ان کی والدہ کسی کام میں مشغول ہے تو آپ ہی انہیں صاف کردیجئے۔ اسی سلسلے میں ترمذی میں حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے ایک حدیث مروی ہے، فرماتی ہیں:

"رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارادہ فرمایا کہ اسامہ بن زید کی ناک (کی رینٹھ) صاف کریں۔ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں، میں نے کہا (یا رسول اللہ) مجھے اجازت دیں کہ میں صاف کرلوں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا، اے عائشہ! اس سے محبت کرو کہ میں اس سے محبت کرتا ہوں"۔ (ترمذی جلد ۲ صفحہ ۲۲۲)

ہر مسلمان والد کو چاہئے کہ بچّہ اگر کسی گندی حالت میں ہے تو خود ہی اٹھ کر اس کا منہ دھلا دے، اس کو اچھے صاف کپڑے پہنا دے، اور اس میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی اس سُنّت کو زندہ کرنے کی نیت کرلے تو سونے پر سہاگہ ہے کہ بچّہ کی صفائی بھی ہوگئی اور اہلیہ بھی خوش ہوگئی کہ میرا شوہر کتنے اچھے اخلاق کا حامل ہے کہ جہاں اس بچے کو وہ میرا بچّہ سمجھ رہا ہے وہاں دوسری

ذمہ داریوں کے اعتبار سے خود اپنے آپ کو بھی میرا شریک سمجھ رہا ہے اور اللہ تعالیٰ بھی خوش ہوگئے کہ اس بندہ میں تواضع بھی ہے اور مسلمان معصوم بچے سے محبت بھی ہے کہ جب سردار دوجہاں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ایک بچّے کے ناک کی رینٹھ صاف کرنے کا ارادہ فرماتے ہیں تو پھر میں کیا ہوں؟

اس سُنّت مبارکہ پر مسلمان شوہر عمل کرے تو گھر کے بہت سے جھگڑے ختم ہوجائیں، اس لئے کہ میاں بیوی میں بہت سے جھگڑوں کا سبب یہ بنتا ہے کہ شوہر یہ کہتا ہے تم بچّوں کا خیال نہیں رکھتیں۔ تم خود بھی گندی رہتی ہو اور اپنے بچّوں کو بھی ایسا ہی گندہ رکھتی ہو۔ تم بچّوں کو پڑھاتی نہیں ہو تم خود بھی اَن پڑھ ہو اور بچّوں کو بھی اَن پڑھ بنا رہی ہو، وغیرہ وغیرہ.......... ان تمام حالتوں میں شوہر یہ سوچ لے کہ یہ سب کام جس طرح بیوی کی ذمہ داری ہے، اسی طرح شوہر یعنی بچّے کے والد کی بھی ذمہ داری ہے، معاشرے نے یا رواج نے فرق کردیا ہے کہ بعض ذمہ داریاں ماں کی سمجھی جاتی ہیں حالانکہ شرعاً اور اخلاقاً وہ والد کی بھی ذمہ داریاں ہیں۔

حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ ایک دن رات میں اپنی کسی ضرورت سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا، تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم (گھر کے اندر سے) اس حال میں تشریف لائے کہ کسی چیز کو اپنے ساتھ لپیٹے ہوئے تھے اور میں نہیں جانتا تھا کہ وہ کیا چیز تھی پھر جب میں اپنی ضروت کو عرض کرچکا تو پوچھا کہ یہ کیا چیز آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے لپیٹ رکھی ہے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس چیز کو کھولا تو کیا دیکھتا ہوں کہ وہ حسن وحسین رضی اللہ تعالی عنہم ہیں، جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی دونوں کوکھوں پر تھے (یعنی آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان دونوں کو گود میں لے کر چادر سے لپیٹ رکھا تھا) اور پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا یہ دونوں میرے بیٹے ہیں اور میری بیٹی کے بیٹے ہیں اے اللہ! میں ان دونوں کو محبوب رکھتا ہوں، تو بھی

Marfat.com

ان کو محبوب رکھ اور ہر اس شخص کو محبوب رکھ جو ان دونوں کو محبوب رکھے۔
(ترمذی جلد۲ صفحہ ۲۱۷، ۲۱۸)

اسی طرح حضرت ابی بریدہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ ارشاد فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایک بار خطبہ ارشاد فرمارہے تھے کہ اتنے میں حضرت حسن اور حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہما دونوں سرخ رنگ کی قمیصیں پہنے ہوئے چلتے ہوئے آئے (چونکہ بچّے تھے اور صحیح طریقے سے چل نہیں سکتے تھے اس لئے کبھی) گرتے تھے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جب ان کو دیکھا تو منبر سے اترے اور ان دونوں کو اٹھاکر اپنے سامنے بٹھالیا۔ (ترمذی جلد۲ صفحہ ۲۱۸)

دونوں جہانوں کے سردار رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا بچّوں کے ساتھ کیسا مشفقانہ رویہ تھا۔ ہم اور آپ اسی مشفق اعظم صلی اللہ علیہ وسلم کے امتی ہیں لہٰذا ہم پر لازم ہے کہ ان واقعات کو سامنے رکھ کر بچّوں کے ساتھ شفقت ونرمی کا معاملہ کریں۔ بچّے آپ سے ہر وقت ڈریں نہیں، گھر میں آپ کے داخل ہوتے ہی ادھر ادھر چھپ نہ جائیں، جیسے شیر اور سانپ سے ڈرا جاتا ہے، کہیں بچّے باپ سے اس طرح نہ ڈریں۔

اولاد پر جبر

اولاد جب بالغ ہوجائے تو کوشش کیجئے کہ ان پر کسی بھی معاملے میں جبر اور زبردستی کی نوبت نہ آئے۔ بلوغ سے پہلے جس حد تک ممکن ہو انہیں اپنی مرضی اور اسلامی سانچے میں ڈھالنے کی کوشش کیجئے، کبھی نرمی سے اور اگر ضرورت پڑے تو کبھی سختی سے اسے اسلامی رنگ میں رنگئے اور اپنے مزاج کے موافق ان کو بنائیے لیکن بلوغ کے بعد جو بھی بات کہنی ہو یا ان سے جو بھی کام کرانا ہو تو نرمی سے کہئے اور ترغیبی انداز میں کہئے نہ کہ حکماً۔ اس میں کئی فوائد ہیں مثلاً ان کو آپ کی بات بُری بھی محسوس نہیں ہوگی اور چونکہ نرمی سے کہی

ہوئی بات زیادہ اثر رکھتی ہے لہٰذا عمل بھی کرلیں گے اور اگر خدانخواستہ عمل نہ کریں تو باپ کی نافرمانی کا گناہ نہ ہوگا جس کا انجام بُرا ہے۔ اسی لئے علماء کرام نے یہ فرمایا ہے کہ باپ جب بالغ یا شادی شدہ اولاد کو کسی بات کے کرنے کا کہتا ہے تو اسے چاہئے کہ یوں نہ کہے کہ بیٹا یہ کام کر.........، کہ اس طرح کہنے میں اگر اس نے انکار کردیا یا وہ کام نہ کیا تو گناہ گار ہوگا جس کا سبب باپ کا یہ کہنا ہوا، بلکہ یوں کہے کہ بیٹا اگر یوں کردو تو مناسب ہے یا یہ کام اس طرح کرنا چاہئے، یا بیٹا! اگر تم فلاں کام کرلو تو اچھا ہے، اس صورت میں نہ کرنے پر بیٹا نافرمانی کا مرتکب نہ ہوگا۔ (خلاصۃ الفتاویٰ جلد ۴ صفحہ ۳۴۰)

اسی طرح بلوغ کے بعد اگر وہ کوئی کام اور پیشہ اپنی مرضی سے اپنے لئے پسند کرے اور اسے اختیار کرنا چاہے اور وہ پیشہ اور کاروبار شرعاً ناجائز نہ ہو تو آپ اس پر اپنی مرضی مسلط نہ کریں بلکہ اس میں اس کی مدد کریں، اسے مشورہ دیں، ہاں اگر وہ کام شرعاً ناجائز اور حرام ہے تو کسی بھی طرح اس کے کرنے کی اجازت نہ دیں، خود اور اس کے دوستوں کے ذریعے اسے سمجھائیں اس پر اس کام کے دنیوی و اخروی نقصانات واضح کریں اور ہر ممکن کوشش کرکے اسے اس کام سے روکیں اگرچہ اس میں تنخواہ یا پیسہ زیادہ ہو، مثلاً وہ بینک یا اسٹیٹ لائف میں ملازمت کرنا چاہتا ہے یا وڈیو کی دکان کھولنا چاہتا ہے وغیرہ تو ہرگز اس کی کسی بھی طرح مدد نہ کیجئے، نہ مالی اعتبار سے نہ مشورہ دیکر، بلکہ اسے کسی اور جائز کام کی ترغیب دیں۔

اسی طرح آپ کو بیٹے کی کوئی بات یا حرکت ناگوار گزری تو فوراً ہی اسے ڈانٹنا نہ شروع کردیں بلکہ ٹھنڈے دل سے اس پر غور کریں اور تجربہ کار بزرگوں سے اس بارے میں مشورہ کریں کہ اس کا حل کیا ہونا چاہئے، پھر کوئی قدم اٹھایئے یہ نہ ہو کہ آپ نے فوراً ڈانٹ دیا یا سختی کی اس سے اگرچہ وقتی طور مسئلہ ٹھنڈا پڑجائے گا مگر یہ کوئی مستقل حل نہیں بلکہ خدانخواستہ اگر بیٹا بھی

Marfat.com

بدتمیزی پر اتر آیا تو یہ بہت ہی بُرا ہوگا اور یہ بھی یاد رکھئے! کہ کسی سے مشورہ کرتے ہوئے کبھی بھی اولاد کی شکایت والا انداز اختیار نہ کیجئے۔ خصوصاً شادی کے بعد اگر آپ کو بیٹے یا بہو کی کوئی بات بُری لگے یا آپ محسوس کریں کہ بیٹا ماں کے مقابلے میں بیوی کو زیادہ اہمیت دے رہا ہے اور اس کی ناجائز طرف داری کررہا ہے یا کوئی اور غلطی کرے، تو اس کی بیوی کے سامنے اسے ذلیل نہ کریں نہ ہی اس پر جبر کریں بلکہ اس وقت صبر کریں، آپ کے اس وقت کا تھوڑا سا صبر آپ کے جگر گوشے کو کئی گنا شاکر بننے پر مجبور کردے گا، پھر غور کے بعد اسے سمجھائیے تو اس طرح آپ کی عزت بھی برقرار رہے گی اور آپ کو یہ شکایت بھی نہیں رہے گی کہ بیٹا مانتا نہیں، ہاتھ سے نکل گیا، بیوی نے جادو کردیا ہے وغیرہ۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابۂ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین کا ہر عمل ہمارے لئے نمونہ ہے۔ حدیث کی کتابوں میں مذکور ہے کہ حضرت عبداللہ ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے ایک عورت سے نکاح کیا جو حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو پسند نہ تھی۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بیٹے سے کہا کہ اسے طلاق دے دو، لیکن چونکہ اس عورت میں ظاہری کوئی عیب نہیں تھا اس لئے حضرت عبداللہ ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کو اس میں ذرا تردد ہوا تو حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ان پر کوئی زور نہیں دیا بلکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس جاکر بات بتادی، حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عبداللہ ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کو طلب کرکے ان سے پوچھا انہوں نے کہا یا رسول اللہ مجھے وہ پسند ہے، حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے پھر بھی باپ کی اطاعت کا حکم دیا تو فوراً طلاق دے دی۔ (ترمذی صفحہ ۲۲۶، کتاب الطلاق باب ماجاء فی الرجل یسالہ ابوہ الخ)

اس سے معلوم ہوا کہ اگر کسی کام کے کرنے میں بیٹے کو تردد ہو اور وہ آپ کی بات قبول نہیں کررہا تو کسی اور بڑے عالم کے ذریعے یا اس کے کسی دوست

کے ذریعے یا چچا، ماموں کے ذریعے اسے سمجھائیے مگر اس پر جبر ہرگز نہ کریں۔

مار پیٹ سے کبھی بچے مجرم بھی بن جاتے ہیں

کمسن طالب علم نے والد کے ڈانٹنے پر خود کشی کرلی۔ طالب علم کو ٹیوشن نہ پڑھنے پر والد نے سرزنش کی تو اس نے چوہے مار گولیاں کھالیں۔ باپ کے ڈانٹنے پر نوجوان نے خود کشی کرلی۔

اس قسم کی بے شمار خبریں آئے دن اخبارات کی زینت بنتی رہتی ہیں۔ یہ واقعات دراصل ہمارے معاشرے کے ان فرسودہ رسم و رواج کی عکاسی کرتے ہیں جن میں بعض والدین اور اساتذہ بچوں پر ظلم و ستم کرنا اپنا حق تصور کرتے ہیں، لیکن وہ اس سے بے بہرہ ہوتے ہیں کہ بچوں کی اصلاح کے لئے استعمال کیا جانے والا تشدد پر مبنی طریقہ کار کس طرح سے ان کی ذہنی اور جسمانی صلاحیتوں میں زنگ لگاتا ہے۔ خاص طور والدین اپنی پریشانی اور معاشی تنگدستی کا غصہ بعض اوقات اپنے بچوں پر نکالتے ہیں جس سے بچے کی ذہنی صلاحیت بالکل تباہ ہوجاتی ہے۔ بچہ چاہے امیر گھر کا ہو یا غریب گھر کا اس کی خواہشات اور سوچ عموماً ایک ہی جیسی ہوتی ہیں، لیکن جو والدین بچوں کی خواہشات پوری کرنے کی استطاعت نہیں رکھتے وہ بجائے بچوں کو سمجھانے اور مطمئن کرنے کے مار پیٹ کے ذریعے بچوں کو قابو میں رکھنے کی کوشش کرتے ہیں جس سے بچوں میں احساس محرومی پیدا ہوجاتی ہے اور ایسے بچے یا تو اپنے گھروں سے بھاگ جاتے ہیں یا غلط سوسائٹی میں پناہ ڈھونڈتے ہیں اور مجرم بن جاتے ہیں۔

ماں باپ کی جانب سے کئے جانے والے بے جا تشدد اور اس کے اثرات کے حوالے سے ہم نے والدین، اساتذہ، ماہر نفسیات اور دوسرے ماہرین کی رائے پر مبنی ایک سروے کیا ہے، تاکہ بچوں پر تشدد کے منفی رجحانات کو سامنے لاکر اس میں ملوث لوگوں کو اس عمل سے روکا جائے جو ان بچوں کی شخصیت کو

Marfat.com

سنوارنے کے بجائے بگاڑنے کا کام کر رہے ہیں۔

ساتویں کلاس کے طالبعلم "خرّم" نے اپنے اسکول کی ٹیچر کی جانب سے سختی اور مار پیٹ کی شکایت کرتے ہوئے کہا کہ "اگر کبھی ہوم ورک کر کے نہیں لاؤں تو میری ٹیچر وجہ جانے بغیر فوراً ایک تھپڑ لگادیتی ہیں۔ ان کے خیال میں اس تھپڑ کو یاد رکھتے ہوئے ہم آئندہ وقت پر ہوم ورک کر کے لائیں گے"۔ خرم نے بتایا کہ "میری والدہ تو ہمارے ساتھ بہت نرمی اور محبت سے پیش آتی ہیں لیکن میرے والد جب آفس سے بہت تھکے ہوئے آتے ہیں، تو پھر میری چھوٹی سی غلطی پر فوراً گالیاں دینا شروع کر دیتے ہیں، اگر ضد کرو تو مارتے ہیں۔ اس لئے امی ہم لوگوں کو ابو کے آنے سے پہلے ہی سلا دیتی ہیں"۔ خرم کے والد علی رحمان صدیقی سے جب بچّے کو مارنے کی وجہ دریافت کی تو انہوں نے نہایت سختی سے جواب دیا کہ "یہ ہمارے بچّے ہیں، ہم ان کے ساتھ جو بھی سلوک کریں، آپ سوال کرنے والے کون ہیں؟"

بچّوں پر مار پیٹ کے منفی اثرات کے حوالے سے ماہرین نفسیات کا کہنا ہے کہ "جزا اور سزا دونوں بچّوں کے لئے ضروری ہیں لیکن سزا میں جسمانی مار پیٹ کا تصور کم اور بقدر ضرورت ہونا چاہئے، اس سے بچّے کی شخصیت تباہ ہو جاتی ہے۔ بچّوں کی غلطی پر ان کی اصلاح کے لئے سزا دینے کے دوسرے طریقہ کار بھی موجود ہیں، جس میں ناراض ہونا یا ان کو بظاہر نظر انداز کر دینا، صلوٰۃ التوبہ پڑھوانا، لکھنے کے لئے چند صفحات دے دینا، ڈکشنری سے مشکل الفاظ تلاش کروانا وغیرہ ہیں، جس سے بچّے کی اصلاح ہوتی ہے۔ اس کے برعکس تشدد سے بچّوں میں احساس کمتری پیدا ہو جاتی ہے جس سے ان میں منفی رجحانات نمایاں ہو جاتے ہیں۔ وہ جھوٹ بولتے ہیں یا چیزیں چھپا دیتے ہیں۔ اس کے علاوہ بعض اوقات اپنے غصے کے اظہار کے لئے چھوٹے بہن بھائیوں، کو تنگ کرتے ہیں یا پڑھائی پر توجہ نہیں دیتے۔ بعض اوقات اس کے سنگین نتائج بھی بر آمد ہوتے

ہیں، بچّے اپنے والدین یا ٹیچر کے خوف سے گھر سے بھاگ جاتے ہیں یا خودکشی کرلیتے ہیں۔ لہٰذا اس قسم کی صورت حال سے بچنے کے لئے ضروری ہے کہ بچّے کی دوستانہ ماحول میں پرورش کی جائے، اسی دوستی میں اس کی خامیوں کی باآسانی اصلاح کی جاسکتی ہے جو اس کی شخصیت کو مضبوط بنانے میں معاون ثابت ہوتی ہے۔ اکثر والدین اپنے بچّوں کی جانب سے لاپرواہی اور غلط رویئے کی شکایت کرتے ہیں، وجہ عموماً یہی ہوتی ہے کہ والدین کی مار پیٹ کی وجہ سے بچّے بے جا ضد کرتے ہیں، اس لئے سب سے پہلے ہم والدین کو یہی علاج بتاتے ہیں کہ وہ بچّوں سے پیار و محبت سے پیش آئیں، اگر کبھی ڈانٹنے کی ضرورت پیش بھی آئے تو علیحدگی میں لے جاکر سمجھائیں۔ ایک ٹرسٹ سے وابستہ ایک صاحب نے بتایا کہ "ہمارے ٹرسٹ میں آنے والے بچّے عموماً ہمیں پولیس کی جانب سے ملتے ہیں جو کسی جرم میں پکڑے جاتے ہیں۔ جب ان بچّوں کے گھریلو حالات کا جائزہ لیا جاتا ہے تو وجہ یہ سامنے آتی ہے کہ ان کے گھروں میں والدین کی جانب سے صحیح سلوک روا نہ رکھے جانے کے سبب یہ بچّے باہر پناہ ڈھونڈتے ہیں، جس سے غلط سوسائٹی کا شکار ہوکر جرائم کرنے لگتے ہیں۔ والدین بچّے کی ابتدائی درسگاہ ہوتے ہیں، ان کو مار پیٹ کے بجائے اصلاح کے لئے کوئی دوسرا طریقہ کار استعمال کرنا چاہئے"۔

ٹرسٹ کے چائلڈ ہوم میں بھی ایسے بچّوں کی کثیر تعداد موجود ہے جو اپنے استاد اور والدین کی جانب سے بے جا سختی کی وجہ سے گھر سے بھاگ آئی ہے۔ اسی ٹرسٹ کی انتظامیہ کے شعبے سے وابستہ فہیم نے بتایا کہ یہاں عموماً وہ بچّے آتے ہیں جو سوتیلے والد یا والدہ کی سختیوں سے گھبرا کر بھاگ جاتے ہیں۔ ان میں دین سے دور گھرانوں کے بچّوں کی تعداد زیادہ ہوتی ہے۔ انہوں نے کہا کہ اللہ تعالیٰ کی مدد کے ساتھ ہمارے پاس آکر تو وہ محفوظ ہوجاتے ہیں لیکن جو غلط ہاتھوں میں پڑجاتے ہیں ان کے مستقبل کی کوئی ضمانت نہیں ہوتی۔ اس لئے

Marfat.com

والدین کو بچّوں کے ساتھ محبت بھرا سلوک روا رکھنا چاہئے اور ایسا ماحول پیدا کرنا چاہئے کہ وہ گھر کو سب سے محفوظ جگہ تصور کریں۔ ایک سماجی کارکن نے بچّوں پر بے جا تشدد کی مخالفت کرتے ہوئے کہا کہ "بچّوں کا کام شرارت کرنا ہوتا ہے لیکن اس پر ان کو مارنا والدین کی بہت بڑی غلطی ہے۔ بچّوں کو مار کر ہم ان کی تضحیک کر رہے ہوتے ہیں، اس سے ان کی انا مجروح ہوتی ہے۔ انہوں نے کہا کہ زیادہ مار کھانے والے بچّے عموماً ڈھیٹ ہوجاتے ہیں۔ مارنے کے علاوہ دوسرے بھی بہت سے طریقے ہیں جن سے بچّوں کی اصلاح کی جاسکتی ہے۔ انہوں نے کہا کہ اگر میرے بچّے کوئی غلط کام کرتے ہیں تو میں ان سے کہتی ہوں کہ "اگر میری بات نہیں مانی تو آج آئس کریم نہیں ملے گی یا آج کلفٹن نہیں لے جائیں گے"۔ انہوں نے کہا کہ "مجھے بھی بچپن میں میرے والدین نے کبھی نہیں مارا البتہ ڈانٹ تو بہت پڑی ہے۔ اپنے تجربے کو سامنے رکھتے ہوئے جہاں مجھے اپنے والدین کی جانب سے ناجائز ڈانٹ پڑی تو اب میں یہ کوشش کرتی ہوں کہ اپنے بچّوں کو اس بات کا موقع نہ دوں اور وہ نہ کروں جس ضمن میں مجھے اپنے والدین سے شکایت رہتی تھی"۔

غرض کہ بچّوں کی تربیت کرنے میں اگر پر تشدد رویہ اختیار کیا جائے گا تو یہ بچّہ باہر جاکر دوسروں کے ساتھ بھی یہی سلوک کرے گا، کیوں کہ جس کو جو ملتا ہے وہ وہی دوسروں کو دیتا ہے۔ اس سے بعض اوقات والدین کی اپنی عزت خطرے میں پڑجاتی ہے۔ لہٰذا اگر بچّے کی اصلاح کے لئے تھوڑی بہت ڈانٹ ضروری ہو تو وہ بھی تنہائی میں لے جاکر ڈانٹنا چاہئے۔ اسلام میں بھی بچّوں پر بے جا سختی کے سلسلے میں ممانعت کی گئی ہے اس سلسلے میں علماء کا کہنا ہے کہ "باپ اور اساتذہ کی جانب سے منہ پر تھپڑ مارنے اور گالیاں دینے کا طریقہ اسلامی تعلیمات سے مطابقت نہیں رکھتا"۔ (ماخوز از روزنامہ جنگ کراچی، ملخصاً)

یاد رکھئے! بچّوں پر والد کا رعب تو ہونا بہت ضروری ہے، لیکن حد میں رہتے

Marfat.com

ہوئے یہ رعب ہو، ایسا مرعوب نہ کیجئے کہ وہ والد کے پاس آنے سے ڈریں، والد سے مشورہ لیتے ہوئے ڈریں، والد سے کسی بات کی اجازت لیتے ہوئے گھبرائیں، ایسے کم قسمت بچّے جو والدین سے حد سے زیادہ ڈرتے رہتے ہیں بڑے ہو کر دنیا کے بزدل ترین لوگوں میں ان کا شمار ہوتا ہے، قوت مدافعت ان کی کمزور ہو جاتی ہے، بلڈ پریشر، ٹینشن، ڈپریشن کے امراض کو ایسے نوجوان بہت جلد قبول کر لیتے ہیں۔

لہٰذا جوں جوں بچّہ بلوغ کے قریب ہوتا جائے، اپنا رعب کم کرتے جائیے یہاں تک کہ بالغ ہونے کے بعد دوستانہ رویہ اختیار کیجئے، اور جو کچھ تربیت میں کمی رہ گئی ہے دوستی کے انداز میں کیجئے۔

حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ بزدلی کے بارے میں فرماتے ہیں:

﴿فالجبان یفر عن ابیہ وامہ﴾

(مؤطا امام مالک کتاب الجہاد صفحہ ۵۷)

"بزدل آدمی اپنے ماں باپ سے بھی ڈر کر بھاگتا ہے"۔

یعنی بزدلی کی وجہ سے ان کو بھی بات نہیں کہہ سکتا تو دوسروں سے کیا مقابلہ کرے گا۔

لہٰذا والدین کو خصوصاً والد کو چاہئے کہ اتنا جابر و حاکم نہ بنے کہ اولاد بزدل ہو جائے، اپنی طرف سے اولاد کو بہادر بنانے کی پوری کوشش کرے ان کی بات پوری سنے، کسی غلطی پر ان کو اپنی مدافعت کرنے دے، حد سے زیادہ اپنا رعب ان پر نہ جمائے۔

مارنے کی شرائط

① دس سال کی عمر سے پہلے مارنا صحیح نہیں، اس لئے کہ باوجود اس کے کہ

نماز دین کا ستون ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس میں کوتاہی کرنے پر دس سال کی عمر سے پہلے بچے کو مارنے کی اجازت نہیں دی۔ کوشش کرے گھر میں عصا لٹکائے رکھے، اور اس کے استعمال کی نوبت نہ آئے صرف بچوں پر رعب کے لئے لٹکا رہے۔

(۲) اگر مارنا ہو تو دس چھڑیوں سے زیادہ نہ مارے اس لئے کہ بخاری میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے، فرماتے ہیں "رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرمایا کرتے تھے دس کوڑوں سے زیادہ صرف حدود میں ہی مارے جائیں"۔ (فتح الباری صفحہ ۱۹۱ جلد ۱۵)

(۳) ایسی چھڑی سے مارے جو مرطوب ہو نہ بہت موٹی ہو نہ باریک۔

(۴) مارنے کی مدت میں وقفہ رکھے، روزانہ نہ مارے اور نہ ہی ہر بار ایک جگہ پر مارے۔

(۵) سر، چہرے اور شرمگاہ پر نہ مارے۔

(۶) غصہ کی حالت میں کبھی نہ مارے کیونکہ مارنا تادیب اور تربیت کے لئے ہوتا ہے، لہٰذا مربی کے لئے ہوش وحواس میں ہونا ضروری ہے جب کہ حالت غصہ میں انسان اپنے اختیار میں نہیں ہوتا۔

(۷) جب بچہ اللہ کا واسطہ دے تو اس وقت ہاتھ اٹھالو کہ وہ اللہ کے ذریعہ پناہ طلب کررہا ہے۔ ابوسعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "جب تم میں سے کوئی اپنے خادم (غلام) کو مارے اور وہ اللہ کا نام لے تو اپنے ہاتھ کو اٹھالو (یعنی مارنا ترک کردو)"۔ (ترمذی جلد ۲ صفحہ ۱۶ مطبع ایچ ایم سعید کمپنی)

(۸) بچے کو اس کے مارنے کی وجہ تفصیل سے بتادے تاکہ آئندہ وہ اس غلطی سے اپنے آپ کو محفوظ رکھے اور ساتھ اس کا متبادل بھی بتادے کہ اس طرح کرنے سے اس کو مار نہیں پڑے گی۔

Marfat.com

اوپر جو باتیں ذکر کی گئی ہیں ان میں بچّوں کو مارنے کے ذریعہ تنبیہ کے طریقے تو بتائے گئے ہیں مگر یہ بات ملحوظ خاطر رہے کہ قبل اس کے کہ بچّے کو مارنے کی عمر شروع ہو پیار اور محبت سے بچّے کو اس طرح نماز پر لگادیں کہ اسے مارنے کی نوبت ہی نہ آئے۔ بچّوں کو نمازی بنانے کا آسان طریقہ یہ ہے کہ آپ اور آپ کی اہلیہ نماز کی خوب پابندی کریں جو حقیقت میں ذریعہ بنے گی آپ کے بچّے کے نماز واحکام کے پابند ہونے، کا اور بچپن ہی سے جب وہ والدین کو نماز پڑھتا دیکھے گا تو وہ خودبخود ان کی نقل کرے گا۔ اسی طرح اس کے دوست اور سہیلیاں وہ منتخب کروائیں جو نمازی ہوں۔

حضرت عمر بن عبد العزیز رحمہ اللہ تعالیٰ کی اپنے بیٹے کی تربیت

ہم سب کو یہ بات یاد رکھنی چاہئے کہ ہم ملازم ہوں یا تاجر، جس شعبہ میں بھی ہوں، اگر وہاں حلال کمائی کا اہتمام نہ کیا تو اس حرام لقمہ کا اثر اولاد پر ضرور بالضرور پڑے گا۔ تاجر ہونے کی صورت میں اللہ تعالیٰ کے حکم کے موافق تجارت کرنا، جھوٹ سے بچنے کا اہتمام کرنا، نمازوں کے اوقات میں جماعت کے ساتھ مسجد میں نماز پڑھنا، ادھار پر جو مال لیا ہے، پیسہ آنے کے بعد فوراً ادھار واپس کرنا، غریبوں بیواؤں وغیرہ کو بہت ہی رعایت پر مال دینا، کمانے کے بعد اس کے خرچ کرنے میں صحیح جگہ پر خرچ کرنے کا اہتمام کرنا، زکوٰۃ کی ادائیگی وقت پر کرنا اور صحیح مصرف ڈھونڈ کر زکوٰۃ ادا کرنا، زکوٰۃ کے علاوہ سورہ بقرہ میں جو چھ مصارف بیان کئے گئے ہیں ان میں بھی خرچ کرنا۔ (تفصیل کے لئے کتاب "طریقہ وصیت" مرتبہ اساتذہ مدرسہ بیت العلم ملاحظہ کیجئے)

اسی طرح ملازم ہوتے ہوئے پورا وقت دینا، کام میں کوتاہی نہ کرنا، جو وقت

Marfat.com

ڈیوٹی کا ہے اس میں پوری دیانتداری سے ڈیوٹی ادا کرنا، کسی قسم کی خیانت سے بچتے رہنا وغیرہ امور کا لحاظ ہر مسلمان والد کے لئے ضروری ہے۔ خصوصاً ایسے شخص کے لئے جو دنیا و آخرت میں اپنے بیٹے کو قائد، عالم باعمل، داعی، مجاہد بنانا چاہتے ہوں۔

تربیت کے سلسلے میں اس واقعہ کو ہمیشہ مد نظر رکھئے۔

اس واقعہ سے ہر والد اندازہ لگاسکتا ہے کہ بزرگوں کو اپنے بچّوں کی تربیت کی فکر کیسی رہتی تھی، خاص طور پر حرام غذا سے بچنے اور بچانے کی فکر ان حضرات پر بہت ہی غالب رہتی تھی، اللہ تعالیٰ ہم سب کو حلال لقمہ کی قدر اور حرام سے بچنے اور بچانے کا اہتمام نصیب فرمائے۔

ایک روز بیت المال کے میوہ جات میں سے سیب، عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ کے روبرو تقسیم کئے جارہے تھے اچانک خلیفہ کے ولی عہد خرد سال نے ہاتھ لمبا کرکے ایک سیب ان میں سے اٹھالیا اور کھانے لگا۔ امیرالمؤمنین نے وہ سیب اس کے منہ میں سے ایسے غصے کے ساتھ جھٹکا دے کر چھڑالیا کہ اس کا منہ زخمی ہوگیا۔ بچّہ روتا روتا اپنی ماں کے پاس آیا، ماں نے بازار سے سیب منگوا کر بچے کو دے دیا۔ جب عمر بن عبد العزیز رحمۃ اللہ علیہ حرم میں آئے بچّے کے ہاتھ میں سیب دیکھا اور کہا "یہ کہاں سے آیا ہے؟ ایسا نہ ہو کہ مسلمانوں کے بیت المال سے لایا گیا ہو" اہلیہ نے اظہار رنج کیا کہ ایک ناچیز سیب کی خاطر میرے بچّے کا منہ زخمی کردیا تو خلیفہ نے فرمایا "تو سچ کہتی ہے لیکن میرے لئے یہ حرکت دشوار ہوگئی، بہتر نہ سمجھا کہ ایک سیب کی خاطر ثوابِ عدل سے محروم ہوجاؤں اور میرا نام نیکوکاروں کی فہرست سے قلم زد کردیا جائے۔ (مخزن اخلاق صفحہ ۴۴۰)

غور کیجئے! امیرالمؤمنین کے اس حکیمانہ عمل پر کہ بیوی صاحبہ جب ناراض ہوئیں تو کس طرح حکمت اور بہترین تدبیر کے ذریعہ بیوی صاحبہ کو سمجھایا، ایسا نہیں کہ بچّے کی تربیت کی خاطر بیوی سے جھگڑ پڑے یا بچّہ پر رحم کھاتے ہوئے

Marfat.com

بیوی پر ظلم کر دیا۔ یاد رکھئے! اولاد کی تربیت کے لئے بیوی کو بھی اعتماد میں لینا پڑتا ہے اور بیوی سے بحث و مباحثہ، مناظرہ و مجادلہ، تو تو میں میں کے بجائے افہام و تفہیم، محبت و حکمت، صبر و تدبیر کے ذریعہ بیوی کو سمجھانا پڑتا ہے، اس کے لئے کبھی بیوی کی کڑوی کسیلی پر صبر بھی کرنا پڑتا ہے، کبھی اکیلے میں سمجھانا پڑتا ہے، کبھی رات کو اٹھ کر دعائیں کرنی پڑتی ہیں کبھی اس کے ناز نخرے برداشت کرنے پڑتے ہیں۔

بچّوں کی اصلاح سے مایوس نہ ہوں

بچّے اللہ تعالیٰ کا بہت بڑا انعام ہیں۔ چونکہ بچّے فطرتاً شوخ اور چلبلے ہوتے ہیں لہٰذا اپنی اسی فطری کمزوری کے بناء پر شرارت بھی کرتے ہیں اور کبھی کبھی تو ان کی یہ شرارت اکتانے کی حد تک پہنچا دیتی ہے اور اچھے خاصے متحمل مزاج والد صاحب بھی جھنجھلا جاتے ہیں اور بچّوں سے زیادہ شور مچانے لگتے ہیں۔ اس طرح ہرگز نہ کریں بلکہ یہ سوچیں کہ جب آپ اس عمر میں تھے تو آپ بھی تو اس طرح کی شرارتیں کیا کرتے تھے۔

لیکن کبھی کبھی بچّوں کی یہ شرارت کسی ایسی عادت میں تبدیل ہونے لگتی ہے جو مناسب نہیں، تو ایسی حالت میں بچّوں کو نرمی سے سمجھایئے کہ "بیٹا یہ حرکت مناسب نہیں آئندہ آپ اپنے آپ کو اس گندی حرکت سے بچایئے"۔

مثلاً آپ نے دیکھا کہ کھیل کے دوران آپ کے بچّے نے دوسرے بچّے کو گالی دی تو فوراً اسے سمجھایئے کہ بیٹا گالی نہیں دیتے اس سے زبان گندی ہو جاتی ہے اور اللہ تعالیٰ بھی ناراض ہوتے ہیں۔ ہمیں تو اللہ تعالیٰ کو راضی کرنا ہے لہٰذا آئندہ اس طرح کی بات منہ سے نہ نکالئے۔

اسی طرح اگر بچّے میں جھوٹ بولنے کی یا اللہ نہ کرے چوری کرنے کی یا دوسرے بچّوں سے لڑنے جھگڑنے کی عادت ہے تو اسے نرمی سے سمجھایئے اور

Marfat.com

ایک بار نہیں بار بار سمجھایئے کہ کسی طرح وہ ان بُری حرکات کو چھوڑ دے، یہ نہیں کہ آپ نے ایک بار یا دو تین بار بول کر سمجھ لیا کہ میں نے تو اپنی ذمہ داری پوری کرلی اب وہ مان کر نہیں دیتا تو میں کیا کروں، یہ سوچ کر اس کی اصلاح سے ناامید ہوجانا بہت ہی غلط بات ہے۔ ذرا بتایئے! کہ بچّے کے ہاتھ میں تیز دھار چھری ہو اور والد کو خطرہ ہو کہ بچّہ کہیں اس سے اپنے آپ کو زخمی نہ کرلے تو کیا والد ایک آدھ بار کہہ کر یہ سمجھ کر خاموش ہوجائیں گے کہ وہ نہیں دے رہا تو میں کیا کروں بلکہ والد صاحب ہر طرح سے کوشش کریں گے کہ یہ چھری اس کے ہاتھ سے لے لیں تاکہ وہ زخمی ہونے سے بچ جائے اسی طرح اس معاملے میں بھی کیجئے، بلکہ اگر آپ محسوس کریں کہ بچّے پر میری بات کا اثر نہیں ہوا تو اور سوچیں اور اس بارے میں غور کریں، اللہ تعالیٰ سے مانگیں اور دوسرے طریقوں اور مثالوں سے بچّے کو سمجھائیں، مایوس ہونا اسلامی تعلیمات کے منافی ہے ہم جس رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے امتی ہیں وہ کبھی کفار سے باوجود ان کفار کی سخت دشمنی کے مایوس نہیں ہوئے تو ہم اولاد سے مایوس کیوں ہوں۔ جب طائف کے رہنے والوں نے اسلام کو اور آپ کی بات کو ماننے سے انکار کردیا، نہ صرف انکار بلکہ شہر کے منچلے نوجوانوں کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے لگادیا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو پتھر ماریں، اور ان ظالموں نے آپ کو پتھر مار مار کر سارا جسم لہولہان کردیا جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم طائف کی حدود سے باہر نکلے اور اللہ تعالیٰ کا فرشتہ آپ کے پاس آیا کہ اللہ کے رسول اگر اجازت ہو تو ان دو پہاڑوں کو آپس میں ملاکر رگڑ دوں اور جو لوگ ان کے درمیان ہیں ان کو ہلاک کردوں، قربان جائیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے کتنا پیارا اور شفقت بھرا جواب عطا فرمایا:

"میں اللہ سے امید کرتا ہوں کہ اللہ ان کی نسل میں ایسے لوگ پیدا کرے گا جو صرف اس وحدہ لاشریک لہ کی عبادت کریں گے اور اس

کے ساتھ کسی کو شریک نہیں کریں گے"۔

(سیرۃ النبی از علامہ شبلی نعمانی جلد ا صفحہ ۱۵۱، بحوالہ طبری و ابن ہشام)

اور واقعی بعد میں اللہ تعالیٰ نے ان لوگوں سے دین کا خوب کام لیا۔ یہ قبیلہ ہجرت کے چند سال بعد مشرف بہ اسلام ہوا، اسی قبیلہ والوں کی اولادوں میں سے محمد بن قاسم رحمۃ اللہ علیہ ہیں جنہوں نے سندھ میں سب سے پہلے اسلام کے جھنڈے گاڑے۔ اس لئے اولاد کی اصلاح سے کبھی بھی مایوس نہ ہوں۔ اللہ تبارک وتعالیٰ مکہ کے ان لوگوں کو جو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے جانی دشمن تھے اور ہر لمحہ دین کے مٹانے کی فکر میں تھے دین کا محافظ اور دین کا داعی بنا سکتا ہے تو اُس نافرمان اور برائیوں میں مبتلا اولاد کو بھی زمانے کا ولی اور دین کا داعی بنا سکتا ہے، لیکن اس کے لئے آپ کو تھوڑی سی محنت اور صبر کی ضرورت ہوگی، آپ کی نیم شب کی دعائیں درکار ہوں گی، کیونکہ حدیث میں آتا ہے کہ "تین شخصوں کی دعا رد نہیں کی جاتی ایک والد کی دعا بیٹے کے لئے اور مسافر کی دعا اور مظلوم کی دعا"۔ (مشکوٰۃ جلد ا صفحہ ۱۹۵ کتاب الدعوات)

اللہ تعالیٰ ہم سب کا حامی وناصر ہو۔ بزرگوں کا ارشاد ہے کہ اولاد کی اصلاح کے لئے سو نسخوں کا ایک نسخہ اکسیر والدین کا گڑگڑا کر اور رو رو کر دعائیں مانگنا ہے۔

اولاد کو سمجھانے سے تھکیں نہیں، اور سمجھاتے ہوئے ان تین باتوں کا خیال رکھیں۔

(۱) کسی اہم بات کو سمجھانے کے لئے پہلے دو رکعت نفل پڑھ کر اللہ تعالیٰ سے دعا مانگیں، اے اللہ! میں آج یہ بات اپنے بیٹے کو سمجھانا چاہتا ہوں آپ ہی اس کے دل میں اتار دیجئے، اے اللہ! دلوں کے آپ ہی مالک ہیں آپ میرے بیٹے .... کو ہدایت دے دیجئے۔ اہلیہ کو بھی کہیں کہ وہ بھی دو رکعت نفل پڑھ کر دعا مانگیں۔

Marfat.com

۲ اس کے بعد جو چیز سمجھانا چاہتے ہیں اس کے فوائد شمار کر کے اس کو بتلائیں اور جس چیز سے بچانا چاہتے ہیں اس کے دنیا و آخرت کے نقصانات بتلائیں۔

۳ سمجھاتے ہوئے لہجہ نرم رکھیں خاص طور سے بالغ بچّہ ہو تو اس کا زیادہ خیال رکھیں، ایسا نہ ہو کہ ہزار مرتبہ تو سمجھا چکا ہوں، اب لکھ کر دوں؟ اردو میں تو بول چکا، اب نیوٹاؤن سے کوئی عربی کا پروفیسر بلاؤں جو عربی میں سمجھائے یا انگریزی میں سمجھائے، تم نے سمجھ کیا رکھا ہے؟ تمہاری حیثیت کیا ہے؟ وغیرہ وغیرہ، ایسے کلمات جن سے صرف باپ کا غصہ ہی ختم ہو اور بچّے کے لئے مفید ہونے کے بجائے نقصان دہ ہوں ایسے، الفاظ سے بچیں۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو سمجھانے کا ڈھنگ نصیب فرمائے۔

بعض اوقات والد کی کوششیں اور دعائیں والد کی موت کے بعد رنگ لاتی ہیں، والد کی کوششوں اور دعاؤں سے یا تو والد کی زندگی میں یا موت کے بعد راہ راست پر آجاتی ہے، اس لئے مایوس نہ ہونا چاہئے۔

بچّوں کو احساسِ کمتری میں مبتلا ہونے سے بچایئے

بعض بچّوں کو دیکھا گیا ہے کہ انتہائی خاموش اور سہمے سہمے سے رہتے ہیں۔ بچپن کا وہ چلبلا پن جو بچّوں کی فطرت ہے اور جو بچّوں کو چین و سکون سے بیٹھنے نہیں دیتا وہ ان میں مفقود ہوتا ہے۔ کسی کے سامنے بولنے سے گھبراتے ہیں اور اپنے ہم عمر بچّوں سے بھی صحیح طریقے سے بات نہیں کرپاتے، یہ درحقیقت اس بات کی علامت ہے کہ بچّہ احساس کمتری میں مبتلا ہے۔ عموماً بچّوں میں یہ احساس اس وقت پیدا ہوتا ہے جب وہ دیکھتے ہیں کہ ان کے آس پاس ان کے بڑے اپنی مرضی سے چلتے پھرتے ہیں، کھاتے پیتے ہیں اور جو دل میں آئے کرتے ہیں اور

Marfat.com

اسے ہر شخص معمولی معمولی باتوں پر ڈانٹتا ہے اور ہر معاملے میں اسے چھوٹا سمجھ کر یا بیوقوف کہہ کر نظرانداز کر کے کمتری کا احساس دلاتا رہتا ہے۔

اس کے ساتھ ساتھ بعض گھروں میں بچّوں کی خوبصورتی کا دوسرے بچّوں سے موازنہ کیا جاتا ہے اس کی وجہ سے ایک بچّے کو دوسرے بچّے پر ترجیح دی جاتی ہے یا کسی دوسرے بچّے کی طاقت اور ذہانت سے اس کا موازنہ کیا جاتا ہے اور پھراس کی کمزوری کا اس کے سامنے اظہار کیا جاتا ہے۔ گویا بار بار اس بچّے کو یہ احساس دلایا جاتا ہے کہ فلاں بچّہ خوبصورتی میں، قوت میں، ذہانت میں، تم سے بڑھ کر ہے، اس سے بچّوں میں کمتری کا احساس پیدا ہوتا ہے اور وہ اپنے آپ کو کمزور اور کمتر سمجھنے لگتے ہیں۔

حالانکہ مشاہدہ ہے کہ بچپن میں کسی بچّے کا ذہنی یا دماغی طور پر کمزور ہونا اس بات کی دلیل نہیں کہ وہ ہمیشہ اسی طرح رہے گا۔ بیشمار واقعات ہمارے سامنے ہیں کہ ایک بچّہ بچپن میں انتہائی کمزور اور کند ذہن تھا لیکن بعد میں اللہ تعالیٰ نے اس کو ایسا ذہین بنایا اور اس سے وہ کام لیا جو بڑے بڑے ذہین لوگ نہ کر سکے۔ اس لئے خدارا! اپنے بچّوں کا کسی بھی طرح دوسروں سے موازنہ نہ کیجئے۔ اگر اس میں جسمانی طور پر کوئی کمی ہے یا بدصورت ہے تو یہ اس کا قصور نہیں اس لئے کہ شکل و صورت اللہ تعالیٰ کی دین ہے، جسے چاہے خوبصورت بنائے جسے چاہے عام صورت بنائے، درحقیقت سب خوبصورت ہیں کہ اللہ کی مخلوق ہیں اور اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔

لَقَدْ خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ فِیْٓ اَحْسَنِ تَقْوِیْمٍ آیت ۴ سورۃ التین پارہ ۳۰

"ہم نے انسان کو بہت خوبصورت سانچہ میں ڈھالا ہے"۔

لہٰذا کوئی بدصورت نہیں بقول شاعر ؎

کوئی بدصورت نہیں قدرت کے کارخانے میں

Marfat.com

اس لئے بجائے بچّوں کو یہ احساس دلانے کے کہ وہ بدصورت ہیں، ذہنی طور پر کمزور ہیں، بھولا ہے، بیوقوف ہے، ان کا حوصلہ بڑھائیں، ان کو ایسے لوگوں کے واقعات سنائیں جنہوں نے باوجود معذوری اور کمزوری کے دنیائے علم میں نام پیدا کیا مثلاً "مقامات" عربی ادب کی ایک بیمثال کتاب ہے۔ ان کے مصنف کے بارے میں تاریخ گواہ ہے کہ حد درجے بدصورت تھے لیکن اپنے اس علمی کارنامے کی وجہ سے ان کا یہ عیب کسی کو نظر نہیں آیا اور آج تک ان کا نام عربی ادب میں انتہائی احترام سے لیا جاتا ہے۔ مصر کے مشہور عالم، مصنف اور وزیر طٰہٰ حسین نابینا تھے۔ سعودی عرب کے مفتی اعظم الشیخ عبداللہ بن عبدالعزیز بن باز نابینا ہیں۔ مشہور موجد ایڈیسن جس نے بلب ایجاد کیا بہرا تھا۔

اس طرح کے بے شمار واقعات ہیں کہ جسمانی طور پر معذور یا بدصورت یا کم سمجھ بھولے لوگوں نے دنیائے علم میں وہ مقام پیدا کیا جو کوئی صحیح اور ذہین شخص بھی نہ کرسکا۔

اسی طرح کبھی بچّوں میں یہ احساس کمتری اس وجہ سے بھی پیدا ہوتا ہے کہ والدین حد سے زیادہ ان کے کاموں میں ان کے ساتھ لگے رہتے ہیں اور انہیں پورے طریقے سے آزادی کے ساتھ کام کرنے نہیں دیتے۔ آہستہ آہستہ بچّوں کو یہ یقین ہوجاتا ہے کہ وہ کوئی کام تنہا نہیں کرسکتے اور جب وہ عملی زندگی میں قدم رکھتے ہیں تو ان کے پاس اپنے پیروں پر کھڑے ہونے کا حوصلہ نہیں ہوتا اور وہ ہمیشہ دوسروں کے دست نگر ہوتے ہیں۔ اس لئے بچّوں کو اپنا کام خود آزادی سے کرنے دیں، اس کی نگرانی ضرور کریں لیکن ان کے کام میں جہاں تک ممکن ہو ہاتھ نہ ڈالیں اور انہیں ترغیب دیں کہ وہ ہمت کرکے اپنا کام خود پورا کریں۔ اس طرح ان میں اعتماد پیدا ہوگا اور کوئی بھی کام کرتے وقت انہیں کمتری کا احساس نہیں ہوگا۔

اسی طرح احساس کمتری کا ایک اہم سبب حسد ہے۔

Marfat.com

بچّہ جب کسی کو طاقتور دیکھتا ہے اور خود باوجود کوشش کے اتنی طاقت کا اظہار نہیں کرسکتا تو اس سے حسد کرنے لگتا ہے اور یہیں سے اس کے اندر احساس کمتری کا مرض شروع ہوجاتا ہے۔ اسی طرح کسی کو زیادہ ذہین یا مالدار دیکھتا ہے یا کسی کے اندر کوئی خوبی اپنے سے بڑھ کر دیکھتا ہے، تو اس سے حسد کرنے لگتا ہے اور یہیں سے اس کے احساس کمتری کی ابتدا ہوتی ہے۔ اس لئے بچے کو اس مرض سے بھی بچایئے اور وہ آیات اور احادیث اسے سنایئے اور یاد کرایئے جس میں حسد کی برائی کو بیان کیا گیا ہے اور صبر کرنے کا سبق اسے سکھلایئے ایک ضروری بات یہ کہ حسد کی وجہ کو بدلنے کی کوشش کیجئے مثلاً بچّوں کو یہ سمجھایئے کہ بیٹا! ایسی چیزیں جن میں آپ محنت کر کے دوسرے بچّوں سے آگے بڑھ سکتے ہو ان میں ضرور مقابلہ کرو یعنی آپ کا ہم جماعت روزانہ ایک رکوع حفظ کرلیتا ہے اور بغیر اٹکے قاری صاحب کو سنا دیتا ہے اب آپ ڈیڑھ رکوع روزانہ یاد کرنے کی کوشش کرو، آپ کا ہم کلاس ہر مضمون میں ۱۰۰ / ۱۰۰ نمبر لیتا ہے آپ بھی خوب محنت کر کے ایسا کر کے دکھاؤ، آپ کی سہیلی کو جماعت میں کبھی مار نہیں پڑتی آپ ایسی کوشش کرو کہ ٹیچر سے کبھی ڈانٹ بھی نہ پڑے وغیرہ۔ اگر آپ نے ان اصولوں پر عمل کرلیا تو ان شاء اللہ تعالیٰ قوی امید ہے کہ آپ کے بچّے احساس کمتری سے محفوظ رہیں گے۔

بچّے کو ناجائز دباؤ میں نہ رکھئے

عموماً چار یا پانچ بچّوں والے گھروں میں جو بچّہ سب سے چھوٹا ہوتا ہے، تمام گھر والوں کی تنقید کا نشانہ وہی ہوتا ہے۔ گھر کے تمام بڑے افراد جیسا کہ یہ کبھی بڑا ہوگا ہی نہیں ہر وقت اس کو جھڑکتے رہتے ہیں۔ اس کے نتائج بہت ہی خراب نکلتے ہیں کہ بسا اوقات ان کا بگاڑ صرف گھر کے اندر خرابی کا باعث یا محلّہ میں خرابی کا باعث نہیں ہوتا بلکہ پورے معاشرے کے لئے ایک وبال بن جاتا

Marfat.com

ہے۔ چونکہ چار یا چھ افراد پر مشتمل یہ کنبہ بھی معاشرے کا حصہ ہے اس لئے اس کے اندر ہونے والے معاملات کا معاشرے پر اثر انداز ہونا ضروری ہے۔

ناجائز دباؤ کے بعض نقصانات یہ ہیں:

① ہر وقت ڈانٹ ڈپٹ کے درمیان گھرا ہوا بچّہ ذہنی صلاحیت کھو بیٹھتا ہے۔

② اس طرح کے بچّے عموماً احساس کمتری کا شکار ہوتے ہیں۔

③ ناامیدی ان میں رچ بس جاتی ہے۔

④ کسی کو اپنی بات سمجھانے سے قاصر ہوتے ہیں۔

⑤ کسی بھی تعمیری کام میں حصہ لینے سے گھبراتے ہیں۔

⑥ صلاحیت ہونے کے باوجود کوئی کام نہیں کرسکتے اور گذرے ہوئے حالات کو جن میں وہ نفرت کا شکار رہے، اس کی وجہ سے اپنے سے بڑی عمر کے تمام لوگوں کو اس کا ذمہ دار سمجھتے ہیں۔

اس کے علاوہ ایسے بچّے جب اپنے جذبات کو مجروح ہوتے ہوئے دیکھتے ہیں۔ اپنی خواہشات کا گلا گھٹتے ہوئے دیکھتے ہیں، ان کو کوئی صحیح رہنمائی کرنے والا نہیں ملتا، ان کے جذبات و احساسات کی ترجمانی صحیح طور پر نہیں ہوتی تو ایسے بچّے بچپن ہی سے غلط احساسات کا شکار ہوجاتے ہیں، احساس کمتری ان میں جنم لیتی ہے، اب ان کی وہ صلاحیتیں جو کہ مثبت طور پر استعمال ہونی تھیں وہ منفی رخ اختیار کرلیتی ہیں اور وہ غلط سوسائٹی میں اٹھنا بیٹھنا شروع کردیتے ہیں جس سے ان کی منفی سوچ کو مزید تقویت ملتی ہے۔ اس سوسائٹی میں ان کی باتوں کو سننے والے بہت ہوتے ہیں کیوں کہ وہ سارے بھی اسی قسم کے حالات کے ستم رسیدہ ہوتے ہیں اور اسی سوسائٹی کے دوست اس کو تباہی کے دہانے پر لے جاکر کھڑا کردیتے ہیں۔

اللہ نہ کرے بعض اوقات ایسی صورتحال کے شکار بچّے نشے کی طرف بھی

Marfat.com

راغب ہوسکتے ہیں، اور اس زہر کو اپنے اندر گھولتے رہتے ہیں، تھوڑے سے سکون کو جو کہ گھر کے اندر ان کو نصیب نہیں ہوتا، اس دھوئیں سے حاصل کرتے ہیں اس بات سے بے خبر ہو کر کہ یہ دھوئیں کے بادل وقتی طور پر تو ذہن کے لئے سکون کا کام دیتے ہیں لیکن ان سے برسنے والی بارش آب حیات نہیں بلکہ سم قاتل ہے۔

ہر مسلمان والد کے لئے ضروری ہے کہ اولاد کے ساتھ یکساں شفقت کا سلوک رکھے اور اس کا خیال رکھے کہ کسی کی دل آزاری اس طرح نہ ہو کہ بڑی اولاد کی تعریف کی، چھوٹے کو نکما کاہل و سُست اور بُرا کہا بلکہ اگر کسی میں اس طرح کی کوئی بات دیکھے تو سمجھا بجھا کر پیار و محبت کے پھولوں کو مساوی طور پر تقسیم کرے۔ اس سے بچّوں میں ایک دوسرے کی مدد کا جذبہ آئے گا اور محبت بڑھے گی۔

بچّے کو اپنی عزت کا بہت خیال ہوتا ہے۔ اور جب اس کی بے عزتی کی جاتی ہے تو اس کے نتائج بہت خراب نکلتے ہیں۔

اسی طرح یہ بھی نہ ہو کہ ایک ہی بچّے سے زیادہ کام کروایا جائے، اور دوسرے کو اپنے پاس باتوں کے لئے بٹھایا جائے، یا اس لئے دوسرے سے کام نہ کروایا جائے کہ وہ بیوقوف ہے کام خراب کردے گا، ہرگز ایسا نہ کیجئے، یاد رکھئے بچّے میں یہ حس بہت تیز ہوتی ہے وہ اس کو بہت ہی بُرا محسوس کرتا ہے۔

لہٰذا اس کا ایک حل یہ ہے کہ آپ تمام بچّوں کے ساتھ گھر میں کھانے کے لئے بیٹھے ہوئے ہیں، اور اچانک فون کی گھنٹی بجتی ہے آپ فوراً کسی کو حکم نہ دیں کہ "جاؤ زینب فون اٹھاؤ"، یا پانی کی ضرورت محسوس ہوئی تو "جاؤ ایوب پانی لئے آؤ"، کیونکہ اس وقت سب مزہ سے باتیں کر رہے ہیں یا کوئی قصہ سن رہے ہیں، یا بھوک کی شدت کی وجہ سے بہت مزہ سے کھانا کھا رہے ہیں اس حالت میں بار بار ایک ہی بڑی بچّی کو حکم دینا، یا صرف چھوٹے بچّے کو ہی کہنا نا

Marfat.com

مناسب ہوگا، اس صورت میں عمومی حکم دیجئے کہ کون پہل کرتا ہے کہ پانی کا گلاس لے آئے، ماشاء اللہ شاباش، دیکھو بھائی اب کون پہل کرتا ہے کہ فون اٹھائے، ماشاء اللہ، ماشاء اللہ ایوب...... بیٹے آج تو آپ نے تین کام کرلئے دیکھو بات یہ ہے کہ جو اپنے جسم کو خوب استعمال کرے گا دوسروں کے کام آئے گا، امی ابو بھائی بہنوں کے کاموں میں ہاتھ بٹائے گا، اس کی صحت بھی اچھی رہے گی، اس کو کام کا ڈھنگ بھی آجائے گا، سب اس کو دعائیں دیں گے وغیرہ وغیرہ۔

لہٰذا کسی طرح بھی اپنے دل ودماغ میں ان خیالات، جذبات کو جگہ نہ دیجئے کہ فلاں بیٹا زیادہ ہوشیار ہے، فلاں بیٹا کاہل وسُست ہے، فلاں بیٹی بیوقوف ہے بلکہ آپ کے نزدیک تمام بچے بچیاں برابر ہیں، سب کے ساتھ یکساں سلوک کیجئے، آپ کی زبان پر ہرگز یہ بات نہ آئے کہ تم بیوقوف ہو، غافل ہو، کاہل ہو، ہرگز نہیں، ہرگز نہیں، یاد رکھئے! اس طرح کہنے سے شاید والد کا غصہ تو ٹھنڈا ہوسکے گا لیکن بچّہ کی بے وقوفی کا علاج نہیں ہوسکے گا، بہت ہی زیادہ ہوشیاری وسمجھداری کے ساتھ بہت ہی زیادہ صبر وتحمل کے ساتھ جو سُست ہے اس کو چست بنانے کی، جو بیوقوف ہے اس کو سمجھدار بنانے کی اس طرح کوشش کیجئے کہ وہ یہ سمجھے کہ ابا کی نظر میں میں بھی ہوشیار ہوں ابا مجھے بھی چست سمجھتے ہیں، لیکن مزید ہوشیاری کے لئے سمجھا رہے ہیں، یاد رکھئے! یہ بہت نازک معاملہ ہوتا ہے، اس وقت والد اپنے غصہ پر قابو پاتے ہوئے اپنے بچّوں کی تربیت کرلے تو ایسے والد کے لئے دنیا بھی جنت ہے۔

ایک بات یہ ہے کہ جب بڑے بھائی چھوٹے بھائی کو ڈانٹیں گے، اس کی تذلیل کریں گے تو یہ بات پکی ہے کہ آپس میں دلوں میں بھی نفاق پیدا ہوگا اور بڑی عمروں تک پہنچنے پر یہی کدورت اور دلوں میں چھپی ہوئی میں چھپی ہوئی خلش، دشمنی کی صورت اختیار کرلے گی۔ اس لئے اللہ نے آپ کو جب باپ کا

درجہ دے دیا ہے تو آپ اپنے بچّوں کے تمام معاملات اور معمولات خود ہی طے کریں۔ اگر آپ بڑے بیٹے کو اس قابل سمجھتے ہیں کہ اس کے اندر یہ صلاحیت موجود ہے تو اس کو البتہ یہ حق دیا جاسکتا ہے ورنہ ہوتا یہ ہے کہ اگر کسی کے چار بڑے بھائی اور تین بہنیں ہیں تو یہ سات مل کر حکماً باپ کا درجہ لے لیتے ہیں۔ اس چھوٹے بھائی کو حکم کرنے میں یا کسی بات سے روکنے میں "آڈر" اس طرح دیتے ہیں جس طرح باپ ہوں۔ آپ خود ہی اندازہ لگالیں کہ جس شخص کا حقیقی باپ تو ایک ہو اور حکم دینے والے اور رعب جمانے والے سات ہوں تو اس کا جو بھی حشر ہو وہ قرین قیاس ہے۔ لہٰذا اگر چھوٹے بیٹے کی طرف سے بڑے بھائی بہنوں کے متعلّق شکایت آئے تو ان کے سامنے تو چھوٹے بیٹے کو سمجھائیں کہ بڑوں کا ادب کرو اور بڑوں کو اکیلے میں سمجھادیں کہ میں، اس کا باپ زندہ ہوں، آپ لوگ اس کو کسی حال میں بھی کچھ نہ کہیں اگر یہ کوئی غلط کام کر رہا ہو تو آپ اس کو سمجھائیں، اگر سمجھتا نہیں تو دعا مانگیں کہ اے اللہ! میرے چھوٹے بھائی کو ہدایت دے پھر دوبارہ سمجھائیں پھر بھی نہیں سمجھتا تو مجھے اکیلے میں بتلائیں میں سمجھاؤں گا مگر ہرگز ہرگز اس پر ہاتھ نہ اٹھائیں اس کو جھڑکیں اور ڈانٹیں نہیں۔ اس طرح کرنے سے ان شاء اللہ الرحمٰن بڑے بیٹوں کا اپنا حق بھی باقی رہے گا اور چھوٹے بیٹے کی اصلاح بھی ہوجائے گی اور چھوٹے، بڑوں کا ادب کرنے لگیں گے۔

بچّوں کو غلطی پر ٹوکنے کا انداز

ہر مسلمان والد کے لئے ضروری ہے کہ وہ اپنے بچّوں کی تربیت میں ایسے انداز و طریقے اختیار کرے جو پیارے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کی تربیت کے لئے اختیار فرمائے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم تربیتی طریقوں میں دانائی اور حکمت کو پیش نظر رکھتے تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کوئی ایسا لفظ

Marfat.com

زبان سے نہ نکالتے اور نہ کوئی ایسی روش اختیار فرماتے جس سے مخاطب کوئی غلط تاثر قبول کرلے، اس کے اندر بے اطمینانی کی کیفیت پیدا ہو یا وہ کسی غلط عمل کا مرتکب ہو جائے۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اس بات کا بھرپور خیال رکھتے تھے کہ اگر کسی کی کوتاہی علم میں آجائے تو اس کو اس انداز سے نہ ٹوکا جائے کہ اسے بُرا محسوس ہو یا اس کے جذبات کو ٹھیس پہنچے، بلکہ آپ اس کے لئے کسی مناسب موقع کا انتظار فرماتے۔ انفرادی طور پر متنبّہ کرنے کے بجائے کسی مجمع کو خطاب کرتے ہوئے آپ اس کوتاہی کی طرف اشارہ فرمادیتے۔ غلطی کرنے والے کو خود احساس ہو جاتا اور وہ اس کو ترک کردیتا اور اسے یہ بھی محسوس نہ ہوپاتا کہ یہ بات خاص طور سے مجھ ہی سے کہی جارہی ہے، گویا کہ براہ راست سمجھانے کے بجائے اجتماعی طور پر سمجھانے کا طریقہ اختیار فرماتے۔

ایک بار رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو معلوم ہوا کہ کچھ لوگوں نے آپ کی بتائی ہوئی عبادات کو کم سمجھ کر غلو اختیار کرنے کا تہیہ کرلیا ہے۔ ایک نے کہا کہ میں کبھی گوشت نہیں کھاؤں گا۔ دوسرے نے عزم کیا کہ میں کبھی شادی نہیں کروں گا۔ تیسرے نہ کہا میں بستر پر نہیں سوؤں گا۔ جب آپ کے علم میں یہ بات آئی تو آپ نے ان سے براہ راست گفتگو کرنے کے بجائے لوگوں کو خطاب کرتے ہوئے فرمایا:

> ”کیا بات ہے کہ کچھ لوگ ایسی ایسی باتیں کرتے ہیں حالانکہ میں نماز پڑھتا ہوں اور سوتا ہوں اور روزہ رکھتا ہوں اور افطار کرتا ہوں اور شادی کرتا ہوں، تو جو شخص میری سُنّت سے اعراض کرے وہ مجھ سے نہیں“۔ (مسلم شریف جلد ا صفحہ ۴۴۹)

جب کچھ لوگوں کی غلو والی روش اور تشدد آمیز طرزِ فکر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے علم میں آئی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اجتماعی طور پر خطاب

Marfat.com

کرتے ہوئے اس غلط طرزِ فکر کی اصلاح فرمادی۔ اس سے ایک فائدہ یہ بھی ہوا کہ عام حضرات کے سامنے بھی اسلام کا صحیح طرزِ فکر آگیا، لوگوں کو غلو پسندی کے بجائے اعتدال کی راہ معلوم ہوگئی۔ اور جنہوں نے غلو کیا تھا ان کی بات دوسروں کے سامنے نہ کھل سکی جس سے وہ شرمندہ ہونے سے بچ گئے۔

اسی طرح اگر اولاد کوئی غلطی کرے اور باپ محسوس کرلے تو باپ کو چاہئے کہ عمومی رد کرے کسی خاص بچّے کا نام لے کر اور اسے مخاطب کرکے نہ کہے، اس طرح باقی سب بچّوں کو بھی تنبیہ ہوگی، ہاں اگر انفرادی تنبیہ زیادہ بہتر ہو تو انفرادی طور پر تنبیہ کرے لیکن مثبت انداز میں کیونکہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم اگر کبھی اس کی ضرورت محسوس فرماتے کہ غلطی پر براہ راست متنبّہ کردیا جائے تو تنہائی میں نہایت دل سوزی اور محبت کے انداز میں سمجھاتے تاکہ مخاطب کسی احساس کمتری کا شکار بھی نہ ہو اور وہ اپنی اصلاح بھی کرلے۔ ایک بار ابن ابی سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنے بچپن میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ کھانا کھارہے تھے۔ ان کا ہاتھ پلیٹ میں کبھی ادھر پڑتا، کبھی ادھر چونکہ وہاں دوسرے لوگ موجود نہیں تھے۔ اور بروقت ٹوکنا بھی زیادہ بہتر تھا۔ اس لئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فی الفور ابن ابی سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو متنبّہ کیا مگر منفی انداز میں نہیں بلکہ نہایت پیار بھرے لہجہ اور مثبت انداز میں فرمایا۔ مزید یہ کہ آپ نے صرف اسی کوتاہی پر نہیں ٹوکا بلکہ کھانے کے بنیادی آداب بیان فرمائے کہ ابن ابی سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو یہ بھی محسوس نہ ہوا کہ آپ میری غلطی پر مجھے ٹوک رہے ہیں بلکہ وہ یہ سمجھے کہ مجھے کھانے کے آداب بتارہے ہیں۔ اس لئے آپ نے پہلے دوسرے آداب بتائے اور آخر میں یہ ادب بیان فرمایا کہ پلیٹ میں اپنی طرف سے کھانا چاہئے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

﴿یا غلام سم اللہ وکل بیمینک وکل مما یلیک﴾

(بخاری ومسلم جلد ا صفحہ ۱۷۲)

Marfat.com

"اے لڑکے (جب کھانا کھاؤ تو سب سے پہلے) اللہ کا نام لیا کرو۔ اور داہنے ہاتھ سے کھایا کرو اور اپنی طرف سے کھایا کرو"۔

دیکھئے! رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کس پیار بھرے انداز میں گفتگو شروع فرمارہے ہیں۔ غلطی پر مثبت انداز میں متنبّہ کرنے سے پہلے ذہن کو مختلف ہدایات سے اس طرح آمادہ کررہے ہیں کہ آخری بات بھی دوسری ہدایتوں کی طرح ایک ہدایت ہے۔

اسی طرح بعض اوقات عملاً کسی کو کسی غلط عمل سے روکنا بہت مفید ہوتا ہے۔ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کبھی کسی غلطی کی طرف توجہ مبذول کرانے کے لئے زبان سے کچھ نہ کہتے بلکہ عملاً غلطی سے روک دیتے اور غلطی کرنے والے کو اپنی غلطی کا احساس ہوجاتا۔ بعض موقعوں پر یہ عملی قدم زبانی ہدایت سے زیادہ مؤثر اور نصیحت آمیز ہوتا۔ ایک بار حضرت فضل رضی اللہ تعالیٰ عنہ سواری پر آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے بیٹھے ہوئے تھے کہ ایک عورت آئی، حضرت فضل رضی اللہ تعالیٰ عنہ اس عورت کی طرف دیکھنے لگے اور وہ عورت حضرت فضل رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو دیکھنے لگی۔ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے ہاتھ سے حضرت فضل رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا چہرہ دوسری طرف کردیا۔ (بخاری جلدا صفحہ ۲۰۵)

اس موقع پر زبان سے کوئی بات کہنا مصلحت و حکمت کے خلاف تھا کہ کس انداز سے بات کہی جائے؟ دونوں میں سے کس کو مخاطب بنایا جائے؟ کن الفاظ کا استعمال کیا جائے؟ اگر نہایت احتیاط کے ساتھ الفاظ استعمال کئے جائیں تب بھی جذبہ خودداری کو ٹھیس لگنے کا اندیشہ تھا۔ لہٰذا اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے نہایت حکیمانہ طریقہ اختیار فرمایا۔ بہت آہستہ سے حضرت فضل رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے سر پر ہاتھ رکھا اور ان کا رخ دوسری جانب کو کردیا۔ سمجھنے والا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اشارہ کو سمجھ گیا۔ یقیناً حضرت فضل رضی اللہ

تعالیٰ عنہ کو اپنی کمزوری کا احساس بھی ہوا ہوگا اور آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کے حکیمانہ طریقۂ توجہ کا اچھا اثر بھی پڑا ہوگا۔

کسی بھی غلطی پر سمجھاتے ہوئے بقدر غلطی ٹوکیں، لیکن اس غلطی میں جو بھلائی کا پہلو ہو اس کی ضرور حوصلہ افزائی فرمائیں، بھلائی کی تھوڑی سی حوصلہ افزائی، غلطی کی ڈانٹ میں اصلاح کی قوی تاثیر پیدا کردے گی، یعنی آئندہ کے لئے اولاد کو اس کا ضمیر اس غلطی پر متنبّہ کرتا رہے گا اور اس غلطی کو دہرانا اس کے لئے مشکل ہوگا۔ دیکھئے! حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے سمجھانے کا اندازِ مبارک بھی اس طرح کا تھا کہ غلطی میں کوئی بھلائی کا پہلو ہوتا تو پہلے اس کے ذریعہ حوصلہ افزائی فرماتے پھر غلطی نہ دہرانے کی نصیحت فرماتے۔

ایک صحابی رضی اللہ تعالیٰ عنہ مسجد میں داخل ہوئے، جماعت ہو رہی تھی، لوگ رکوع میں تھے، ان صحابی نے وہیں سے نماز کی نیت باندھ لی اور رکوع میں شامل ہوگئے تاکہ رکعت نہ نکل جائے، اور پھر آہستہ آہستہ چل کر صف میں شامل ہوگئے، نماز کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو اطلاع دی گئی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

﴿زادک اللہ حرصا ولا تعد﴾ (مؤطا امام محمد صفحہ ۱۵۴)

"اللہ تمہارے اس دینی شوق میں زیادتی فرمائے (یعنی تم کو جو رکعت پانے کی فکر تھی جس کی وجہ سے تم نے مسجد میں داخل ہوتے ہی نیت باندھ لی، یہ تمہارے شوق کی دلیل ہے اللہ اس میں مزید ترقی نصیب فرمائے) اور پھر فرمایا آئندہ ایسا نہ کرنا (یعنی آئندہ اطمینان سے مسجد میں داخل ہو کر صف میں آکر پھر نیت باندھنا)"۔

غور فرمائیے! کہ ہمارے زمانے میں کوئی چھوٹا بچّہ بھی اس طرح کرے کہ مسجد میں داخل ہوتے ہی نیت باندھ لے اور پھر نماز میں چلتے ہوئے صف میں شامل ہوجائے تو اس کو کس انداز سے دھتکارا جاتا ہے۔

Marfat.com

اے جنگلی! اتنی بھی تعلیم نہیں ہے، نماز میں کبھی چلا کرتے ہیں، شرم نہیں آتی وغیرہ وغیرہ........

حالانکہ یہ بڑی عمر کے آدمی ہیں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ان کو کس طرح پیار ومحبت سے سمجھا رہے ہیں۔ ہم سب والدین خصوصاً والد اور اساتذہ حضرات یہ طے کرلیں کہ ہم بھی اپنے بچوں اور چھوٹوں کو اسی طرح سمجھائیں گے تو ان شاء اللہ تعالیٰ یہ ہمارا سمجھانا بھی دین بنے گا، یہ ہمارا سمجھانا دنیا وآخرت میں اجر وثواب کمانے کا ذریعہ بنے گا، یہ ہمارا سمجھانا اللہ تعالیٰ کی رضا کا سبب بنے گا، یہ ہمارا سمجھانا اولاد کی اصلاح کا ذریعہ بنے گا۔

اسی طرح مسلم شریف میں یہ روایت ہے کہ حضرت معاویہ بن الحکم السلمی رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نماز پڑھ رہا تھا، نماز پڑھنے کے دوران ایک آدمی کو چھینک آئی تو میں نے کہا یرحمک اللہ تو لوگوں نے مجھے گھور کر دیکھنا شروع کیا، تو میں نے کہا کہ تم مجھے کیوں گھور کر دیکھتے ہو، تو انہوں نے اپنی رانوں پر اپنے ہاتھ مار کر اشارہ کیا کہ چپ رہو نماز کے دوران بات نہیں کرنی چاہئے۔ تو میں چپ ہوگیا۔

جب حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز پڑھ لی تو مجھے بلایا (اور اتنے پیارے انداز سے سمجھایا) کہ میرے ماں باپ آپ پر قربان ہوں میں نے اپنی پوری زندگی میں نہ اس سے پہلے اور نہ اس کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے بہتر تعلیم دینے والا نہیں پایا۔

اللہ کی قسم نہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے جھڑکا، اور نہ مارا، اور نہ مجھے بُرا بھلا کہا بلکہ فرمایا:

﴿ان هذه الصلاة لايصلح فيها شي من كلام الناس انما هو التسبيح، والتكبير، وقراة القرآن﴾ (مسلم جلد ا صفحہ ۲۰۳)

”نماز پڑھتے ہوئے باتیں کرنا یا اسی طرح کے اور کام مناسب نہیں،

Marfat.com

نماز تو تسبیح اور تکبیر اور تلاوتِ قرآن کا نام ہے"۔

لہٰذا ہر مسلمان والد کو چاہئے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے سمجھانے کے طریقے کو اپنانے کی کوشش کرے، حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ہر ہر نورانی ومبارک طریقہ اُمّت کے لئے مشعل راہ ہے، حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے مبارک طریقوں میں سو فیصد دونوں جہاں کی کامیابی منحصر ہے، ہم سب کو چاہئے کہ معاشرت ومعاملات کی سو فیصد سنّتیں اپنے معاشرہ میں زندہ کریں اور اس بات کی کوشش کریں کہ پورے عالم کے انسانوں میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی معاشرت زندہ ہوجائے آمین۔

اس سُنّت کو زندہ کرنے کے لئے والدین اور سرپرست حضرات اساتذہ ومعلّمات کو چاہئے کہ دو باتوں کا خیال رکھیں۔

ان باتوں کے اہتمام سے ان شاء اللہ تعالیٰ غصہ پر قابو پانا، حکمت کے ساتھ سمجھانا، غلطی کی اصلاح ہوجانا، الفت ومحبت کا برقرار رہنا وغیرہ تمام امور میں سُنّت کی رعایت ہوجائے گی۔

(۱) عین غلطی پر نہ ٹوکیں، ہرگز ہرگز رنگے ہاتھوں نہ پکڑیں، عین غلطی کے وقت پیچھے سے آکر تھپڑ ماردینا، اور پھر سمجھانا، یا پھر افسوس کرنا کہ غصہ بہت آجاتا ہے کیا کروں، یہ نامناسب فعل ہے۔

(۲) اپنے بچّے کی کوئی غلطی سامنے آنے پر، یا باہر سے شکایت سننے پر، یا اپنوں میں سے شکایت سننے پر فوراً ہی سمجھانے یا ڈانٹنے مارنے نہ لگ جائیے، بلکہ تین نمازوں کا انتظار کرے تین نمازوں کا وقت گذر جانے کے بعد پھر سمجھائیں اور بلا کر پوچھیں کہ بیٹا! کیا بات ہے آج آپ کی شکایت فلاں صاحب......... نے یا فلاں استاد......... نے یا فلاں چچا......... نے کی ہے۔

اگر عصر کے وقت آپ کو شکایت پہنچی ہے تو مغرب، عشاء، فجر کم از کم تین

Marfat.com

نمازوں کے گذرنے کے بعد پوچھیں، ان شاء اللہ الرحمٰن اس نصیحت پر عمل کرنے سے قلب کی راحت، دل ودماغ کا سکھ چین نصیب ہوگا، ٹینشن اور ڈپریشن جیسی موذی بیماریوں سے نجات ملے گی۔

اب یہاں رک کر دس مرتبہ درود شریف پڑھ کر گڑگڑا کر دعا مانگئے کہ اے اللہ ہمیں بھی اس طرح سمجھانے کا ڈھنگ نصیب فرما، ہر جگہ بھلائی کے پہلو کو سامنے رکھ کر حوصلہ افزائی کی توفیق نصیب فرما، آمین۔

ایک سمجھدار والد کا قصہ ہے کہ بیٹا سائیکل لے کر گلیوں میں چلانے جاتا تھا والد نے سمجھایا لیکن نہ مانا تو والد سائیکل کو تالہ دے کر چلے گئے، بیٹے نے پیچکس سے تالا کھول لیا اور شام کو والد کے آنے سے پہلے پہلے سائیل اسی طرح رکھ دی کہ والد کو پتہ ہی نہ چلے، جب والد صاحب کے علم میں یہ بات آئی تو بیٹے کو بلا کر شاباش دی کہ تم تو بڑے ہو کر ماشاء اللہ بڑے سائنسدان بنو گے ملک وملت کی خوب خدمت کرو گئے، تمہارے ذریعہ لاکھوں لوگوں کو فائدہ ہوگا اس لئے کہ تمہیں اللہ تعالیٰ نے عجیب ذہن دیا ہے کہ اتنے ماہر ہو کہ تالہ کھول لیا پھر اس کو اس طرح بند بھی کر لیا کہ مجھے پتہ نہ چل سکا، پھر سائیکل اسی طرح پارک کی جس طرح صبح میں کر کے جاتا تھا بیٹا تم نے بہت بڑا کمال کر دکھایا،

پھر رات گذر جانے کے بعد صبح دوبارہ بلایا اور پھر سمجھایا بیٹا دیکھو یہ کمال تو ہے لیکن اگر اس کو دوسرے پہلو سے دیکھیں تو یہ چوری بھی کہلائی جاسکتی ہے، آپ کو جو اللہ نے اتنا اچھا ذہن دیا ہے اس کو آپ چوری پر استعمال کرنے کے بجائے اچھی جگہ استعمال کرو، آپ کو سائیکل چلانے سے اس لئے روکا تھا کہ آپ ہی کو کوئی چوٹ نہ لگے، آپ ہی کے فائدے کے لئے یہ سوچا تھا، اور پھر شام کو تو میں سائیکل کھول دیتا ہوں، لہٰذا آئندہ ایسا نہ کرنا۔

Marfat.com

جوامع الکلم

تربیت کے سلسلہ میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک خاص حکمت یہ بھی رہی ہے کہ زیادہ لمبی بات، اکتا دینے والے وعظ سے گریز فرماتے۔ مختصر الفاظ میں اپنے مدعا کو بیان کرنے کی کوشش فرماتے۔ تاکہ سننے والے کے ذہن میں یہ بات اچھی طرح بیٹھ جائے اور اگر آدمی ازبر کرنا چاہے تو آسانی سے ازبر کر سکے۔ چنانچہ احادیث میں بہت سے جملے ایسے ملتے ہیں جو الفاظ کے اعتبار سے بہت مختصر ہیں مگر ان میں معانی کا ایک سمندر پنہاں ہے۔ اصطلاح میں اس طرح کے کلمات کو "جوامع الکلم" کہا گیا ہے۔ مثال کے طور پر ہم چند "جوامع الکلم" یہاں نقل کرتے ہیں تاکہ آپ اندازہ لگا سکیں کہ جچی تلی بات کو کس انداز سے کہنا چاہیے۔ چنانچہ ارشاد فرمایا:

﴿خیر الامور عوازمها، شر العمی عمی القلب﴾

"بہترین معاملہ وہ ہے جس کا عزم کر لیا گیا ہو۔ سب سے بُرا اندھا پن دل کا اندھا پن ہے"۔

﴿خیر العلم ما نفع﴾

"بہترین علم وہ ہے جو نفع بخش ہو"

﴿الید العلیا خیر من الید السفلی﴾

(بخاری فی کتاب الزکوٰۃ، باب الاسعناف عن المسئلہ)

"اوپر والا ہاتھ نیچے والے ہاتھ سے بہتر ہے"۔

﴿شر الندامة یوم القیامة﴾

"قیامت کے روز لاحق ہونے والی پشیمانی سب سے بُری پشیمانی ہوگی"۔

Marfat.com

﴿ما قل وكفى خير مما كثر والهى﴾

(اخرجہ ابو نعیم فی الحلیہ عن ابی الدرداءؓ جلد ۱ صفحہ ۲۲۶)

"کم اگر کافی ہے تو اس زیادہ سے بہتر ہے جو غافل کردے"۔

﴿احسن الهدى هدى الانبياء، خير الغنى غنى النفس﴾

"بہترین سیرت انبیاء کی سیرت ہے۔ بہترین مال داری دل کی مال داری ہے"۔

﴿كل ما هو آت قريب﴾

"ہر آنے والی چیز قریب ہے"۔

﴿الشباب شعبة من الجنون﴾ (البیہقی)

"نوجوانی پاگل پن کا ایک دور ہے"۔

یہ چند جوامع الکلم ہیں جن سے اندازہ لگایا جاسکتا ہے کہ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے مختصر الفاظ میں بے پناہ معانی کو سمودیا ہے۔ آپ کے مواعظ و نصائح بہت مختصر ہوتے تھے۔ آپ کے بارے میں احادیث میں آتا ہے۔

﴿انه اذا خطب لا يخل ولا يمل﴾ (ابوداؤد)

"آپ صلی اللہ علیہ وسلم جب خطبہ دیتے تو اس میں کوئی نقص نہ ہوتا اور نہ ہی آپ (لوگوں کو) اکتاتے (لمبی بات کہہ کر)"۔

ہر وقت نصیحت کرتے رہنا اکتاہٹ اور کبھی کبھی ضد کا باعث بن جاتا ہے۔ اس لئے اس بات کا خیال رکھا جائے کہ بچہ جتنی باتوں کو ھضم کر سکتا ہے اتنی ہی باتوں کی طرف اسے توجہ دلائی جائے۔ روزانہ یا بار بار ٹوکنے یا نصیحت کرنے سے فائدہ کے بجائے بعض اوقات نقصان ہوتا ہے۔

بچّوں کو سمجھانے کا طریقہ

ہر مسلمان والد کے لئے ضروری ہے کہ بچّوں کے سوالات کو غور سے سنے اور ان کا تسلی بخش جواب دے۔ اس پر ناک بھوں چڑھانا کسی طرح مناسب نہیں نہ ہی بچّوں کو جھڑکنا مناسب ہے، اس طرح وہ ڈر اور خوف کے مارے سوال کرنا چھوڑ دیں گے، بہت سی ایسی چیزوں کے علم سے محروم ہو جائیں گے جس کا جاننا ان کے لئے مفید اور ضروری تھا اور اس کا ذمہ دار باپ ہی ہو گا۔ اس لئے بچّوں کی بات کو خوب غور سے سنئے اور پھر اس کا تسلی بخش جواب دیجئے۔ اگر آپ محسوس کریں کہ زبانی سمجھانے سے بچّوں کی سمجھ میں نہیں آئے گا تو وہ کام جس کے متعلّق سوال کیا ہے، عملاً بچّوں کو کر کے دکھلایئے بشرطیکہ کوئی ناجائز امر نہ ہو۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی حکمت و دانائی کا ایک پہلو یہ بھی ہے کہ اگر آپ محسوس کرتے کہ زبانی بات زیادہ مؤثر یا مفید ثابت نہیں ہو سکتی یا سوال کرنے والے کا ذہن پوری طرح مطمئن نہیں ہو سکتا تو آپ عملی طور پر کر کے دکھاتے۔

ایک بار نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے لوگوں کو نماز پڑھائی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ممبر پر کھڑے ہو کر امامت کی تاکہ لوگ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے طریق نماز کو واضح طور پر دیکھ سکیں اور پھر آپ ہی کی طرح نماز پڑھیں۔ چنانچہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز سے فراغت کے بعد فرمایا۔ "اے لوگو! میں نے ایسا اس لئے کیا ہے تاکہ تم میری پیروی کرو اور دوسروں کو میری نماز سکھاؤ"۔

(مشکوٰۃ جلد ۱ صفحہ ۹۹)

ابوداؤد اور نسائی وغیرہ نے حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی یہ روایت نقل کی ہے۔

"رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دائیں ہاتھ میں ریشم لیا اور بائیں

Marfat.com

ہاتھ میں سونا لیا، پھر فرمایا کہ یہ دونوں میری اُمت کے مردوں پر حرام ہیں"۔ (ابوداؤد جلد ۲ صفحہ ۲۰۵)

اس حدیث میں آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے سونے اور ریشم کی حرمت واضح کرنے کے لئے لوگوں کو ریشم اور سونا اوپر اٹھاکر دکھایا تاکہ ان کی حرمت کی وضاحت ہوجائے اور لوگوں کے دلوں میں ان سے اجتناب کی اہمیت بیٹھ جائے۔

ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ اور ابن ماجہ رحمۃ اللہ علیہ نے عمرو بن شعیب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے حوالہ سے یہ روایت نقل کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں ایک شخص حاضر ہوا اور اس نے سوال کیا۔

"اے اللہ کے رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) وضو کیسے کیا جائے؟"۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اگر وضو کی ترکیب اور طریقہ زبانی بتادیتے تو سوال کا جواب مکمل ہوجاتا، مگر آپ نے زبانی بتانے کے بجائے ایک برتن میں پانی منگایا اور پورا وضو کرکے دکھایا، تاکہ پوچھنے والا عملی طور پر وضو کے طریقہ اور ترکیب کو دیکھ لے اور اس کے بھول جانے یا کمی بیشی کردینے کا کوئی خدشہ باقی نہ رہے۔ چنانچہ آپ نے وضو مکمل کرکے ارشاد فرمایا:

"جس شخص نے اس وضو میں کچھ بڑھایا یا کوئی کمی کی تو اس نے بُرا کیا اور ظلم کیا"۔ (ابوداؤد جلد ۱ صفحہ ۱۸)

اس طرح بات کی اہمیت کا لحاظ رکھتے ہوئے کبھی بات کو زور دار انداز میں کہے کہ بچوں کے ذہن میں اس کی اہمیت اجاگر ہو اور مضبوطی کے ساتھ اس بات کو لے لے یہی وجہ ہے کہ اگر حکمت و دانائی کا تقاضا ہوتا تو آپ بات زور دار لہجہ میں فرماتے۔ کبھی قسم کھاکر اپنی بات کی اہمیت واضح کرتے، کبھی ایسا بھی ہوتا کہ جب کسی بات پر زیادہ زور دینا چاہتے تو بار بار قسم کھاتے!

Marfat.com

"رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ کی قسم وہ مؤمن نہیں، اللہ کی قسم وہ مؤمن نہیں، اللہ کی قسم وہ مؤمن نہیں۔ آپ سے دریافت کیا گیا اے اللہ کے رسول کون؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا وہ شخص جس کا پڑوسی اس کے شر سے محفوظ نہ ہو"۔

(بخاری جلد ۲ صفحہ ۸۸۹)

آپ صلی اللہ علیہ وسلم اگر ضرورت محسوس کرتے اور وقت کا تقاضہ ہوتا تو نہایت اثر انگیز انداز میں خطاب فرماتے۔ حضرت عرباض بن ساریہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا بیان ہے کہ ایک بار رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایسا وعظ فرمایا کہ ہمارے جسم سوز و تپش سے جل اٹھے۔ آنکھیں بہہ پڑیں اور دل لرز اٹھے۔

(ترمذی فی ابواب العلم، باب الاخذ بالسنہ واجتناب البدعہ جلد ۲ صفحہ ۹۶)

حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کا بیان ہے کہ ایک بار آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے سوز و گداز کی حالت میں اس طرح خطاب فرمایا کہ جس ممبر پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کھڑے تھے وہ لرزنے لگا۔ حتیٰ کہ ہم نے یہ سوچا کہ یہ ممبر گر جائے گا۔ (مسلم، ابن ماجہ باب الذکر البعث صفحہ ۳۲۶)

وعظ و نصیحت میں یہ سوز و گداز اسی وقت پیدا ہوتا ہے جب اپنی اولاد سے بے پناہ محبت ہو، ان کی خیر خواہی کا خیال ہو، ان کی اصلاح کے لئے بے چینی ہو، خلوص کے جذبات کار فرما ہوں۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے اصحاب کی تعلیم و تربیت کے لئے جو انداز اور طریق اختیار فرماتے اس میں حکمت و دانائی کا کوئی نہ کوئی پہلو ضرور ہوتا۔ اس لئے آپ بھی اپنے بچوں کی حکمت و دانائی کے ساتھ اس طرح تربیت کریں جس طرح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کی تربیت فرمائی اور اس کے لئے اللہ تعالیٰ سے دعا بھی کرتے رہئے کہ یا اللہ تو میرے دل میں تربیت کے وہ بہترین طریقے الہام فرما جن کی بدولت میری اور میری اولاد کی دنیا و آخرت بنے

Marfat.com

اور یہ بچّے دنیا میں تیرے پیارے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے نورانی طریقوں کی اشاعت کا ذریعہ بنیں اور تیرا دین ساری دنیا پر غالب ہو جائے۔ آمین یا رب العالمین۔

جذبات واحساسات کا پاس ولحاظ

انسان کے جذبات و احساسات کو تعمیری رخ دینے کا دوسرا نام تربیت ہے۔ باپ کے لئے ضروری ہے کہ اولاد کے جذبات و احساسات کا لحاظ رکھتے ہوئے اسے صحیح رخ پر ڈالے۔ اسے روکنے کی کوشش نہ کرے، نہ ہی ایسے وقت میں کوئی ایسی بات یا عمل کرے جس سے جذبات مزید بھڑکیں اور اولاد نافرمانی پر اتر آئے یا دل میں باپ سے نفرت پیدا ہو۔ اگر خود اس وقت کوئی حل سمجھ نہ آئے تو خاموش رہے اور دوسروں سے مشورہ کرکے اس کا حل نکالے۔ آپ کو بخوبی اندازہ ہوگا کہ جذبات کو صحیح روش پر ڈالنے سے کتنا فائدہ ہوتا ہے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اپنے مخاطبین کے مزاج اور نفسیات کو ملحوظ رکھنے کے ساتھ ان کے جذبات کا بھی پورا پورا خیال رکھتے تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم جذبات کو کبھی غلط رخ اختیار نہ کرنے دیتے۔ اگر جذبات میں سرد مہری ہوتی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم حکمت کے ساتھ ان میں حرارت پیدا کرتے۔ اگر آپ صلی اللہ علیہ وسلم جذبات میں اشتعال محسوس کرتے تو کوئی ایسی بات زبان سے نہ نکالتے اور نہ عملاً کوئی ایسی روش اختیار کرتے جس سے جذبات بے قابو ہوجائیں۔ جذبات و احساسات کی رعایت کرکے انہیں صحیح اور تعمیری رخ دیتے۔ اکثر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے جذبات کے امنڈتے ہوئے سیلاب کو روکنے کے بجائے اس کا رخ صحیح جانب پھیر دیا۔ اس سلسلے میں ہم چند واقعات تحریر کرتے ہیں جن سے آپ کو بخوبی اندازہ ہوجائے گا کہ جذبات کو صحیح روش پر ڈالنے سے کتنا فائدہ ہوتا ہے۔

Marfat.com

غزوۂ حنین میں جو مال غنیمت ملا اس کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے قبائل عرب میں تقسیم کردیا تاکہ اسلام کے تئیں ان کی دل بستگی کا سامان ہو۔ اس موقع پر انصار کو کوئی عطیہ نہیں دیا اور تمام مال دوسرے قبائل میں تقسیم کردیا۔ انصار نے جب یہ دیکھا تو بشری تقاضہ کے تحت ان میں شکوک و شبہات پیدا ہوئے اور طرح طرح کی چہ میگوئیاں ہونے لگیں۔ انہوں نے کہا کہ مصیبت کے وقت تو ہم نے ساتھ دیا اور اب جب مال کی تقسیم کا وقت آیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں نظرانداز کر کے سارا مال اپنی قوم میں تقسیم کردیا۔ انصار کے معزز ترین فرد حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے علم میں جب یہ بات آئی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا:

"اللہ کے رسول! انصار کا قبیلہ مال فئ کی تقسیم کے سلسلہ میں اس وجہ سے روٹھا ہوا ہے کہ آپ نے پورا مال اپنی قوم میں تقسیم کردیا۔ آپ نے قبائل عرب کو بڑے بڑے عطیات عنایت کئے مگر انصار کے حصہ میں کچھ بھی نہیں آیا"۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا: "سعد بن عبادہ! اس سلسلہ میں تمہاری کیا رائے ہے؟" انہوں نے عرض کیا "اے اللہ کے رسول! میں بھی انصار کا ایک فرد ہوں"۔ آپ نے سعد بن عبادہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے کہا کہ اچھا، تمام انصار کو اس احاطہ میں جمع کرو، میں ان سے گفتگو کروں گا۔ جب تمام انصار جمع ہوگئے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے، آپ نے اللہ کی حمد و ثنا بیان کی اور فرمایا:

اے انصار کے لوگو! "تم کیا چہ میگوئیاں کررہے ہو؟ تمہیں کون سی بات ناگوار گزری ہے؟ جب میں تمہارے پاس آیا، کیا تم گمراہ نہیں تھے؟ اللہ نے میرے ذریعے سے تمہیں ہدایت دی۔ کیا تم غریب نہیں تھے؟ اللہ نے میرے

ذریعہ تمہیں مال داری عطا کی۔ کیا تم آپس میں ایک دوسرے کے دشمن نہیں تھے؟ اللہ نے تمہارے دلوں کو جوڑ دیا"۔

انصار نے کہا اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا بے پناہ فضل و احسان ہے۔ پھر آپ نے فرمایا: "اے انصار کے لوگو! خاموش کیوں ہو، میری باتوں کا جواب کیوں نہیں دیتے؟"

انصار نے کہا: "اے اللہ کے رسول! (صلی اللہ علیہ وسلم) ہم آپ کو کیا جواب دیں۔ حقیقت میں اللہ اور اس کے رسول ہی کا فضل و احسان ہے"۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "اے انصار کے لوگو! اللہ کی قسم، تم اگر چاہو تو کہہ سکتے ہو اور تمہاری بات صحیح ہوگی، میں بھی تمہاری تصدیق کروں گا۔ تم کہہ سکتے ہو کہ اے محمد! آپ اس حال میں ہمارے پاس آئے کہ آپ کو لوگ جھٹلا چکے تھے، ہم نے آپ کی تصدیق کی۔ آپ بے یار و مددگار آئے، ہم نے آپ کی مدد کی۔ آپ لوگوں کے دھتکارے ہوئے تھے، ہم نے آپ کو پناہ دی۔ آپ نادار تھے، ہم نے آپ کی غم خواری کی"۔

"اے انصار کے لوگو! کیا تم دنیا کی ایک حقیر چیز کے بارے میں مجھ سے ناراض ہوگئے ہو جس کے ذریعہ میں نے کچھ لوگوں کی دلجوئی کی ہے تاکہ وہ اسلام لے آئیں اور تمہیں تمہارے اسلام کے حوالے کردیا ہے"۔

"اے انصار کے لوگو! کیا تم اس بات پر راضی نہیں ہو کہ لوگ بکریاں اور اونٹ لے کر واپس جائیں اور تم اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو لے کر اپنے گھر کو واپس جاؤ؟ اس ذات کی قسم جس کے قبضہ میں محمد کی جان ہے، جو چیز تم لے کر واپس جاؤ گے وہ اس سے کہیں زیادہ بہتر ہے جس کو لے کر یہ لوگ واپس جائیں گے۔ اگر ہجرت نہ ہوتی تو میں بھی انصار کا ایک آدمی ہوتا۔ اگر یہ لوگ ایک وادی اور گھاٹی میں اور انصار دوسری وادی اور گھاٹی میں چلیں تو میں انصار کی وادی اور گھاٹی میں چلوں گا"۔

"انصار میرے قریب ترین ہیں اور دوسرے لوگ ان کے بعد، اے اللہ، انصار پر رحم فرما، ان کے بیٹوں اور بیٹوں کی اولاد پر رحم فرما"۔ (زادالمعاد)

راوی کا بیان ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ تقریر سن کر لوگ اس قدر روئے کہ ان کی ڈاڑھیاں تر ہوگئیں اور انہوں نے کہا کہ "ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تقسیم سے خوش ہیں"۔ (زاد المعاد جلد ۳ صفحہ ۴۰۹، ۴۱۰)

غور کیجئے! جذبات نزاکت کے کس رخ پر بہہ رہے تھے۔ اگر اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے جذبات کے منافی تقریر کی ہوتی یا جذبات کو نہ سمجھا ہوتا تو اس کی یہ شدت کیسا رنگ اختیار کرتی؟ مگر اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے جب سعد بن عبادہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی زبانی انصار کے جذبات کو سنا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو غصہ نہیں آیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے زبان سے کوئی ایسی بات نہیں فرمائی جو سعد بن عبادہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور انصار کے جذبات کی شدت کو ناخشگوار ردعمل تک پہنچا سکتی تھی، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پوری طرح سے انصار کے جذبات کی شدت کو محسوس کیا۔ آپ جانتے تھے کہ بشری تقاضے کے تحت جذبات کی یہ ایک وقتی لہر ہے جس کو نہایت حکمت سے صحیح رخ دینا ضروری ہے۔ چنانچہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے انصار کو سمجھانے کے لئے ان سے براہ راست گفتگو کا فیصلہ فرمایا۔

جب انصار جمع ہوگئے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے۔ آپ نے پہلے انصار کے جذبات کو صحیح رخ پر ڈالنے کے لئے ان کا ماضی یاد دلایا، اور بتایا کہ اللہ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ذریعہ انہیں کتنی عظیم نعمتیں حاصل ہوئی ہیں۔ اس یاد دہانی سے انصار کے جذبات معتدل تو ہوگئے مگر سوالیہ نشان اپنی جگہ باقی رہا اور ابھی ایک رخ قابل وضاحت تھا۔ آپ کی تقریر کے جواب میں اگرچہ انصار خاموش ہوگئے تھے۔ مگر ان کے دل و دماغ کے کسی گوشہ میں یہ سوال اٹھ سکتا تھا کہ اگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے گمراہی سے

نکالا ہے تو ہم نے بھی انہیں ایسے وقت میں پناہ دی ہے جب ان کو خود ان کی قوم اپنے وطن سے نکال چکی تھی۔ چنانچہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس ابھرنے والے سوال کو خود پوری قوت گویائی کے ساتھ اس طرح بیان کیا کہ انصار کے جذبات کی ترجمانی کرتے ہوئے ان کے جذبات کو تحلیل کردیا۔ پھر انصار سے اپنے گہرے تعلق کو پرزور الفاظ میں واضح فرمایا اور ان کے دل نہ صرف یہ کہ شکوک و شبہات سے پاک ہوگئے بلکہ محبت میں اور زیادہ اضافہ ہوگیا۔

اسی طرح آپ جانتے ہیں کہ صلح حدیبیہ اشارۂ خداوندی کی بنیاد پر بظاہر نہایت دب کر کی گئی تھی۔ اس کا اندازہ آپ صلح نامہ کی اس شرط سے لگا سکتے ہیں کہ اگر مکہ مکرمہ کا کوئی شخص اسلام قبول کرکے مدینہ منورہ پہنچ جائے گا تو مدینے کے مسلمان اسے مکہ واپس کرنے کے پابند ہوں گے۔ لیکن اگر مدینہ کا کوئی مسلمان مکہ مکرمہ آجائے گا تو اسے واپس نہیں کیا جائے گا۔ اس طرح کی بہت سی ناقابل فہم شرائط تھیں۔ ابھی شرائط اچھی طرح طے بھی نہ ہونے پائی تھیں اور عہد نامہ لکھا بھی نہ گیا تھا کہ ابوجندل رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیڑیوں میں جکڑے ہوئے آئے اور اپنے آپ کو مسلمانوں کے درمیان ڈال دیا اور بتایا کہ میں نے اسلام قبول کرلیا تو مکہ والوں نے مجھ پر مظالم ڈھائے، اب ان سے نجات پاکر بھاگا چلا آرہا ہوں، قریش کے نمائندوں نے کہا کہ یہ صلح اسی وقت ہوسکتی ہے جبکہ ابوجندل رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو ہمارے حوالہ کردیا جائے، اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ابھی تو معاہدہ لکھا بھی نہیں گیا ہے۔ انہوں نے کہا کہ اگر آپ ان کو واپس نہیں کریں گے تو آئندہ آپ سے کوئی معاہدہ نہیں کیا جائے گا۔ معاہدہ کی تکمیل کی خاطر (جس میں بہت سے مصالح پوشیدہ تھے) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابوجندل رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو ان کے حوالہ کردیا۔ ابوجندل رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیڑیوں میں جکڑے کہہ

رہے تھے: ”اے مسلمانو! میں تمہاری موجودگی میں مشرکین کی طرف واپس بھیجا جارہا ہوں۔ کیا تم میری حالت زار نہیں دیکھ رہے ہو کہ مجھے اللہ کی راہ میں کتنا ستایا گیا ہے“۔ (بخاری جلدا صفحہ ۳۸۰)

اس موقع پر صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے جذبات کیا رہے ہوں گے؟ خاص طور پر نوجوانوں کے جذبات، اس کا اندازہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی سرگرمیوں سے ہوتا ہے جب وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس جاکر عرض کرتے ہیں کہ یہ صلح اس قدر دب کر کیوں کی جارہی ہے؟ کیا حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم رسول برحق نہیں ہیں؟ کیا ہمارا دین حق نہیں ہے؟ کیا کفار باطل پر نہیں ہیں؟ اس عالم میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس معاہدہ کی تکمیل فرماتے ہیں، تکمیل سے فراغت کے بعد کھڑے ہوتے ہیں اور صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم کو مخاطب کرکے ارشاد فرماتے ہیں:

”اٹھو، اپنے جانوروں کو یہیں قربان کردو پھر اپنے سروں کو منڈا ڈالو“۔

انصار و مہاجرین سکتہ میں تھے وہ مدینہ سے اس عزم اور تیاری سے چلے تھے کہ ایک طویل وقفہ کے بعد خانہ کعبہ کی زیارت کریں گے، منیٰ میں جاکر قربانی کریں گے، انہیں کفار نے بغیر اسلحہ بھی مکہ میں جانے کی اجازت نہ دی اور دوسری طرف غیر مساویانہ شرائط پر معاہدہ تکمیل کو پہنچا، حالانکہ یہ صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم اب اپنے کو مجبور نہیں پاتے تھے یہ بے سروسامانی کے عالم میں غزوۂ بدر و احزاب میں کامیابی حاصل کئے ہوئے تھے مگر جب اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے صلح نامہ پر دستخط کئے تو سب خاموش ہوگئے۔ لیکن جذبات کا یہ خاموش سمندر دلوں سے ابلا چاہتا تھا۔ تمام صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم تفکر و تحیر کے سمندر میں غرق تھے، ان کی سمجھ میں کچھ نہیں آرہا تھا۔

Marfat.com

جذبات کی شدت کا اندازہ اس سے لگایا جاسکتا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اشارے پر جان دینے والے اصحاب اپنے رسول کا حکم پاکر حالت حیرانی میں بیٹھے رہے۔

اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے وقفہ وقفہ سے تین بار حکم دیا کہ اٹھ کر اپنے جانوروں کو قربان کردو، اور اپنے سر منڈا ڈالو مگر کوئی بھی شخص نہ ہلا گویا کہ سب کو ہوش نہ ہو۔

اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو جذبات کی شدت کا اندازہ تھا اس لئے خاموش ہوگئے تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم جانتے ہیں کہ اس موقع پر اگر کوئی سخت بات کہی گئی تو کسی ناخوشگوار واقعہ کا سبب ہوسکتی ہے۔ ذہن میں کوئی حل نہیں آرہا ہے، اپنے حرم میں داخل ہوتے ہیں، حضرت اُم سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو پوری روداد سناتے ہیں، حضرت اُمِ سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا مشورہ دیتی ہیں اور آپ باہم مشورے سے ایک بات طے کرتے ہیں۔ حضرت اُم سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے پاس سے واپس آتے ہیں۔ کسی سے کچھ نہیں کہتے، اپنے جانور کی قربانی کرتے ہیں۔ اپنے حجام کو بلاتے ہیں اور اپنا سر منڈاتے ہیں۔ صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم آپ کو دیکھتے ہیں اور آپ کی تقلید میں اپنے جانوروں کو قربان کردیتے ہیں۔ پھر ایک دوسرے کے سر مونڈنا شروع کردیتے ہیں۔ غم و غصہ کا یہ عالم ہے کہ سر مونڈتے ہوئے ایک دوسرے کو زخمی کئے دیتے ہیں۔ (بخاری جلد ا کتاب الشروط باب الشروط فی الجہاد والمصالحہ مع اھل الحرب وکتابۃ الشروط صفحہ ۳۷۷)

جذبات کے اُمڈتے ہوئے اس سیلاب پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے کس طرح قابو پایا۔ یہ ہر معلّم و مربی باپ کے لئے قابل غور ہے اور قابل تقلید بھی! اللہ تعالیٰ ہمیں بھی اس طرح اپنی اولاد کی اصلاح و تربیت کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین۔

Marfat.com

بچّے کی قوت فیصلہ خراب نہ کیجئے

قوت فیصلہ بہت ہی بڑی نعمت ہے۔ انسان کسی پیچیدہ سے پیچیدہ مسئلہ میں فیصلہ پر قادر ہو اور حالات اور زمانے کے اتار چڑھاؤ سے متاثر نہ ہوتا ہو، مشورہ کے ساتھ حق بات پر قائم رہنا اور قائم رکھنا جانتا ہو تو یہ بہت بڑی دولت ہے۔

اس میں کوئی شک و شبہہ کی گنجائش نہیں ہے کہ یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے وھبی اور عطائی نعمت ہے اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں حضرت داؤد علیہ السلام کے بارے میں ذکر فرمایا۔

وَاٰتَيْنٰهُ الْحِكْمَةَ وَفَصْلَ الْخِطَابِ (سورہ ص : ۲۰)

"اور ہم نے ان کو (داؤد علیہ السلام کو) حکمت (یعنی نبوت) اور فیصلہ کردینے والی تقریر (جو نہایت واضح اور جامع ہو) عطا فرمائی تھی"۔

(معارف القرآن جلد ۷ صفحہ ۴۹۵)

بعض حضرات نے اس آیت کی تفسیر میں لکھا ہے کہ اس سے بہترین قوت فیصلہ مراد ہے، یعنی اللہ تعالیٰ نے آپ کو جھگڑے چکانے اور تنازعات کا فیصلہ کرنے کی قوت عطا فرمائی تھی۔ وہ بات کا فیصلہ بڑی خوبی سے کرتے، اور بولتے تو نہایت فیصلہ کن تقریر ہوتی۔

غور کیجئے! کتنی بڑی نعمت ہے جس کو اللہ تعالیٰ قرآن کریم میں ذکر فرمارہے ہیں کہ ہم نے داؤد علیہ السلام کو منجملہ اور نعمتوں کے یہ بھی نعمت عطا فرمائی۔ لہٰذا اس نعمت کے لئے ایک تو خوب دعا مانگئے کہ اے اللہ! میری اولاد کو یہ نعمت عطا فرما اور اس کے ساتھ ساتھ جن اسباب کی بدولت بچّوں کی قوت فیصلہ معدوم ہو جاتی ہے ان سے بچنے کا خوب اہتمام کیجئے۔

ان میں سے چند اسباب یہ ہیں کہ چھوٹے بچّے پر بار بار نکتہ چینی کرنا، توہین

آمیز کلمات سے، اپنا غصہ اتار کر اس کو ذلیل کرنا، اس کے ہم عمر بچوں کی مثالیں دے کر اس کو طعنہ دینا، اس کی حوصلہ افزائی نہ کرنا، اس کے اچھے کاموں کی تعریف نہ کرنا، اس کے لئے دعائیں نہ کرنا وغیرہ

یاد رکھئے! بچّہ کی قوت فیصلہ بڑے ہوکر بڑے بڑے کام کرنے میں معاون ہوتی ہے، اس میں کمی عملی طور پر کسی کام کو سرانجام دینے میں رکاوٹ بنتی ہے۔ بچّہ جب کچھ سمجھ دار ہوجاتا ہے اور چیزوں میں فرق کرنے لگتا ہے تب اس سے گھر کے معمولی کام کروائے جاتے ہیں اور بازار سے یا دکان سے اشیائے خورد و نوش خریدنے میں اس کو استعمال کیا جاتا ہے۔ جہاں یہ چیز بچّے کو ذہنی طور پر پختہ اور لوگوں سے بات کرنے اور مول تول کرنے کا ڈھنگ سکھاتی ہے وہاں اس کے اخلاق و کردار پر بھی گہرے نقوش چھوڑتی ہے لیکن جہاں باپ اور گھر کے دیگر بڑے افراد بچّے سے کوئی کام کرواتے ہیں وہاں وہ یہ بھی سوچیں کہ یہ اس بچّے کی ذہن سازی کا ایک عمل ہے، اس عمل میں بچّے کے ذہن کی مخفی صلاحیتیں نکھرتی ہیں لہٰذا کبھی بھی چند پیسوں کی خاطر بچّوں کی قوت فیصلہ خراب نہ کیجئے اور اس کا دل نہ توڑیئے مثلاً آپ نے بچّے کو دس روپے دے کر ایک پیکٹ زیرے والے بسکٹ منگوائے اب بچّہ کسی بھی وجہ سے مطلوبہ چیز نہ لاسکا اور کوئی دوسرے بسکٹ لے آیا تو جناب نے دیکھتے ہی شور مچادیا، بچّے کی بات سنے بغیر بولنا شروع کردیا "ارے گدھے! تجھے فلاں لانے کو کہا تھا اور تو یہ کیا اٹھالایا؟"

نکمے!...... بات سمجھتا ہی نہیں۔ اگر کوئی بات سمجھ میں نہ آئے تو پوچھ لیا کر۔ بے وقوف اب اس کو تو ہی کھا۔ تو ایسا اس لئے کرتا ہے کہ آئندہ تجھ سے کوئی کام نہ کروایا جائے۔ وغیرہ۔

اندازہ کریں ایک دس روپے کی خاطر بچّے کو کیا کچھ سننا پڑا، ہوسکتا ہے اس کی کوئی غلطی بھی نہ ہو یعنی دکان والے نے کہا کہ بیٹا زیرے والے بسکٹ تو

Marfat.com

نہیں ہیں آپ یہ لے جاؤ پسند نہ آئے تو واپس کر دینا۔ یا زیرے والے بسکٹ کا ڈبہ پندرہ روپے کا ہو گا اور دکاندار نے دس روپے والے کوئی دوسرے بسکٹ تھما دیئے ہوں یا کچھ اور بھی ہو سکتا ہے اس وقت آپ کی ذمہ داری یہ ہے کہ پہلے بچّے کو شاباش دیں۔ ماشاء اللہ بیٹا لے آیا جزاک اللہ خیراً کہیں۔

پھر مطلوبہ چیز نہ ملنے کی وجہ پوچھیں اب جو جواب ملے تو اس پر سمجھائیں کہ دیکھو بیٹا دکان چھوڑنے سے پہلے چیز اور پیسے اچھی طرح دیکھ اور گن لیا کرو۔ اگر ایک دکان سے کوئی چیز نہ ملے تو دوسری سے پوچھ لیا کرو، چیزوں پر لکھی قیمت پڑھنے کی کوشش کیا کرو، دکان دار سے پوچھ لیا کرو کہ اگر چیز پسند نہ آئے تو کیا واپس یا تبدیل کرنے کی اجازت ہو گی؟

اسی طرح بچّے کی پسند کو ٹھکرایا نہ جائے یا اس کو دل برداشتہ نہ کیا جائے بلکہ اس کا انتخاب صحیح ہو، اس میں اس کی مدد کی جائے۔

نادر ایک بچّہ تھا، اس کے والد صاحب اسے اپنے ساتھ بازار لے گئے اور وہاں کچھ چیزیں خریدنے کے بعد ایک دکان پر جاکر نادر سے کہا کہ نادر اپنے لئے ایک بنیان پسند کرلو، نادر بڑے شوق سے تمام بنیان کو الٹ پلٹ کر دیکھتا رہا، اسے سرخ رنگ کی ایک بنیان پسند آئی، اس نے اپنے والد کی طرف دیکھا اور اشارہ کیا، باپ نے وہ بنیان تو خرید لی لیکن گھر آتے ہی یہ کہا کہ بیگم! ہمارا نادر تو پینڈو ہے۔ اس کو انتخاب کرنا ہی نہیں آتا۔ اس کی پسند دیکھو کتنی گھٹیا ہے، نادر نے جب یہ دیکھا اور سنا تو اس کا دل بری طرح ٹوٹ گیا اور شاید اب وہ ساری زندگی اپنے لئے کپڑوں کا صحیح انتخاب نہ کر سکے۔

اس واقعہ پر غور کیجئے! کیا باپ نے بیٹے کے ساتھ دشمنی نہیں کی؟ اس باپ نے شاید چھوٹے سے بیٹے کو اپنا کوئی ہم عمر دوست سمجھ لیا تھا کہ جیسے دوستوں میں طعن و تشنیع اور ایک دوسرے کے انتخابات کو رد کیا جاتا ہے ویسے ہی اپنے بیٹے کے انتخاب کو برا کہا۔ بے شک اگر وہ چیز بری بھی تھی، غیر معیاری بھی تھی

مگر اس کی اصلاح کے اور بہت طریقے ہیں، یہ طعن وغیرہ کے ذریعے اصلاح کی کوشش تو ہمیشہ کے لئے بگاڑ کا سبب بن جاتی ہے۔ ہماری درخواست ہے کہ خریداری میں، چیزوں کے انتخاب میں، زندگی کے چھوٹے بڑے معاملے میں، پسند ناپسند میں اپنے بچوں کو صحیح رخ پر ڈالنے کی ضرور کوشش کریں لیکن ہرگز دس روپے کی خاطر بچے کی قوت فیصلہ کو مجروح نہ کریں۔

بچہ کی قوت فیصلہ خراب کرنے کی ایک اہم وجہ باپ کی یہ غلطی ہوتی ہے کہ جس وقت باپ کو بچے پر غصہ آتا ہے، اس وقت باپ اس کو بچہ نہیں سمجھتا، بلکہ باپ کی جو اپنی عمر ہوتی ہے اس عمر کے اعتبار سے جو باپ کو تجربہ ہوتا ہے اگر بچہ اس تجربہ کے موافق کام نہیں کرتا یا مطلوبہ چیز نہیں لاتا تو باپ اس کو بے وقوف، نالائق، ناسمجھ کے القابات سے نوازتا ہے۔ لہٰذا ہر مسلمان والد کو چاہئے کہ وہ اس غلطی سے توبہ کرے، قیامت کے دن اللہ تعالیٰ کے سامنے کھڑے ہونے کا تصور قائم کرے کہ اس دن ہر ہر لمحہ کا حساب دینا ہوگا، اور حقوق اللہ توبہ و استغفار سے معاف ہوجائیں گے، حقوق العباد کے بارے میں تو بہت ہی سخت پکڑ ہوسکتی ہے۔ لہٰذا اس گناہ کو معمولی گناہ نہ سمجھیں، کہیں ایسا نہ ہو کہ ہماری تھوڑی سی غفلت و کوتاہی سے اس بچے کا مستقبل خراب ہوجائے۔ یہ بچہ بڑا ہوکر پتہ نہیں دین و دنیا کے کتنے بڑے بڑے کام کرنے کی فطری اہلیت و قابلیت و صلاحیت اپنے ساتھ لایا ہو لیکن باپ کے اس رویہ کی وجہ سے وہ قوت فیصلہ کی نعمت سے محروم ہوجائے، اور کسی بات میں فیصلہ کرتے ہوئے ہمیشہ ڈرتا رہے کہ شاید غلط ہو۔

ٹھنڈے دل سے غور کیجئے! آنکھیں بند کر کے اپنی موت کا تصور کیجئے کہ آج اگر میری موت ہوجاتی ہے تو یہ بچہ..... میری موت پر ٹھنڈک کا سانس لے گا یا غم کی آہ بھرے گا، یہ مجھے مہذب (تہذیب سکھانے والا) سمجھے گا یا مُعَذِّب (عذاب دینے والا) یہ مجھے مصلح سمجھے گا یا اپنا غصہ اتارنے والا ظالم باپ سمجھے گا۔

اب آنکھیں کھولئے اور دل و دماغ سے پکا فیصلہ کیجئے کہ اب آئندہ بچے کو بچہ ہی سمجھوں گا، چالیس سال کا پورا مرد نہیں سمجھوں گا۔ تیس یا چالیس سال کا آدمی سمجھ کر اس کو ہر معیار پر جانچنے کی کوشش نہیں کروں گا اور اس کے ہر فیصلہ پر اس کی حوصلہ افزائی کرکے اس کو آگے کی صحیح رہنمائی دے کر نیک والد کا کردار ادا کروں گا۔ اللہ تعالیٰ آپ کی اور سارے مسلمان والدین کی اس سلسلہ میں خاص مدد فرمائے۔ آمین یا رب العالمین،

اس کے فوائد

اگر آپ کو بچوں کی ایسی نازیبا حرکات پر غصہ آجایا کرتا ہے تو اکیلے بیٹھ کر اس کے فوائد سوچیں کہ "بچے کی قوت فیصلہ درست اور صحیح رکھنے کے لئے اگر میں نے برداشت کرلیا تو کیا کیا فوائد حاصل ہوسکتے ہیں۔ ان فوائد کو خوب سوچیں، ان شاء اللہ ان فوائد کے استحضار سے آپ کو صبر حاصل ہوجائے گا اور عین غلطی و کوتاہی کے وقت اللہ تعالیٰ صحیح راستہ سمجھا دیں گے"۔

(١) پہلا فائدہ یہ ہوگا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک سُنّت زندہ ہوجائے گی اس لئے کہ حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ "میں دس سال تک حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں رہا، اس پوری مدت میں کبھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے کسی ایسے کام کے بارے میں جو میں نے کیا ہو یہ نہیں فرمایا کہ یہ کیوں کیا؟ اور نہ ہی کسی ایسے کام کے بارے میں جو میں نے نہ کیا ہو یہ فرمایا کہ ایسا کیوں نہ کیا"۔ (شرح شمائل ترمذی صفحہ ٢٠٧)

(٢) دوسرا فائدہ یہ ہوگا کہ بالفرض اگر یہ بچہ بھولا بھالا یا بیوقوف یا کمزور بھی ہے تو اس کا حل اور علاج یہی ہے کہ آپ اس وقت صبر کریں، جب آپ نے صبر کرلیا اور اس کے بعد اس کو سمجھایا تو اس کی بیوقوفی اور بھولا پن دور ہوجائے گا، اور روز بروز اس کی سمجھ و بصیرت میں ترقی ہوگی۔ اس سے بڑا کیا فائدہ

Marfat.com

ہو سکتا ہے کہ اُمّت محمدیہ (علیٰ صاحبھا الف الف تحیۃ و سلام) میں ایک بیوقوف فرد کی اصلاح کا آپ ذریعہ بن گئے، ایک دکھی انسان کی خدمت کرنے کی سعادت اللہ نے آپ کو عطا فرمادی، غور فرمائیے! آپ اس کو بار بار ایسے القابات دے کر اپنا غصہ ضرور ٹھنڈا کر سکتے تھے لیکن اگر آپ نے صبر کیا تو اس صبر کرنے پر آپ کا یہ بچّہ مستقبل میں کئی دینی ودنیوی نقصانات سے بچ سکتا ہے تو گویا آپ کی نسل کئی نقصانات سے بچ گئی۔

(۳) تیسرا فائدہ یہ ہوگا کہ جس طرح آپ کو دو رکعت نفل پڑھنے پر اجر ملنے کی امید ہے، جس طرح صدقہ و نیک کام کے کرنے پر اجر و ثواب کی امید ہے، اسی طرح آپ اگر یہ کام بھی اللہ تعالیٰ کو راضی کرنے کی خاطر کریں گے تو اس کا اجر و ثواب کئی نوافل اور کئی صدقات نافلہ سے بڑھ جائے گا، اس لئے کہ غصے کے گھونٹ کو پینے کے جتنے ثواب اور فضائل احادیث مبارکہ میں آئے ہیں وہ سب آپ کو حاصل ہوجائیں گے اور اس سے بڑی کیا بات ہوگی کہ اس چھوٹے سے عمل سے اللہ تعالیٰ راضی ہوجائیں تو دنیا و آخرت میں مزے ہی مزے ہیں اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

وَرِضْوَانٌ مِّنَ اللّٰهِ اَكْبَرُ ذٰلِكَ هُوَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ

(توبہ آیت ۷۲)

"اور رضامندی اللہ تعالیٰ کی ان سب سے بڑی ہے یہی ہے بڑی کامیابی"۔

یعنی تمام نعمائے دنیوی واخروی سے بڑھ کر حق تعالیٰ کی رضا اور خوشنودی ہے جنت بھی اسی لئے مطلوب ہے کہ وہ رضائے الٰہی کا مقام ہے، حق تعالیٰ مؤمنین کو جنت میں ہر قسم کی جسمانی وروحانی مسرتیں عطاء فرمائے گا، مگر سب سے بڑی نعمت محبوب حقیقی کی دائمی رضا ہوگی، حدیث صحیح میں ہے کہ حق تعالیٰ اہل جنت کو پکارے گا، اہل جنت لبیک کہیں گے، دریافت فرمائے گا اب تم خوش

Marfat.com

ہوگئے؟ جواب دیں گے، پروردگار خوش نہ ہونے کی کیا وجہ؟ جبکہ آپ نے ہم پر انتہائی انعام فرمایا ہے۔ ارشاد ہوگا، جو کچھ اب تک دیا گیا ہے، کیا اس سب سے بڑھ کر ایک چیز لینا چاہتے ہو؟ جنتی سوال کریں گے کہ اے پروردگار اس سے افضل اور کیا چیز ہوگی؟ اس وقت فرمائیں گے اپنی دائمی رضا اور خوشنودی تم پر اتارتا ہوں جس کے بعد کبھی خفگی اور ناخوشی نہ ہوگی۔ (تفسیر عثمانی جلد ا صفحہ ۶۶۶)

(۴) چوتھا فائدہ یہ ہوگا کہ آپ نے حکمت و صبر اور پیار و محبت سے سمجھایا اور پھر دعائیں بھی کیں، اس بچّے کا نام لے کر اللہ سے مانگا تو اللہ تعالیٰ آپ کو رضا بالقضاء کی دولت عطا فرمائیں گے گویا آپ کے صبر اور نرم لہجے، میٹھی زبان اور خوش خلقی سے آپ کو یہ دولت عظمیٰ حاصل ہوگئی۔ یہ اتنی بڑی دولت ہے کہ حدیث میں اس کے لئے دعا مانگی گئی ہے۔

﴿اللهم ارضنی بقضائك وبارك لی فی ماقدرلی حتی لا احب تعجیل مااخرت ولا تاخیر ماعجلت﴾
(الحزب صفحہ ۸۵)

"اے اللہ! تو اپنے فیصلہ پر مجھ کو راضی کردے، اور جو میرے لئے مقدر ہوچکا ہے اسی میں مجھے برکت عطا فرما، تاکہ جو چیز تو نے مؤخر فرمادی ہے اس کی جلدی نہ کروں اور جس چیز کو تو نے فی الحال مقدر کردیا ہے اس کی تاخیر کی تمنا نہ کروں"۔

کیونکہ آپ اللہ تعالیٰ کے اس فیصلہ پر خوشی سے راضی ہوگئے کہ اللہ نے مجھے جیسی بھی اولاد دی ہے اس پر اللہ کا شکر ہے اس لئے کہ جس طرح کوئی بچّہ معذور پیدا ہوا تو اس میں اس بچّے کا کوئی قصور نہیں ہے اسی طرح ایک بچّہ اگر فطرتاً دوسرے بچّوں کے مقابلے میں کم ذہین ہے یا وہ اپنی ذہانت کا اظہار نہیں کرسکتا یا وہ اپنے عیبوں کو دوسروں کی طرح عیاری اور چالاکی سے چھپا نہیں سکتا تو بار بار اس بچّے پر اعتراض گویا (نعوذ باللہ) قدرت پر اعتراض ہے، فطرت پر

Marfat.com

اعتراض ہے۔

دو بچّوں کو آپ نے ایک بات سمجھائی، ایک بچّہ فوراً سمجھ گیا اور دوسرے نے دوبارہ سمجھانے کی درخواست کی آپ کو غصہ آگیا اور اس سے کہنے لگے، اردو میں تیرے کو سمجھ نہیں آتی، فارسی میں سمجھاؤں، دھیان سے سنتا ہی نہیں، بلیک بورڈ پر لکھ کر دوں، وغیرہ یا دونوں بچّے جب کام کرکے لوٹے تو ایک صحیح سمجھ کر لے آیا اور دوسرا غلط کرکے لے آیا اور اکثر ایسا ہی ہوتا ہے تو اب اس بچّے کو یہ کہنا کہ دیکھ تو کیسا بے وقوف ہے کہ ایک دس روپے کی ڈبل روٹی بھی نہیں لینا آتی، پاپے بھی صحیح نہیں خرید سکتا، دودھ پیتے بچّے کو بھی اتنی سمجھ ہے، تجھے اتنی بھی سمجھ نہیں، لمبا ہونا جانتا ہے، نئے نئے شلوار کرتے پہننا جانتا ہے، اپنے مطلب کی سب باتیں سمجھتا ہے، دیکھ تیرا ہی بھائی یا تیری ہی بہن حالانکہ تجھ سے چھوٹے ہیں یا تیرا ہی چچا زاد بھائی تیری ہی عمر کا ہے لیکن تو اونٹ کی طرح لمبوستان ہورہا ہے، چلنے کا بھی تجھے ڈھنگ نہیں، میرے دوستوں کے سامنے بے عزتی کروادی، اور یہ تیرا ہی بھائی کیسے سلیقے قرینے سے اٹھتا بیٹھتا ہے۔

یاد رکھئے! یہ سب اس بچّے پر کم اور قدرت و فطرت پر زیادہ اعتراضات ہیں۔ لہٰذا آج سے سچے دل سے توبہ کیجئے اور اللہ تعالیٰ کی بنائی ہوئی مخلوق پر اعتراض نہ کریں، جس کو جس طرح رب العالمین نے بنایا اور جس طرح کا ذہن و قوت فیصلہ عطا فرمائی وہی اس کی بہتر حکمتیں جانتا ہے۔ وہ قادر مطلق اور حکیم و خبیر آپ سے یہ چاہتا ہے کہ اس کی بنائی ہوئی مخلوق کا خیال رکھیں اور جو صفات آپ اس کے اندر پیدا کرنا چاہتے ہیں اس کے لئے راتوں کو اٹھ کر آنسو بہا کر دعائیں مانگیں مثلاً اے اللہ! اس بچّے کو ہماری آنکھوں کی ٹھنڈک بنا اور اس کی قوت فیصلہ صحیح فرما، اس کو دنیا و آخرت دونوں میں عزت عطا فرما، اس سے دین کا کام لے لے، ہر قسم کی بلا و مصیبت سے اس کی حفاظت فرما اس کے لئے

مرتے دم تک عافیت کا فیصلہ فرما، حلال رزق وافر مقدار میں نصیب فرما، بخل اور اسراف سے اس کی حفاظت فرما اور مجھے اور اس کو اور سارے مسلمان والدین کو رضا بالقضا (اللہ کے فیصلہ پر راضی رہنا) کی نعمت عظمیٰ عطا فرما۔ آمین

یاد رکھئے! چالاک وذہین بچّوں کی قوت فیصلہ، ان کی پڑھائی، سمجھداری وذہانت پر تو تمام والدین خوش ہوتے ہیں، فخر کرتے ہیں، اللہ کا شکر ادا کرتے ہیں لیکن سلام ہے ان والدین کی عظمت کو خصوصاً والد کی ہمت کو کہ کمزور بے وقوف بھولے بھالے بچّوں پر بھی وہ شکر و صبر کریں اور ایسے بچّوں کی تربیت پر بھی قوم وملت و اُمّت محمدیہ کے تمام افراد کی طرف سے شکریہ کے مستحق بنیں اور مالک کی رضا حاصل کرنے والے ہوں۔

نقصانات

اگر بچّے کی قوت فیصلہ خراب کی گئی تو اس کے انفرادی و اجتماعی نقصانات کیا ہوسکتے ہیں۔

(١) سب سے بڑا نقصان یہ ہے کہ یہ فعل اللہ تعالیٰ کی ناراضگی کا سبب ہوسکتا ہے اور جس سے اللہ ناراض ہوجائے اس کی بنی بنائی دنیا بگڑ جایا کرتی ہے جب کہ جس سے اللہ تعالیٰ راضی ہوجائے اس کی بگڑی ہوئی دنیا بھی بنا دیتے ہیں، لہٰذا اللہ تعالیٰ کی ناراضگی سے بچنے کے لئے ہر والد کو چاہئے کہ بچّے کی قوت فیصلہ خراب نہ کرے، بچّے کو مایوس نہ ہونے دے۔

(٢) دوسرا نقصان یہ ہے کہ بالفرض اگر یہ تسلیم بھی کرلیا جائے کہ واقعةً بچّے ہی کی غلطی ہے۔ نہ آپ نے بچّے کو تیس سال یا چالیس سال کا آدمی سمجھا ہے نہ آپ نے اس کے ہم عمر ذہین بچّوں کے معیار پر اس کو پرکھا ہے بلکہ ایک عام بچّے کو جو سوچ سمجھ کر کام کرنا چاہئے وہ بھی یہ نہیں کررہا تو اب یقیناً بچّے ہی کی کمی یا کوتاہی یا غفلت ہے، یہ یقین ہوجانے کے باوجود اس کا علاج یا حل یہ

Marfat.com

نہیں ہے کہ اس کو گھر میں داخل ہوتے ہی مطلوبہ چیز کے نہ لانے پر یا اچھی کارکردگی نہ دکھانے پر ڈانٹ دیا جائے یا ذلیل و خوار کیا جائے، یہ تو مزید اس کے اندر اس مرض کے اضافہ کا سبب ہو سکتا ہے، گویا عین موقعہ پر ڈانٹ ڈپٹ اور ذلیل کرنا اس کی غفلت و کوتاہی میں اضافہ کا تو سبب بن سکتا ہے لیکن اس کی کوتاہی کا علاج نہیں ہو سکتا۔

اس کا اس سے بڑا کیا نقصان ہوگا کہ بیوقوفوں کی جماعت میں ایک اور بے وقوف کا اضافہ ہو اور وہ بھی ہمارا ہی لختِ جگر ہو، ہم نہ چاہتے ہوئے بھی اپنے عمل سے ایک کم بے وقوف کو زیادہ بے وقوف بنا رہے ہیں، اس کو پاگل، بے وقوف، نالائق، کم سمجھ، وغیرہ کے القابات سے نواز کر اور گرجدار آواز میں "خبردار! آئندہ ایسا نہ کیجیو ورنہ گھر سے باہر نکال دوں گا، جیسے الفاظ سے جھڑک کر اس کے مرض میں اور اضافہ کر رہے ہیں"۔

(۳) تیسرا نقصان یہ ہوگا کہ بعض کمزور دل بچّے اپنے لوحِ قلب پر یہ الفاظ نہ مٹنے والی سیاہی سے اس طرح لکھ لیتے ہیں کہ جن کو کبھی مٹایا نہ جاسکے اور ایسے بچّے اپنے آپ اکیلے میں بھی سوچتے رہتے ہیں میں کیسا برا بچّہ ہوں / میں کیسی بری بچّی ہوں، اللہ کرے میں مرجاؤں، مجھے ایک ہی دفعہ مار کیوں نہیں دیتے، میرے اندر عقل نہیں ہے وغیرہ ہمیشہ مجھے بے وقوف کہتے ہیں، امی بھی یہی کہتی ہیں تیرے اندر عقل نہیں، اسکول کی مس بھی ہمیشہ نکما کہتی ہیں بڑی بہن بھی ڈانٹتی رہتی ہیں۔

لہٰذا اس خطرناک اور نازک ترین پہلو پر انتہائی دل سوزی کے ساتھ توجہ دیں اور پھر کوئی تعمیری قدم اٹھائیں۔

غور کیجئے! اس سے بڑا کیا نقصان ہو سکتا ہے کہ ہمارے غلط رویے سے ایک بچّہ زندہ رہتے ہوئے بھی موت کی تمنا کرے، اس کے عزائم اور اس کی تمناؤں کا اس طرح گلا گھونٹنا کسی مسلمان کے لئے مناسب نہیں چہ جائیکہ ایک باپ کے

Marfat.com

لئے کس طرح مناسب ہوگا کہ وہ جیتے جی اس کو قبر کی گہرائیوں میں اتارے۔

(۴) چوتھا نقصان یہ ہوتا ہے کہ والدین یہ سمجھتے ہیں کہ ڈانٹ ڈپٹ، طعنہ بازی سے بچّہ سدھر جائے گا لیکن یہ ان کی خام خیالی ہے۔

ان باتوں کا بچّے کی شخصیت پر منفی اثر ہی پڑتا ہے وہ جذباتی اور عدم تحفظ کا شکار ہوجاتا ہے، اس کے اندر منفی صلاحیتیں مختلف پہلوؤں سے اجاگر ہونا شروع ہوجاتی ہیں، وہ تنہائی پسند ہوجاتا ہے / ہوجاتی ہے اس میں چڑ چڑا پن پیدا ہوجاتا ہے وغیرہ۔

(۵) پانچواں نقصان یہ ہے کہ نفسیات کے ہسپتال میں ایک مریض کا اور اضافہ ہوجاتا ہے اور بعض اوقات اس بیماری کا اثر دماغ کے علاوہ جسم کے اور اعضاء پر بھی پڑتا ہے اور جسم کے دوسرے اعضاء سُست پڑ جاتے ہیں جس سے علاج کے لئے دواؤں کا خرچہ، ڈاکٹر کی فیس اور وقت کا خرچ، مزید فکریں بڑھ جاتی ہیں۔

(۶) چھٹا نقصان یہ ہے کہ تجربہ سے یہ بات ثابت ہے کہ سخت کلمات کی بہ نسبت نرم کلمات زیادہ مؤثر ہوتے ہیں اب اس تجربہ کی روشنی میں غور فرمائیے کہ

جس برتن میں آدمی کچھ ڈالنا چاہے پہلے ہی سے اس میں سوراخ کردے جب بیٹے / بیٹی کے دل کو اپنی سختی اور مار پیٹ سے چھلنی کردے گا تو اس میں خیر کی بات کس طرح ڈال سکے گا۔

یاد رکھئے! بزرگوں کا ارشاد ہے چھوٹے بچّوں کے دل میں غیر ضروری رعب اور خوف کا سمانا ایسا ہی برا ہے کہ جیسا نرم و نازک پودے پر باد صرصر کا تند و تیز جھونکا یا پھولوں پر لو کا چلنا، یہ بھی بزرگوں کا ارشاد ہے:

"جو والد اخلاقی برائیوں کو حسن خلق کے ذریعہ دفع کرنے کی قابلیت نہیں رکھتا وہ نیک والد کہلانے کا مستحق نہیں، اصل بات یہ ہے کہ عام طور سے

Marfat.com

والدین کو اپنی بد خلقیوں کی طرف بالکل توجہ نہیں ہوتی اور نہ اپنی اصلاح کی فکر ہوتی ہے، بزعم خود اپنے کو کامل سمجھتے ہیں اور ناقص جب اپنے کو کامل سمجھ لے تو اس سے جو بھی فتنہ اٹھ کھڑا ہو وہ کم ہے"۔ لہٰذا ہم سب کو چاہئے کہ اپنے آپ کو ناقص سمجھیں اور بار بار اللہ تعالیٰ سے دعا مانگیں، اے اللہ میری اصلاح فرمادے۔

(۷) ساتواں نقصان یہ ہے کہ بعض اوقات باپ ان معمولی چیزوں سے جو باپ کی نظر میں معمولی ہوتی ہیں بچّے کی قوت فیصلہ خراب کردیتا ہے مثلاً یوں مخاطب ہوتا ہے اتنا بڑا ہوگیا اب تک اتنی بھی سمجھ نہیں۔ تو یہ باپ کی طرف سے بہت ہی خیانت اور ناانصافی ہے کہ ۱۵ سال کے بچّے کو پچاس سال کا بوڑھا سمجھنا اور خیانت اس معنی میں کہ وہ بچّے کے لئے تو ایک مشکل معمہ ہے جو آسانی سے حل نہیں ہوگا اور باپ کے نزدیک بائیں ہاتھ کا کھیل ہے تو باپ بچّے کے لئے بھی اس کو اتنا ہی آسان سمجھ کر اس کے ساتھ خیانت کا مرتکب ہورہا ہے، مثلاً آج سے آپ اس پر غور فرمائیے کہ تجارت میں ملازمت میں والد سے غلطی ہوجائے تو والد کے والد یعنی بچّے کے دادا اپنے بیٹے سے یوں مخاطب ہوتے ہیں، چار بچّے کا باپ ہوکر بھی تجھے یہ بات سمجھ نہ آئی ....، بیٹے اب آپ کو کب ذمہ داری کا احساس ہوگا، .... تمہیں کیا ہوگیا، ایسے ہی ملازمت سے استعفیٰ دیدیا......، ہمیں پوچھ تو لیتے.......... فلاں پارٹی کو مال دیدیا تمہیں پتہ نہیں جوتے گھس جاتے ہیں ان سے پیسے وصول کرنے میں یہ تو برساتی مینڈک کی طرح ہیں، ان کو کبھی مال نہیں دینا چاہئے بیٹا........ وغیرہ

ان فوائد کو حاصل کرنے اور ان نقصانات سے بچنے کے لئے خود ہی تدبیریں سوچئے اور فیصلہ کیجئے آئندہ ایسا نہیں ہونا چاہئے۔ اپنی اہلیہ سے مشورہ کیجئے، امانتدار اور راز دار دوستوں سے مشورہ کیجئے اور نیک اور مثالی والد ہونے کا

ثبوت دیجئے۔

اس کے علاوہ کچھ تدابیر لکھی جارہی ہیں، امید ہے ان سے بھی فائدہ ہوگا۔

① کتاب کو بند کرکے ان نقصانات کو زبانی دہرایئے اور ان کو یاد کرکے بیوی صاحبہ کو بھی سنایئے کہ بچّوں کی قوت فیصلہ صحیح نہ ہو تو یہ یہ پریشانیاں آتی ہیں۔

② اپنے دوستوں کو جو بچّوں کے باپ ہوں ان کو بھی اس کی ترغیب دیجئے، اس کے فوائد بتایئے، نقصانات سے بچنے اور بچانے کی ترغیب دیجئے۔

بچّوں میں مہارتِ فکر پیدا کرنے کی چند مفید تدابیر

① جب آپ خریداری کے لئے اپنے بچّے کو بازار لے جائیں تو بازار میں موجود تمام چیزوں کی پہچان کروائیں، مثلاً روپے کی اہمیت، چیزوں کے اوزان وغیرہ۔

② بچّے کے سوالات پر اس کی حوصلہ افزائی کریں اور ان سوالات کے جواب کے لئے اپنے آپ کو ذہنی طور پر تیار رکھئے اور بچّے کو یہ کہنے میں تأمل نہ برتیں کہ تم نے بہت اچھا سوال کیا ہے۔

③ بچّے کے برے عمل کے مقابلے میں اچھے عمل کو مدنظر رکھیں۔

④ بچّے کی کامیابی اور ناکامی کے اسباب کی وضاحت کریں اور اس کی کامیابی کی حوصلہ افزائی کریں۔

⑤ بچّے کو اس بات کا یقین دلائیں کہ تم اللہ تعالیٰ کی مدد کے ساتھ یہ کام ضرور کرسکتے ہو اور ساتھ ہی اس کام کو کرنے کا طریقہ کار بھی وضاحت سے بتادیں۔

⑥ بچّے کو اپنے لئے پیشہ چننے کا اختیار دیں اس پر اپنی مرضی زبردستی مسلط نہ کریں۔

Marfat.com

⑦ سوالات پوچھتے وقت کسی حاکم جیسا رویہ اختیار نہ کریں بلکہ اپنے لہجے اور انداز کو نرم رکھیں تاکہ بچّہ جلد از جلد سمجھ جائے۔

⑧ بچّے کو جواب سوچنے کا وقت دیں اور اس کو اپنے الفاظ میں وضاحت کرنے دیں۔

⑨ بچّے کا جواب صحیح یا غلط ہونے کی وجہ بتائیں۔

⑩ اس بات کی اجازت دیں کہ بچّے خود ہی اپنی غلطیاں تلاش کریں بعد میں بے شک آپ اس کی اصلاح کرنے میں اس کی مدد کریں۔

⑪ غیر نصابی سرگرمیاں بھی اختیار کریں مثلاً ایک نقشہ اسکول سے گھر تک کے راستے کا بنائیں اور بچّے کو راستہ سمجھائیں، تاریخی واقعات کے بارے میں ایک نقشہ بنائیں اور پھر بچّے کو سمجھائیں۔ کوکنگ کی کلاس لیں جس میں بچّے کو درجہ حرارت اور چیزوں کی مقدار کے بارے میں معلومات فراہم کریں، اس سے کسی حد تک یہ شکایت دور ہوجائے گی کہ بچّہ پڑھتا نہیں۔

بچّوں کی تربیت اپنی سعادت عظمیٰ سمجھئے

بعض مرتبہ مصروفیت اور مشاغل کی کثرت کی وجہ سے والدین یا ان دونوں میں سے کوئی ایک یہ سمجھتا ہے کہ بچّوں کی تربیت کرنا ایک مصیبت ہے یا بہت مشکل کام ہے یا میرے بس کی بات نہیں یا کوئی اور اس کام کو انجام دے دے چاہے میں اس کو پیسہ دیدوں، اس کی تنخواہ مقرر کردوں، تنخواہ کے علاوہ کچھ الگ دیدوں لیکن یہ بوجھ میرے سر سے ہٹ جائے۔۔۔۔۔۔ کیوں جناب؟

اس لئے کہ میں بہت مصروف ہوں، میرے پاس وقت نہیں یا مجھے غصہ بہت جلدی آجاتا ہے، میں بچّوں کو سمجھا نہیں سکتا یا مجھے مزہ ہی نہیں آتا، دل ہی نہیں لگتا، وغیرہ۔ ان سب باتوں کا حل یہ ہے کہ آپ اس کو بوجھ نہ

Marfat.com

سمجھیں، اس کو مصیبت و زحمت نہ سمجھیں، اس کو مشکل اور اپنے بس سے باہر نہ سمجھیں۔

آپ اس کو اپنی سعادت سمجھئے، بچّوں کی تربیت اور ان کو بیٹھ کر اچھی طرح سمجھانا، ان کی تعلیم و تربیت کا اہتمام کرنا، اخلاق و آداب کے اعلیٰ معیار تک پہنچانے کی کوشش کرنا، دس پندرہ منٹ تک ہاتھوں کو اٹھاکر ان کا نام لے لے کر دعائیں مانگنا، اللہ تعالیٰ سے ان کو دین کی خدمت کے لئے قبول کروانا، دعاؤں کے ذریعہ دنیا و آخرت کے انعامات دلوانا، ان سب امور کو اپنی سعادت سمجھئے، اپنی ضرورت سمجھئے، اپنے لئے صدقہ جاریہ سمجھئے، معاشرہ میں ایک بہترین فرد کے آنے کا ذریعہ سمجھئے، اپنی آنے والی نسل پر احسان سمجھئے اپنی شریک حیات کے ساتھ تعاون سمجھئے، اللہ تعالیٰ کی رضا کا ذریعہ سمجھئے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی اُمّت میں ایک بہترین فرد کے وجود کا ذریعہ سمجھئے۔

ان تمام فوائد کو سوچئے اور اہلیہ سے کہئے کہ ہم دونوں سوچیں کہ بچّے کی تربیت سے دنیا و آخرت کے کیا کیا فوائد ہمیں حاصل ہوں گے، کتنے منافع ہمیں ملیں گے، اہلیہ سے کہیں کہ تم چار فائدے سوچ کر رکھنا اور میں بھی چار فائدہ سوچوں گا۔ پھر اسی طرح اہلیہ کے ساتھ بیٹھ کر اس کے نہ کرنے کے نقصانات سوچئے پھر اسی طرح دوستوں سے مذاکرہ کریں کہ اگر ہم نے بچّے کی تربیت پر توجہ نہ دی، اس کے لئے اپنا وقت فارغ نہ کیا، اسکول ومدرسہ کے حالات کی خبر نہ رکھی، گھر سے باہر کن دوستوں اور سہیلیوں میں وہ وقت گذارتا/ گذارتی ہے، کونسی کتابیں دیکھتا ہے، ٹی وی سے ہم نے اس کو نہ بچایا، برے ماحول اور برے دوستوں سے نہ بچایا اور اس کے اساتذہ کرام سے وقتاً فوقتاً حالات نہ لئے تو اس کے کیا کیا نقصانات ہوں گے۔

ان شاء اللہ جب آپ اس طرح ان فوائد کا مذاکرہ کریں گے اور ان نقصانات کو بھی سامنے لائیں گے تو آپ کو تعلیم و تربیت کا شوق پیدا ہوگا، پھر

Marfat.com

بچّوں کے لئے وقت دینا، ان کو سمجھانا، ان کی دینی ذہن سازی کرنا، اللہ جل جلالہ کی عظمت و کبریائی ان کے دلوں میں بٹھانا، حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی سچی محبت ان کے دلوں میں پیدا کرنے کی کوشش کرنا، بڑوں کا ادب چھوٹوں پر شفقت سکھلانا، اسکول اور مدرسہ کا ہوم ورک کروانا، اسکول اور مدرسوں کی حاضریوں پر کڑی نگاہ رکھنا، ان تمام امور کا اہتمام کرنا آپ کو آسان ودلچسپ معلوم ہوگا۔

پھر جس طرح دوستوں کی محفل اور مجلس میں بیٹھنے میں مزہ آتا ہے اس سے زیادہ بچّوں کی تربیت میں مزہ آئے گا۔ پھر جس طرح اخبار پڑھنے میں اور فضول کہانیوں میں وقت لگانے میں سرور حاصل ہوتا ہے اس سے زیادہ بیوی بچّوں کے پاس بیٹھ کر ان کے مسائل کی گتھیاں سلجھانے میں سرور حاصل ہوگا، پھر جس طرح کاروبار میں کسی سودے کے ہونے پر طبیعت خوش ہوتی ہے اس سے زیادہ بچّوں کو عملی طور سے اخلاق پر لانے میں خوشی محسوس ہوگی، اور جس طرح ملازم کو اوور ٹائم نہ ملنے پر غم ہوتا ہے، یا تنخواہ کٹنے پر غم ہوتا ہے۔ اس سے زیادہ بچّے کی اسکول ومدرسہ کی چھٹی پر غم ہوگا اور اس کی آہ نکلے گی کہ بیٹا آج تم نے مدرسہ کی چھٹی کیوں کردی۔ ایک کاروباری کو جس طرح ایک آرڈر ملنے کے بعد پھر وہ آرڈر کسی وجہ سے منسوخ ہوجائے تو جس طرح غم ہوتا ہے اس طرح بچّے کے امتحان میں فیل ہونے پر غم ہوگا۔

اب میاں بیوی بیٹھ کر سوچیں کہ ہم کس طرح اس بچّے کی تربیت کریں، جب تربیت پر وقت لگانے کے فوائد و منافع سامنے آگئے اور اس پر وقت نہ لگانے کے نقصانات بھی سامنے آگئے تو اب ان فوائد و منافع حاصل کرنے کا بہتر طریقہ کیا ہے؟ اور ان نقصانات سے بچنے کا بہتر طریقہ کیا ہے؟ اس پر غور کریں اور اس پر بیوی سے پوچھیں پھر خود سوچ کر ایسی راہ متعیّن کریں جس سے بچّے کی تعلیم و تربیت کی نگرانی کی پوری ذمہ داری آپ ہی پر ہو، آپ کے علاوہ کسی

Marfat.com

اور کے سپرد نہ ہو۔ کتنا ہی شفیق و ماہر استاد ہو کتنا ہی اچھا اور معیاری اسکول و مدرسہ کیوں نہ ہو لیکن آپ اپنی اس ذمہ داری کو اور اس اجر و ثواب کو اور اللہ تعالیٰ کے راضی کرنے کے ذریعہ کو ہرگز کسی کے سپرد کرکے مطمئن نہ ہوجایئے بلکہ خود ہی فکر کیجئے ہاں وہ استاد، اور آپ کی اہلیہ، اور پرنسپل و مہتمم، آپ کے معاون ضرور ہوں گے لیکن سرپرست کامل کی حیثیت آپ خود اپنایئے۔ اس سے ان شاء اللہ تعالیٰ وہ تمام شکایتیں دور ہوجائیں گی جو بہت سے والدین کو ہوتی ہیں کہ

① میری بیوی بچّوں کی تعلیم و تربیت کا خیال نہیں رکھتی۔

② فلاں اسکول میں تو جاکر میرا بچّہ بگڑ گیا، کوئی توجہ نہیں ہے، کوئی خیال نہیں رکھتے، اتنی فیس دے کر بھی وقت ضائع ہوا۔

③ فلاں مدرسہ میں تو میرے بچّے کا صحیح طور پر حفظ بھی نہیں ہوسکا، قاری صاحب بار بار چھٹیوں پر چلے جاتے تھے، بچّے کی منزل بھی کچی رہ گئی، پارے بھی پکے نہ ہوسکے، حفظ بھی مکمل نہ ہوسکا، وہاں تو بہت وقت لگ گیا وغیرہ۔

یہ سب شکایات ان شاء اللہ تعالیٰ دور ہوجائیں گی، جب آپ براہ راست توجہ دیں گے، اگر آپ بہت زیادہ پڑھے لکھے نہیں ہیں، یا آپ کو اسکول ومدرسہ کے بارے میں تفصیلی حالات کا علم نہیں ہے لیکن آپ یہ تین کام تو کرسکتے ہیں۔

① ہر ماہ بچّے کی حاضری کا ریکارڈ اسکول ومدرسہ سے منگوائیں، غیر حاضری پر بہت سختی سے ناراض ہوں، ہر قسم کی تادیبی کاروائی جو اس عمر کے بچّے کے لئے مناسب ہو کریں، غیر حاضری کے نقصانات بچّے کے دل و دماغ میں اتنے شدت سے پیوست کرنے کی کوشش کریں کہ وہ غیر حاضری کو ناقابل معافی جرم سمجھے، دنیا و آخرت کی تباہی و بربادی غیر حاضری میں سمجھے، اور اسے مستقبل میں پشیمانی و پریشانی کا سبب سمجھے۔

(۲) امتحانات (ٹیسٹ) وغیرہ کی رپورٹ دیکھیں، امتحانات سے چند دن پہلے بچّوں کا کھیلنا وغیرہ بہت کم یا بند کروائیں، اپنے پاس بٹھا کر یاد کروائیں امتحانات میں پاس ہونے پر انعامات دیں، کم نمبر آنے پر یا پچھلے امتحانات سے کم نمبر ہونے پر افہام و تفہیم سے کام لیں، وجہ و سبب معلوم کریں کہ پچھلے امتحان میں یہ حال تھا اب کس وجہ سے ایسا ہوا، پھر اس کی بتائی ہوئی وجوہات پر بیوی سے مشورہ کریں پھر سوچیں کہ کہاں ہماری غلطیاں ہیں، کہاں بچّے کی کمی کوتاہی ہے اور اس کے تدارک کی تدبیر کریں۔

(۳) اس کے دوستوں کے بارے میں فکر رکھیں خاص طور پر جن رشتہ داروں کے گھر وہ جاتا ہے ماموں زاد پھوپھی زاد وغیرہ اگر کسی کے اخلاق و عادات نامناسب ہوں تو ان سے بھی تعلق کم رکھوایئے، بچّے کے ماموں اور خالہ کے لڑکے بھی اگر آپ کے بچّے کی تربیت میں مانع ہوں تو بیوی صاحبہ کو اعتماد میں لے کر ان سے دور رکھنے کی کوشش کریں، مثلاً آپ نے بچّے کو ٹی وی سے دور رکھا ہے لیکن اگر یہ خدشہ ہو کہ وہ ماموں وخالہ کے گھر جاکر اس گندی و بری عادت میں مبتلا ہوجائے گا تو اس کو وہاں جانے سے روکیں، یا آپ نے بچّے کو اسکول و مدرسہ کے ہوم ورک کرنے کا پابند بنایا ہے اور خالہ وپھوپھی کے بچّوں کا حال اس طرح نہیں ہے یا آپ کی بچّی اسکارف و دوپٹہ کی پابند ہے اور وہاں یہ ماحول نہیں یا آپ نے سات سال کی عمر سے نماز کا اہتمام کروایا ہے اور وہاں یہ اہتمام نہیں، آپ نے عشاء کی نماز کے فوراً بعد سونے کی عادت بنائی ہے اور وہاں دیر سے سونے کی عادت ہے اسی طرح محلّہ کے بعض غیر دیندار وں کے بچّے جن کے ہاں تربیت کا اہتمام نہیں، تو آپ اپنے بچّوں کو برے ماحول سے برے دوستوں سے ایسے ہی بچایئے جیسے سانپ اور بچھو سے بچایا جاتا ہے۔ کیونکہ برا ماحول برے دوست والدین کی ساری کی کرائی محنت کو ضائع کردیتے ہیں۔

Marfat.com

اولاد سے عام شکایت

جس اولاد کی دیکھ بھال میں ماں باپ نے دن رات مشغول رہ کر اپنے جسم وجان کی قوتیں گھلادیں، اگر وہ اولاد ان کی امیدوں پر پانی پھیر دے اور ان کی توقعات کے خلاف نافرمان اور باغی بن کر اٹھے تو اندازہ کیجئے! ان والدین کا کیا حال ہوگا۔ ان کی روحانی اذیت اور دلی رنج و غم کو الفاظ میں بیان نہیں کیا جاسکتا۔

لیکن اولاد کا نافرمان اور باغی بن جانا اس میں اگر ٹھنڈے دل سے غور کیا جائے تو اولاد پیدائشی طور پر باغی ونافرمان نہیں ہوتی بلکہ بعد کے حالات وواقعات ان کی بغاوت کا سبب بن جاتے ہیں، بہرحال ہم چند باتیں تحریر کرتے ہیں والدین تنہائی میں بیٹھ کر سوچیں اور دعا بھی کریں کہ اللہ تعالیٰ یہ باتیں ہمیں سمجھادیں۔

ماں باپ کے سوچنے کی باتیں:

بے شک ماں باپ کے بس میں سب کچھ تو نہیں ہے، لیکن ماں باپ کے بس میں یہ ضرور ہے کہ وہ اپنے رویے کے بارے میں غور کریں اور اللہ تعالیٰ کے دین کی روشنی میں اپنے عمل کا جائزہ لے کر دیکھیں کہ اولاد کی تعلیم و تربیت اور پرورش کے انداز سے متعلق اللہ تعالیٰ نے آپ پر جو ذمہ داریاں عائد کی ہیں کہیں ان ذمہ داریوں کے ادا کرنے میں کوئی کوتاہی تو نہیں ہورہی ہے؟ ان کے جو حقوق اللہ تعالیٰ نے آپ پر عائد کئے ہیں، کہیں ان کے ادا کرنے میں آپ کوتاہی تو نہیں کر رہے ہیں؟ اولاد آپ کی آرزؤں کو اسی وقت پورا کرسکتی ہے، جب آپ بھی ان کے حقوق سے غفلت نہ برتیں گے، اولاد کو آپ جن اخلاقی خوبیوں سے آراستہ دیکھنا چاہتے ہیں اور جس سعادت مندی، خدمت گزاری، فرماں برداری اور نیک برتاؤ کی آپ ان سے توقع رکھتے ہیں، وہ

Marfat.com

آرزوئیں اور توقعات پوری ہو سکتی ہیں، اگر آپ اپنی ذمہ داریوں کا احساس کریں اور پوری تن دہی اور دلی آمادگی کے ساتھ ان کو پورا کریں، اولاد کی نافرمانی اور سرکشی بے شک بڑے دکھ کی بات ہے، لیکن یہ بھی سوچنے کی بات ہے کہ ان کی یہ پرورش ماں باپ کی کسی مجرمانہ غفلت اور فرائض میں کوتاہی کا نتیجہ تو نہیں، وہ اولاد آپ کے حقوق کا احساس کیسے کر سکتی ہے جس کو آپ نے حقوق کا احساس دلایا ہی نہیں، وہ اولاد ماں باپ کی خدمت و احترام کی بات کیسے سوچ سکتی ہے جس کو کبھی بتایا ہی نہیں گیا کہ ماں باپ کی خدمت اور ان کا ادب و احترام اولاد کا فرض ہے۔ اگر آپ نے ان کے جذبات و احساسات کا خیال نہیں رکھا ہے، تو وہ آپ کے جذبات و احساسات کا خیال رکھنا کس سے سیکھیں گے، اگر آپ نے ان سے محبت نہیں کی ہے، اور اپنے سلوک سے ان کو یہ تأثر دیا ہے کہ ان کی پرورش کی پریشانیوں کے مقابلے میں آپ کو ان سے چھٹکارا زیادہ پسند ہے، تو وہ آپ سے محبت کرنے اور آپ کی خدمت کرنے کی بات کیسے سوچیں گے، اگر آپ نے اپنے عیش و آرام کو سب کچھ سمجھا ہے اور ان کی ضرورتوں کی طرف سے غفلت برتی ہے تو وہ آپ کی ضرورتوں کا احساس کہاں سے کریں گے۔ اگر آپ معاشرے کی اصلاح اور تہذیب و تمدن کی تعمیر کے لئے کچھ خاص افکار و نظریات نہیں رکھتے ہیں تو آپ کی اولاد ان نظریات کی حامل کیسے بن سکتی ہے۔ لہٰذا اولاد سے وہی توقعات رکھئے، جس کے لئے آپ نے اس کو تیار کیا ہے، اور اسی طرح کے سلوک کی امید کیجئے جس طرح کا سلوک آپ نے ان کے ساتھ کیا ہے۔

بچّے کے ساتھ آپ کے سلوک کے علاوہ اس کی تربیت میں تعلیم، ماحول، ساتھی، عزیز و اقارب کا بھی دخل ہے یہ سب اپنی اپنی حد تک اس کے بناؤ یا بگاڑ کے ذمہ دار ہیں۔

اسی طرح اگر آپ اپنے والدین یعنی ان کے دادا دادی، نانا نانی سے کج روئی

Marfat.com

اور ترش روئی کا معاملہ کریں گے اور بار بار بڑھاپے کا طعنہ دیں گے تو کیا وہ آپ کے ساتھ ایسا ہی سلوک نہ کریں گے؟

لہٰذا آج سے فیصلہ کرلیجئے کہ اولاد کی تعلیم و تربیت سے غفلت نہیں برتیں گے، اس کو اپنے لئے بوجھ نہیں سمجھیں گے۔ بچّوں کی تربیت کے لئے ان تدابیر کا اہتمام کیجئے۔

(۱) خود پانچ وقت جماعت کے ساتھ نماز پڑھنے کا اہتمام کیجئے، ایک نماز بھی جماعت سے نہ چھوٹے، اور اہلیہ کو بھی پیار و محبت سے اس کا پابند کیجئے۔

(۲) روزی کو زیادہ سے زیادہ حلال و پاکیزہ بنانے کی فکر کیجئے، نمازوں کے اوقات میں کوئی سودا کسی قسم کا لین دین نہ کریں، اذان سنتے ہی کاروبار بند کردیں، ملازم ہوں تو نماز کے اوقات میں چھٹی لے لیجئے اگر ان اوقات کی تنخواہ کٹے تو ہرگز پرواہ مت کیجئے اگر خدانخواستہ جس کے ہاں ملازمت کررہے ہیں کسی طور پر نماز کے اوقات میں چھٹی دینے پر رضامند نہیں تو دوسری جگہ ملازمت کی کوشش کریں اگر موجودہ جگہ =/۸۰۰۰ روپے تنخواہ ہے اور دوسری جگہ =/۶۰۰۰ تو دوسری جگہ والی ملازمت کو اختیار کیجئے۔ یقین رکھئے کہ یہ =/۶۰۰۰ ہزار اتنے برکت والے ہوں گے کہ دوسروں کے =/۸۰۰۰ میں وہ مسائل حل نہیں ہوں گے اور اتنی سکون اور راحت نہ ہوگی جتنی آپ کے =/۶۰۰۰ والی ملازمت میں ہوگی۔

(۳) تاجر ہونے کی صورت میں جھوٹ، دھوکہ، خیانت، ملازموں پر ظلم، اللہ کے راستے میں خرچ کرنے میں بخل کرنا وغیرہ امور سے بچئے اور ملازم ہونے کی صورت میں پوری ڈیوٹی دیجئے، اوقات مقررہ میں کمی ہوجائے تو معاف کروالیجئے یا تنخواہ میں کمی کروالیجئے، جو کام دیا جائے اس میں اپنی طرف سے کوشش میں کمی نہ کیجئے۔ یقین رکھئے کہ پوری ڈیوٹی دے کر جو تنخواہ ملے گی اس میں بہت ہی زیادہ برکت ہوگی۔

④ اپنے والدین کی دعائیں لیتے رہیے، والدین کے گھر خالی ہاتھ نہ جائیں، کچھ نہ کچھ ضرور خرید کر لے جائیں اگر وہ اللہ کو پیارے ہوچکے ہوں تو کچھ نہ کچھ پڑھ کر نیکیوں اور بھلائیوں کے کاموں میں کچھ خرچ کر کے ان کے لئے ایصال ثواب ضرور کریں۔

⑤ بہن بھائیوں کے ساتھ حسن سلوک کا اہتمام کیجئے، وقتاً فوقتاً ان کی خیریت معلوم کرتے رہیے، ان کے گھر بھی خالی ہاتھ نہ جایئے، کم از کم موسمی پھل فروٹ، سردی گرمی کے کپڑے جو کچھ اپنی حیثیت سے ہوسکے ان کو دیتے رہیے ان کو بھی دیندار بنانے کی فکر کرتے رہیے، اگر والدین کا انتقال ہوچکا ہو تو والدین کی میراث سے ان کو ان کا پورا حق ضرور دیجئے خصوصاً بہنوں کا حق پورا پورا ادا کیجئے۔

⑥ اپنے حاجتمند اقرباء کی امداد، اور نابیناؤں اور معذوروں کی خدمت، کم حیثیت مریضوں کی امداد، غریب بچّوں کی تعلیم و تربیت کا اہتمام وغیرہ جیسے خیر کے کاموں میں خوب دلچسپی لیجئے اور جانی، عقلی، مالی صلاحیتیں اس پر خوب خرچ کیجئے۔ اخلاق اور معاشرت اور حقوق العباد وغیرہ کی ادائیگی کا اہتمام آپ کو ایک مثالی والد بنائے گا، اور ان سب امور کے نتیجہ میں خاص طور پر ان بے سہارا لوگوں کی دعاؤں سے آپ کی اولاد اور اولاد کی اولاد سے اللہ تعالیٰ بڑے بڑے کام لیں گے، آپ کی یہ اولاد دنیا و آخرت دونوں میں آپ کے لئے آنکھوں کی ٹھنڈک بنے گی آمین۔ کسی نے کیا خوب کہا ہے ؎

کرو مہربانی تم اہل زمیں پر
خدا مہرباں ہوگا عرش بریں پر

⑦ اولاد سے مشورہ لینے کا اہتمام رکھیں، مشورہ ایک سُنّت عمل ہے، مؤمنین کی صفات حمیدہ میں سے ایک صفت یہ ہے کہ وہ ہر کام مشورہ سے کرتے ہیں، مشورہ آنے والی بڑی بڑی بلاؤں کو ٹال دیتا ہے، مشورہ آپس میں

Marfat.com

دلوں کو جوڑ دیتا ہے، مشورہ گھر کے ہر فرد کو ایک مقام دیتا ہے، مشورہ تقدیر پر یقین بڑھاتا ہے، مشورہ رائے دینے کا ڈھنگ سکھاتا ہے، لہٰذا ہر کام میں مشورہ کا اہتمام کریں۔ آج اولاد کو عمومی طور پر یہ شکایت رہتی ہے کہ والد ہم سے مشورہ نہیں کرتے، سب جگہ اپنی مرضی سے ہی کام کرتے ہیں پھر نقصان وپریشانی اٹھانی پڑتی ہے تو ہم بھی اس نقصان وپریشانی میں شریک ہوتے ہیں، کتنا بھی کام صحیح ہو، سو فیصد ہماری سمجھ کہے کہ یہ کام کرلو پھر بھی بغیر مشورہ کئے نہ کریں، مشورہ ضرور کریں، حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر وحی اترتی تھی اللہ تعالیٰ کے سب سے آخری اور تمام نبیوں کے امام ہونے کے باوجود صحابۂ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے مشورہ فرماتے تھے، اور بعض اوقات اپنی رائے چھوڑ کر کسی چھوٹے صحابی کی رائے پر فیصلہ فرمایا، اگر دنیا میں کوئی مشورہ سے مستغنی ہوسکتا تھا تو وہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم تھے، لیکن آپ بھی مشورہ فرماتے تھے، تو ہم سب کو چاہئے کہ گھر کے ہر اہم کام میں بیوی بالغ اولاد سے ضرور مشورہ لیں، اور ان کی رائے کو دھیان سے سنیں، پھر اس پر سوچیں، پھر فیصلہ کریں، اگر ان کی رائے کے خلاف بھی فیصلہ کرنا ہو تو ان کو اعتماد میں ضرور لیں کہ وہ بھی اس فیصلہ کو اپنا ہی فیصلہ سمجھ لیں۔

مناسب مواقع تلاش کرنا اور ان سے فائدہ اٹھانا

مثالی باپ وہی ہے جو مناسب مواقع کی تلاش میں رہے اور ان سے فائدہ اٹھائے، ہر وقت کی وعظ و نصیحت بسا اوقات اکتاہٹ کا سبب بن جاتی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ ایک بار رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس کچھ قیدی آئے، قیدیوں میں ایک عورت بھی تھی، اسے قیدیوں میں اپنا بچّہ نظر آیا، اس نے شدت جذبات اور فرط محبت میں اپنے بچّہ کو گود میں اٹھالیا، اسے اپنے پیٹ سے چمٹا لیا اور اپنا دودھ پلایا۔ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کرام کو مخاطب

Marfat.com

کرتے ہوئے پوچھا: "اگر اس عورت کو اختیار دے دیا جائے تو کیا یہ اپنے بچے کو آگ میں ڈال سکتی ہے؟" صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین نے جواب دیا:

"خدا کی قسم یہ عورت ایسا نہیں کر سکتی"۔ اس پر آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "یہ عورت اپنے بچے پر جتنی مہربان ہے، اللہ تعالیٰ اپنے بندوں پر اس سے کہیں زیادہ مہربان ہے"۔ (مسلم جلد ۲ صفحہ ۳۵۶)

جب اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فضا کو رقت آمیز دیکھا تو اللہ تعالیٰ کی محبت، رحم و کرم کو صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین کے ذہنوں میں جاگزیں کرنے کے لئے اس موقع سے کس طرح فائدہ اٹھایا اور سوال و جواب کے انداز میں اس حقیقت کو اس طرح ذہن نشین کیا کہ یہ منظر لوگ تادم آخر نہ بھول پائے ہوں گے۔ بلکہ ہر ملاقاتی اور شناسا سے اس واقعہ کو بیان کر کے اللہ جل جلالہ کے رحم و کرم کی وسعت کا تذکرہ کرتے رہے ہوں گے۔

آیئے، اس سلسلہ میں ایک دوسرے واقعہ پر غور کرتے چلیں۔

صحیح مسلم میں حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایک گاؤں سے واپسی پر مدینہ کے بازار سے گزر رہے تھے۔ لوگوں نے آپ کو دونوں طرف سے گھیر رکھا تھا۔ وہاں چھوٹے کانوں والا ایک مردہ بکری کا بچہ پڑا ہوا تھا۔ آپ نے اس کے کان پکڑے اور فرمایا۔ "تم میں سے کون اس مردہ بچہ کو ایک درہم میں خریدنے کے لئے تیار ہے؟" صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے فرمایا۔ "ہم کسی بھی قیمت پر اس کو خریدنا نہیں چاہتے ہیں۔ یہ ہمارے کسی کام کا نہیں"۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "کیا تم پسند کرتے ہو کہ یہ تم کو مل جائے؟" صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین نے عرض کیا۔ "اے اللہ کے رسول! اگر یہ زندہ ہوتا تب بھی کان چھوٹے ہونے کا عیب اس میں تھا اور اب تو یہ مردہ ہے۔ اس لئے کوئی سوال ہی پیدا نہیں ہوتا"۔ یہ سن

Marfat.com

کر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ "خدا کی قسم! یہ بچّہ تمہاری نظر میں جتنا بے وقعت ہے، دنیا اللہ کی نظر میں اس سے زیادہ بے وقعت ہے"۔

(مشکوٰۃ جلد ۲ صفحہ ۴۳۹ بحوالہ مسلم)

سوچئے!......... اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم صحابہ کے ساتھ مدینہ میں داخل ہوتے ہیں۔ ایک بکری کا بچّہ مرا ہوا پڑا ہے۔ ایسے مقام سے آدمی بہت تیزی سے گذر جاتا ہے۔ غالباً صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین بھی اس گھناؤنے منظر سے بہت تیزی سے گذرنا چاہتے تھے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین کے ان جذبات کو محسوس کرلیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کیفیت سے بھرپور فائدہ اٹھایا اور دنیا کی بے وقعتی کو اس انداز سے صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین کے ذہنوں میں بٹھایا کہ پھر دنیا کی ظاہری جگمگاہٹ ان کی نظروں کو کبھی بھی اپنی طرف نہ پھیر سکی۔

ایک مثالی والد کی یہ بڑی ذمہ داری ہے کہ وہ کسی بھی مناسب موقع پر نہ چوکے، والدین اپنے بچوں کی تربیت کے لئے موقع کی تلاش میں رہیں۔ اگر کوئی بات ذہن نشین کرانے کے لئے ذرا سا بھی بہانہ مل جائے تو اس سے بھرپور فائدہ اٹھائیں۔

بخاری و مسلم کی روایت ہے کہ ایک بار ایک شخص آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اس نے عرض کیا:

﴿متی الساعة یا رسول الله؟﴾

"اے اللہ کے رسول! قیامت کب آئے گی؟"۔

بظاہر یہ ایک سادہ سا سوال ہے جو کسی کے ذہن میں بھی اٹھ سکتا ہے اور آپ سادہ انداز میں جواب دے کر بات کو ختم کرسکتے تھے، مثلاً آپ قیامت کی کچھ علامتیں اور نشانیاں بتاکر پوچھنے والے کو خاموش کردیتے یا آپ یہ کہہ کر خاموش ہوجاتے کہ مجھے اس کا علم نہیں یا یہ جواب دے دیتے کہ اللہ ہی کو اس

Marfat.com

کا علم ہے وغیرہ مگر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے جب یہ دیکھا اس شخص پر قیامت کی فکر طاری ہے، اور اس کے وقوع کے وقت کے بارے میں سوال کررہا ہے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے جواب دینے کے بجائے خود سوال کیا:

﴿ماذا اعددت لھا﴾

"تونے اس کے لئے کیا تیاری کی ہے؟"۔

اس سوال کے ذریعہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی سوچ کے انداز کو ایک مثبت اور صحیح رخ دیا اور یہ بات اس کو ذہن نشین کرائی کہ اصل مسئلہ یہ نہیں ہے کہ قیامت کب آئے گی، اصل مسئلہ یہ ہے کہ قیامت کے لئے ہم نے کیا تیاری کی ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اس سوال نے پوچھنے والے کو احتسابی کیفیت میں مبتلا کردیا۔ اس نے اپنی پوری زندگی کا جائزہ لیا۔ اس نے خوب سوچا اور جواب دیا۔

﴿حب اللہ ورسولہ﴾

"میں اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت کرتا ہوں"۔

یعنی آخرت کے لئے میں نے جو زاد راہ تیار کیا ہے وہ اللہ تعالیٰ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت ہے۔ میں زندگی کے ہر معاملہ میں ان دونوں کو راضی رکھنا چاہتا ہوں۔ میری زندگی کا مقصد اور میری سرگرمیوں کا محور اللہ رب العزت اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی رضا کا حصول ہے، میں چاہتا ہوں کہ ہر وقت اپنے اللہ اور اپنے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو راضی رکھوں۔ آپ نے جواب میں یہ جملہ سنا تو فرط خوشی سے فرمایا:

﴿فانک مع من احببت﴾

"جس سے تم نے محبت کی تم اسی کے ساتھ رہو گے"۔

(صحیح مسلم جلد ۲ صفحہ ۳۳۲)

اگر تم اللہ جل جلالہ اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت کرتے ہو تو اللہ تعالیٰ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا قرب ہی تم کو حاصل ہوگا اور کل میدان حشر میں تم کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی معیت حاصل ہوگی۔

ذخیرہ احادیث میں سے صرف یہ چند مثالیں پیش کی گئی ہیں تاکہ اندازہ لگایا جاسکے کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم ہر موقع سے فائدہ اٹھا کر اپنے اصحاب کے ذہن و فکر کی تعمیر کرتے تھے اور ان کی صلاحیتوں کو پروان چڑھاتے تھے۔ اس طرح آپ سوچئے اور مواقع کی تلاش میں رہئے جیسے ہی کوئی موقع ملے فوراً اس سے فائدہ اٹھائیے اور بچّوں کو کچھ نصیحت کیجئے مثلاً آپ اپنے گھر والوں کے ساتھ چھٹیاں گذارنے کسی پرفضاء مقام پر گئے مثلاً مری، ایوبیہ، ایبٹ آباد، موریشس وغیرہ۔ اب کسی جگہ آپ نے محسوس کیا کہ بالغ بچّے جو سمجھ رکھتے ہیں، وہ قدرتی منظر سے مسحور ہوگئے ہیں، فوراً ان کو سمجھائیں کہ بیٹا/ بیٹی دیکھو یہ کتنی خوبصورت جگہ ہے لیکن اس سے ہزاروں گنا زیادہ خوبصورت جگہ جنت ہے جو ایمان والوں کے لئے مخصوص ہے اور وہ نیک اعمال مثلاً نماز، تلاوت، تبلیغ پر ملتی ہے۔ اس طرح کی نصیحت کے ساتھ دعا بھی کیجئے کہ یا اللہ! میری بات کچھ بھی نہیں، بات میں اثر ڈالنے والی آپ ہی کی ذات ہے، دلوں کو پھیرنے والی آپ ہی کی ذات ہے، میری ان باتوں کو پر اثر بنائیے اور ان کے دلوں کو اپنے دین اور اپنے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے نورانی طریقوں کی طرف پھیر دیجئے، اس طرح کرنے سے ان شاء اللہ بچّوں پر بہت اچھا اثر پڑے گا اور آپ کی یہ نصیحت انہیں موت تک یاد رہے گی بلکہ اپنی اولاد کو بھی وہ یہ نصیحتیں کریں گے۔

قصص وواقعات کے ذریعہ تربیت

ذہن سازی میں قصوں کو بڑا دخل ہے۔ انسان کہانی کی زبان میں جو کچھ سنتا

ہے اس سے اثر لیتا ہے۔ اس لئے والد کو چاہئے کہ رات کو یا کسی بھی مناسب وقت پر بچّوں کو لے کر بیٹھ جائے اور انھیں انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام اور صحابہ و تابعین و تبع تابعین اور دیگر بزرگوں کے سبق آموز قصّے سنائے اور ان سے جو سبق ملتا ہے وہ بھی انہیں بتائے، اس طرح اپنے بچّوں کے اندر احیاء دین اور مسلمانوں کے حالات کو سدھارنے کا درد پیدا کرے، انہیں بتائے کس طرح ان بزرگوں نے اللہ کے دین کے لئے اللہ کے راستے میں تکلیفیں اٹھائیں، اپنا جان مال اور اپنا وقت اللہ کی راہ میں صرف کیا اور اسلام کے درخت کی آبیاری کی اور کتنی تکلیفیں اٹھانے کے بعد یہ دین ہم تک پہنچا لہٰذا ہمیں بھی اس کی قدر کرنی چاہئے اور اس محنت کو آگے بڑھانے کی سعی کرنی چاہئے۔

حدیث کی کتابوں میں یہ واقعہ مذکور ہے کہ بنی اسرائیل کے تین آدمی تھے۔ ان میں ایک کوڑھی تھا، دوسرا گنجا اور تیسرا اندھا۔ اللہ تعالیٰ نے ان کے امتحان کے لئے ایک فرشتہ کو انسانی شکل میں بھیجا۔ وہ فرشتہ سب سے پہلے کوڑھی کے پاس آیا اور اس سے پوچھا: ”تمہیں کیا چیز سب سے زیادہ پسند ہے؟“

کوڑھی نے کہا: ”میری تمنا ہے کہ میرا کوڑھ پن دور ہوجائے جس کی وجہ سے لوگ مجھ سے گھن کرتے ہیں، اس کے بجائے عمدہ رنگت اور خوب صورت کھال مل جائے“ فرشتہ نے اس کے پورے جسم پر ایک مرتبہ ہاتھ پھیرا اور اللہ تعالیٰ کے حکم سے اسے اس کی طلب کردہ چیزیں مل گئیں یعنی خوب صورت رنگت، خوب صورت جلد، اور کوڑھ پن بھی دور ہوگیا۔ پھر اس فرشتہ نے پوچھا: ”تمہیں کونسا مال سب سے زیادہ پسند ہے؟“ تو اس نے کہا، ”اونٹنی“۔ چنانچہ اس فرشتہ نے اسے ایک دس مہینے کی حاملہ اونٹنی دے دی۔ اور کہا اللہ تعالیٰ تمہارے اس مال میں برکت دے۔

پھر وہ فرشتہ گنجے کے پاس آیا اور اس سے بھی وہی سوال کیا جو وہ کوڑھی

سے کر چکا تھا۔ گنجے نے جواب دیا: ”میری سب سے بڑی خواہش یہ ہے کہ میرا گنجا پن دور ہو جائے اور مجھے خوب صورت بال مل جائیں تاکہ لوگ مجھ سے نفرت کرنے کے بجائے مجھ سے محبت کریں“۔ چنانچہ فرشتہ نے اس کے سر پر ہاتھ پھیرا، اور اللہ تعالیٰ کے حکم سے اس کا گنجا پن اسی وقت دور ہو گیا اور اس کے بال خوب صورت ہو گئے، اس کے بعد فرشتہ نے پوچھا ”تمہیں کونسا مال سب سے زیادہ پسند ہے؟“ اس نے جواب دیا ”گائے“۔ چنانچہ فرشتہ نے اسے ایک گائے بھی دے دی اور خیر و برکت کی دعا دیتے ہوئے آگے بڑھ گیا۔

آخر میں وہ اندھے کے پاس پہنچا اور اس سے وہی سوال کیا جو اس نے کوڑھی اور گنجے سے کیا تھا۔ اس نے کہا: ”میری دلی تمنا ہے کہ مجھے بینائی عطا کر دی جائے تاکہ میں دنیا کی رعنائیاں دیکھ سکوں“۔ فرشتہ نے ایک مرتبہ اس کی آنکھوں پر ہاتھ پھیرا اور اس کی بینائی لوٹ آئی۔ پھر اس فرشتہ نے سوال کیا: ”تمہیں کون سا مال سب سے زیادہ پسند ہے؟“ اس نے جواب دیا ”بکری“۔ چنانچہ فرشتہ نے اسے ایک عمدہ بکری دے دی اور اسے دعائیں دینے کے بعد واپس چلا گیا۔

تینوں خوش و خرم زندگی گزارنے لگے، اللہ تعالیٰ نے ان کے مال میں خوب برکت دی، یہاں تک کہ تینوں کے پاس اپنے اپنے جانوروں کے ریوڑ ہو گئے۔ تینوں کے یہاں مال و دولت کی فراوانی ہو گئی۔

چند سال بعد حکم خداوندی سے وہی فرشتہ اپنی پہلی شکل و صورت میں آیا۔ وہ سب سے پہلے کوڑھی کے پاس پہنچا اور اس سے کہا: ”میں ایک مسافر ہوں۔ میرا زادِ راہ ختم ہو گیا ہے اس لئے اس اللہ کے واسطے مجھے ایک اونٹ دے دو جس نے تمہیں یہ حسین رنگ، یہ خوب صورت جلد اور بے پناہ دولت دی ہے تاکہ میں اپنی منزل مقصود تک پہنچ سکوں“۔ مگر اس نے مسافر کو دھتکار دیا اور کہا کہ ”یہ سب کچھ تو مجھے ورثہ میں ملا ہے۔ میرے دستِ وبازو کی کمائی ہے“۔

Marfat.com

مسافر فرشتہ نے کہا: "کیا تم کوڑھی اور بدرنگ نہ تھے کہ لوگ تم سے نفرت کرتے تھے؟ کیا تم فقیر نہ تھے اور اللہ نے تم کو اپنی نعمتوں سے نوازا؟ اگر تم جھوٹے ہو تو اللہ تمہیں پہلی سی حالت میں لوٹادے"۔ چنانچہ اللہ نے اس کو پھر ویسا ہی کردیا جیسا وہ پہلے تھا۔

پھر وہ فرشتہ گنجے کے پاس پہنچا اور اس سے بھی وہی کہا جو اس نے کوڑھی سے کہا تھا۔ گنجے نے بھی اس کو وہی جواب دیا جو کوڑھی نے دیا تھا اور نتیجۃً اللہ تعالیٰ نے اس سے بھی نعمتیں چھین لیں پھر وہ فرشتہ بصورت مسافر اندھے کے پاس پہنچا اور اس سے بھی وہی سوال کیا۔

جواباً اندھے نے کہا "شکر ہے اس اللہ کا جس نے مجھے میری بینائی لوٹادی اور مجھے دولت عطا فرمائی۔ تم جتنا چاہو لے لو، سب کچھ اپنا ہی سمجھو، اگر میں اپنے بھائی کے کام نہ آؤں گا تو کس کے کام آؤں گا۔ اللہ تعالیٰ سے امید ہے کہ وہ مجھے اور دے گا، اس پر مسافر نے کہا: "مجھے کچھ نہیں چاہئے، میں تو صرف تم تینوں کا امتحان لینے آیا تھا۔ تم اس میں کامیاب رہے اور تمہارے دونوں ساتھیوں کو اللہ نے پھر اسی حالت میں پہنچادیا جس میں وہ پہلے تھے اس لئے کہ انہوں نے بجائے اللہ کا شکر ادا کرنے کے احسان فراموشی کی اور اسے بھول گئے، جس نے انہیں اتنی نعمتیں عطا کیں۔ اللہ تعالیٰ تم سے خوش رہے اور تمہارے مال میں برکت عطا کرے" اور پھر وہ دعائیں دیتا ہوا وہاں سے چلا گیا اور وہ شخص اپنے اللہ کے حضور سجدے میں گر گیا اور اس کا شکر ادا کیا۔

(مسلم جلد ۲ صفحہ ۴۰۸)

اس واقعے سے اس طرح سمجھائیں کہ دیکھو بیٹا اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرنا کتنی بڑی بات ہے۔ اندھے نے شکر ادا کیا اللہ تعالیٰ نے اس کا مال باقی رکھا اور باقی دونوں نے ناشکری کی اللہ تعالیٰ نے ان کو اپنی پرانی حالت پر لوٹا دیا۔ اسی بات کو تو اللہ نے قرآن میں ارشاد فرمایا ہے کہ:

Marfat.com

لَئِنْ شَكَرْتُمْ لَأَزِيدَنَّكُمْ وَلَئِنْ كَفَرْتُمْ إِنَّ عَذَابِي لَشَدِيدٌ

"اگر (میری نعمتوں کو سن کر) تم شکر کرو گے تو تم کو (خواہ دنیا میں بھی یا آخرت میں تو ضرور) زیادہ نعمت دوں گا اور اگر تم (ان نعمتوں کو سن کر) ناشکری کرو گے تو (یہ سمجھ رکھو کہ) میرا عذاب بڑا سخت ہے"۔

(سورۃ ابراہیم آیت ۷)

شکر کی حقیقت کا خلاصہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی دی ہوئی نعمتوں کو اس کی نافرمانی اور حرام وناجائز کاموں میں خرچ نہ کرے اور زبان سے بھی اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرے اور اپنے افعال واعمال کو بھی اس کی مرضی کے مطابق بنائے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس شخص کو شکر ادا کرنے کی توفیق ہوگئی وہ کبھی نعمتوں میں برکت اور زیادت سے محروم نہ ہوگا۔ (مظہری)

اور فرمایا کہ اگر تم نے میری نعمتوں کی ناشکری کی تو میرا عذاب بھی سخت ہے، ناشکری کا حاصل یہی ہے کہ اللہ کی نعمتوں کو اس کی نافرمانی اور ناجائز کاموں میں صرف کرے یا اس کے فرائض واجبات کی ادائیگی میں سستی کرے، اور کفران نعمت کا عذابِ شدید دنیا میں بھی یہ ہو سکتا ہے کہ یہ نعمت سلب ہوجائے، یا ایسی مصیبت میں گرفتار ہوجائے کہ نعمت کا فائدہ نہ اٹھا سکے، اور آخرت میں بھی عذاب میں گرفتار ہو۔ (معارف القرآن جلد ۵ صفحہ ۲۳۴)

حدیث میں ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں ایک سائل آیا، آپ نے ایک کھجور عنایت فرمائی، اس نے نہ لی، یا پھینک دی پھر دوسرا سائل آیا، اس کو بھی ایک کھجور دی، وہ بولا "سبحان اللہ تمرۃ من رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم" یعنی رسول اللہ کا تبرک ہے، آپ نے جاریہ کو حکم دیا کہ اُم سلمہ کے پاس جو چالیس درہم رکھے ہیں وہ اس (شکر گزار) سائل کو دلوا دے۔ (تفسیر عثمانی جلد ۲ صفحہ ۱۶۷)

Marfat.com

اس لئے ہمیں ہر وقت ہر حال میں اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرنا چاہئے۔

ایک اور واقعہ حدیث کی کتابوں میں مذکور ہے کہ بنی اسرائیل کے ایک آدمی نے بنی اسرائیل ہی کے ایک دوسرے آدمی سے ایک ہزار دینار کا قرض طلب کیا۔

قرض دینے والا: ''گواہ لے کر آؤ جنہیں میں گواہ بنا سکوں''۔

قرض طلب کرنے والا: کفی باللہ شھیدا (گواہی کے لئے اللہ کافی ہے)۔

قرض دینے والا: ''کسی ضمانتی کو لے آؤ''۔

قرض طلب کرنے والا: کفی باللہ وکیلا (ضمانت کے لئے اللہ کافی ہے)۔

قرض دینے والا: ''تم نے سچ کہا''۔

یہ کہہ کر اس نے ایک مقررہ مدت کے لئے اس کو قرض دے دیا۔ وہ شخص قرض لے کر سمندر پار پہنچ گیا اور اپنی ضرورت پوری کرلی۔ جب ادائیگی کا وقت قریب آیا تو اس نے قرض خواہ تک پہنچنے کے لئے کشتی کی تلاش کی مگر اسے کوئی کشتی وغیرہ نہ ملی۔ اب اس نے ایک لکڑی لی اور سوراخ کرکے اس میں ایک ہزار دینار رکھ دیئے اور ساتھ ہی قرض خواہ کے نام ایک خط بھی رکھ دیا، پھر سوراخ بند کرکے لکڑی کو لے کر سمندر کے پاس آیا اور کہا:

''اے اللہ! تو جانتا ہے کہ میں نے فلاں شخص سے ایک ہزار دینار لئے تھے۔ اس نے مجھ سے ضمانتی طلب کیا تھا تو میں نے کہہ دیا تھا کہ ضمانت کے لئے اللہ تعالیٰ کافی ہے۔ چنانچہ وہ تیری ضمانت پر راضی ہوگیا تھا۔ اس نے جب مجھ سے گواہ مانگا تو میں نے کہا تھا کہ اللہ تعالیٰ گواہی کے لئے کافی ہے تو وہ تیری گواہی پر راضی ہوگیا تھا۔ میں نے بھرپور کوشش کی کہ مجھے کشتی وغیرہ مل جائے تاکہ میں اس تک اس کا حق پہنچادوں لیکن میں ایسا نہ کرسکا۔ اب میں اس کی

یہ رقم تیری امانت میں دیتا ہوں"۔

یہ کہہ کر اس نے وہ لکڑی سمندر میں ڈال دی۔ جب لکڑی سمندر میں داخل ہوگئی تو وہ لوٹ آیا اور پھر کشتی کی تلاش شروع کردی تاکہ قرض خواہ کے پاس پہنچ سکے۔ دوسری طرف قرض خواہ یہ دیکھنے کے لئے سمندر کی طرف نکل آیا کہ شاید کشتی سے اس کی رقم آرہی ہو (کیونکہ قرض کی ادائیگی کا یہی دن طے ہوا تھا) یکایک اس کی نظر اس لکڑی پر گئی جس میں رقم رکھی ہوئی تھی۔ اس نے اس لکڑی کو اٹھالیا تاکہ گھر میں ایندھن کا کام دے۔ چنانچہ جب اس نے لکڑی کو چیرا تو اس میں رقم اور خط موجود تھا۔

کچھ وقفہ کے بعد مقروض بھی ایک ہزار روپے لے کر آگیا۔

مقروض: اللہ کی قسم، میں کشتی کی تلاش میں سرگرداں رہا کہ میں آپ تک آپ کی رقم پہنچادوں مگر جس کشتی سے میں آیا ہوں اس سے پہلے مجھے کوئی کشتی نہ مل سکی۔

قرض خواہ: کیا تم نے مجھے کوئی چیز بھیجی تھی؟

مقروض: میں آپ سے کہہ رہا ہوں کہ جس کشتی سے میں آیا ہوں اس سے پہلے مجھے کشتی نہ مل سکی۔

قرض خواہ: اللہ تعالیٰ آپ کی جانب سے وہ رقم پہنچا چکا ہے جو آپ نے لکڑی کے ذریعہ بھیجی تھی۔ اس لئے اب آپ ایک ہزار کی رقم لے جائیں۔

(بخاری جلدا صفحہ ۳۲۴، ۳۰۶)

اس واقعہ سے انہیں سمجھائیں کہ دیکھو بیٹا! سچائی اختیار کرنے اور وعدے پر پختہ رہنے کا کتنا بڑا اثر ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اس کا وہ مال جو سمندر کے حوالے کیا تھا اس کے قرض خواہ تک پہنچادیا، اگر ہم سچائی اختیار کریں گے اور وعدے کا پاس رکھیں گے تو اللہ تعالیٰ ہماری تمام پریشانیاں بھی اپنی قدرت سے دور فرمادیں گے۔

Marfat.com

قصہ کے ذریعہ آدمی جو بات کہنا چاہتا ہے، اسے سننے والا زیادہ دلچسپی سے سنتا ہے اور اس سے زیادہ اثر لیتا ہے۔ اس لئے حسب موقع اچھے واقعات اور مؤثر کہانیوں سے بھرپور فائدہ اٹھانا چاہئے۔ بچوں اور کم عمر طالب علموں کی تعلیم و تربیت کے سلسلہ میں قصوں سے بڑی مدد حاصل کی جاسکتی ہے اور اخلاقی اقدار کی اہمیت واضح کی جاسکتی ہے اس لئے اس طریقے سے بھرپور فائدہ اٹھائیے اور اپنے بچوں کی خوب اچھی تربیت کیجئے۔

مربی کے اوصاف

تعلیم و تربیت اور اصلاح و تعمیر کے سلسلہ میں مربیین کا چند اوصاف سے متصف ہونا ضروری ہے، ذیل میں ایسے ہی چند اوصاف کی جانب نشاندہی کی جارہی ہے۔

① اخلاص

اخلاص ایک بنیادی وصف ہے جس کے بغیر کوئی بھی عمل نتیجہ خیز نہیں ہوسکتا۔ مربی کی یہ ذمہ داری ہے کہ وہ تربیت و اصلاح کے سلسلہ میں صرف اللہ تعالیٰ کی رضا کو پیش نظر رکھے، نہ اپنی کسی منفعت کا حصول اس کے سامنے ہو، نہ کسی مادی غرض کی تکمیل، بلکہ ہر معاملہ میں وہ اللہ تعالیٰ کی خوشنودی کے حصول کے جذبہ سے سرشار ہو۔ وہ تربیت کے لئے کوئی بھی قدم اٹھائے اس میں خلوص و للٰہیت کی جھلک نظر آنی چاہئے۔ وہ نصیحت و موعظت کرے یا زجر و توبیخ سے کام لے، اس کا لہجہ نرم ہو یا سخت، وہ پیار و محبت سے سمجھائے یا سختی سے تنبیہ کرے، ہر عمل اور اقدام میں اخلاص کی کار فرمائی ضروری ہے۔ بغیر اخلاص و للٰہیت کے جو کام بھی کیا جاتا ہے اگرچہ بظاہر وہ اچھا معلوم ہوتا ہے مگر نتائج کے اعتبار سے مؤثر نہیں ہوتا۔ آپ نے دیکھا ہوگا کہ بہت سے لوگ اپنے

Marfat.com

بچّوں یا اپنے زیر اثر افراد کی تربیت کے سلسلہ میں بہت سی تدابیر اختیار کرتے ہیں، تمام نفسیاتی پہلوؤں کا خیال رکھتے ہیں، بہت سے حکیمانہ طریقے استعمال کرتے ہیں مگر ان کی کاوشوں کے نتائج ان کے اندازے کے بالکل برعکس نکلتے ہیں۔ اس طرح کے واقعات کے اثرات و نتائج پر اگر آپ گہرائی سے غور کریں تو اسی نتیجہ پر پہنچیں گے کہ تربیت کرتے وقت مربیین کے یہاں اخلاص کا فقدان رہا ہے۔

اخلاص میں یہ بات بھی شامل ہے کہ انسان دوسروں کی تربیت کرتے ہوئے اپنی ذات سے غافل نہ رہے اپنے کو دوسروں سے بالاتر نہ سمجھے، اپنے بارے میں کبھی اس خوش فہمی کا شکار نہ ہو کہ میری تربیت تو ہو چکی ہے اور اب میں دوسروں کی تربیت کرنے کے منصب پر فائز ہوں یہ انداز فکر اصلاح و تربیت کے بجائے بگاڑ اور فساد کا سبب بن جاتا ہے۔

اللہ تعالیٰ کے لئے مخلص ہونے کے ساتھ ساتھ یہ بھی ضروری ہے کہ اپنے زیر تربیت افراد کے لئے بھی انسان مخلص ہو، ان سے دلی محبت و ہمدردی ہو، اسے ان کی نجات کی فکر ہر وقت دامن گیر ہو، یہ خیر خواہی اس درجہ اور اتنی واضح ہو کہ اس کے بچّے اس کی ہر بات اور نصیحت کو خواہ وہ کتنے ہی سخت لب و لہجہ میں کہی جائے، اپنے لئے باعث خیر سمجھیں اور انہیں یہ یقین کامل ہو کہ ان کو نصیحت و فہمائش کرنے والا شخص ان کا خیر خواہ ہے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اپنے اصحاب رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے لئے اس قدر مخلص اور خیر خواہ تھے کہ ہر صحابی یہ سمجھتا تھا کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم مجھ سے سب سے زیادہ محبت کرتے ہیں، نہ صرف اپنے اصحاب اور اہل ایمان کی اصلاح و تربیت کی فکر آپ کو ہر وقت دامن گیر رہتی تھی بلکہ آپ اپنے دشمنوں کی ہدایت کے لئے بھی بے چین رہتے تھے۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم لوگوں کی ہدایت اور اصلاح و تربیت کے لئے

Marfat.com

کس قدر بے چین رہتے تھے اس کا اندازہ درج ذیل حدیث سے لگایا جاسکتا ہے۔
آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:
"میری مثال ایسی ہے جیسے کسی شخص نے آگ روشن کی۔ جب آگ نے اپنے گردوپیش کو خوب روشن کردیا تو پروانے اور کیڑے جو آگ میں گرا کرتے ہیں، اس (آگ) میں گرنے لگے اور وہ شخص انہیں روک رہا ہے اور وہ ہیں کہ اس پر غالب آکر اس میں گھسے پڑتے ہیں تو میری اور اپنی مثال ایسی ہی سمجھو کہ میں تمہیں آگ سے روکتا ہوں اور تم ہو کہ اس میں گھسے پڑتے ہو"۔

(بخاری جلد ۲ صفحہ ۲۴۸)

اصلاح و تربیت کے فرائض انجام دیتے ہوئے جہاں انسان اللہ تعالیٰ کے لئے مخلص ہو، وہیں پر وہ اپنے بچوں کے لئے سراپا نصیحت و خیرخواہی بن جائے۔ اس کا ہر قول اور ہر عمل درد و سوز میں ڈوبا ہوا ہو۔ ہر نصیحت کرتے وقت یہ سوچے کہ اے اللہ آپ مجھ سے اور میری اولاد سے راضی ہوجایئے۔

اے اللہ! میری اس نصیحت کو اولاد کی ہدایت کا ذریعہ بنا دیجئے، اے اللہ! ہدایت دینے والے آپ ہی ہیں آپ ہی کے ہاتھ میں اس بچے اور اس بچی کا دل ہے اے اللہ! آپ ہی ان کا دل ہدایت کی طرف موڑ دیجئے۔

۲ علم

نئی نسل کی تربیت کی ذمہ داری جن حضرات پر عائد ہوتی ہے ان کے لئے ضروری ہے کہ وہ زیادہ سے زیادہ علم حاصل کریں۔ تربیت کے قواعد اور حکیمانہ اصول کا مطالعہ کریں۔ یہ معلومات حاصل کریں کہ مربی کے لئے کن اوصاف کا اختیار کرنا ضروری ہے اور کن امور سے اجتناب لازمی ہے۔ اسی کے ساتھ حالات و جذبات اور مزاج و نفسیات کو سمجھنے کی صلاحیت پیدا کریں۔ اگر ممکن ہو تو تعلیم و تربیت کے موضوع پر جو علمی کام ہوا ہے اس کا بھی مطالعہ کریں تاکہ

Marfat.com

جدید نظریات و تجربات کا جامع مواد لے کر اس سے بھی فائدہ حاصل کیا جاسکے اور اس کے ساتھ ساتھ مندرجہ ذیل کتابوں کا خصوصاً مطالعہ کریں، اور کبھی ان کتابوں کو کسی اور سے پڑھوائیں اور خود سنیں کہ بعض اوقات خود مطالعہ کے بجائے سننے سے زیادہ فائدہ ہوتا ہے۔

تفسیر معارف القرآن --- حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب رحمۃ اللہ علیہ
معارف الحدیث --- حضرت مولانا محمد منظور نعمانی صاحب رحمۃ اللہ علیہ
جواہر الحدیث --- حضرت مولانا محمد منظور نعمانی صاحب رحمۃ اللہ علیہ
حیاۃ الصحابہ --- حضرت مولانا محمد یوسف کاندھلوی رحمۃ اللہ علیہ
فضائل اعمال --- شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا کاندھلوی رحمۃ اللہ علیہ
فضائل صدقات --- شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا کاندھلوی رحمۃ اللہ علیہ
تاریخ دعوت و عزیمت --- حضرت مولانا ابو الحسن علی ندوی دامت برکاتہم
اسلام و تربیت اولاد --- (ترجمہ) حضرت مولانا حبیب اللہ مختار صاحبؒ
اسلام و تربیت اولاد --- حضرت مولانا مفتی عبد السلام صاحب دامت برکاتہم
اصلاحی خطبات --- حضرت مولانا مفتی محمد تقی عثمانی صاحب دامت برکاتہم
مظاہر حق جدید --- حضرت علامہ نواب محمد قطب الدین رحمۃ اللہ علیہ
تحفہ دولھا --- (پسند فرمودہ) مفتی نظام الدین صاحب دامت برکاتہم
طریقہ وصیت --- علماء مدرسہ بیت العلم
تعلیم الاسلام --- حضرت مولانا مفتی کفایت اللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ
اپنی نمازیں درست کیجئے --- حکیم الامت مولانا اشرف علی تھانوی رحمۃ اللہ علیہ
پرانے چراغ --- مولانا ابو الحسن علی ندوی رحمۃ اللہ علیہ
آپ بیتی --- شیخ الحدیث مولانا زکریا صاحب رحمۃ اللہ علیہ
حیات طیبہ --- مولانا عبد القادر صاحب رائے پوری
مولانا محمد الیاس اور ان کی دینی دعوت --- مولانا ابو الحسن علی ندوی رحمۃ اللہ علیہ
معرفت الٰہیہ --- مولانا عبد الغنی پھولپوری رحمۃ اللہ علیہ
میرے والد میرے شیخ اور ان کا مزاج و مذاق۔۔مفتی محمد تقی عثمانی صاحب دامت برکاتہم

Marfat.com

رحمۃ للعالمین	---	مولانا اشرف علی تھانوی رحمۃ اللہ علیہ
احکام میت	---	ڈاکٹر عبدالحیٔ عارفی صاحب رحمۃ اللہ علیہ
اسوۂ رسول اکرم ﷺ	---	ڈاکٹر عبدالحیٔ عارفی صاحب رحمۃ اللہ علیہ
تاریخ دعوت وعزیمت	---	مولانا ابوالحسن علی ندویؒ
سیرت سید احمد شہیدؒ	---	مولانا ابوالحسن علی ندویؒ
سیرت مولانا محمد علی مونگیریؒ	---	سید محمد ثانی حسنی
بیس بڑے مسلمان	---	مولانا عبدالرشید ارشد
مخزنِ اخلاق	---	مولانا رحمت اللہ سبحانی

۳ صبر و تحمل

مثالی والد کا ایک بنیادی وصف صبر و تحمل بھی ہے۔ اس کے بغیر کوئی شخص بھی تربیت جیسے نازک فریضہ کی ادائیگی نہیں کرسکتا۔ اصلاح اور تربیت کا عظیم کام کرنے والوں کو اپنے اندر بے پناہ صبر و تحمل کی روح پیدا کرنا چاہئے۔

صبر و تحمل کا مفہوم یہ ہے کہ انسان بات بات پر غصہ نہ ہو بلکہ معمولی معمولی باتوں کو نظر انداز کردے اسی طرح سے صبر و تحمل کے مفہوم میں یہ بات بھی داخل ہے کہ انسان اپنے جذبات کو مشتعل نہ ہونے دے۔ قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ مؤمنین کی صفات بیان فرماتے ہیں۔

"اور غصہ کے ضبط کرنے والے اور لوگوں (کی تقصیرات) سے درگذر کرنے والے اور اللہ تعالیٰ ایسے نیکو کاروں کو (جن میں یہ خصال ہوں بوجہ اکمل) محبوب رکھتا ہے"۔

(سورۃ آل عمران آیت ۱۳۴ معارف القرآن جلد ۲ صفحہ ۱۸۴)

اسی طرح آدمی جلد بازی نہ کرے بلکہ ہر کام کو سکون اور ٹھہراؤ کے ساتھ

Marfat.com

انجام دے۔ اگر اس کی کاوشوں کے نتائج فوراً ظاہر نہ ہوں تو قلق و اضطراب کا اظہار نہ کرے اور نہ ہی مایوسی کا شکار ہو، بلکہ حوصلہ رکھے اور مسلسل محنت کرتا رہے۔ دیکھا گیا ہے کہ بہت سے لوگ جب دوسروں کی تربیت کرتے ہیں اور ان میں کوئی تبدیلی نہیں دیکھتے تو بد دل ہو کر ان کی تربیت کرنا چھوڑ بیٹھتے ہیں۔ تربیت کے نتائج بہت دیر سے ظاہر ہوتے ہیں اس لئے اس سلسلہ میں جلد بازی کرنا اور فوری نتائج کی امید رکھنا صحیح نہیں ہے۔ بری عادتیں آہستہ آہستہ چھوٹتی ہیں اور اچھی عادتیں تدریجاً پروان چڑھتی ہیں۔ اس لئے مایوسی کا شکار کبھی نہ ہوں بلکہ صبر و تحمل سے کام لیجئے قرآن شریف میں مذکور ہے:

ترجمہ "اور جو شخص (دوسرے کے ظلم پر) صبر کرے اور معاف کردے، یہ البتہ بڑے ہمت کے کاموں میں سے ہے (یعنی ایسا کرنا بہتر اور اولوالعزمی کا تقاضا ہے)"۔ (معارف القرآن جلد ۷ صفحہ ۷۰۳، ۷۰۴)

تربیت ایک صبر آزما کام ہے۔ اس اہم فریضہ کو ادا کرتے ہوئے انسان کو بلند ہمتی سے کام لینا چاہئے۔ دوام و تسلسل کے ساتھ اپنی کوشش کو جاری رکھنا چاہئے، مشتعل ہو کر کوئی غلط قدم نہیں اٹھانا چاہئے۔ اپنے مزاج کے خلاف باتوں کو برداشت کرنا چاہئے۔ مسلسل ناکامیوں کے باوجود بھی ہمت نہیں ہارنا چاہئے۔ تربیت کے سلسلہ میں بڑے سخت مراحل آتے ہیں ان سخت مراحل میں اپنے آپ کو قابو میں رکھنا اصل بہادری ہے۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد مبارک ہے:

"کشتی میں پچھاڑنے والا طاقتور نہیں ہے اصل طاقتور وہ ہے جو غصہ کے وقت اپنے آپ کو قابو میں رکھے"۔ (صحیح بخاری صفحہ ۹۰۳)

ہر مربی کی ذمہ داری ہے کہ وہ اپنے زیر تربیت افراد کی خوبیاں اور خامیاں نہایت باریک بینی سے نوٹ کرے۔ خوبیوں پر ہمت افزائی کرتے ہوئے انہیں

Marfat.com

پروان چڑھائے اور خامیوں کو دور کرنے کے لئے حکمت و تدبر کے ساتھ کوشاں رہے۔ اگر کسی خامی یا کمی پر قابو پانے میں اسے دشواری محسوس ہو تو بد دل یا مایوس نہ ہو بلکہ عزم و حوصلہ کے ساتھ اپنی کوشش جاری رکھے۔

تربیت ایک بڑی صبر آزما ذمہ داری ہے۔ اس لئے ہر مربی کو صبر و عزیمت کا پہاڑ بن کر تربیت کے فرائض انجام دینا چاہئیں۔ جلد بازی یا مایوسی غلط اثرات ونتائج کا موجب ہو سکتی ہے۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے اسوۂ مبارکہ کو سامنے رکھئے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے کن شدید اور پرخطر حالات میں صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین کی تربیت کے فرائض انجام دیئے۔ آپ سخت سے سخت حالات میں بھی کسی مایوسی کا شکار نہیں ہوئے اور نہ ہی جلد بازی کا مظاہرہ کیا۔

ہر والد اور استاد کو چاہیے کہ ظفر شاہ دہلوی کا یہ شعر یاد کرے اور اپنے کمرے کی دیوار پر لگا کر رکھے کہ بار بار اس پر نگاہ پڑتی رہے۔

ظفر آدمی اس کو نہ جانیے گا خواہ ہو کتنا ہی صاحب فہم وذکا
جسے عیش میں یاد خدا نہ رہی جسے طیش میں خوف خدا نہ رہا

۴ حسن گفتار

انسان کی زبان، لب و لہجہ، انداز تخاطب و طرز گفتگو کا اثر اس کے بچوں پر پڑتا ہے۔ اگر آواز شیریں، خوش گوار اور میٹھی ہو تو بچوں پر کوئی اکتاہٹ طاری نہیں ہوتی اور وہ دل کی گہرائی سے اس کا اثر قبول کرتے ہیں لیکن آواز اگر کرخت، بھدی، چیخ والی ہو تو بچوں کے کانوں پر گراں گزرتی ہے، ان کے ذوق سماعت پر بار محسوس ہوتا ہے اور پھر بچے ایسے شخص کی باتوں سے نہ صرف یہ کہ کوئی اثر نہیں لیتے بلکہ اس کی باتوں سے متنفر ہونے لگتے ہیں۔ مربی اعظم صلی اللہ علیہ وسلم کی آواز نہ بہت بلند ہوتی تھی نہ پست بلکہ درمیانی ہوتی تھی

Marfat.com

اور اس قدر شیریں کہ سننے والا بغیر اثر لئے نہ رہتا تھا۔ اُمِ معبد رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے کس قدر جامع الفاظ میں آپ کے طرز تکلم کو بیان کیا ہے:

"الفاظ نہ ضرورت سے زیادہ نہ ضرورت سے کم۔ نہ کوتاہ سخن نہ طویل گو"۔ (شرح شمائل ترمذی صفحہ ۱۲۰)

فضول باتوں اور لایعنی گفتگو سے اجتناب کیجئے۔ بغیر ضرورت گفتگو کرنے سے انسانی شخصیت مجروح ہوتی ہے اور اس کی بہت سی کمزوریاں ظاہر ہوتی ہیں، بہت سے مسائل خواہ مخواہ پیدا ہوجاتے ہیں۔ طویل گفتگو سے بچّہ اُکتا جاتا ہے اور اصل مدعا کو محفوظ رکھنا اس کے لئے مشکل ہوجاتا ہے۔ اسی طرح ضرورت سے کم گفتگو کرنے پر بچّہ مدعا کو نہیں سمجھ پاتا نہ ہی وہ مطمئن ہوپاتا ہے، تعلیم و تربیت، دعوت و تبلیغ کے سلسلہ میں انسان کو گفتگو بہتر سے بہتر ڈھنگ سے کرنی چاہئے، ایک طرف طوالت سے اجتناب کرنا چاہئے، دوسری طرف گونگے بن کر نہیں رہنا چاہئے بلکہ حسب ضرورت گفتگو کرنا چاہئے۔ آیئے! نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے حسن گفتار کا مطالعہ کر کے اس کو اختیار کرنے کی کوشش کریں۔

"آپ صلی اللہ علیہ وسلم بلا ضرورت گفتگو نہ فرماتے، ابتداء سے انتہا تک آپ منہ بھر کر بولتے (یہ نہیں کہ آدھی بات اندر ہی رہ جائے) آپ کی بات فیصلہ کن ہوا کرتی تھی۔ اہل مجلس کی گفتگو میں غیر متعلق موضوع نہ چھیڑتے بلکہ جو سلسلہ کلام چل رہا ہوتا اسی میں شریک ہوجاتے۔ اگر کسی موضوع سے صحابہ کو اکتایا ہوا محسوس کرتے تو اس کو بدل دیتے، گفتگو کے دوران ہر فرد مجلس پر توجہ فرماتے تاکہ کوئی یہ محسوس نہ کرسکے کہ آپ نے اس پر کسی دوسرے کو فوقیت دی ہے۔ گفتگو کرنے والے کی جانب سے اس وقت تک منہ نہ پھیرتے جب تک وہ خود منہ نہ پھیر لیتا۔ کسی کی بات کو کبھی نہ کاٹتے۔ سوائے اس کے کہ کوئی بات خلاف حق ہو۔ کھڑے کھڑے کسی اہم موضوع پر گفتگو کرنے کو ناپسند فرماتے۔ گفتگو کے دوران صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین

Marfat.com

کے ساتھ ہنستے بھی اور دلچسپی کا اظہار بھی فرماتے۔ آپ نہ کسی کی برائی میں زبان کھولتے، نہ عیب بینی کرتے اور نہ کسی کے راز کو جاننے کی کوشش کرتے۔ جب کسی کی طرف متوجہ ہوتے تو پوری طرح متوجہ ہوتے۔ زبان پر کوئی گندی بات نہ لاتے، نہ چیخ کر بولتے، لایعنی باتوں سے پرہیز کرتے اور دوسروں کو بھی روکتے۔ کلام سے پہلے سلام کا اہتمام فرماتے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی آواز میں حسب ضرورت اتار چڑھاؤ ہوتا۔ گفتگو میں کسی طرح کا کوئی تصنع اور تکلّف نہ ہوتا بلکہ سادگی اور بیساختگی ہوتی۔ گفتگو میں تبسم کی آمیزش رہتی تھی۔ گفتگو کے دوران کسی بات پر زور دینا ہوتا تو ٹیک سے اٹھ کر سیدھے ہوکر بیٹھتے۔ خاص باتوں کو بار بار دہراتے۔ اپنی بات کی وضاحت کے لئے ہاتھوں اور انگلیوں کے اشاروں سے مدد لیتے۔ تعجب کے موقعوں پر ہتھیلی کو الٹ دیتے۔

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے اس طرز تکلم کو سامنے رکھتے ہوئے ہر مسلمان کو کوشش کرنا چاہئے کہ وہ آپ کی پیروی میں حسن گفتار کی صفت سے متصف ہو۔ ذرا غور کیجئے! نبوت کا بھاری بوجھ اٹھائے ہوئے، مسائل کے حصار میں گھرے ہوئے، طرح طرح کی اذیتوں اور پریشانیوں کا مقابلہ کرتے ہوئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی گفتگو میں کس قدر اعتدال و دلکشی پائی جاتی تھی کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی باتیں فوری اثر کرتی تھیں ورنہ پے درپے مشکلات و مصائب انسان کے لب و لہجہ میں کرختگی اور چڑچڑا پن پیدا کردیتے ہیں، حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی گفتگو میں تبسم و مسکراہٹ کی حلاوت گھلی ہوئی ہوتی اور ہر موضوع پر بلا تکلّف گفتگو فرماتے۔ حضرت زید بن ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں:

”جب ہم دنیوی امور کے بارے میں گفتگو کرتے تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم بھی اس میں حصہ لیتے جب ہم آخرت پر گفتگو کرتے تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم بھی اس موضوع پر تکلم فرماتے اور جب ہم کھانے پینے کی کوئی بات

چھیڑتے تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم بھی اس میں شامل رہتے۔

(شرح شمائل ترمذی صفحہ ۲۳)

لہٰذا ہمیں اپنے بچوں کی تربیت کے لئے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے طرز تکلم کی خصوصیات کو اپنانا ضروری ہے تاکہ پاکیزہ پیغام پاکیزہ زبان میں اپنے بچوں اور دوسرے لوگوں تک پہنچایا جاسکے۔

۵ حسن کردار

مثالی والد کے لئے سب سے زیادہ ضروری یہ ہے کہ وہ بچوں کی تربیت سے پہلے اپنی تربیت کرے، بچوں کو اچھائی کا عادی بنانے سے پہلے خود اچھائیوں کا عادی بن جائے۔ بچوں کو بری عادتوں سے چھٹکارا دلانے سے پہلے خود بری عادتوں سے کنارہ کش ہوجائے۔ انسان کا اپنا کردار دوسروں کے لئے باعث کشش ہوتا ہے اور ان پر ایک گہرا اثر ڈالتا ہے۔ کردار ایک خاموش مبلغ یا مربی کی حیثیت رکھتا ہے۔ مربی اعظم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے اصحاب کی جو مثالی تربیت کی تھی اس میں سب سے اہم کردار آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے حسن کردار نے ادا کیا تھا۔

مربی کے قول و فعل میں اگر تضاد ہو تو اس کی تمام کوششیں رائیگاں جاسکتی ہیں لیکن اگر مربی کے قول و فعل میں یکسانیت ہو، وہ کردار کی عظمت لئے ہوئے ہو تو اس کی معمولی کوشش بھی اللہ تعالیٰ کے حکم سے بڑے بڑے نتائج ظاہر کرتی ہے۔ غور کیجئے! رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ظلمت کدۂ عالم میں تن تنہا دعوت و تبلیغ اور اصلاح و تربیت کے کام کا آغاز کرتے ہیں اور ۲۳ سال کی قلیل مدت میں پورا عرب مفتوح ہوجاتا ہے اور عجم میں آپکے چرچے ہونے لگتے ہیں۔ اس تبدیلی کو یہ ہمہ گیری کس چیز نے عطا کی؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے حسن کردار اور متقیانہ زندگی نے۔ لوگ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے حسن کردار سے

Marfat.com

متاثر ہوتے اور اپنے آپ کو بھی اسی سانچے میں ڈھالنے کی کوشش میں لگ جاتے۔ لوگ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا خاتمہ کرنے کے لئے آتے مگر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے کردار سے متاثر ہوکر آپ کے حلقہ میں شامل ہوکر آپ کے دین کے سچے داعی بن جاتے، تعاقب کرنے والے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے امان نامہ لکھواتے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر تلوار اٹھانے والے آپ کا دفاع کرنے والوں میں شامل ہوجاتے۔ زانی و بدکار آپ کی بلند کرداری سے متاثر ہوکر عفت و حیا کا پیکر بن جاتے۔ فساد اور قتل و غارت گری کے عادی انسانیت کے محافظ بن جاتے جب آپ کے دشمن دیکھتے کہ گالی سن کر آپ دعائیں دے رہے ہیں، پتھر کھاکر آپ پھول برسارہے ہیں اور اذیتیں سہ کر ان کے حق میں کلمات خیر کہہ رہے ہیں تو وہ آپ کے کردار سے متاثر ہوئے بغیر نہیں رہتے تھے۔

اصلاح و تربیت کا کام کرنے والوں کی اولین ذمہ داری یہ ہے کہ وہ تقویٰ اور خدا ترسی کی زندگی گذاریں۔ فرائض کی ادائیگی میں کوتاہی اور گناہوں سے مکمل اجتناب کریں، اللہ تعالیٰ کے حقوق کے ساتھ ساتھ بندوں کے حقوق بھی ادا کریں۔ اسلامی آداب و عادات کو اختیار کریں، پوری زندگی ایک صالح بندہ کی حیثیت سے گذاریں تو ان کی کوششیں یقیناً بار آور ہوں گی۔

اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ اپنے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے طریق تربیت کی روشنی میں ہمیں اپنی اور اپنے متعلّقین کی تربیت کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ اس سلسلہ میں ہماری کوتاہیوں کو نظر انداز فرمائے، اور ہماری حقیر کوششوں کو شرف قبولیت عطا فرمائے۔ (آمین)

تمثیلات سے تربیت

باپ کو چاہئے کہ اپنی بات بچوں کو ذہن نشین کرانے اور مؤثر بنانے کے

Marfat.com

لئے کبھی ایسی مثالیں پیش کرے جو بچوں کے مشاہدہ میں ہوں تاکہ باپ کی بات زیادہ واضح ہوجائے اور بچوں کے دل و دماغ تک اتر جائے اور وہ اسے ہمیشہ کے لئے یاد ہوکر اس کے لئے نافع ہو۔ خود رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم بھی کبھی اسی مقصد کے لئے کہ بات زیادہ واضح ہو اور اچھی طرح سمجھ میں آئے مثالوں سے سمجھاتے مثلاً ایک بار رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اچھے اور برے دوست کی حالت سمجھانے کے لئے مثال دیتے ہوئے فرمایا:

"حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرماتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا نیک اور بد دوست کی مثال ایسی ہے جیسے مشک والا، اور بھٹی جھونکنے والا۔ پس مشک والا یا تو تجھے کچھ ہدیہ کردے گا اور یا تو اس سے خرید لے گا ورنہ خوشبو تو تجھے پہنچتی ہی رہے گی اور بھٹی جھونکنے والا یا تو تیرے کپڑے جلادے گا ورنہ تجھے بدبو تو پہنچے ہی گی"۔ (مشکوٰۃ جلد ۲ صفحہ ۴۲۶)

دیکھئے! اس مثال میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کس خوبصورتی کے ساتھ دونوں ساتھیوں کی حالت واضح کردی کہ ہر انسان خواہ شہری ہو یا دیہاتی پڑھا لکھا ہو یا ان پڑھ اس مثال کو سمجھ سکتا ہے۔

حضرت مولانا اشرف علی تھانوی صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے ایک واقعہ لکھا ہے کہ ایک بزرگ نے اپنے بیٹے سے کہا کہ صاحبزادے دن بھر جو کام کیا کرو شام کو مجھے اس کا حساب دیا کرو۔ اس بیچارے کو بڑی دقت ہوئی اول تو ہر کام کو سوچ بچار کرکے کرتا پھر اس کو یاد رکھتا، پھر ابا جان کے سامنے ہر کام کی وجہ اور اس کی ضرورت بیان کرتا۔ کئی روز اسی طرح پریشانی میں گزرے ایک روز اس نے کہا ابا! اس سے کیا فائدہ ہے جو کچھ آپ کو نصیحت کرنا ہو ویسے ہی کردیا کریں۔ انہوں نے جواباً فرمایا کہ بیٹے اس میں حکمت یہ ہے کہ تم کو معلوم ہوجائے کہ جب میں ایک بوڑھے باپ کے سامنے حساب نہیں دے سکتا تو حق تعالیٰ جو عالم الغیب اور قادر مطلق ہے اس کے سامنے کیسے حساب دوں گا۔

Marfat.com

سبحان اللہ! دیکھئے کتنی بہترین مثال اور طریقے سے بیٹے کو سمجھایا کہ یہ سمجھایا ہوا موت تک بھول نہیں سکتا۔ اسی طرح ایک بزرگ نے اپنے بیٹے کی بہت اچھے انداز میں تربیت کی جب وہ بڑا ہوا تو چند برے لڑکوں سے دوستی کرلی باپ نے سمجھایا اور ان لڑکوں سے دوستی ختم کرنے کے لئے کہا بیٹے نے جواب دیا ابا جان آپ بے فکر ہوجائیں ان کی کوئی برائی مجھ پر اثر انداز نہیں ہوسکتی۔ باپ نے مزید کچھ نہیں کہا بلکہ سیب کی ایک پیٹی منگوائی اس میں ایک خراب سیب تھا بیٹا اس کو بیچ میں سے نکال کر الگ کرنے لگا تو باپ نے فرمایا نہیں بیٹا معمولی خراب ہے رہنے دو پھر دیکھ لیں گے پھر وہ پیٹی بند کرکے رکھ دی ایک ہفتے بعد جب دیکھا تو اس خراب سیب کے چاروں طرف بہت سارے سیب اس سیب کی وجہ سے خراب ہوگئے تھے باپ نے بیٹے کو مخاطب کرکے کہا:

يَا بُنَيَّ رَأَيْتَ إِنَّ التُّفَّاحَةَ الْفَاسِدَةَ كَيْفَ فَسَدَتْ مَا جَاوَرَهَا؟ هٰكَذَا الْجَلِيْسُ السُّوْءُ يُفْسِدُ مَنْ يُّخَالِطُهَا.

جان پدر دیکھا آپ نے کہ ایک خراب سیب نے اپنے پاس والے اچھے سیبوں کو کس طرح بیکار کردیا؟

اسی طرح جو شخص بروں کی صحبت اختیار کرتا ہے تو اسے وہی ملتا ہے جو ان سیبوں کو اس بیکار اور خراب سیب سے ملا۔

اس طرح کی اور مثالوں سے بچے کو سمجھائیے اس طرح نصیحت بچے پر بوجھ بھی نہیں بنے گی اور اچھی طرح سمجھ بھی آجائے گی اس طرح کی مثالوں کے لئے اکابر علماء کی کتابوں کا مطالعہ کریں خصوصاً مواعظ اور ملفوظات حکیم الامت رحمۃ اللہ علیہ کا خاص طور پر مطالعہ کریں اور اکابر کی مجالس میں بیٹھئے۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کا حامی و ناصر ہو۔

Marfat.com

کھلائیں سونے کا نوالہ نگاہ رکھیں شیر کی

بچوں کو اس بات سے بے نیاز اور بے پرواہ نہ ہونے دیجئے کہ کچھ بھی کرو باپ تو کچھ کہتا ہی نہیں بلکہ پیار و محبت اور لاڈ اٹھانے کے ساتھ ساتھ کبھی کسی واقعی غلطی پر ضرور بالضرور سختی سے تنبیہ بھی کرنی چاہئے بلکہ حدود میں رہتے ہوئے کوئی تادیبی کاروائی بھی کی جاسکتی ہے اور اس کی اجازت بھی ہے۔ اور کبھی یہ مستحسن بھی ہوسکتی ہے لیکن نیت اصلاح ہی کی ہونی ضروری ہے۔ ہرگز غصہ کی حالت میں کوئی عمل نہ کیا جائے کیوں کہ اکثراوقات غصہ میں انسان جائز وناجائز کی تمیز بھول جاتا ہے اس کے لئے طریقہ علماء کرام نے لکھا ہے کہ:

"جب بچے کے کسی عمل پر شدید غصہ آرہا ہو اس وقت بچے سے بات بھی نہ کرے اپنی ہیئت تبدیل کرلے پانی پیئے، دو رکعت نماز پڑھ کر بچے کی اصلاح کی دعا کرے پھر کسی دوسرے وقت میں مصنوعی غصہ پیدا کرکے بچے کو تنبیہ کرے اس وقت ہوش و حواس قابو میں ہوں گے لہذا کوئی ناجائز عمل سرزد نہ ہوسکے گا۔

بس اسی طریقے کو اپنایئے اور بچوں کی حرکات و سکنات پر خوب توجہ دیں کہ بڑا بیٹا کیا کررہا ہے؟ آیا اس کی پانچوں نمازیں پابندی کے ساتھ مسجد میں باجماعت ادا ہورہی ہیں۔ اس کے دوستوں کے کردار و اقوال کا کیا حال ہے۔ بڑی بیٹی کے شرعی پردے میں کسی قسم کی کمی تو واقع نہیں ہورہی اس کی سہیلیوں میں کوئی برے خاندان سے بری سوسائٹی سے متعلق تو نہیں ہے۔ گھر میں رومانوی افسانے یا ڈائجسٹوں کی آمد تو نہیں ہے۔ درمیانہ یا منجھلا بیٹا کرکٹ کے شوق میں نماز کی چھٹی تو نہیں کررہا اسکول میں اس کی دوستی ایسے لڑکوں سے تو نہیں جن کے والدین اپنے بچوں کی تربیت سے غافل ہیں۔ منجھلی بیٹی اپنی سہیلی کے گھر میں بہانے سے جاکر ٹی وی تو نہیں دیکھتی، چھوٹا بیٹا وڈیو گیم کی

Marfat.com

لعنت میں مبتلاء تو نہیں، سبق یاد نہ کرنے کی وجہ سے قاری صاحب سے مار تو نہیں کھا رہا۔

ایسے ماحول میں سب سے اہم ذمہ داری باپ کی ہوتی ہے کہ وہ دعا سے، اچھی کتابوں سے، پیار و محبت سے سمجھانے اور جائز تادیبی کاروائیوں سے اچھے ماحول میں لیجانے، اور بزرگوں اور علماء کے بیانات میں لیجانے سے اپنی اولاد کو جہنم کا ایندھن بننے سے بچائے اور اپنی پوری صلاحیتیں اس پر خرچ کرے۔ اس کے لئے بچّوں پر شروع ہی سے ایسی نظر رکھیں کہ وہ یہ نہ سمجھیں کہ باپ کو تو کچھ پتہ ہی نہیں اور اگر پتہ بھی چل گیا تو زیادہ سے زیادہ سمجھائیں گے یا چار باتیں سنائیں گے بلکہ انہیں یہ باور کروایا جائے کہ اگر کوئی ایسا غلط عمل مسلسل رہا تو اس پر نہایت سخت کاروائی بھی کی جاسکتی ہے۔

اور اپنے بچّوں کی پارسائی پر مکمل اور اندھا اعتماد نہ کریں دھوکہ وہیں ہوتا ہے جہاں اندھا اعتماد ہو۔ بچّوں کی خفیہ نگرانی بھی کرنی چاہیئے اور بچّوں کو اس کا احساس بھی رہے کہ آپ ان کی نگرانی کررہے ہیں، لہٰذا کبھی آپ اپنے مقررہ وقت سے پہلے گھر آجایئے، کبھی اسکول ومدرسہ چلے جایئے، کبھی فون کر کے معلوم کرلیں۔ کیونکہ محض اس اندیشہ سے کہ کہیں ہمارا کوئی بڑا ہمیں دیکھ نہ لے بچّے غلط کاموں سے رک جاتے ہیں لیکن بچّوں پر یہ ظاہر کریں کہ آپ ان کو بڑا نیک اور پارسا ہی سمجھتے ہیں کیونکہ والدین کی نگاہوں میں گرجانے سے ان کے اعتماد کو ٹھیس پہنچے گی اور ان کو دکھ پہنچنے کا بھی اندیشہ ہے۔

تربیت بھی مشغولیت بھی

کبھی بچّوں کے فارغ اوقات کو قیمتی بنانے کے لئے ان میں سوال جواب کا مقابلہ کروائیں اور اس مقابلے کے لئے ایک خاص موضوع دے دیں اگر ممکن ہو تو رشتہ دار بچّوں اور اڑوس پڑوس کے بچّوں کو بھی اس مقابلہ میں شریک

کرلیں مثلاً مقابلہ سے ایک ہفتہ پہلے بچوں میں فضائل نماز، نماز کی کتاب، میری نماز وغیرہ کتب تقسیم کردیں اور تیاری کے لئے ایک ہفتہ دے دیں پھر چھٹی والے دن بچوں کو اکٹھا کرکے اس ترتیب سے سوال و جواب کا سلسلہ شروع کریں کہ سب سے پہلے ایک ایک بچّے کو بلا کر نماز پڑھنے کے فضائل و فوائد بیان کروائیں اور خود انہیں ۳۳ میں سے نمبر دیں پھر دوسرے دور میں نماز نہ پڑھنے، جماعت چھوڑنے، تکبیر اولیٰ ضائع کرنے کے نقصانات اور عذاب بیان کروائیں، اور ۳۳ میں سے نمبر دیں پھر آخری دور میں نماز کے مسائل جماعت میں ملنے کا طریقہ نماز فجر کی جماعت ضائع نہ ہو اس کی تدابیر بیان کروائیں اور ۳۳ میں سے نمبر دیں اس کا مجموعہ ۹۹ ہوئے ایک نمبر صاف کپڑے اور ناخن و بال وغیرہ کی صفائی کا رکھیں آخر میں جو بچّہ اول آئے اس کو انعام میں کوئی دینی یا معلوماتی کتاب یا کوئی دوسری اچھی چیز بھی دیں تاکہ سب بچوں میں ایک دوسرے سے آگے بڑھنے کا شوق پیدا ہو اور اس کے ذریعے سے ان کی دینی معلومات میں اضافہ ہو۔ یاد رکھیں! اس ترتیب سے آپ نے جس عمل کا مذاکرہ کروایا بچّے نہ صرف اس عمل کے متعلّق معلومات کے حامل ہوں گے بلکہ اس عمل کو عملی طور پر کرنے بھی لگ جائیں گے۔

اس طرح کے انعامی مقابلوں کا سب سے بڑا فائدہ تو یہ ہوگا کہ جو وقت بچّے وڈیو گیم کھیلنے، گلی کوچوں میں کرکٹ کھیل کر شیشے توڑنے، آپس میں لڑائی جھگڑا کرنے میں صرف کرتے ہیں وہ وقت صحیح استعمال ہوگا اور تعمیری کاموں پر اور دینی کاموں پر لگے گا ساتھ ہی ایسی معلومات حاصل ہوں گی جو ان کے معمولات میں آئیں گی اور ایک بھرپور اسلامی و عملی معاشرہ وجود میں آئے گا اور اس طرح ہر بچّے کی اصلاح ہوگی، بھلائیاں اس کی زندگی میں زندہ ہوں گی برائیاں اس کی زندگی سے ختم ہوں گی اور وہ اپنے علم کی تبلیغ بھی کرنے کے قابل ہوجائے گا جو اسلامی تربیت کا مزاج ہے۔

Marfat.com

بچّے سے غلطی پر صلوٰۃ التوبہ پڑھوایئے

اگر بچپن ہی سے یہ عادت پڑجائے کہ جیسے ہی کوئی غلطی یا کوئی نافرمانی، کوئی نقصان ہو فوراً وضو کر کے دو رکعت صلوٰۃ التوبہ پڑھے اور دعا مانگے اور اپنی غلطی کا اعتراف کر کے نادم ہو تو اس صفت کے کیا کہنے آج اگر یہ صفت ہمارے اندر پیدا ہوجائے تو سارے جھگڑے ہی ختم ہوجائیں ذیل میں ہم اس کے فوائد لکھتے ہیں۔

پہلا فائدہ تو یہ ہوگا کہ بچپن ہی سے اچھے اور برے کی، غلط اور صحیح کی، جائز اور ناجائز کی، حلال اور حرام کی، تمیز ہوسکے گی، یعنی دینی فہم پیدا ہوگا دوسرا فائدہ یہ ہوگا کہ ہر عمل کو کرنے کے بعد دھیان اللہ تعالیٰ کی طرف جائے گا۔ کہ اللہ تعالیٰ میرے اس عمل سے خوش ہوئے یا ناراض اگر خوش ہوئے تو شکر ادا کروں اور ناراض ہوئے تو نماز پڑھ کر معافی مانگوں یعنی روزمرہ کی زندگی میں ہروقت اللہ تعالیٰ کا استحضار رہے گا جو کہ غلط عمل میں لگنے سے رکاوٹ کا سبب ہوگا ساتھ ہی توبہ کرنے کے بعد دوبارہ اس عمل میں لگنا بہت مشکل ہوگا بلکہ دوسروں کو بھی اس سے بچانے کی کوشش کرے گا۔

مثلاً آپ نے دیکھا کہ بڑے بیٹے نے چھوٹے بیٹے سے کھانے کی کوئی چیز چھین کر فوراً منہ میں ڈال لی اور پلک جھپکتے میں نگل گیا، اب آپ سب سے پہلے چھوٹے بچے کو جو منہ بسور رہا ہے یا رو رہا ہے اس کو سنبھالیئے اور دلاسہ دے کر کہیئے کہ بیٹا کوئی بات نہیں آپ کا بڑا بھائی ہی تو ہے آج کچھ لے بھی لیا تو کیا ہوا اکثر تمہارا خیال بھی تو رکھتا ہے اور تمہیں چیزیں بھی تو دیتا ہے تم اس چیز کا غم مت کرو اور یہ تو بھائی ہے اگر کوئی تمہارا دوست کوئی چیز لے لے تو کیا تم خوشدلی سے نہیں دوگے اس کا تو زیادہ حق ہے جب یہ چپ اور مطمئن ہوجائے تو بڑے بیٹے کو علیحدگی میں پیار سے سمجھایئے کہ بیٹا یہ کیا حرکت ہے اگر اتنی ہی

Marfat.com

طلب تھی تو مجھ سے مانگ لیتے بازار سے جاکر خرید لاتے۔ لیکن چھیننے کی کیا ضرورت تھی اور چھینا جھپٹی کرنا کوئی اچھی بات تھوڑی ہے یہ تو جانوروں کا کام ہے۔ بیٹے....... میں آپ کو پیسے دیتا ہوں آپ وہی چیز خرید کر اپنے ہاتھوں سے چھوٹے بھائی کو دو اور اس سے معذرت کرنے میں عار نہ سمجھو۔ اس طرح سمجھانے سے یہ بات بھی اس کے ذہن میں بیٹھے گی کہ حق والے کا حق ادا کئے بغیر چارہ نہیں اور یہ بات آگے چل کر اسے عملی زندگی میں بہت امانت دار اور حقوق اللہ اور حقوق العباد کی پابندی کرنے والا بنائے گی پھر آخیر میں اس سے کہئے کہ بیٹا اب وضو کرکے دو رکعت صلوٰۃ التوبہ پڑھو اور اللہ تعالیٰ سے اپنے کیئے کی معافی مانگو، آئندہ ایسی حرکت نہ کرنے کا پکا ارادہ کرلو اللہ تعالیٰ بہت رحیم وکریم ہیں جب کوئی بندہ اللہ تعالیٰ سے معافی مانگتا ہے تو اللہ تعالیٰ اسے معاف فرمادیتے ہیں اور لوگوں کے دلوں میں اس کی محبت ڈال دیتے ہیں، ان شاء اللہ تمہارے بھائی کا دل بھی تمہاری طرف سے صاف ہوجائے گا۔

بچّوں میں ایثار کا جذبہ پیدا کیجئے

گھر میں چھوٹے بڑے بچّے ہوتے ہیں اور ان میں آپس میں چھوٹی موٹی جھڑپ ہوہی جاتی ہے اور پھر صلح بھی ہوجاتی ہے لیکن کبھی یہ لڑائیاں نقصان کا سبب بھی بنتی ہیں لیکن اگر بچپن ہی سے بچّوں میں آپس میں جوڑ، محبت والفت کو پیدا کردیا جائے تو یہ جوانی بلکہ بڑھاپے تک انہیں جوڑے رکھتا ہے۔ آپس میں جوڑ کیسے رہے اس کے لئے سب سے ضروری چیز جذبہ ایثار کا ہونا ہے یعنی میرا پیٹ چاہے خالی رہے بھائی کا پیٹ بھرجائے مجھے چاہے پتلا کمبل ملے بھائی موٹے کمبل میں آرام سے سوئے یہ باتیں کیسے پیدا ہوں اس کے لئے ہفتے میں ایک بار سارے بچّوں کو بٹھاکر اس کا مذاکرہ کریں اور بچّے کو یہ باتیں یاد کراکر بلوائیں تاکہ ان کے دل میں ایثار کا جذبہ بیدار ہو۔

جب تک ہم میں جوڑ رہا ہم عروج پر رہے آج بھی اس بات کی سخت ضرورت محسوس کی جارہی ہے کہ نفرتیں ختم ہوں اور محبت و الفت پیدا ہو، ابتدا گھر ہی سے کیجئے اگر تمام گھروں میں اخوت و بھائی چارگی کی فضاء ہو تو پورے معاشرے میں جوڑ پیدا ہوگا، جب سب کے لئے سب کے دلوں میں ایثار ہوگا تو سب کو سب کی ہمدردی حاصل ہوگی، اسی طرح بڑے چھوٹوں کے تمام حقوق ادا کریں اور چھوٹے بڑوں سے ہر کام میں مشورہ کر کے چلیں، جب ہر ایک دوسرے کا حق ادا کرنے پر راضی ہوجائے گا تو ہر ایک کو اس کا حق مل جائے گا، اور اس کے نتیجے میں ملنے والے ثمرات کا مشاہدہ دنیا ہی میں ہوگا۔

جذبہ ایثار سے مراد کسی شخص کے دل میں اس بات کا پیدا ہونا ہے کہ میری خواہشات تو درکنار میری جائز ضرورتیں پوری ہوں یا نہ ہوں لیکن اللہ تعالیٰ کے تمام بندوں کی جائز خواہشات اور ضرورتیں پوری ہوجائیں۔

ہم دیکھتے ہیں کہ اکثر لڑائیاں اس وجہ سے ہوتی ہے کہ کوئی چیز کسی ایک کی خواہش یا ضرورت کو پورا کرسکتی ہے اور وہ کسی دوسرے کو ملے تو جنہیں نہیں ملی وہ حسد اور بغض جیسے امراض میں مبتلاء ہوکر اس چیز کو حاصل کرنے کے لئے جائز و ناجائز سارے راستے استعمال کرتے ہیں اور جسے چیز ملی ہوئی ہے وہ بھی اپنی چیز سے دستبردار ہونا نہیں چاہتا اور اس کی حفاظت کے لئے سارے غلط اور صحیح طریقے استعمال کرتا ہے۔ اگر حامل میں دینے کا اور غیر حامل میں نہ لینے کا جذبہ ہو تو آپ خود فیصلہ کرسکتے ہیں کہ توڑ کی ابتدا بھی نہیں ہوسکتی۔

بچپن ہی سے اپنے بچّوں کے دلوں میں ایک دوسرے کی خاطر اپنا حق چھوڑنے کا جذبہ پیدا کرنے کی کوشش کیجئے فرداً فرداً اپنے بچّوں کو خوب سمجھایئے اور فضائل سنا سنا کر اس بات پر تیار کیجئے اور دعا بھی خوب مانگئے ان شاء اللہ اگر یہ بات ان کے دلوں میں بیٹھ گئی تو بچپن سے جوانی اور جوانی سے بڑھاپے تک ان میں خوب بھائی چارگی رہے گی اور شادیوں کے بعد بھی جائداد

اور وراثت وغیرہ کے جھگڑوں سے آپ کا خاندان محفوظ رہے گا۔ اس کے لئے ایثار کے واقعات بچّوں کو بچپن ہی سے یاد کروایئے اور ان کو یہ واقعات کاپی میں لکھوایئے ہم یہاں چند واقعات مثال کے لئے لکھتے ہیں۔

(۱) ترمذی میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ ایک انصاری کے گھر رات کو کوئی مہمان آگیا ان کے پاس صرف اتنا کھانا تھا کہ خود وہ اور ان کے بچے کھا سکیں، انہوں نے اپنی بیوی سے فرمایا کہ بچّوں کو تو کسی طرح سلادو، اور گھر کا چراغ گل کردو، پھر مہمان کے سامنے کھانا رکھ کر برابر بیٹھ جاؤ کہ مہمان سمجھے کہ ہم بھی کھا رہے ہیں، مگر ہم نہ کھائیں تاکہ مہمان کھانا کھا سکیں۔

(۲) قشیری رحمہ اللہ تعالیٰ ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے نقل کیا ہے کہ صحابہ کرام میں سے ایک بزرگ کو کسی شخص نے ایک بکری کی سری بطور ہدیہ پیش کی اس بزرگ نے خیال کیا کہ ہمارا فلاں بھائی اور اس کے اہل و عیال ہم سے زیادہ ضرورت مند ہیں یہ سری ان کے پاس بھیج دی اس دوسرے بزرگ کے پاس بھیجی تو اسی طرح انہوں نے تیسرے اور تیسرے نے چوتھے کے پاس بھیج دی یہاں تک کہ سات گھروں میں پھرنے کے بعد پھر پہلے بزرگ کے پاس آئی۔

(۳) مؤطا امام مالک رحمہ اللہ تعالیٰ میں حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے کہ ایک مسکین نے ان سے سوال کیا ان کے گھر میں صرف ایک روٹی تھی اور ان کا اس دن روزہ تھا، آپ نے اپنی خادمہ سے فرمایا کہ یہ روٹی اس کو دے دو، خادمہ نے کہا کہ اگر یہ دے دی گئی تو شام کو آپ کے افطار کرنے کے لئے کوئی چیز نہ رہے گی، حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے فرمایا پھر بھی دے دو۔

(۴) حذیفہ عدوی رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں جنگ یرموک میں اپنے چچا زاد بھائی کو شہداء کی لاشوں میں تلاش کرنے کے لئے نکلا اور کچھ پانی ساتھ لیا کہ اگر ان میں کچھ جان ہوئی تو پانی پلادوں گا، ان کے پاس پہنچا تو کچھ رمق

Marfat.com

زندگی کی باقی تھی میں نے کہا کہ کیا آپ کو پانی پلادوں اشارہ سے کہا کہ ہاں، مگر فوراً ہی قریب سے ایک دوسرے شہید کی آواز آہ آہ کی آئی تو میرے بھائی نے کہا کہ یہ پانی ان کو دے دو، ان کے پاس پہنچا اور پانی دینا چاہا، تو تیسرے آدمی کی آواز ان کے کان میں آئی اس نے اس تیسرے کو دینے کے لئے کہہ دیا اسی طرح یکے بعد دیگرے سات شہیدوں کے ساتھ یہی واقعہ پیش آیا، جب ساتویں شہید کے پاس پہنچا تو وہ دم توڑ چکے تھے یہاں سے اپنے بھائی کے پاس پہنچا تو وہ بھی ختم ہو چکے تھے۔ (تلخیص از معارف القرآن جلد ۸ صفحہ ۳۷۵ تا ۳۷۷)

بچّوں کو فرشتوں کے اعلانات یاد کروایئے

کچی عمر میں جو تربیت کی جاسکتی ہے وہ کسی اور عمر میں ممکن نہیں۔ بچپن میں جو باتیں بچّے کے دماغ میں ڈال دی جائیں وہ اس کی آئندہ شخصیت سازی میں معاون بنتی ہیں۔ یہاں فرشتوں کے چند اعلانات لکھے جاتے ہیں جو بعض اسکولوں اور مدارس میں بچّوں کو سکھائے گئے، جن سے بچّوں کو بہت فائدہ ہوا لہٰذا ہر والد کو چاہیے کہ وہ یہ اعلانات بچّوں کو یاد کروائے۔

(۱) جو شخص فرض نماز جماعت سے پڑھے اور سلام پھیرنے کے بعد اسی جگہ بیٹھا رہے تو فرشتے اس کے لئے دعا کرتے ہیں کہ "اے اللہ! اس کی مغفرت فرما اور اس پر رحم فرما"۔ اکثر دیکھا گیا ہے کہ سلام پھیرنے کے بعد فوراً بچّے اٹھ کر باہر صحن میں بھاگ جاتے ہیں اور اپنے ہم عمروں سے بات چیت کرنے میں مشغول ہو جاتے ہیں، پھر سنن و نوافل بھی بعض اوقات خطرے میں پڑ جاتے ہیں، لہٰذا جب اپنے بچّے کو مسجد میں لے کر جائیں تو بار بار یہ بات اس کے ذہن میں ڈالیں کہ دیکھو بیٹا! سلام پھیرنے کے بعد تھوڑی دیر تک اسی جگہ بیٹھے رہو اور کچھ اذکار وغیرہ بتادیں کہ یہ کرلو پھر اطمینان سے اٹھ کر جگہ بدل کر سنن و نوافل پڑھو پھر کسی دوسری چیز میں مشغول ہو اور دھیان کرو کہ جب تک میں

Marfat.com

صف میں بیٹھا رہوں گا، فرشتے میرے لئے دعائے مغفرت و رحمت کرتے رہیں گے۔

(۲) جب بیٹے کو کسی کام کے لئے گھر سے باہر بھیجنا ہو یا وہ اسکول یا مدرسہ جانے کے لئے گھر سے نکل رہا ہو تو من جملہ اور نصیحتوں کے جو والدین کرتے ہی ہیں، یہ بھی بتائیں کہ بیٹا! سیدھا پیر دروازے سے باہر رکھو تو یہ دعا پڑھو۔

بِسْمِ اللّٰهِ تَوَكَّلْتُ عَلَى اللّٰهِ لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ.

(جامع ترمذی جلد ۲ صفحہ ۱۸۱)

پھر اس بات کا یقین رکھو کہ جیسے ہی تم نے یہ دعا پڑھی تو ایک فرشتہ اعلان کرتا ہے کہ "اس کو ہدایت دی گئی، اس کی کفایت کی گئی، اسی کی حفاظت کی گئی، اور شیطان کو اس سے دور کردیا گیا"۔

(۳) اکثر ایسا کریں کہ بچّے کے ہاتھ سے کوئی چیز صدقہ کروائیں تو اس سے بچّوں میں دوسروں کو دینے کا جذبہ پیدا ہوگا اور اس کے ساتھ یہ اعلان یاد کروائیں کہ جب کوئی شخص اللہ کی رضا کے لئے صدقہ دیتا ہے تو ایک فرشتہ اعلان کرتا ہے "اے اللہ! اس عطا کرنے والے کو اس کا بہترین بدل عطا فرما" اس کا فائدہ یہ ہوگا کہ بچّے کے ذہن میں یہ بات پیدا ہوگی کہ دینے سے مال یا چیز کم نہیں ہوتی بلکہ اس سے بہتر اللہ تعالیٰ عطا فرماتے ہیں۔ اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے کہ دینے والا ہاتھ لینے والے ہاتھ سے بہتر ہے۔

(بخاری کتاب الزکوٰۃ باب الاستعفاف عن المسئلہ جلد ۱ صفحہ ۱۹۹)

لہٰذا ہمیں ہمیشہ دینے والا بننا چاہئے۔

(۴) حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ "جب نماز کا وقت آتا ہے تو ایک فرشتہ اعلان کرتا ہے کہ اے آدم کی اولاد اٹھو اور جہنم کی اس آگ کو جسے تم نے (گناہوں کی بدولت) اپنے اوپر جلانا شروع کردیا ہے، بجھاؤ۔ چنانچہ (دیندار لوگ) اٹھتے ہیں وضو کرتے ہیں اور ظہر کی نماز پڑھتے ہیں جس کی وجہ سے ان

Marfat.com

کے گناہوں کی (فجر سے ظہر تک) مغفرت کردی جاتی ہے۔ اسی طرح پھر عصر کے وقت پھر مغرب کے وقت پھر عشاء کے وقت (غرض ہر نماز کے وقت یہی صورت ہوتی ہے)"۔ (طبرانی جلد ۱۰ صفحہ ۱۷۴، ترغیب صفحہ ۲۳۵)

یہ اعلان بچّوں کو یاد کروائیں اور جب بھی اذان ہو تو فوراً بچے کو یاد دلائیں اور پوچھیں کہ اس وقت فرشتہ کیا اعلان کررہا ہوگا؟ پھر بچّہ کے جواب دینے پر کہیئے کہ اب ہمیں کیا کرنا چاہئے؟ تو بچّہ ان شاء اللہ کہے گا کہ ابو جان اب ہمیں نماز پڑھنے کی تیاری کرنی چاہئے اور اپنے تمام کاموں کو مؤخر کرنا چاہئے۔

⑤ اپنے بچّوں کو اکثر اس بات کی ترغیب دیں کہ وہ اپنے بھائیوں بہنوں، ماں باپ، رشتہ داروں، پڑوسیوں، دوستوں، سہیلیوں کے لئے دعائیں کریں اور جس اچھی چیز کی طلب خود کو ہو وہ دوسروں کے لئے بھی، اور اپنے لئے بھی مانگیں، اسی کے ذیل میں فرشتہ کا یہ اعلان یاد کروائیں کہ جب کوئی شخص کسی دوسرے کے لئے کوئی دعا کرتا ہے تو ایک فرشتہ اس کی ہر دعا پر لک مثل ذالک کہتا ہے یعنی "اے اللہ اس کو بھی یہی عطا فرما" اور اللہ تعالیٰ وہ چیز اس شخص کو بھی ضرور عطا فرماتے ہیں چاہے اللہ تعالیٰ اس شخص کو عطا نہ کریں جس کے لئے دعا مانگی گئی ہے اسی طرح خدانخواستہ اگر کسی کے لئے کوئی بددعا کی تو جس کے لئے بددعا کی گئی ہے، اس کو نقصان پہنچے یا نہ پہنچے بددعا کرنے والے کو اس کی مضرت ضرور ہوتی ہے۔

⑥ جب صبح ہوتی ہے تو ایک فرشتہ اعلان کرتا ہے کہ "اے ابن آدم! آج کا دن تیری زندگی میں پھر دوبارہ نہیں آئے گا، جتنی نیکیاں کرسکتا ہے کرلے"۔

اس اعلان کے ذریعے وقت کی اہمیت، وقت کی زدر وقیمت بچّے کے ذہن میں ڈالئے، اور وقت کی حفاظت کے طریقے اس کو بتائیے۔

⑦ کسی کا انتقال ہوتا ہے تو دنیا والے کہتے ہیں کیا مال چھوڑ کر گیا ہے؟ اور

Marfat.com

فرشتے کہتے ہیں کہ کیا اعمال لے کر آیا ہے؟

اس اعلان کے ذریعے اعمال کی حفاظت اور اعمال کی قدر و منزلت بچّے کے دل و دماغ میں بٹھانے کی کوشش کیجئے۔

(۸) جس وقت سورج نکلتا ہے تو ایک فرشتہ اعلان کرتا ہے کہ "آج جو بھی گھر بنے گا، وہ ضرور گرے گا، اور جو بھی بچّہ پیدا ہو گا، وہ ضرور مرے گا"۔

اس سے دنیا کا فانی ہونا، مٹی اور گارے سے بنے ہوئے گھروں کا ٹوٹنا، اور قیامت کا قائم ہونا، اور آخرت کا باقی رہنا، اولاد کے دل و دماغ میں بٹھانے کی کوشش کیجئے۔

(۹) ہر صبح ایک فرشتہ اعلان کرتا ہے کہ "اے اللہ! نیکی کے کاموں پر خرچ کرنے والے کو اس کا بدل نصیب فرما، اور روک کر رکھنے والے کو برباد فرما"۔

اس سے بچّوں میں خرچ کرنے کا جذبہ بڑھائیے، اگر دو کھلونے ہیں تو ایک کھلونا چچا زاد، پھوپھی زاد کو دلوائیے، اگر جوتے کے دو نئے جوڑے ہیں تو ایک ماسی / چوکیدار / ڈرائیور کے بچّوں کو دلوائیے، اسی طرح اپنی ضرورت سے زائد چیزوں کو روک کر رکھنے سے نفرت پیدا کرنے کی کوشش کیجئے اور اپنی اولاد کو سخی بنانے کی کوشش بھی کیجئے۔

یہ اعلانات بچّوں کو یاد بھی کروائیں اور ان سے گاہے بہ گاہے پوچھتے بھی رہیں اور کس اعلان سے کیا نتیجہ اخذ کیا جاتا ہے؟ وہ بتائیں۔ کس اعلان کی وجہ سے ہماری زندگی میں کیا تبدیلی ہونی چاہئے، یہ بھی سکھائیں۔ ان شاء اللہ اس طرح کرنے سے بچّوں کی زبردست ذہنی تربیت ہوگی اور یہ باتیں ان کے ذہن میں پختہ ہوتی چلی جائیں گی اور اپنی عمر کے آخری حصے تک وہ ان ہی باتوں کو بنیاد بنا کر زندگی گذاریں گے۔

سورہ یٰسین حفظ کروائیے

گذشتہ مضامین میں یہ بات سامنے آچکی ہے کہ بچّوں کو قرآن حکیم حفظ کرانے میں دنیوی اور اُخروی فوائد ہیں۔ یہاں ان حضرات کے لئے چند گذارشات ہیں جو کسی وجہ سے اپنے بچّے کو حفظ نہ کراسکے اور اب شدید خواہش کے باوجود کسی بھی وجہ سے حفظ کرانے میں کسی قسم کی پریشانی یا دشواری محسوس کرتے ہیں۔

قرآن حکیم سارا ہی اللہ کا کلام ہے تاہم بعض سورتیں فضائل کی وجہ سے ایک دوسرے پر فوقیت رکھتی ہیں۔ احادیث میں ان کی ترغیب اور فضائل وارد ہیں۔ مثلاً سورۂ یٰسین، سورۂ ملک، سورۂ سجدہ اور سورۂ واقعہ وغیرہ۔ لہٰذا مناسب ہوگا ایسی سورتیں کچھ تو بچّوں کو یاد کرادی جائیں۔ ان سورتوں کے یاد کرنے میں کوئی خاص وقت استعمال ہوگا اور نہ ہی دوسرے کاموں کا حرج ہوگا۔ اور آپ کے لئے بھی آخرت کا ذخیرہ بن جائے گا۔

تاہم ایک بات قابل لحاظ ہے اور وہ یہ ہے کہ بچّوں کو یہ سورتیں حفظ کرانے سے پہلے ان میں شوق پیدا کرنا ضروری ہے جس کے باعث وہ دلجمی سے مسلسل یاد کرنے کی کوشش میں لگے رہیں گے۔ وقتاً فوقتاً اس شوق کو ابھارتے بھی رہئے۔ اس کے لئے بچّوں کو قرآن پڑھنے اور ان سورتوں کے فائدے جو احادیث میں وارد ہوئے ہیں سنائے جاسکتے ہیں۔ یہاں مختصراً سورۂ یٰسین کے فضائل کا ذکر کرنا مفید معلوم ہوتا ہے۔ مزید تفصیل کے لئے معارف الحدیث (مولانا منظور نعمانی) الترغیب والترھیب (جس کا ترجمہ "البشیر والنذیر" مترجم مولانا محمد عثمان صاحب مدنی دامت برکاتہم نے کیا ہے) کتابیں بھی دیکھی جاسکتی ہیں۔

Marfat.com

فضائل یٰسین شریف

① جو شخص سورۂ یٰسین پڑھتا ہے حق تعالیٰ شانہ اس کے لئے دس قرآن پڑھنے کا ثواب لکھتے ہیں۔ (مشکوٰۃ صفحہ ۱۸۷)

② ایک روایت میں آتا ہے کہ حق تعالیٰ شانہ نے سورۂ یٰسین کو آسمان و زمین کے پیدا کرنے سے ہزار برس پہلے پڑھا۔ فرشتوں نے جب سنا تو عرض کیا کہ خوشحالی ہے اس اُمّت کے لئے جن پر یہ قرآن اتارا جائے گا اور خوشحالی ہے ان دلوں کے لئے جو اس کو اٹھائیں گے۔

(مشکوٰۃ باب فضائل القرآن صفحہ ۱۸۷)

③ ایک حدیث میں آتا ہے جو شخص سورۂ یٰسین دن کے شروع میں پڑھے اس کی دن کی تمام ضروریات اللہ تعالیٰ پوری فرما دیتے ہیں۔

(مشکوٰۃ صفحہ ۱۸۹)

④ جو شخص سورۂ یٰسین صرف اللہ تعالیٰ کی رضا کے لئے پڑھتا ہے اس کے تمام گناہ معاف ہوجاتے ہیں۔ (مشکوٰۃ صفحہ ۱۸۹)

⑤ سورۂ یٰسین اپنے پڑھنے والے کے لئے دنیا و آخرت کی بھلائیوں پر مشتمل ہے اور دنیا و آخرت کی مصیبت کو دور کرتی ہے اور آخرت کے ہول کو دور کرتی ہے۔ (فضائل اعمال صفحہ ۲۶۳)

ان تمام فضائل کے علاوہ ایک اور زبردست فضیلت یہ ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "میرا دل چاہتا ہے کہ سورۂ یٰسین میرے ہر ہر اُمّتی کے دل میں ہو"۔ (فضائل اعمال صفحہ ۲۶۳)

یعنی زبانی یاد ہو آپ سوچیں کہ اگر آپ کا کوئی محبوب یہ کہہ دے کہ فلاں عمل میرے دل کی چاہت ہے تو کیا وہ عمل کرنا چاہے کتنا ہی مشکل ہو سہل ہوجاتا ہے یا نہیں؟ یہاں پر ہمارے آپ کے سب سے زیادہ محبوب ہستی حضرت

Marfat.com

محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے دل کی یہ چاہت ہے کہ سورۂ یٰسین سب کو حفظ ہوجائے تو کیا ان کی چاہت کا احترام کرتے ہوئے ان کو قیامت میں خوشی پہنچانے کی نیت سے اگر سورۂ یٰسین یاد کرلی اور بچّوں بچیوں اور پوتے پوتیوں، نواسے نواسیوں وغیرہ کو یاد کروا دی تو کتنی اچھی بات ہوگی اور روزانہ صبح ہر بچّے کی عادت بنائیں کہ فجر کی نماز کے بعد سورہ یٰسین پڑھ لیں، مغرب کے بعد سورہ واقعہ پڑھ لیا کریں، عشاء کی نماز کے بعد سورہ ملک اور کبھی سورہ سجدہ پڑھ لیں اور جمعہ کے دن سورۂ کہف پڑھ لیں۔

کوشش کریں آپ کے تمام بچّے بچیاں سورہ یٰسین، سورہ ملک، سورہ الم سجدہ، سورہ الکہف، سورہ رحمٰن، سورہ واقعہ یاد کرلیں۔

بچّوں کو مسنون دعائیں یاد کروائیں

وہ مبارک دعائیہ کلمات جو حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان مبارک سے ادا ہوئے ہیں، ان کو اپنے روزانہ کے معمولات میں شامل کرنا اور انہیں اپنے موقع محل پر پڑھنا ایک طرف تو روحانی تسکین، ذہنی سکون، اطمینان قلب کا باعث بنتا ہے تو دوسری طرف ان کے اثرات ہماری دنیوی زندگی اور اُخروی زندگی پر بھی مرتب ہوتے ہیں۔ ان دعاؤں کو سمجھ کر مطالب و معانی کے استحضار کے ساتھ پڑھنے سے اخلاق اور معاملات پر نہایت اچھے اثرات پڑتے ہیں۔ اسی طرح ان دعاؤں کو اپنی زندگی میں معمول بنانے سے انسان اسلامی مزاج میں ڈھلتا ہے، روز بروز اللہ سے قربت اور اللہ تعالیٰ کی معرفت حاصل ہوتی ہے، حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت پیدا ہوتی ہے۔ ہرگز ہرگز اس کو معمولی نہ سمجھیں۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے جس وقت کی جو دعا بتلائی ہے وہ دعا بچّوں کی زبان پر آجائے تو یہ ہماری نسلوں کی سعادت ہے۔ کہاں ہم اور کہاں یہ دعائیں، کرم ہے اس مالک کا کہ ہماری زبانوں پر یہ دعائیں جاری کروادیں۔

Marfat.com

الحمدللہ! انٹرنیشنل ایجوکیشنل ریسرچ بورڈ نے ایک کتاب "مسنون دعائیں" بچوں کے لئے تیار کی ہے، اس میں سے بچوں کو دعائیں یاد کروائیں۔ یہاں پر ہم چند مسنون دعائیں لکھتے ہیں۔ انہیں بچوں کو یاد کروایئے اور ان کا مطلب اور تشریح بھی انہیں سمجھایئے۔

صبح جاگنے کی دعا

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ اَحْیَانَا بَعْدَ مَا اَمَاتَنَا وَاِلَیْهِ النُّشُوْرُ.

"تمام تعریفیں اللہ تعالیٰ ہی کے لئے ہیں جس نے ہم کو زندہ کیا (جگایا) بعد مرنے کے (سونے کے) اور ہمیں اسی کی طرف لوٹ کر جانا ہے"۔

(بخاری جلد ۲ صفحہ ۹۳۶، ابوداؤد صفحہ ۳۴۰)

اس دعا کے تحت یہ سمجھائیں کہ دیکھو بیٹا! نیند بھی اللہ تعالیٰ کی ایک بہت بڑی نعمت ہے، جب تم رات کو سونے کے بعد صبح اٹھتے ہو تو گزرے ہوئے دن کی ساری تھکن دور ہو جاتی ہے اور تم تازہ دم ہو جاتے ہو تو جس اللہ تعالیٰ نے ہمیں نیند دی اور پھر ہمیں صحت مند اور تندرست کر کے اٹھایا (جگایا) اب اسی اللہ تعالیٰ کا حکم ہے کہ فجر کی نماز پڑھو، لہٰذا سب سے پہلے مسواک اور وضو سے فارغ ہو کر نماز پڑھنے کی فکر کرنی چاہیے اور مسجد میں جاکر تکبیر اولیٰ کے ساتھ نماز پڑھنی چاہئے تاکہ اللہ تعالیٰ کا شکر صحیح معنوں میں ادا ہو سکے، ساتھ ہی اس نئے دن کو نیک کام کرتے ہوئے گزارنے کا عزم کرنا چاہئے کیونکہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہمیں اچھے کام کرنے کا مزید موقع مل گیا۔

بیت الخلاء سے نکلنے کی دعا

غُفْرَانَكَ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ اَذْهَبَ عَنِّی الْاَذٰی

وَعَافَانِیْ۔

"اے اللہ تیری پوری مغفرت کا طالب و سائل ہوں۔ تمام کی تمام تعریفیں اللہ کے لئے ہیں جس نے مجھ سے گندگی دور فرمائی اور مجھے عافیت بخشی"۔ (ابن ماجہ صفحہ ۲۶)

کیسی عجیب اور زبردست دعا ہے۔ اگر بچوں کو اس کے مطالب و معانی سمجھائے جائیں تو عمر بھر ان کے کردار کو سنوارے رکھنے کا ذریعہ ہے۔ اس دعا میں یہ سکھلایا گیا ہے کہ اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرو اور اس کی تعریف کرو کہ کیسا بہترین نظام بنایا کہ کیا کچھ کھایا، کیسے پیٹ میں گیا، کس طرح ہضم ہوا، کیسے جزو بدن بنا، کیسے طاقت ملی اور کیسی حالت میں خارج ہوا۔ اگر کچھ دیر تک یہ فاضل مادہ باہر نہ نکلے تو کتنی تکلیف ہوگی، پھر لفظ غفرانک یعنی بخشش چاہنا اس بات کا سبق دیتا ہے کہ جس طرح یہ گندگی ظاہری ہوتی ہے اور اس سے چھٹکارا کتنا ضروری ہوتا ہے اسی طرح باطنی گندگی یعنی حسد، جھوٹ، غیبت، بے ادبی وغیرہ سے چھٹکارا حاصل کرنا بھی نہایت ضروری ہے اور اس میں دیر نہ کرنا چاہئے خدانخواستہ اگر کوئی گناہ ہو ہی جائے تو فوراً توبہ و استغفار کر کے اسے معاف کرالینا چاہئے اور گناہوں کے بارے میں بے چین رہنا چاہئے کہ اللہ نہ کرے کہ کوئی ایسا عمل ہو جائے جس کے باعث ہمیں دنیا اور آخرت میں کوئی تکلیف پہنچے۔ جس طرح بیت الخلا سے فارغ ہو کر اطمینان کا احساس ہوتا ہے اسی طرح نیک لوگوں کو گناہوں سے معافی مانگ کر اطمینان کا احساس ہوتا ہے۔

لہٰذا ہمیں بھی چاہئے کہ ہم اسی جماعت میں شامل ہوں۔

جب رات کو سونے کے لئے لیٹے تو یہ دعا پڑھے

﴿اللھم باسمک اموت واحیا﴾

"اے میرے اللہ! آپ کے نام سے مرتا (سوتا) اور جیتا (جاگتا)

Marfat.com

ہوں"۔ (ترمذی جلد ۲ صفحہ ۱۷۹)

بچّے کو یہ سمجھائیں کہ بیٹا! جب سونے کے لئے لیٹو تو یہ دعا پڑھو اور اس کے معانی پر غور کرو۔ پھر یہ سمجھائیں کہ سوچو آج کا دن کیسا گزرا، اس پر نظر ڈالو کہ کیا کیا نیک کام کئے، کتنے اچھے کاموں کو کل پر ٹالا، کتنے غلط کام کئے، کتنوں کو تکلیف پہنچائی، کسی کا دل دکھایا، کس کی بے ادبی کی وغیرہ۔

پہلے تو اللہ کا شکر ادا کرو کہ اللہ تعالیٰ نے کتنے اچھے کاموں کی توفیق دی اور پھر جو غلط کام ہوئے ان پر معافی مانگو اور اگر ایسا گناہ ہے کہ اس کا تعلق انسانوں سے ہے تو ان سے معافی مانگو، مثلاً ماں باپ، بھائی بہن، دادا دادی، نانا نانی وغیرہ کو کسی طرح تنگ کیا تو ان سے جاکر **معافی مانگو**، اب یہ سوچو کہ عشا کی نماز پڑھ لی کہ نہیں پڑھی کیونکہ کہ جس اللہ تعالیٰ کے نام کے ساتھ سو رہا ہوں، اس کا ہر ایک حکم پورا کرنا ضروری ہے، اگر نہیں پڑھی تو فوراً اٹھ کر وضو کرو پھر نماز پڑھ کر لیٹو۔

ہم نے مختصراً چند دعائیں اور تشریحات لکھی ہیں، آپ اس سلسلے میں "مستند مجموعہ وظائف" تألیف اساتذہ مدرسہ بیت العلم، "مسنون دعائیں" مولانا عاشق الٰہی صاحب، "مسنون دعائیں" حصہ دوم اور حصہ سوم مرتبہ انٹرنیشنل ایجوکیشنل ریسرچ بورڈ میں سے بچّوں کو دعائیں یاد کروائیں اور مطلب و معانی سمجھائیں۔

تعلیم و تعلّم کے اسلامی آداب

باپ کی ایک اہم ذمہ داری یہ بھی ہے کہ اپنی اولاد کو ضروری دینی مسائل سے روشناس کرائے اور کم از کم اتنا علم ضرور دلائے کہ وہ حلال اور حرام کی تمیز کرسکے اور اللہ کی عبادت اور جو اسلام کے بنیادی ارکان ہیں، ان کو صحیح طریقے سے ادا کرسکے۔

Marfat.com

اسلام کی نظر میں علم کی جو غیر معمولی اہمیت اور اعلیٰ قدر و منزلت ہے اس کا کچھ اندازہ اس سے بخوبی لگایا جاسکتا ہے کہ قرآن مجید کے بیان کے مطابق حضرت آدم علیہ السلام کو جس وصف کی بنا پر ملائکہ وغیرہ کے مقابلہ میں خلافت ارضی کا اہل اور مستحق ٹھہرایا گیا اور نوع انسان کو زمین میں موجود دیگر انواع مخلوقات پر جو برتری اور شان حکمرانی دی گئی وہ وصف علم کا وصف تھا جس سے خود اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام کو آراستہ فرمایا۔ سورۃ العلق کی ابتدائی پانچ آیات میں بھی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے تعلق سے پڑھنے اور قلم کے ذریعے تعلیم دینے کا ایسے اسلوب سے ذکر اور بیان ہے کہ گویا انسان کو لوتھڑے سے پیدا کرنے اور پڑھنے اور پڑھانے کا آپس میں گہرا تعلق ہے اور رب کریم کا یہ منشا ہے کہ انسان پڑھے اور علم حاصل کرے۔

غرضیکہ قرآن و حدیث میں بکثرت ایسی نصوص ہیں جن میں حصول علم کے لئے تعلیم و تعلّم کی ضرورت، اہمیت اور فضیلت کا بیان اور مسلمانوں کے لئے یہ ہدایت اور تاکید ہے کہ وہ تعلیم و تعلّم کے ذریعے دینی و دنیوی ہر قسم کے علوم حاصل کرنے کی ہر ممکن کوشش کریں اور ان میں کوئی غفلت و کوتاہی نہ برتیں کیونکہ ایسا کرنا ان کی دنیوی اور اخروی فلاح و بہبود کے لئے نہایت ضروری ہے۔

لہٰذا اپنے بچّوں کو بھی دینی دنیوی تعلیم ضرور دلوایئے، تعلیم کی پوری نگرانی رکھئے اسی طرح دوسرے مسلمان بچّوں کی تعلیم کے لئے بھی فکر مند رہئے، جو بھی اللہ تعالیٰ نے آپ کو صلاحیت عطا فرمائی ہے نئی نسل کی کامیابی کے لئے اس کو خرچ کیجئے، اپنے غریب دوستوں، رشتہ داروں کے وہ بچّے جو پیسہ نہ ہونے کی وجہ سے تعلیم حاصل نہیں کرسکتے ان کی مدد کیجئے، اسی طرح بچّوں کو تعلیم کے آداب سکھاتے رہئے تاکہ وہ علم میں ترقی کرتے رہیں کہ باادب بانصیب ہوتا ہے اسی طرح اپنے لڑکوں کی تعلیم پر بھرپور توجہ دیں، صرف یہ نہیں کہ معمولی

تعلیم کے بعد اپنے ساتھ دکان پر بٹھادیا، یا ملازمت پر لگادیا، نہیں بلکہ کوشش کریں کہ تعلیم کے میدان میں جہاں تک پہنچ سکے پہنچنے دیں۔

اسی طرح اگر بچّے کی مسلسل کوتاہی سامنے آرہی ہو تو ہرگز مایوس ہوکر اس کو اسکول مدرسہ سے نکال نہ دیں کہ اس کا دماغ پڑھائی کی طرف چلتا نہیں بلکہ مشورہ سے پوری کوشش کریں، بالغ لڑکوں کو اس طرح سمجھائیں کہ بیٹا! جب لڑکے کا رشتہ کہیں جاتا ہے تو لڑکی کا والد ضرور معلوم کرتا ہے کتنا پڑھا ہوا ہے؟ اسی طرح آپ کہیں بھی ملازمت کے لئے جاؤ گے یا تاجر ہونے کی صورت میں بھی بیرون ممالک ویزا وغیرہ کے لئے مارک شیٹ، سرٹیفکیٹ دکھانی ہوگی، لہٰذا کوشش کرو کہ مارک شیٹ میں کم نمبروں کا یا فیل ہونے کا دھبہ نہ رہ جائے۔

بیٹا! تم تعلیم میں اعلیٰ معیار حاصل کرنے کی کوشش کرو گے تو مزاج اعلیٰ معیار کا ہوجائے گا، پھر ہر کام اعلیٰ معیار والا ہوگا، اس وقت مسلمانوں کو ماہرین تعلیم کی ضرورت ہے، دینی تعلیم ہو یا دنیوی لیکن اپنی تعلیم میں ماہر ہو، کچے علم والے کم استعداد والے لوگ تو بہت ہیں، تمہیں اپنی استعداد اونچی بنانی ہے۔

دیکھو بیٹا! اصول ہے من جدوجد جو محنت کرتا ہے ضرور پاتا ہے، اللہ تعالیٰ کسی کی محنت ضائع نہیں فرماتے، آج تم تعلیم پر محنت کروگے، اور نیت یہ رکھو گے کہ اللہ تعالیٰ راضی ہو جائے اور میرے ذریعہ اسلام اور مسلمانوں کو فائدہ ہو تو اللہ تعالیٰ تم سے ضرور کام لیں گے۔

کوشش کرو عربی آپ کو بولنی آجائے، لکھنی آجائے، اسی طرح انگریزی پر محنت کرو کہ دنیا میں تمہارا کہیں بھی جانا ہو تو انگریزی زبان میں ان کو اسلام کی دعوت دے سکو، لہٰذا کوشش اور دعاؤں سے اپنے اور مسلمان بچّوں کو تعلیم کے اعلیٰ معیار تک پہنچانے کی کوشش فرمائیں، مسلمان بچّوں کے لئے تعلیم وتربیت کے میدان میں آپ جو کچھ کرسکتے ہیں ضرور کیجئے، یہ بھی انفاق فی سبیل اللہ میں شمار ہوگا، آپ بچّوں کے لئے اچھا اسکول اچھا مدرسہ بنا سکتے ہیں تو ضرور بنائیے،

Marfat.com

یہ آپ کے لئے صدقہ جاریہ ہو گا، جب تک اس اسکول مدرسہ میں تعلیم وتربیت جاری رہے گی، آپ کو ثواب ملتا رہے گا۔

آپ اچھے استاد کا کردار ادا کرتے ہوئے مسلمان بچّوں میں علم کا شوق اور مطالعہ کا ذوق پیدا کرسکتے ہیں تو اس کے لئے کوشش کیجئے آپ کی محنت سے کچھ علما ماہرین وراسخین فی العلم پیدا ہوئے تو یہ آپ کے لئے صدقہ جاریہ ہو گا۔

اسی طرح والد کو چاہئے کہ تعلیم کے آداب بچّوں کو یاد کرائے اور وقتاً فوقتاً ان سے پوچھے، مدرسہ اور اسکول جاتے وقت ان آداب کی یاد دہانی کرائے)

شاگرد کے دل میں اپنے معلّم اور استاد کا بے حد احترام ہونا چاہئے، ہمیشہ خلوص و محبت سے پیش آئے اور تعظیم و تکریم میں کبھی کوئی کوتاہی نہ کرے، پڑھتے وقت اِدھر اُدھر نہ دیکھے اور اپنی پوری توجہ استاد کی طرف مبذول رکھے اور خوب غور کے ساتھ استاد کے ارشادات سنے اور سمجھے اور پھر برابر یاد رکھے۔ استاد کے سامنے ادب کے ساتھ بیٹھے اٹھے اور نظر جھکا کر نرم و دھیمے لہجے میں بات کرے، کوئی بات پوچھنی ہو تو شائستگی کے ساتھ پوچھے اور اس کا پورا خیال رکھے کہ اس کی کوئی بات اور حرکت استاد کی ناراضگی کا باعث نہ بنے، پوچھنے میں ہرگز نہ شرمائے، نہ جھجکے، کبھی کوئی ایسا سوال اور اعتراض نہ کرے جو استاد کے لئے پریشانی کا سبب بن سکتا ہو، استاد کو اگر کسی جائز مالی خدمت کی ضرورت ہو تو اخلاص کے ساتھ بجالائے اور اس کو استاد پر احسان کے بجائے خود پر احسان سمجھے کہ اس نے خدمت کا موقع فراہم کیا ہے جو میرے لئے باعث سعادت ہے۔ طالب علم کا اپنے استاد سے جتنا اچھا قلبی تعلق ہوتا ہے اتنا ہی اس کو تعلیم سے فائدہ و نفع پہنچتا ہے اور وہ کامیابی سے ہمکنار ہوتا ہے۔ استاد کے ساتھ بے تکلفی ہرگز نہ ہو قرآن و حدیث اور فقہ کی دینی تعلیم حاصل کرنے کے دوران اسے ہمیشہ باوضو رہنا چاہئے۔ جھوٹ، غیبت اور بدگوئی سے بچنا چاہئے کیونکہ ان سے حافظہ خراب ہوتا ہے اور علم ضائع ہوجاتا ہے۔ تعلیم حاصل

Marfat.com

کرنے والے طالبعلم کا مقصد صرف اللہ کی رضا جوئی اور خوشنودی کا حصول ہونا چاہئے۔ تعلیم سے فراغت کے بعد سارے عالم کے انسانوں کو دین پر لانے کے لئے اپنی ساری صلاحیتیں خرچ کرنے کی نیت ہو۔

والد کی ذمہ داری ہے کہ اپنے بچّوں کی تعلیم کے لئے ایسے استاد کا انتخاب کرے جو پیغمبرانہ اسلوبِ تعلیم کو جانتا ہو اور اس پر عمل کرنے کی پوری کوشش کرتا ہو، تاکہ تعلیم کے اثرات اور برکات صحیح طور پر سامنے آئیں۔ جو پڑھا رہا ہے اس میں اس کو کامل دسترس حاصل ہو، وہ تعلیم و تدریس کے مختلف اسلوبوں اور طریقوں سے واقف اور باخبر ہو، وہ اپنے دل میں اپنے شاگردوں کی سچی بھلائی و خیر خواہی کا جذبہ رکھتا ہو، اس کا اپنے شاگردوں کے ساتھ ایسا سلوک و برتاؤ ہو جیسا ایک شفیق باپ کا اپنے بچّوں سے ہوتا ہے، وہ بہت زیادہ حلیم الطبع اور متحمل مزاج ہو، طلباء کے ساتھ اس کا رویہ خصوصاً بچّوں کے ساتھ نرمی اور پیار و محبت کا ہو، سختی اور دشمنی کا نہ ہو، معمولی اور چھوٹی چھوٹی غلطیوں، کوتاہیوں اور شرارتوں پر طلباء خصوصاً چھوٹے طلباء کو سخت ڈانٹ ڈپٹ کرتا اور مارتا پیٹتا نہ ہو بلکہ ان کو نرمی کے ساتھ اچھے الفاظ سے سمجھاتا ہو، غلطی اور کوتاہی پر طالب علم کو سختی کے ساتھ جھڑکنے، بُرا بھلا کہنے اور مارنے سے گو، وقتی اور فوری طور پر کچھ فائدہ حاصل ہوجاتا ہے لیکن رد عمل کے طور پر اس کے دل و دماغ پر جو منفی اثرات پڑتے ہیں وہ اس کی شخصیت اور آئندہ کی زندگی کو بری طرح متأثر کرتے اور بگاڑ کر رکھ دیتے ہیں۔ استاد محترم کے ایسے رویئے اور طرز عمل سے بعض دفعہ بعض افراد علم سے ہی محروم ہوجاتے ہیں اور پھر اپنی اس محرومی کا سبب استاد کے سخت رویئے کو گردانتے اور لوگوں کے سامنے دکھ کے ساتھ بیان کرتے ہیں۔ لٰہذا دینی تعلیم کے ایک معلّم کو اس کا بہت زیادہ خیال رکھنا چاہئے کہ اس کے سخت رویئے سے یہ بُرائی پیدا نہ ہو۔

سورۃ الضحیٰ کی آخری سے پہلے کی دو آیات میں بعض مفسرین کی تفسیر کے

Marfat.com

مطابق ان کے اندر بیان شدہ ممانعت کا تعلق معلّم کے سخت رویئے سے بھی ہے۔ انہوں نے لکھا ہے کہ عربی کے ایک شعر کی رو سے وہ طالب علم بھی یتیم ہے جو علم و ادب سے محروم ہو۔ لہٰذا آیت فَاَمَّا الْیَتِیْمَ فَلَا تَقْهَرْ میں یتیم پر سختی اور جبر کرنے کی جو ممانعت ہے، وہ جس طرح اس یتیم سے متعلّق ہے جس کا باپ مرگیا ہو اس طرح علم سے محروم طالبعلم کے متعلّق بھی ہے، اسی طرح دوسری آیت وَاَمَّا السَّآئِلَ فَلَا تَنْهَرْ میں مانگنے والے کو جھڑکنے کی جو ممانعت ہے، اس کا تعلق طالب علم سے بھی ہے جو علم مانگتا ہے، تو گویا ان آیات میں معلّم کے لئے بھی یہ ہدایت ہے کہ وہ اپنے شاگرد پر نہ سختی اور جبر کرے اور نہ اس کو جھڑکے اور بُرا بھلا کہے۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تعلیم دو اور اس میں سختی نہ برتو، یاد رکھو کہ نرمی کے ساتھ تعلیم دینے والا بہتر ہے سختی کرنے والے سے۔

اسی طرح متعلّم اور معلّم دونوں کے لئے حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کا ارشاد ہے "تواضع یعنی عاجزی و انکساری کا اظہار کرو اس کے لئے جس نے تمہیں تعلیم دی اور اس کے لئے جس کو تم تعلیم دے رہے ہو اور نہ ہو جاؤ تم جبر کرنے والے سخت گیر علماء میں سے"۔ مطلب یہ کہ بہرحال ضروری ہے کہ استاد اور شاگرد دونوں کا رویہ ایک دوسرے کے ساتھ نرمی کا ہو۔

بچّوں کی تعلیم کب سے شروع کی جائے

حضرت سعید بن العاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کسی باپ نے اپنی اولاد کو جو کچھ دیا ہے اس میں کوئی تحفہ یا عطیہ اس کی اچھی سیرت اور حسن ادب سے بہتر نہیں۔

(ترمذی صفحہ ۱۶ جلد ۲)

Marfat.com

اللہ تعالیٰ کے تمام برگزیدہ انبیاء کی اور خصوصاً رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ تعلیم و ہدایت ہے کہ صاحب اولاد پر اولاد کا یہ حق ہے کہ وہ اپنے بچوں کے بڑے ہونے کے ساتھ ساتھ ان کی دینی تعلیم و تربیت کی فکر کریں اور اس میں کسی قسم کی کوتاہی اور غفلت نہ کریں۔ اسی لئے ارشاد ہے:

"بچّے کا باپ پر حق ہے کہ وہ اسے خط، تیراکی اور تیراندازی سکھائے اور اسے حلال ہی کھلائے"۔

اب رہا یہ مسئلہ کہ بچّوں کی باقاعدہ تعلیم کب سے شروع کرائی جائے تو اس مسئلہ میں اگرچہ ماحول، علاقہ اور خاندان اور صحت کے اعتبار سے بچّے مختلف عمر میں جاکر تعلیم شروع کرنے کے قابل ہوتے ہیں لیکن کوشش کی جائے کہ سات سال سے پہلے کھیلتے کھیلتے ہی تعلیم شروع کرادی جائے کہ اس عمر سے پہلے زبردستی تعلیم کا بوجھ ڈالنے سے بچّے کی صحت اور جسمانی نشونما پر بُرا اثر پڑتا ہے۔

لہٰذا ضروری ہے کہ ابتدائی طور پر بچّے کے ذہن میں ایمان و یقین پیدا کریں، اعمال صالحہ کے فضائل سمجھائیں، اخلاق حمیدہ سے آراستہ و پیراستہ کریں، قرآن پاک صحیح تلفظ سے پڑھوائیں یا اللہ تعالیٰ توفیق عطا فرمائیں تو حافظ بنائیں پھر اگر آپ محسوس کریں کہ بچّہ دینی تعلیم کے ساتھ بلا تکلّف اور بغیر کسی اضافی بوجھ کے ضرورت کی حد تک دنیوی تعلیم حاصل کر سکتا ہے تو کسی ایسے عصری علوم کے ادارے میں ڈالیں کہ جہاں ایمان و اعمال اور اخلاق بگڑنے کا خدشہ نہ ہو اور مخلوط تعلیم نہ ہو، یہ اسباب اختیار کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ سے خوب دعائیں مانگنے کا اہتمام بھی کریں کہ "اے اللہ رب العزت! ہماری اولاد کو صحیح مسلمان بنا دیجئے اور ان سے دین کی خدمت کا کام لے لیجئے" آمین۔

اگر بیک وقت دونوں طرح کی تعلیم میں لگانے سے بچّے پر شدید بوجھ پڑھنے کا اندیشہ ہو تو دنیوی تعلیم کو مؤخر کردیں اور دینی تعلیم جاری رکھیں تاکہ بچّہ

Marfat.com

ناظرہ قرآن کے ساتھ نماز، روزہ، حج، زکوٰۃ کے ضروری احکام اور عقائد اسلام کی تعلیم مکمل کرلے، ساتھ ساتھ بچّوں کو کم از کم ابتدا میں اتنی دینی تعلیم ضرور دیں کہ جب بچّہ آٹھ نو سال کا ہو تو اسے مشہور انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کے نام اور ان کے مختصر حالات اور بڑے بڑے فرشتوں کے نام، آسمانی کتابوں کے نام اور جن پیغمبروں پر یہ کتابیں نازل ہوئیں ان پیغمبروں کے نام، زندگی اور موت، قبر میں جانا، عذاب قبر، آخرت، قیامت، حساب کتاب، جنت و دوزخ کے بارے میں ضروری اور اجمالی معلومات حاصل ہوں۔ اسی طرح اس کے ساتھ ساتھ اخلاقی تربیت بھی کریں، اس کے لئے "حیاۃ الصحابہ" تالیف حضرت مولانا محمد یوسف کاندھلوی رحمۃ اللہ علیہ اور حکایات صحابہ، فضائل صدقات تالیف حضرت مولانا محمد زکریا رحمۃ اللہ علیہ کا مطالعہ کرکے اس سے بچّوں کو اپنے الفاظ میں واقعات سنائیے اور کبھی ان کو جمع کرکے ان کے سامنے یہ کتابیں پڑھئے اور ان کو پڑھنے کی ترغیب دیجئے۔

بچے کو حافظ بنانے کا ارادہ ہو تو کوشش کریں کہ پہلے ناظرہ قرآن کریم اچھی طرح پڑھ لے، کم از کم پانچ پارے اچھی طرح تجوید کے ساتھ ناظرہ پڑھ لے پھر حفظ شروع کروائیں، ناظرہ کے ساتھ ساتھ اسکول پڑھواتے رہیں، ایسے اسکول کا انتخاب کریں جہاں اسلامی ماحول ہو اور جب پہلی یا دوسری جماعت پڑھ لے پھر حفظ شروع کروادیں، تاکہ لکھنے اور قلم استعمال کرنے کی بنیاد پہلے سے بیٹھ چکی ہو، پھر حفظ کے بعد کسی اسلامی اسکول میں میٹرک کروانے کے بعد کوشش ودعا کریں کہ عالم دین بنے لیکن عالم دین بننے پر راضی نہیں تو زبردستی نہ کیجئے، ہاں کوشش کیجئے کہ جس شعبہ میں بھی جائے اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت کرتے ہوئے جائے، ان کو راضی رکھنے کی فکر رکھے۔

اسی طرح موقع محل کی مسنون دعائیں بچّوں کو یاد کروائیے اور پھر اس حال اور عمل کے وقت جس کی یہ دعا ہے ان سے پڑھوائیں تاکہ ان کی عادت بھی

Marfat.com

بن جائے اور یاد بھی رہے۔ اللہ تعالیٰ ہماری اولاد کو دین کا داعی اور سچا مسلمان بنائے آمین۔

اپنے بچّوں کے لئے گھر میں تعلیمی نظام بنائیے

اولاد کی دینی تعلیم و تربیت والدین کی ایک نہایت اہم ذمہ داری ہے، اسے کماحقہ، ادا کرنے میں دوسرے افراد اور ادارے اچھے معاون تو بن سکتے ہیں لیکن نہ وہ والدین کا نعم البدل بن سکتے ہیں اور نہ ہی بچّے والدین سے بے نیاز ہوسکتے ہیں، اس لئے کہ ایک کامیاب مربی میں ہمدردی، بے غرضی، محبت وشفقت اور صبرو تحمل وغیرہ جیسے اوصاف حمیدہ کا پایا جانا ناگزیر ہے اور یہ صفات والدین میں ہی کامل طریقے سے پائی جاتی ہیں۔

آپ کے ذمہ لازم ہے کہ آپ اپنے بچّوں کے لئے گھر کے اندر بھی ایک ایسا نظام تعلیم ترتیب دیں جس سے ان کے اسکول و مدرسہ کی تعلیم میں بھی ترقی ہو اور ان کے دل میں علم سیکھنے کا شوق اور وقت کی حفاظت کرنے کی اہمیت پیدا ہو۔ اسی احساس اور جذبہ کے تحت ہم آپ کی آسانی کے لئے یہاں ایک طریقہ تعلیم لکھتے ہیں۔ آپ اسے اپنے گھر میں اپنے بچّوں کے لئے جاری فرمائیں اور اگر اس سے کوئی بہتر صورت آپ کے ذہن میں ہو تو ہمیں بھی مطلع فرمائیں۔

اس نظام کو ہم پانچ عنوانات میں تقسیم کرتے ہیں۔

① **نظم:** یعنی اپنے بچّوں کے لئے گھر میں بھی ایسا ہی ایک نظم قائم کیجئے جیسا کہ کسی اچھے اسکول اور مدرسہ میں ہوتا ہے مثلاً عمر کی مناسبت سے درجہ بندی، حاضری اور اوقات کی پابندی، متعیّن نصاب، ماہانہ اور سالانہ امتحانات وغیرہ۔ اس کے لئے ان بچّوں کی والدہ کو پیار و محبت کے ساتھ بشرط یہ کہ وہ کچھ لکھی پڑھی ہوں ان پر نگراں مقرر کردیجئے اور خود بھی ان پر نگاہ رکھئے۔ تعلیم

Marfat.com

کے لئے دو گھنٹے مخصوص کریجئے، پھر اس اوقات درس میں آپ دونوں یعنی آپ اور آپ کی بیوی معلّم و معلمہ کے فرائض ادا کیجئے۔ اگر آپ کو کسی سفر پر جانا پڑجائے یا چلہ تین چلہ کے لئے اللہ کے راستے میں جانا پڑجائے تو بیوی کو تاکید کیجئے کہ وہ آپ کی عدم موجودگی میں بحثیت ایک نائب کے آپ کے فرائض بھی انجام دے۔

اسی طرح غور کریں، کیا آپ نے اپنے بچّے کو محنت کرنے کی عادت ڈالی ہے؟ کام کو کسی نقص کے بغیر کرنا صرف اور صرف اللہ تعالیٰ کی قدرت ہے انسان تو خطا کا پتلا ہے اس کا کام بھی نقائص سے بھرا ہوا ہے اس بنیادی حقیقت کے باوجود انسان کو چاہئے جو کام کرے اچھی طرح کرے ایسے کہ اس کا حق ادا ہو اس کی تکمیل احسن طریقہ سے کرے اور وہ کام بامقصد بھی ہونا چاہئے۔

اس کے برعکس جو کام مارے باندھے کیا جائے، دکھاوے کے لئے کیا جائے، ٹرخانے کے انداز میں کیا جائے وہ ناقص ہوگا، ادھورا ہوگا اور ہرگز اس قابل نہیں کہ اس کی نمائش ہو۔ اپنی کوتاہیوں کی تشہیر کون کرتا ہے؟ یہ کام چھپایا جائے گا اس سے پہلو تہی کی جائے گی بلکہ دوسروں کے سر تھوپا جائے گا۔

ایسی کاہلی کا ایک منفی پہلو یہ بھی ہے۔ جب کام دل لگا کر نہ کیا جائے تو لوگوں کی حق تلفی ہوگی۔ آپ مزدور سے کوئی کام اجرت پر طے کرتے ہیں وہ اس کام میں خیانت کرتا ہے کیا آپ خوش ہوں گے، اسے انعام دیں گے؟ دفتر میں آپ کا جائز کام نہیں ہوتا۔ پھیرے پر پھیرے ڈلوائے جاتے ہیں۔ فائل ہی گم کردی جاتی ہے یا بے تکے اعتراضات لگادیئے جاتے ہیں آپ کا خون نہیں کھولے گا تو اور کیا ہوگا؟ اس بے راہروی سے سفارش اور رشوت کا بازار گرم ہوگا جو بالآخر انتشار، تشدد، لاقانونیت کو جنم دے گا۔

کام اچھی طرح کرنا ہے خلوص سے کرنا ہے۔ محنت سے کرنا ہے اور اس کا اجر اللہ تعالیٰ سے لینا ہے۔ اگر ایسا کروگے تو تم "احسان" کرنے والے یعنی

"محسن" بن جاؤ گے۔ پھر اللہ تم سے محبت کرے گا۔ دنیا تم سے محبت کرے گی۔ کامیابی ہی کامیابی ہے۔

احسان کی تعلیم و تربیت بچپن میں ہی بہتر اور موثر انداز میں کی جاسکتی ہے۔ بناؤ اور بگاڑ کا یہی وقت ہے۔ اللہ تعالیٰ کی محبت اور اطاعت بچّے کے دل میں پیدا نہ کی جائے تو وہ گناہوں والے کاموں کی طرف راغب ہو گا۔ گناہ والی زندگی میں لذت ہے۔ اس سے اجتناب وہی کر سکتا ہے جو اللہ سے محبت کرے یا اس سے ڈرے۔

دنیاوی کاموں میں بچّے کو تربیت دی جائے کہ معمولی سے معمولی کام بھی توجہ اور محنت سے کرے۔ کسی نے پانی بھی مانگا تو خوش دلی سے یہ خدمت بہترین انداز میں سرانجام دے۔ اسکول کا کام بھی شوق سے کرے اپنے جوتے خود صاف کرے۔ اپنا بستر ٹھیک حالت میں رکھے۔ اپنے کپڑوں کی دیکھ بھال کرے۔

ایک اہم بات تاکید کے ساتھ کہ بچّہ کوئی کام ادھورا نہ چھوڑ دے۔ کاموں کی تکمیل لازمی ہے اور محنت طلب کام ہے۔ افواج کے لئے جیسے کوئی علاقہ فتح کرنا مشکل ہے ویسے ہی کسی علاقہ کو خالی کرنا بھی مشکل ہے۔ افواج کو واپس بلانے یا کسی محصور علاقے سے نکالنے کے لئے عرق ریزی سے منصوبہ بندی کی جاتی ہے۔

اچھے اسکولوں اور مدارس میں کھیلوں میں حصہ لینے والوں کو تربیت دی جاتی ہے کہ کھیل کے اختتام تک ہمت اور کوشش سے کام لیتے رہیں۔ ۱۰۰ میٹر دوڑنے والے کو یہی تربیت دی جاتی ہے کہ ۱۰۰ میٹر نہیں بلکہ ۱۱۰ میٹر دوڑنا ہے۔

ترقی یافتہ ممالک میں مزدور چھٹی کے وقت کم از کم دس منٹ دن بھر کے کام کو سمیٹنے میں لگاتے ہیں، اوزاروں کو صاف کرتے ہیں، انہیں ٹھکانے پر رکھتے ہیں، اپنے آپ کو صاف کرتے ہیں پھر تسلی سے چھٹی کرتے ہیں۔ اس کے

Marfat.com

برعکس غیر تربیت یافتہ مزدور، کاریگر چھٹی ہوتے ہی گیلا سیمنٹ سڑک پر چھوڑ جاتے ہیں، اوزار جہاں چاہیں پھینک دیتے ہیں۔ کیا زمانے میں پنپنے کی یہی باتیں ہیں؟

ہمارا بچّہ کرکٹ کھیلتا ہے اور جب دل بھر جاتا ہے تو عدم تربیت کی وجہ سے گیند، بلا وہیں پھینک آتا ہے جو دھوپ بارش وغیرہ میں خراب ہوتا رہتا ہے۔ دوبارہ جب کھیلنے کو دل کرتا ہے تو کھیل کے سامان کی تلاش شروع ہوتی ہے۔ اسی طرح جب کھلونے ملتے ہیں تو فوراً ہی ناکارہ کرکے پھینک دیتا ہے۔ اسکول جاتے وقت جوتے ڈھونڈتا ہے۔ اس وقت ہوم ورک کی بھی فکر ہوتی ہے۔ ایسی نقصان دہ عادات بچپنے میں ہی بچے میں راسخ ہوتی ہیں۔

والد کی ذمہ داری ہے کہ وہ بچے کو مناسب طریقے سے حکمت سے کام لیتے ہوئے سمجھائے۔ بچے کو بتائے کہ "بیٹا! اگر کھیلنے کے بعد کھیل کے سامان کو اس کی مقررہ جگہ پر رکھو گے تو جب دوبارہ تمہیں کھیلنے کی ضرورت پڑے گی تو تلاش نہیں کرنا پڑے گا بلکہ فوراً ہی مل جائے گا ورنہ پھر تلاش کرتے رہو گے؟ اسی طرح اپنے استعمال کی دوسری چیزیں مثلاً جوتے، اسکول کا سامان، وغیرہ سنبھال کر رکھو گے تو اسکول جاتے وقت پریشانی نہیں ہوگی۔ اگر رات کو ہی ہوم ورک مکمل کرلیا تو اگلے دن جب اسکول جاؤ گے تو استادوں سے ڈانٹ نہیں پڑے گی اور استاد اور دوست سب تم سے خوش ہوں گے۔ اگر ہوم ورک کئے بغیر جاؤ گے یا بغیر مطالعہ و تکرار کے جاؤ گے تو سب کے سامنے ڈانٹ پڑے گی۔ اور خوب شرمندگی ہوگی"۔

اس طریقے سے بچے کو سمجھایا جائے۔ اگر والد خود بھی اپنی تمام ضروری چیزوں کو ترتیب سے ان کی مقررہ جگہوں پر رکھے گا تو یہ بچوں کے لئے ایک عمدہ مثال ہوگی اور ان کے لئے ترغیب کا باعث ہوگی۔ ہر والد کو چاہئے کہ اپنے استعمال کی چیزیں قلم، ڈائری چابیاں، اور اس طرح کی دوسری چیزوں کو ان کی

طے شدہ جگہ پر رکھے تاکہ ضرورت پڑتے ہی فوراً مل جائیں۔
بچوں کی بُری عادات کو معمولی نہ سمجھا جائے اور ان سے صرف نظر نہ کیا جائے۔ اگر بچوں کو بُری عادات کو نظرانداز کردیا گیا اور ان کی صحیح تربیت پر توجہ نہ دی گئی تو مستقبل میں بچے کو اس کا خمیازہ بھگتنا پڑ سکتا ہے۔

۲ نصاب: ہر بچے کے لئے اس کی عمر اور استعداد کے لحاظ سے الگ ماہانہ تعلیمی نصاب تیار کیجئے یعنی اعتدال کے ساتھ مختلف کتابوں کے کچھ صفحات یا اسباق متعین کرلیجئے کہ اس ایک ماہ میں ان کو یہ پڑھانے ہیں، پھر آپ دونوں مل کر پوری کوشش کریں کہ مہینہ ختم ہونے تک کسی طرح یہ نصاب مکمل ہوجائے۔ اس کے لئے رفتار تعلیم کا اندازہ کیجئے اور اسی حساب سے نصاب مقرر کیجئے، ہر ماہ اسی طرح کیجئے۔

۳ تعلیم کے طریقے: تعلیم کے لئے تین طریقوں کو اختیار کیجئے، ۱ کتابی ۲ زبانی ۳ عملی۔ قرآن کریم اور اردو وغیرہ تو بچوں کو کتاب ہی میں پڑھائیے۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت، مسنون دعائیں اور اخلاقی کہانیاں زبانی سنائیے اور یاد کرائیے اور وضو، نماز وغیرہ کی عملی تربیت دیجئے۔ اسی طرح نماز کے مسائل سیکھنے کے جب وہ لائق ہوجائیں تو بچیوں کو "بہشتی زیور" اور بچوں کو "تعلیم الاسلام" پڑھائیے لیکن کتابی تعلیم میں زیادہ پڑھانے کے بجائے تھوڑا تھوڑا پڑھا کر سب ذہن نشین کرائیے۔ اسی طرح زبانی تعلیم میں دعاؤں کے ایک ایک دو دو لفظ یاد کرائیے اور جب وہ پوری یاد ہوجائیں تو اسے روزانہ اوقات مقررہ میں پڑھنے کی عادت ڈلوائیے اور اس کے لئے ان کو یاد بھی دلائیں اور خود ان کے سامنے عمل کریں، مثلاً رات سوتے وقت جب بچے بستر پر چلے جائیں تو ان کے سامنے بلند آواز سے صرف اللھم کہہ دیجئے، ان شاء اللہ تعالیٰ بچے خود پوری دعا پڑھ لیں گے اور عملی طور سے سورہ فاتحہ، چار قل پڑھ کر اپنے

Marfat.com

جسم پر ہاتھ پھیرئے تو یہ بچوں کے لئے عملی تعلیم ہوگی، اسی طرح سونے سے پہلے خود دانت صاف کیجئے تو وہ بھی اس عمل میں شریک ہوں گے، اسی طرح صبح بیدار کرتے وقت پہلے انہیں سلام کیجئے پھر الحمد للہ کہئے تو بچے خود پوری دعا پڑھ لیں گے تمام مواقع پر اس طرح کیجئے۔

④ کتابت (لکھوانا): جب بچے تھوڑا بہت لکھنے لگیں تو روزانہ قرآن کریم کی ایک آیت بمع ترجمہ کے معارف القرآن سے خوش خط لکھوایئے۔ اس طرح ایک طرف تو قرآن سے ان کو وابستگی حاصل ہوگی اور دوسری طرف خوش خطی کی مشق بھی ہوگی اور عربی اردو لکھنا بھی آئے گا اور پھر حسب استعداد دو آیتیں تین آیتیں لکھوایئے اور اس کے لئے بچوں کے کمرہ میں بورڈ ضرور لگوایئے۔ اسی طرح حساب اکاؤنٹ میں ماہر بنانے کی کوشش کیجئے، عام معلومات، تاریخی معلومات لکھوایئے؛ "تاریخ ملت" ایک بہترین کتاب ہے اس کو گھر میں رکھئے، اسی طرح "جہان دیدہ" (سفرنامہ مولانا مفتی محمد تقی عثمانی صاحب) اپنے پاس رکھئے، اس میں سے لکھوایئے۔

⑤ کارگزاری: بچوں پر لازم کریں کہ جو لکھ سکتے ہیں وہ روزانہ اپنی تعلیمی کارگزاری لکھیں اور جو لکھ نہیں سکتے وہ زبانی سنائیں اور خود آپ اور آپ کی اہلیہ بھی اس کی پابندی کریں اور اس سے تعلیم میں جو کمی محسوس ہو اس کی تلافی کریں۔ آج کل تقریباً سال میں سات ماہ اسکولوں میں پڑھائی ہوتی ہے، اگر والدین بچوں کے بقیہ پانچ ماہ کی حفاظت کرلیں، تو بچوں کے علم میں اضافہ ہونے کے ساتھ ساتھ نئی نسل میں وقت کی حفاظت کرنے والے لوگ پیدا ہوں گے، مثلاً ہر ہفتہ دو دن چھٹی ہوتی ہے ان دو دنوں کو کارآمد بنایا جائے، ہر سال کی تین ماہ کی چھٹیوں کو کارآمد بنایا جائے، مثلاً اس سال طے کیا جائے کہ ہر بچہ سورہ یٰسین تجوید کے ساتھ یاد کرلے، پھر سورہ کہف، سورہ رحمٰن، سورہ ملک بمعہ

Marfat.com

ترجمہ کے یاد کرانا پروگرام میں شامل کریں۔

بچّوں کے کمرے میں تختہ سیاہ (بلیک بورڈ) بھی لگائیں، ہر بچّے کی ایک ایک میز رکھیں، اس میں ترتیب سے وہ اپنی کتابیں، پینسل، قلم وغیرہ محفوظ رکھے، بارہ یا پندرہ سال کی اولاد ہو تو انہیں اکابر علماء کی سیرت کی کتابیں لے کر دیں، اس کا خلاصہ ان سے لکھوائیں، تین ماہ بعد مقابلہ کروائیں کہ اس کتاب کا خلاصہ کون بیان کرے گا، مولانا اشرف علی تھانوی صاحب کی زندگی پر کون دس صفحات لکھ کر لائے گا؟ مولانا محمد الیاس رحمہ اللہ تعالیٰ کی زندگی کے بارے میں کون آدھا گھنٹہ تقریر کرے گا؟ علامہ اقبال کے چالیس اشعار کون سنائے گا؟

⑥ **امتحان وانعامات:** مہینے میں کم از کم ایک مرتبہ بچّوں کا زبانی اور تحریری امتحان لیں اور کامیابی کی صورت میں ترغیبی انعامات بھی دیں۔

بچّے کی قابلیت میں اضافہ ممکن ہے

والدین کی ہر ممکن کوشش ہوتی ہے کہ ان کا بچّہ سب سے زیادہ قابل اور ذہین، ہو اس کے لئے ضروری ہے کہ بچّوں کی ابتدائی عمر ہی سے ان کی بہترین تربیت شروع کردی جائے، بچّوں کی ذہنی نشوونما کے لئے وہ جو کچھ کرسکتے ہیں کریں، اس وقت سے انہیں کہانیاں اور قصے سنانا شروع کردیں، جب وہ بہت چھوٹے ہوتے ہیں تو انہیں تعلیمی سرگرمیوں میں مددگار رنگ برنگے ڈھیروں کھلونے خرید کر دے دیئے جائیں اور جب ذرا بڑے ہوں تو انہیں قریبی کتب خانے لے جائیں اس تمام جدوجہد کا نتیجہ یہ نکلے گا کہ اب وہ اسکول میں بالکل ٹھیک ٹھاک پڑھائی کریں گے لہٰذا انہیں اپنی تعلیم کے مشکل مراحل طے کرنے میں کوئی دقت نہیں پیش آئے گی۔ ان شاء اللہ الرحمٰن اس محنت اور کوشش کا اجر وثواب دنیا وآخرت دونوں میں آپ کو ملے گا۔

پھر بچّہ خود نئے تجربات کر کے اپنی ذہانت کو بڑھاتا ہے اور اردگرد کی دنیا کے بارے میں جاننے کا شوق رکھتا ہے ہر بچّے کی خواہش ہوتی ہے کہ چھپے ہوئے افسانوں اور خزانوں کی تلاش کی جائے۔

آپ کو یہ شوق زبردستی بڑھانے ضرورت نہیں ہے کیونکہ فطری طور پر یہ خود بڑھتا ہے حتیٰ کہ بچّہ اس وقت بھی دنیا کی نت نئی رنگینیوں سے لطف اندوز ہورہا ہوتا ہے جب وہ جھولے میں لیٹا ہوتا ہے اس کی نظر مختلف چیزوں پر موجود ہوتی ہے۔ چھوٹی عمر کے بچّوں میں بے پناہ تجسس ہوتا ہے جس کی تسکین کے لئے وہ چیزوں کو چھوکر، چکھ کر یا چیزوں کو پکڑ کر محسوس کرتے ہیں، والدین اس تجسس میں اس کی مدد کر سکتے ہیں کوئی بھی کھلونا اٹھا کر اسے بچّے کے ہاتھوں میں پکڑائیں، پھر جو ذرا سمجھدار بچّے ہیں ان کو اس کے متعلّق بتائیں، بچّوں کے ساتھ تھوڑی دیر بچّہ بن جانے میں کوئی حرج نہیں۔ ابتدائی عمر سے بچّوں کو اگر مختلف اشیاء رنگ اور اشکال کی پہچان کروائی جائے تو بچّے آئندہ چل کر بہت آسانی محسوس کرتے ہیں اور یہ پہچان اور معلومات ان کی علمی قابلیت میں اضافے کا سبب بنتی ہے۔

ضروری نہیں کہ آپ کی توجہ اور نگہداشت آپ کے بچّے کو عالم اور مفتی، ڈاکٹر اور انجینئر بنادے لیکن یہ کوشش اس کی ذہانت کے لئے اس کی اصلاح اور ہدایت کے لئے ریڑھ کی ہڈی کا کام کر سکتی ہے اور آگے چل کر وہ ایک کامیاب انسان بن سکتا ہے۔

اسی طرح بچّے کے سرٹیفکیٹ، اور مارک شیٹ پر ضرور توجہ دیں بچپن سے ایسی کوشش کریں کہ رپورٹ کی بچّے کو مستقل فکر ہو کہ ایک پرچے میں بھی فیل ہوگیا تو ابا بہت ناراض ہوں گے۔ پہلی کلاس سے رپورٹ کی فوٹو کاپی اپنی میز پر رکھیں اور بچّے کی میز پر بھی لگا کر رکھیں کہ پہلی کلاس میں یہ نتیجہ تھا اب دوسری میں اس سے بہتر ہوجانا چاہئے۔ اسی طرح پچھلے ایک ماہ میں تم نے ایک

پارہ یاد کیا اس ماہ کوشش کرو زیادہ ہو، اسی طرح بی کام، گریجویٹ کے سرٹیفکیٹ مارک شیٹ کی بھی اہمیت بچّے کو ضرور بتلائیں کہ یہ مارک شیٹ ظاہری اسباب کے تحت اچھے مستقبل کی علامت ہے جہاں تمہارا رشتہ جائے گا تو لڑکی کا والد ضرور پوچھے گا بی کام، بی ایس سی، ایم اے کیا ہوا ہے؟ کہیں ملازمت کے لئے جاؤ گے تو بھی پوچھا جائے گا۔ تھوڑی سی محنت کرلو تو باقی راحت ہے۔ اگرچہ رشتہ و ملازمت کو سامنے نہ بھی رکھو تو بھی بیٹا اچھے نمبروں سے پاس ہونا انسان کی سعادت مندی کی دلیل ہے۔

اسی طرح ہر بچّے کی ایک فائل بنائیں، جس میں اسکول، مدرسہ کی رپورٹ، سرٹیفکیٹ، انعامی اسناد، میڈیکل رپورٹس، بلڈ گروپ، آنکھوں کے ٹیسٹ کی رپورٹ، تاریخ پیدائش، تاریخی ایام وغیرہ محفوظ ہوں، مثلاً کس دن سے یہ بچّہ مدرسہ میں داخل ہوا، کس دن سے اسکول میں داخل ہوا، کب حفظ شروع کیا اور کب ختم ہوا، میٹرک کب کیا؟ عالم بننے کب سے بیٹھا، کب فارغ ہوا۔ اسی طرح بالغ بچّہ یا بچّی کب صاحب نصاب بنے یعنی کب اتنی مقدار کے مالک ہوگئے کہ اب ان پر سال کے گذرنے پر زکوٰۃ واجب ہوگی، وہ تاریخ ضرور محفوظ رکھیں جس تاریخ کو وہ صاحب نصاب بنے ہیں، مثلاً جس دن منگنی ہوئی اس دن لڑکا یا لڑکی ۲/۱-۵۲ تولہ چاندی کی قیمت جو آج کل ۵،۰۰۰ تک ہے کے مالک بن گئے تو اگلے سال اسی تاریخ پر زکوٰۃ آجائے گی اور حج کا بھی حساب ہوگا اسی طرح قربانی کا بھی حساب ہوگا۔

دو میٹھے بول

ہمیشہ بچے کو یہ احساس دلائیے کہ تم بہت اچھے بچّے ہو اس سے ان شاء اللہ وہ اپنے اندر اچھی صفات پیدا کرنے کی کوشش کرے گا اور اللہ نہ کرے اگر اسے بار بار یہ کہا جائے کہ تم بہت بیکار اور نکمے ہو بہت خراب بچّے ہو تمہارا تو

کوئی کام ڈھنگ کا نہیں، تم انتہائی ضدی اور نالائق ہو تو وہ واقعی اس طرح بننے کی کوشش کرے گا کہ جب میرے کسی کام کی تعریف نہیں اور گھر والے یا بزرگ مجھے بُرا سمجھ رہے ہیں تو کیوں نہ پھر میں وہی کچھ کروں جو میرا دل چاہے اور وہ وہی سب کچھ کرتا ہے جو اس کے دل میں آتا ہے اس لئے بچّے کے اچھے کاموں پر اس کی تعریف کیجئے اس سلسلے میں ہم ایک استاد وشاگرد کا سچا واقعہ نقل کرتے ہیں کہ استاد کے دو میٹھے بولوں سے بچّے نے کتنی ترقی کرلی۔

ماسٹر شیر محمد اور ننھے سلمان کا ایک دوسرے سے کوئی تعلق نہ تھا۔ انہوں نے تو ایک دوسرے کو دیکھا تک نہ تھا۔ دیکھتے بھی کیسے، جب ننھا سلمان پیدا ہوا تو ماسٹر شیر محمد کو فوت ہوئے کئی برس گزر چکے تھے لیکن میرے واسطے سے ان دونوں کے درمیان غیر محسوس سا تعلق ضرور تھا۔ وہ اس طرح کہ ماسٹر شیر محمد مرحوم آج سے پچیّس (۲۵) سال پہلے چوتھی جماعت میں میرے استاد تھے۔ چند سال بعد جب میں تعلیم سے فارغ ہوکر خود ٹیچر بن گیا اور ایک مقامی اسکول میں دوسری جماعت کو پڑھانے لگا تو ننھا سلمان اسی جماعت میں میرا شاگرد بنا۔ کہنے کو تو ماسٹر شیر محمد میرے استاد تھے اور ننھا سلمان میرا شاگرد لیکن اس استادی اور شاگردی کے درمیان کئی سالوں کے طویل فاصلے کے باوجود میں نے ان دونوں سے جو سبق سیکھا وہ زندگی بھر مجھے یاد رہے گا۔

ننھا سلمان ایک کھاتے پیتے گھرانے کا گول مٹول صحت مند بچّہ تھا، نہایت چست چالاک اور بے حد شریر۔ شروع شروع میں اس کی شرارتیں بالکل معصومانہ اور بے ضرر ہوتی تھیں لیکن آہستہ آہستہ یہ بڑھتی گئیں اور بعض اوقات دوسروں کے لئے قدرے تکلیف کا باعث بننے لگیں یہاں تک کہ سلمان کا رویہ میرے لئے ایک مسئلہ بن گیا۔ میری بار بار کی جھڑکیاں اور نصیحتیں سب اس پر بے اثر ثابت ہوئیں پھر بھی میں کسی نہ کسی طرح برداشت کرتا رہا لیکن اُس دن تو سلمان نے حد کردی، اُس نے پھولوں کا ایک گملہ جان

Marfat.com

بوجھ کر توڑ دیا۔ دیوار پر لگی ہوئی ایک تصویر کو ایک چھڑی کے ساتھ نیچے گرادیا۔ جب تفریح کی گھنٹی بجی اور لڑکے کلاس روم سے باہر جانے لگے تو اُس نے یکایک کمرے کا دروازہ اس زور سے بند کیا کہ اس کے ایک ہم جماعت جمیل کی اُنگلی اس میں کچلی گئی اور وہ درد کے مارے چیخنے لگا۔ سلمان کی یہ حرکتیں میری برداشت سے باہر تھیں۔ میں نے اس کو پکڑ کر زور سے جھنجھوڑا اور گرج کر کہا:

"سلمان! تم بہت بُرے لڑکے ہو آج سارا دن تم بری حرکتیں کرتے رہے ہو"۔

سلمان پہلے بھی کئی بار مجھ سے جھڑکیاں کھا چکا تھا لیکن اُس نے مجھے اس قدر غضب ناک کبھی نہیں دیکھا تھا۔ ایک لمحہ کے لئے اس نے میری طرف دیکھا۔ وہ سخت خوف زدہ تھا۔ اس کی نیلی آنکھیں حیرت کے مارے پھیل گئیں تھیں۔ یکایک اس کا ننھا جسم کانپنے لگا اور اس کی آنکھوں سے آنسو بہنے لگے، اس نے اپنے ننھے ننھے ہاتھ آنکھوں پر رکھ لیئے اور سسکیاں بھرتے ہوئے بولا:

"جناب میں جانتا ہوں کہ میں بہت بُرا ہوں لیکن کبھی کبھی میں اچھے کام بھی تو کرتا ہوں۔ اس وقت کوئی انہیں نہیں دیکھتا"۔

اس کے بعد وہ آہستہ آہستہ قدم اٹھاتا کمرے سے باہر نکل گیا۔ دوسرے سب لڑکے جا چکے تھے کسی نے اس کا انتظار نہیں کیا تھا کیونکہ کوئی بھی تو ننھے سلمان کا دوست نہیں تھا۔

سلمان کے رد عمل نے مجھے ہلا کر رکھ دیا۔ میں نے دونوں ہاتھوں میں اپنا سر پکڑ لیا اور اپنی کرسی پر بیٹھ کر گہری سوچ میں غرق ہوگیا۔ میرے ذہن میں بار بار یہ سوال اٹھتا تھا کہ کیا سلمان کے ساتھ میرا رویہ درست ہے۔ تب میری یادوں کے دریچے کھل گئے اور مجھے وہ دن یاد آگیا جب میں اپنے آبائی شہر میں سرخ

Marfat.com

اینٹوں سے بنے ہوئے اسکول میں چوتھی جماعت کا طالب علم تھا۔ اُس دن میرے ساتھی طلباء چھٹی کے بعد اپنے گھروں کو چلے گئے تھے لیکن میں کلاس روم میں اپنے ڈیسک پر بیٹھا ہوا تھا۔ میرے بوڑھے استاد ماسٹر شیر محمد بھی میرے قریب ہی بیٹھے تھے۔ میرا دل بری طرح دھڑک رہا تھا کیونکہ اس دن صبح کو میں نے نہایت بری حرکت کی تھی۔ تفریح کے وقت ماسٹر شیر محمد نے کھیل کے میدان میں ایک روپے کا نوٹ پڑا پایا۔ جس وقت یہ نوٹ انہوں نے زمین سے اٹھایا، میں اُن کے قریب کھڑا تھا، اس سے پہلے کہ دوسرے لڑکوں کو اس کا علم ہوتا میں نے چیخ کر کہا:

"جناب! یہ نوٹ میرا ہے"۔

میں نے ایسا کیوں کیا؟ شاید اس لئے کہ میرے ماں باپ بہت غریب تھے اور مجھے جیب خرچ کے لئے کچھ نہیں دے سکتے تھے۔ ہر روز میں دوسرے لڑکوں کو بڑی حسرت سے اسکول کی دکان سے آئس کریم اور ٹافیاں خریدتے اور کھاتے دیکھتا تھا لیکن اپنی جیب کو خالی پاکر منہ دوسری طرف پھیر لیتا تھا۔ ہاں تو ماسٹر جی نے یہ نوٹ مجھے دے دیا جسے میں نے جلدی سے اپنی جیب میں ڈال لیا۔

لیکن مجھے یوں محسوس ہوا کہ نوٹ اُچھل کر میری جیب سے باہر آرہا ہے اور پکار پکار کر کہہ رہا ہے —— "تم نے جھوٹ بولا۔ تم نے جھوٹ بولا، میں تمہارا نہیں ہوں، میں تمہارا نہیں ہوں"۔ میرا جی چاہا کہ نوٹ کو جیب سے نکال کر باہر پھینک دوں اور ماسٹر جی سے صاف صاف کہہ دوں کہ میں نے جھوٹ بولا تھا۔ لیکن دوسرے لڑکوں کے سامنے شرمندہ ہونے کا حوصلہ نہ پڑا۔ تفریح کے بعد کلاسیں شروع ہوئیں تو میں سارا وقت اُکھڑا اُکھڑا اور سہما رہا۔ چھٹی کی گھنٹی بجی اور لڑکے اسکول سے جانے لگے تو ماسٹر جی نے مجھے رک جانے کا اُشارہ کیا۔ میں اپنے ڈیسک پر ہی بیٹھا رہا اور سب لڑکے چلے گئے۔ اب ماسٹر جی نے میری طرف دیکھا۔ اُن کی آنکھوں میں محبت اور شفقت کا نور تھا۔ اُنہوں نے بڑی

نرمی سے پوچھا:

"کیوں بیٹے کیا بات ہے تم بہت پریشان دکھائی دے رہے ہو؟"۔

اب میرے ضبط کا بند ٹوٹ گیا۔ میری آنکھوں سے ٹپ ٹپ آنسو گرنے لگے اور میں نے لرزتی ہوئی آواز میں کہا:

"جناب وہ نوٹ میرا نہیں تھا میں نے جھوٹ بول کر آپ سے لے لیا تھا ــــ معلوم نہیں کیوں؟ شاید اس لئے کہ میں ایک بُرا لڑکا ہوں، بہت بُرا......"۔

ماسٹر جی نے بڑی محبت سے میرے سر پر ہاتھ پھیرا اور کہا:

"نہیں نہیں یہ تم نے کیسے سمجھ لیا کہ تم ایک بُرے لڑکے ہو۔ جو کچھ تم نے کیا ٹھیک نہ تھا۔ تمہیں آئندہ ایسا نہیں کرنا چاہیئے، لیکن تم ایک دیانت دار اور قابل اعتماد لڑکے ہو۔ بُرے ہرگز نہیں ہو۔ یہ بات ہمیشہ یاد رکھو"۔

ماسٹر شیر محمد کو اللہ بخشے، اُن کے اس مشفقانہ رویے نے میری زندگی کا رخ متعیّن کردیا۔ انہوں نے اس واقعہ کا ذکر نہ میرے والدین سے کیا اور نہ کسی اور سے البتہ وہ مجھ پر پہلے سے بڑھ کر توجہ دینے لگے۔ جب بھی میں اچھے نمبر لیتا یا کوئی اور اچھا کام کرتا وہ مجھے شاباش دیتے، میری ہمت بندھاتے اور وقتاً فوقتاً مجھے نقد انعام بھی دیتے۔ میں نے پھر کبھی بھی کوئی ایسی حرکت نہ کی بلکہ خوب دل لگا کر پڑھا اور ہمیشہ کلاس میں اچھی پوزیشن حاصل کی ــــ اُس دن اگر ماسٹر شیر محمد مجھے سزا دیتے اور بد دیانت اور چور کہہ کر پکارتے تو شاید میں واقعی ایک بُرا لڑکا بن جاتا ــــ اور پھر میری سوچوں کا دھارا ننھے سلمان کی طرف پلٹ گیا۔ اس کا سہا ہوا چہرہ میری آنکھوں کے سامنے گھومنے لگا ــــ آہ یہ معصوم بچّہ تو دو میٹھے بولوں کا بھوکا ہے۔ اگرچہ اس سے پہلے میں نے کبھی اسے بُرا تو نہیں کہا تھا

Marfat.com

لیکن کئی بار دوسرے لڑکوں کے سامنے اس کو جھڑکا تو تھا۔ اس نے ٹھیک ہی تو کہا کہ اس کے کسی اچھے کام پر کسی نے کبھی اس کو شاباش نہیں دی۔ ابھی پچھلے ہفتے ہی کا ذکر ہے کہ وہ بلی کے ایک خوف زدہ بچے کو سینے سے لگائے کلاس روم میں آگیا تھا۔ جب میں نے تیز لہجے میں اس سے پوچھا کہ یہ کیا حرکت ہے تو اس نے ڈرتے ڈرتے کہا، یہ بے چارہ سڑک پر اِدھر اُدھر دوڑ رہا تھا میں ڈرا کہ اسے کوئی کار کچل نہ ڈالے اس لئے اسے اٹھالایا ہوں۔

اس وقت ننھا سلمان بلی کے بارے میں بہت پریشان دکھائی دے رہا تھا۔ یہ اس کی نیک دلی تھی جو شاباش کی مستحق تھی لیکن میں نے کیا کیا؟ اسے ڈانٹ کر کہا، جاؤ بلی کے بچے کو اسکول کے دفتر میں چھوڑ آؤ اور اپنے ہاتھ صاف کر کے کلاس میں واپس آؤ۔ میں نے دو تین مرتبہ سلمان کو کمرے میں داخل ہونے سے پہلے اپنے جوتوں سے کیچڑ صاف کرتے بھی دیکھا۔ ایک دن میرے سامنے اس نے ایک اپاہج بھیک منگے کو اپنے جیب خرچ کی ساری رقم دے دی۔ میں نے کئی بار اس کو کمرے کا دروازہ بڑی آہستگی سے بند کرتے دیکھا تھا۔ کیا ایسے کسی بھی موقع پر میں نے اس کو شاباش دی تھی۔ اس کی تعریف میں دو میٹھے بول منہ سے نکالے تھے؟ جواب نفی میں تھا۔

دوسرے دن تفریح کے وقت میں نے ننھے سلمان کو اپنے پاس بلایا۔ اس کی پیٹھ پر تھپکی دی اور کہا:

"سلمان کل میں نے تمہیں ایک بُرا لڑکا کہا تھا، بھئی معاف کرنا یہ ٹھیک نہ تھا۔ تم بُرے لڑکے نہیں ہو اگرچہ بعض دفعہ تم اچھی حرکتیں نہیں کرتے لیکن میں نے تم کو اچھے کام کرتے بھی دیکھا ہے، مثلاً تمہارا چھوٹا بھائی اس دن ٹوفی کے لئے جھگڑ رہا تھا تو تم نے چھوٹے بھائی کو پوری ٹوفی دے دی، اسی طرح پچھلے سال تمہارا نتیجہ اچھا تھا، اسی طرح اگست میں پورے مہینہ میں تمہاری کوئی غیر حاضری نہیں

Marfat.com

تھی۔ بھئی سچ تو یہ ہے کہ تم حقیقتاً ایک بہت ہی اچھے لڑکے ہو شاباش ایسے اچھے اچھے کام ضرور کرتے رہو"۔

میری باتیں سن کر سلمان کا چہرہ چمک اُٹھا اور اس کی زبان پر بے اختیار یہ الفاظ آگئے:

"جناب میں ہمیشہ اچھے کام کرنے کی کوشش کروں گا"۔

اس کے بعد میں نے سلمان کو اکثر اچھے کام کرتے ہی دیکھا۔ کبھی کبھار وہ کوئی شرارت کر بیٹھتا تو معاً مجھے ماسٹر شیر محمد یاد آجاتے اور میں اسے علیحدگی میں بلاکر پیار سے سمجھا دیتا۔ ہاں اب میں اسے جب بھی کوئی اچھا کام کرتے دیکھتا شاباش ضرور دیتا۔ کبھی "دو میٹھے بول" بول کر کبھی ہلکی مسکراہٹ سے اور کبھی ہاتھ ہلا ہلا کر۔ اور میرا یہ رویہ سلمان میں حیرت انگیز تبدیلی لے آیا۔ اس نے آہستہ آہستہ ایسی شرارتیں بالکل چھوڑ دیں جو دوسروں کے لئے تکلیف کا باعث ہوں۔

اور پھر چند ہی سالوں میں سلمان اسکول میں ایک نہایت محنتی اور شریف طالب علم کی حیثیت سے پہچانا جانے لگا، جو ایک بہت اچھا کھلاڑی بھی تھا۔ جس دن اس نے میٹرک کا امتحان دے کر بورڈ میں اول پوزیشن حاصل کی، میری خوشی کا کوئی ٹھکانا نہ تھا۔ آخر "دو میٹھے بول" استاد کی دعاؤں کے ساتھ رنگ لے ہی آئے تھے۔

اندھیروں میں روشنی کی کرن "مسکراہٹ"

مسکراہٹ زندگی کی نشانی ہے۔ مسکراہٹ اندھیروں میں روشنی کی کرن کی مانند نمودار ہوتی ہے۔ مسکراہٹ ایک خوبصورت لفظ ہے جو زندگی سے آشنا کرتی ہے۔ مسکراہٹ بظاہر ایک چھوٹا سا لفظ ہے لیکن اگر اسے پرکھا جائے تو

Marfat.com

بیش بہا خزانہ ہاتھ آتا ہے۔ مسکراہٹ ایک ایسا چین ہے جو زندگی کی خوبصورتی کو بڑھاتا ہے اور لمحوں کو خوش کن بناتا ہے۔ مسکراہٹ کدورتوں کو دور کرتی ہے اور ان کی جگہ محبت بھرتی ہے۔ مسکراہٹ یقین دلاتی ہے کہ مسکرانے والے کا دل نفرت سے پاک ہے۔ مسکراہٹ ہر قسم کے غم یا دکھ کو پردہ فراہم کرتی ہے اور اپنے پیچھے چھپالیتی ہے۔ انسانی زندگی کے اُتار چڑھاؤ کو ظاہر نہیں کرتی۔ مسکراہٹ زندگی کے اُداس لمحات میں خوشی کا پیغام لاتی ہے۔ گویا مایوسی میں کرن بن کر نمودار ہوتی ہے۔ مسکراہٹ انسان کو زندہ رہنے کا حوصلہ عطا کرتی ہے۔ مسکرانے کے لئے کسی نذرانے یا رقم کی ضرورت نہیں ہوتی بلکہ یہ ہر لالچ سے مبرا ہوتی ہے اور یہ نذرانہ غریب اور امیر شخص دونوں بغیر کسی تفریق کے دے سکتے ہیں۔ سچی مسکراہٹ ایک بے لوث دوست عطا کرتی ہے۔ مسکراہٹ ایسے پیرہن کی مانند ہے جو ہر چہرے پر خوبصورت لگے اور چہرے کا وقار بڑھائے۔ آج کل کے دور میں جب انسان ہر کسی کے سامنے زندگی کے نشیب وفراز بیان نہیں کرسکتا اور زندگی کے دکھوں سے آشنا نہیں کرسکتا تو مسکراہٹ چہرے پر پردہ ڈال کر چہرے کے تمام اُتار چڑھاؤ کو اپنے اندر جذب کر کے چہرے کو پر سکون بنادیتی ہے۔ مسکراہٹ سے کی گئی بات کا اثر دیر تک قائم رہتا ہے۔ مسکراہٹ سے دلوں کو فتح کیا جاسکتا ہے اور مسکراہٹ سے کسی بھی شے کو جیتنا ممکن ہے۔ مسکراہٹ سخت سے سخت دل کو بھی موم کرنے کی صلاحیت رکھتی ہے۔ یہ واقعات وحالات کو ہمارے لئے سازگار بناتی ہے۔ یہ اس پھول کی مانند ہے جو دیر تک انسان کو معطر رکھتا ہے۔ مسکراہٹ چہرے کو چاند بناتی ہے اور دل کی پاکیزگی کی گواہی دیتی ہے۔ مسکراہٹ اس انمول موتی کی مانند ہے جو زندگی کو چمکا دیتی ہے۔ مسکراہٹ انسان کے دکھ سکھ کے لمحات میں ساتھی کا کام دیتی ہے۔ مسکراہٹ اُمید عطا کرتی ہے اور زندہ رہنے کا حوصلہ عطا کرتی ہے۔ مسکراہٹ اس ستارے کی مانند ہے جو اندھیری راتوں میں بھی ٹمٹما

Marfat.com

کر ہمارے لئے روشنی مہیا کرے اور درست سمت کے انتخاب کے لئے ہماری مدد کرے۔ مسکراہٹ کو اگر پرکھا جائے تو ہمیں بیش بہا خزانہ مل سکتا ہے۔ آج کے بدامن معاشرے میں مسکراہٹ سے کام لے کر محبت کے جذبات کو فروغ دیا جاسکتا ہے اور معاشرے سے کدورت کو مٹا کر امن و آتشی کو فروغ دیا جاسکتا ہے۔

اپنا مقام پہچانئے

آپ کو اللہ تعالیٰ نے والد بنادیا ہے یہ اللہ کا آپ پر بڑا احسان ہے اس کا حق یہ ہے کہ آپ بیٹے کی ایسی تربیت کریں کہ بیٹے کو جو بھی ضرورت پیش آئے پریشانی میں مبتلا ہو تو آپ اس کی مدد کریں، اسے تسلی دیں اس کا یقین اللہ تعالیٰ سے جوڑیں اور اس کی ڈھارس بندھائیں، اسے اس بات کا احساس دلائیں کہ وہ یتیم نہیں اس کا باپ اس کی سرپرستی کے لئے موجود ہے اگر خدانخواستہ آپ غریب ہیں تو بچّے کو اس کی پریشانی کے وقت یہ بات اچھی طرح ذہن نشین کرائیں کہ پیسے سے کچھ نہیں ہوتا، تمام مسائل اللہ تعالیٰ کے حل کرنے سے حل ہوتے ہیں لہٰذا اللہ تعالیٰ سے خوب دعائیں مانگو۔ صرف پیسوں سے مسائل حل نہیں ہوا کرتے اس بات کو خوب یاد رکھئے! اور اللہ تعالیٰ سے دعا مانگئے کہ آپ کا اور بچّے کا یہ یقین بن جائے کہ مسائل اللہ تعالیٰ ہی حل کرتے ہیں، پریشانیاں اللہ تعالیٰ ہی دور کرتے ہیں، بیماری کو شفا سے اللہ تعالیٰ ہی تبدیل کرتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کے ارادہ کا نام وجود ہے، وہ جب چاہے جیسے چاہے جس طرح چاہے جس سے چاہے جہاں سے چاہے وہ مسئلہ حل کرسکتے ہیں، جب اللہ تعالیٰ ہی مسائل کا حل کرنے والے ٹھہرے مشکل کو آسان بنانے والے وہی ہیں، ناممکن کو ممکن بنانے والے وہی ہیں تو آپ کے ذمے باپ ہوتے ہوئے کیا حکم

Marfat.com

ہے؟ آیئے ہم آپ کو بتاتے ہیں (لیکن آگے پڑھنے سے پہلے دعا کر لیجئے اور ہو سکے تو یہاں تک پڑھ کر کتاب بند کردیں اور اچھی طرح وضو کر کے دو رکعت نفل پڑھئے اور اللہ سے دعا مانگئے: "اے اللہ! مجھے دین کی سمجھ نصیب فرما، مجھے بحیثیت باپ کے بچّے کی تربیت کا صحیح طور سے حق ادا کرنے والا بنا"۔ یاد رکھئے کہ بیٹے کی زندگی کو بنانے کے لئے والد کو بہت ہی صبر سے کام لینا پڑتا ہے۔ اگر بیٹے کی کسی بری حرکت سے آپ کو پریشانی ہو، تکلیف ہو تو عورتوں کی طرح فوراً آپے سے باہر نہ ہو جائیں، جذبات پر قابو رکھئے، اپنی ذمہ داری کو محسوس کیجئے، انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کے صبر اور برداشت کے قصے غور سے پڑھ کر ان کو سوچئے، مصلحین اُمّت کس محبت، ہمدردی، دل سوزی ودلجوئی کے ساتھ لوگوں کی اصلاح کی فکر میں رہتے تھے۔ کوئی انبیاء کرام اور مصلحین اُمّت سے پوچھے کہ تربیت انسان کو کس جگرپاش مرحلے سے گزراتی ہے، تربیت اپنی آغوش میں ہمدردی وخیر خواہی، نصیحت وبرداشت اور محبت کو پرورش دیتی ہے، اگر کوئی پوچھے کہ دنیا میں سب سے مشکل کام کونسا ہے؟ تو اس کا جواب ہوگا تربیت کا کام .... اس لئے کہ تربیت دماغ نچوڑنے اور ہڈیاں جلانے اور ہڈیوں کا گودا گھلانے کا نام ہے تربیت کے اجزائے ترکیبی میں ضبط نفس، فراخ حوصلگی، صبروثبات، قوت برداشت، سلامتی ذہن وفکر اور جگر سوزی کے ساتھ مسکراہٹ شامل ہیں۔

مربی کبھی کم ظرف نہیں ہوتا، مربی بے حوصلہ نہیں ہوتا، مربی چڑچڑا نہیں ہوتا مربی بدخواہ نہیں ہوتا، مربی کم نگاہ نہیں ہوتا، مربی طالب جاہ نہیں ہوتا۔ مربی کو زندگی کا ہر لمحہ پل صراط پر سے گذر کر بسر کرنا ہوتا ہے۔ ذرا سا افراط اور معمولی سی تفریط مربی کو غیر متوازن بنا کر اپنے مطلب اور مقصد سے بہت دور لے جاتی ہے۔ باپ کو ہر فرد کے مقابلہ میں کئی گنا، زیادہ دلسوزی، دردمندی اور خیرخواہی کے جذبات سے معمور اور تلخ کلامی سے اور سخت بیانی سے اتنا ہی دور

Marfat.com

اور نفور ہونا چاہئے جتنا مشرق کو مغرب سے کیونکہ مثالی باپ اپنی منزل کہکشاں سے ہوکر نہیں کانٹوں اور پتھروں سے گزر کر حاصل کرتا ہے، مثالی باپ کسی سخت سے سخت منزل پر بھی کسی چٹان سے سر نہیں پھوڑتا جوئے رواں کی طرح اپنا رخ موڑتا اور راستہ بناتا ہے۔

یاد رکھئے! نالائق بیٹے کو لائق بنانے کے لئے جھٹکا نہیں جاتا، جھڑکا نہیں جاتا اسے ٹوکا نہیں جاتا، اسے ذلیل نہیں کیا جاتا، اسے اس کے دوسرے بھائی بہنوں کے سامنے رسوا نہیں کیا جاتا ، اس کی حوصلہ شکنی نہیں کی جاتی، اس پر جملے نہیں کسے جاتے معاشرہ میں اس کی غیبت نہیں کی جاتی اسے دلیل اور پیار کے ساتھ سمجھایا جاتا ہے، برائی کی نفرت اس کے دل ودماغ میں بٹھائی جاتی ہے، حکمت ومحبت سے موقع تلاش کرکے اس کی ذہن سازی کی جاتی ہے، راتوں کو اُٹھ کر رو رو کر اس کی اصلاح کے لئے دعا کی جاتی ہے، فرض نمازوں کے بعد اس کے لئے دعائیں کی جاتی ہیں، اس کے دوستوں کے ذریعہ اس کو سمجھایا جاتا ہے، بچپن سے اس کو اچھے دوستوں اور اچھی صحبتوں میں بٹھایا جاتا ہے، بری صحبت سے اس کو ایسے ہی بچایا جاتا ہے جیسے شیر اور سانپ سے بچایا جاتا ہے، اس کی روحانی تربیت کے لئے ایسی ہی فکر کی جاتی ہے جیسے جسمانی صحت کے لئے اس کے اوقات کی ایسی ہی حفاظت کی جاتی ہے جس طرح اپنی محنت سے کمائے ہوئے پیسوں کی، اس کے فارغ اوقات کی کڑی نگرانی کی جاتی ہے۔

یاد رکھئے! مثالی باپ کو قیامت کے روز اس کا اجر تو ضرور ملے گا کہ اس نے اپنے حسن کلام، ذاتی ایثار، اچھے کردار، اور قول احسن وقول لین (نرم گفتگو) سے اور اپنی بیوی کے ساتھ صحیح اخلاق سے پیش آتے ہوئے بچوں کی صحیح تربیت کی، ان کو اللہ اور اس کے رسول کے دین کا خادم بنایا، دیندار بنایا لیکن اس کا کوئی بدلہ نہیں دیا جائے گا کہ باپ نے اپنے بھڑکیلے مزاج غصیلے انداز اور کٹیلے الفاظ سے بچوں کو اپنے آپ سے دور کردیا یا ایسا ڈرا کر رکھا کہ سہمے سہمے

رہے، یا عاق کردیا یا ان کو دینی تعلیم سے محروم رکھا بلکہ ممکن ہے کہ اس عمل پر اس کی پکڑ ہو۔

یاد رکھئے! ہرگز اس کا مقصد یہ نہیں ہے کہ باطل کی گرفت نہ کی جائے، لغویات کا نوٹس نہ لیا جائے، منکرات پر ٹوکا نہ جائے، بری باتوں سے روکا نہ جائے، لاڈ وپیار کے جذبے میں آکر ہر جائز وناجائز چیز برداشت کی جائے نہیں ہرگز نہیں بلکہ یہ سب کچھ ہو لیکن:

① تھوک کے حساب سے نہیں بلکہ ٹھونک بجاکر ہو تاکہ الفاظ کا وزن باقی رہے۔

② بار بار نہیں بلکہ موقع و محل دیکھ کر ہو، مناسب وقت کا انتظار ہو، مناسب ماحول کا لحاظ ہو اور ساتھ مناسب طریقہ کا اختیار ہو۔

③ بالغ بچّے اور نابالغ بچّے کی تنبیہ میں فرق ہو، دونوں کو ایک ہی لاٹھی سے ہرگز نہ ہانکا جائے، نابالغ کے لئے سختی اور پٹائی ضرورت کے درجے میں جتنی مفید رہتی ہے، بالغ کے حق میں وہی پٹائی نقصان کا سبب بنتی ہے، بالغ ہونے کے بعد شرعاً بھی باپ کی ذمہ داری کم ہوجاتی ہے لہٰذا بالغ اولاد کی تربیت ذہن سازی کے ذریعہ ہی کی جاسکتی ہے ورنہ جبر واکراہ سے اگر کر بھی دی جائے تو وہ عارضی طور پر ہوگی دائمی اور حتمی نہیں ہوگی۔

باپ کے ہوتے ہوئے بچّے یتیم

آپ کو عنوان نہایت عجیب لگ رہا ہوگا لیکن بدقسمتی سے اولاد میں سے اگر عملی زندگی میں کوئی نادانی یا کوئی بڑی غلطی سرزد ہوجائے تو بجائے اس کے کہ باپ حوصلہ دے، دلاسہ دے، اُمید بندھائے، الٹا ایسے طعنے دیتا ہے کہ بیٹا یہ خواہش کرنے لگتا ہے کہ کاش میرا باپ مرگیا ہوتا۔ مثلاً والد نے اپنے بڑے

بیٹے کو کاروبار میں اپنے ساتھ رکھنے کی خواہش کی، بیٹے نے اس مشورہ سے اتفاق نہ کیا بلکہ الگ اپنے لئے کوئی کاروبار یا کوئی ملازمت اختیار کرلی اب اگر کسی قسم کا مالی نقصان یا کسی قسم کی پریشانی ہوئی تو والد نے فوراً اِدھر اُدھر کہنا شروع کیا، صاحب زادے نے میرا مشورہ نہ مان کر یا اپنے سسر کی بات مان کر، یا اپنے نالائق دوستوں کی بات مان کر مزہ چکھ لیا، اب اگر میرے پاس مدد کے لئے آئے گا تو بھگا دوں گا، اب ہوش ٹھکانے لگیں گے میاں صاحب کے وغیرہ وغیرہ، اس طرح کے جملے ایک باپ کو ہرگز زیب نہیں دیتے بلکہ مسلمان باپ کی شان تو یہ ہونی چاہیئے کہ وہ اپنے بیٹے کو عملی زندگی میں قدم رکھنے سے پہلے کوئی حکم نہ دے بلکہ اس کو اس کی ذہنی سطح کے موافق سمجھائے اور بطور مشورہ کے مفید باتیں بتایا کرے اور بیٹے کو مکمل اختیار دے البتہ اگر وہ کوئی نقصان والا کام کرنے والا ہو تو صرف اس کام کی مضرتیں بتلائیں۔ اب اس کے باوجود اگر وہ نہ مانے اور کام کرتے ہوئے کوئی پریشانی یا نقصان ہو تو بیٹے کے کندھے پر ہاتھ رکھ کر دلاسہ دے اور الٹا یہ باور کروائے کہ بیٹا! جب تک اللہ تعالیٰ نے مجھے زندگی دی ہے ان شاء اللہ میں ہر اعتبار سے تمہارے کام آؤں گا۔ میرا مال بھی تمہارا، میری صلاحیتیں بھی تمہاری، میرا سب کچھ تمہارا، اگر بالفرض میں تمہارے لئے کچھ بھی نہ کر سکوں تو دو رکعت صلوٰۃ الحاجت پڑھ کر اللہ تعالیٰ کے دربار میں تمہارے لئے دعا ضرور مانگوں گا۔ تمہیں فکر کرنے کی کوئی ضرورت نہیں لیکن یہ سب بولتے ہوئے طنز و طعن کا عنصر نہ ہو بلکہ خلوص دل کے ساتھ بات کریں۔ اندازہ کریں کہ اس سے ایک تو بیٹے کو اپنی غلطی اور ہٹ دھرمی کا احساس ہوگا اور آپ کی باتوں سے اس کی خفگی اور شرمندگی دور ہوگی اور آپ کو وہ سب سے زیادہ اپنا محسن سمجھے گا۔

والد ایسے موقعہ پر تصور کرے کہ اس وقت میں اپنا غصہ دبالوں گا تو اللہ تعالیٰ مجھے کتنا اجر دیں گے، میری جنت کتنی بڑی ہوگی، آخرت میں میرا مقام کتنا

Marfat.com

اونچا ہو گا۔

اس وقت شیطان اور نفس مجھے دھوکہ دے دیں تو گھر میں کتنا بڑا جھگڑا ہو سکتا ہے، بیٹے سے الگ جھگڑا، بیٹے کے سسرال سے الگ جھگڑا، اپنی اہلیہ اگر بیٹے کا ساتھ دے دیتی ہے تو مزید گھر میں پریشانیاں، لہٰذا دعا مانگئے کہ اللہ میری شیطان اور نفس سے حفاظت فرمائے اور بیٹے سے کہئے کوئی فکر کی بات نہیں، صبح کا بھولا شام گھر واپس آگیا تو وہ بھولا نہیں کہلاتا، بیٹا یہ بچاس ہزار یا پچاس لاکھ کا نقصان ہو گیا فکر نہیں کرو، ہمارے مقدر میں ہوں گے تو اللہ تعالیٰ دوبارہ دیدے گا، یہ شکر کرو جان پر کوئی بلا نہ آئی، اپنی بیوی بچّوں کو بھی تسلی دو، جو کچھ ہوا اس میں خیر ہو گی، اس طرح کہنے سے ان شاء اللہ تعالیٰ نہ صرف بیٹا، بلکہ بہو، اور بیٹے کے سسرال یا بیٹے کے دوست سب ہی آپ کے گرویدہ بن جائیں گے، آپ کی موت کے بعد بھی آپ کی یہ نیکیاں ان کی پیشانیوں پر ہمیشہ لکھی رہیں گی اور وہ ہمیشہ آپ کے لئے دعائیں کرتے رہیں گے۔

اسی طرح بیٹے / بیٹیوں کے رشتوں میں کسی حد تک پابندی ضرور کریں لیکن اس میں بھی آمریت نہ ہو بلکہ کسی کا رشتہ جہاں بھی کرنا مطلوب ہو پہلے بیٹا / بیٹی اور ان کے بھائیوں بہنوں سے رائے ضرور لیں۔ اگر ناپسندیدگی محسوس کریں تو وجہ پوچھوائیں اگر کوئی معقول وجہ سامنے آئے، تو پھر ضد نہ کریں اگر کوئی معقول بات نہ ہو تو انہیں حکمت وبصیرت سے سمجھائیں انہیں سوچنے کا موقع دیں، ان کو چند رشتوں میں چناؤ کا اختیار دیں، اس کے بعد کوئی قدم اٹھائیں اور اگر باوجود اس کے اولاد نہ مانے اور اپنی مرضی سے کچھ کرلیں اور کچھ عرصے بعد کوئی خطرناک صورتحال کا سامنا ہو یعنی بیٹی داماد سے ناراض ہو کر گھر آبیٹھے، یا بیٹا اپنی بیوی کو گھر سے نکال کر میکے چھوڑ آئے تو ہمت اور صبر سے کام لیتے ہوئے معاملہ کو سلجھانے کی کوشش کریں یہ نہیں کہ باتیں سنانی شروع کردیں، کرلی اپنی مرضی، اب بھگتو، اگر میرا بتایا ہوا رشتہ قبول کرلیتے تو آج یہ

Marfat.com

دن نہ دیکھتے، ہمیشہ سے سمجھاتا رہا نالائق! باپ کی بات مان لو، کبھی بھی تم نے میری نہ مانی، تم بھی ایسے اور تمہاری ماں بھی ایسی، یہ تمہاری ماں نے تو تم کو بگاڑا ہے، میری عزت پر پانی پھیردیا، خاندان میں تم لوگوں نے مجھے بدنام کردیا وغیرہ وغیرہ اس طرح کے جملے ٹوٹے ہوئے دلوں کو مزید توڑ سکتے ہیں چھوٹی پریشانی کو بڑی پریشانی بنا سکتے ہیں، بیٹے اور بیٹی کو سوچی سمجھی ہوئی پریشانی ختم کرنے کی تدبیر کو ملیا میٹ کرسکتے ہیں اولاد اور اہلیہ کی طبیعت مزید خراب کرسکتے ہیں، ایسے وقت میں اپنی پوری کوشش کریں کہ یہ بندھن نہ ٹوٹنے پائے۔ اگر بیٹا ہے تو اس کے سسرال والوں سے، اگر بیٹی ہے تو اس کے سسرال والوں سے ٹھنڈے مزاج میں مذاکرات کریں۔ فریقین کو اپنی غلطی کا احساس دلائیں اور صلح کی تدابیر بتلائیں اور سب سے بڑھ کر راتوں کو اٹھ کر اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں گڑگڑا کر دعائیں مانگیں کہ اللہ تعالیٰ اس رشتہ کو جوڑے رکھے اور ان کی نسلوں کو خوشگوار ماحول میں پروان چڑھنے والا بنادے۔

آخر میں ایک گزارش یہ کہ بچپن ہی سے گھر میں ایسا ماحول بنائیں، جب بچے چھوٹے ہوں اس وقت اگر کسی بچے سے باوجود بار بار سمجھانے کے اگر کوئی غلطی ہوجائے مثلاً بار بار منع کرنے کے باوجود سائیکل چلانے سے باز نہیں آرہا اور بے چارہ گرگیا، کچھ چوٹ لگی اب جناب کی زبان فوراً چلنے لگی دیکھ لیا نافرمانی کا نتیجہ، اور چلاؤ سائیکل، اب خبردار جو روئے وغیرہ اب میرے پاس تمہاری دواؤں کے پیسہ نہیں ہیں، یا اولاد سے کوئی فضول خرچی ہوگئی، یا معصوم بچے نے سر میں تیل زیادہ ڈال دیا، یا بالائی میں چینی زیادہ ڈال دی، تو والد کا یہ کہنا، اے تیل مفت آرہا ہے؟ یا چینی فری آتی ہے؟ تیرے باپ کی نوٹوں کی پریس چل رہی ہے؟ توبہ........ توبہ........ ہرگز والد کے لئے یہ الفاظ مناسب نہیں، یہ گندے الفاظ ہیں، یہ بدبو والے الفاظ ہیں، یہ بُرے الفاظ ہیں۔ ہرگز والد محترم کی زبان پر یہ نہ آئیں۔ ایسی باتیں ایک مسلمان باپ کو زیب نہیں دیتیں۔

Marfat.com

دیکھئے! حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم جب فتح مکہ کے موقع پر مکہ میں داخل ہورہے تھے تو حدیث میں آتا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا چہرہ مبارک گھٹنوں کو لگ رہا تھا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے کوئی ایسی بات نہیں فرمائی کہ دیکھ لیا، کفار نے میری بات نہ مانی، اب بھگتیں بلکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے سب کو معاف کردیا اور اعلان فرمادیا لاتثریب علیکم الیوم "آج کے دن تم پر کوئی سختی نہیں"۔ باپ بھی ایسا ہی شفیق ہو اور سمجھانے کے باوجود غلطی کرنے پر طعنہ نہ دے بلکہ دلجوئی کرے اور پیار و محبت سے سمجھائے تاکہ والد کی محبت اولاد کے دلوں میں رچ بس جائے۔

غور فرمایئے آپ اور ہم کس نبی کے اُمتی ہیں، ہمارے نبی تو رحمۃ للعالمین تھے ہم اور آپ کم از کم رحمۃ للاولاد تو بن جائیں، جس نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو مکہ والوں نے اتنی تکلیفیں پہنچائیں، جب وہی نبی فاتح بن کر آتا ہے تو کسی نے آواز لگائی، کہ آج تو گوشت کا دن ہے، یعنی کفار مکہ کے خون بہنے کا دن ہے تو ہمارے نبی علیہ الصلوٰۃ السلام نے آواز لگوائی الیوم یوم المرحمۃ "آج تو رحمت کا دن ہے" اور فرمایا جیسے میرے بھائی یوسف نے اپنے سب بھائیوں کو معاف کردیا تھا باوجود اس کے کہ بھائیوں نے کنویں میں پھینک دیا تھا، اور بکری کے خون سے کرتا رنگین کر کے والد کو کہا کہ یوسف کو بھیڑیئے نے کھالیا ہے۔ جب یوسف علیہ السلام مصر کے بادشاہ بنے تو بھائیوں کو فرمایا تم گھبراؤ مت اللہ تمہیں معاف کرے، اسی طرح آج میں بھی اپنی سب تکلیفیں بھلا کر معاف کرتا ہوں، اور پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان جانی دشمنوں کے لئے اعلان فرمایا، جو ابوسفیان کے گھر میں داخل ہوجائے وہ امن میں ہے، جو اپنے گھر کا دروازہ بند کرلے وہ امن میں ہے، جو اپنا اسلحہ پھینک دے وہ امن میں ہے۔ ہم اور آپ ایسے شفیق اور مہربان نبی کے اُمتی ہیں، لہٰذا حوصلہ بڑھایئے ہمت رکھئے، اولاد کی بڑی سی بڑی غلطی پر ندامت ہوجائے تو معاف کردیجئے اور روزانہ سو مرتبہ

Marfat.com

درود شریف صبح وشام اہتمام سے پڑھئے ان شاء اللہ تعالیٰ آپ کا دل نرم ہوجائے گا۔

باپ میں یہ عادت سم قاتل ہے

ایک باپ ہونے کی حیثیت سے اپنے اوپر نظر ڈالئے۔ اب صرف آپ بیوی کے شوہر ہی نہیں، بچوں کے باپ بھی ہیں اور آپ کی کسی قسم کی کوتاہی نئی نسل پر ختم نہ ہونے والے بُرے اثرات مرتب کرسکتی ہے۔ یہاں اس مضمون میں ہم دو بری عادات کا تذکرہ کرتے ہیں جو خدانخواستہ اگر آپ کے اندر موجود ہیں تو جلد از جلد ان کو اپنے اندر سے نکالنے کی کوشش کیجئے۔

(۱) تند خوئی اور سخت دلی: یہ اللہ تعالیٰ کا آپ پر بے حد احسان ہے کہ اس نے آپ کو باپ بننے کا شرف عطا فرمایا۔ یہ اس بات کا موقعہ ہے کہ آپ اپنی اولاد جو اللہ تعالیٰ کی امانت ہے، ان کی صحیح تربیت کرکے اپنے لئے نہ صرف ذخیرہ آخرت بنالیں بلکہ دنیوی زندگی کو بھی پرسکون اور اطمینان بنالیں۔ اب یہ ممکن کیسے ہوگا کہ آپ کے اندر نرم خوئی، خوش اخلاقی، عفو ودرگزر اور لطف و مہربانی کی صفات موجود ہوں۔

مثالی باپ بننے کے لئے نہایت ضروری ہے کہ آپ کو اولاد کی طرف سے ملنے والی تکالیف پر، ان کی دانستہ یا غیر دانستہ نامناسب حرکات پر، ان کی چھوٹی موٹی شرارتوں پر، ان کی نافرمانی پر صبر کرنا ہوگا۔ اللہ تعالیٰ سے اپنے لئے اور اولاد کے لئے رحمدلی کی صفت مانگنی ہوگی اور ظاہری تدبیر کے طور پر جب بھی اولاد کی طرف سے کوئی تکلیف درپیش ہو تو چار کام کریں۔

(۱) سب سے پہلے تو انہیں دل سے معاف کردیں اور زبان سے اس کا اظہار بھی مناسب ہو تو کردیں کیونکہ باپ کو تکالیف دے کر تو انہوں نے خود کو اللہ تعالیٰ کی ناراضگی کا مستحق بنا ہی لیا، اگر آپ نے انہیں معاف نہ کیا تو اللہ تعالیٰ

Marfat.com

بھی انہیں معاف نہیں کرے گا اور ان سے ناخوش رہے گا، پھر ظاہر ہے کہ جس سے اللہ تعالیٰ ناراض ہو اس سے دنیا و آخرت میں کیا بھلائی سرزد ہو سکتی ہے، لہٰذا اس کی دنیا و آخرت دونوں برباد نہ ہوں، اس لئے آپ اسے فوراً دل سے معاف کردیں۔

۲ اس کے بعد اپنی اولاد کے لئے اللہ تعالیٰ سے مغفرت طلب کریں یعنی صرف یہ نہیں کہ "ان کی دی گئی تکالیف پر صبر کیا، ان کی خطاؤں کا ان سے انتقام نہ لیا، ان کی ایذاؤں پر بھی ان کے ساتھ نرمی کا برتاؤ رکھا اور ان کو معاف کردیا"۔ بلکہ ان کی خیر خواہی بھی نہ چھوڑیں اور اپنے دل میں ان کے دین ودنیا کی درستگی کی فکر رکھیں اور چونکہ سب سے بڑی خیر خواہی ان کی آخرت کی درستگی ہے لہٰذا اللہ تعالیٰ کے عذاب سے بچانے کے لئے ان کی بخشش کی دعا بھی مانگیں۔

۳ پھر آخر میں اولاد کی مکمل تسلی و تشفی کے لئے آئندہ بھی ان سے مشورہ کرنے کا اہتمام کیجئے یعنی ان کی اس غلطی کرنے سے پہلے جیسے آپ چھوٹے بڑے کاموں میں ان سے مشورہ لیا کرتے تھے اب بھی وہی سلسلہ جاری رکھیں تاکہ ان کے ذہنوں میں یہ بات بیٹھ جائے کہ ہمارے والد اور ہمارے مربی کے قلب میں ہماری طرف سے میل کا کوئی ذرہ بھی نہیں ہے، اب بھی ان کے دل میں ہماری خیر خواہی کا جذبہ اتنا ہی ہے جتنا پہلے تھا۔

۴ امید رکھئے! مایوس کبھی نہ ہوئیے، والد کی محنت اور دعا بعض اوقات بڑھاپے میں اولاد کی ہدایت کا سبب بن جاتی ہے، بعض اوقات والد کے انتقال کے بعد اولاد ہدایت کا راستہ اختیار کرلیتی ہے والد کی دعا ضرور رنگ لاتی ہے، اللہ تعالیٰ کسی کی محنت کو ضائع نہیں کرتا، بچوں کی ہدایت اور اصلاح کے لئے ان کو تعلیمیافتہ اور ماہر بنانے کے لئے والد کی محنت اور دعا ضرور رنگ لاتی ہے چاہے دیر سے ہو۔

نیک والد کی اپنے بیٹے کو وصیت

یوں تو ہر مسلمان مرد و عورت کو چاہئے کہ اپنی وصیت ضرور لکھ کر رکھے، انسان کی موت کا کوئی بھروسہ نہیں، پتہ نہیں کس وقت بلاوا آجائے۔ ایسا نہ ہو کہ کسی کے حقوق رہ گئے ہوں، کسی کا قرض رہ گیا ہو، اور موت آجائے اور ان کا قرض ذمے باقی رہے۔

وصیت کرنا ایسا مبارک عمل ہے کہ اکثر نافرمان اولاد بھی باپ کے انتقال کے بعد اس کی وصیت پر ضرور عمل کرتی ہے۔ وصیت کرنے کی احادیث مبارکہ میں تاکید آئی ہے۔ حدیث شریف میں اس کی فضیلت کے متعلق فرمایا:

"جو شخص وصیت کر کے دنیا سے گیا وہ سیدھے راستے پر اور سُنّت والے راستہ پر دنیا سے گیا اور تقویٰ اور شہادت پر مرا اور مغفرت کی حالت میں دنیا سے گیا"۔ (مشکوٰۃ صفحہ ۲۶۶)

وصیت لکھنے کا تفصیلی طریقہ

① دینی دستر خوان

② احکام میت

③ طریقہ وصیت

ان تینوں کتابوں میں مذکور ہے۔ ان کو پڑھ کر اپنی وصیت لکھی جاسکتی ہے۔ اس میں مردوں، عورتوں، علماء، عوام سب کے لئے تفصیلی طریقہ وصیت لکھا ہوا ہے لیکن کچھ وصیتیں نصیحتوں کی شکل میں ہوتی ہیں وہ بھی گھر کے ذمے دار، والد، دادا، تایا، ماموں، وغیرہ کو اپنے چھوٹوں کو کرنی چاہئیں لہٰذا مندرجہ ذیل نصیحتیں غور سے پڑھیں اور بچّوں کو بٹھا کر سنائیں اور چھوٹے بچّوں کو زبانی یاد کروائیں۔ ایک بزرگ نے اپنے بیٹے کو وصیت کرتے ہوئے فرمایا!

Marfat.com

اے پیارے بیٹے! میری وصیت کو یاد رکھنا، سعادت مندانہ زندگی پائے گا اور شہادت کی موت پائے گا۔ اے بیٹے! جو شخص اپنی قسمت پر قناعت کرتا ہے وہ بے نیاز رہتا ہے اور جو دوسروں کی ملکیت کی جانب آنکھ اٹھاتا ہے وہ حالت فقر میں مرتا ہے اور جو اس چیز پر راضی نہیں ہوتا جو اللہ نے اس کی قسمت میں رکھ دی ہے تو گویا وہ قضاء الٰہی کو متہم کرتا ہے اور جو شخص اپنے قصور کو کم سمجھتا ہے اس کو دوسروں کے قصور بڑے نظر آتے ہیں اور جو شخص اپنے قصور کو بڑا سمجھا کرتا ہے اس کو غیروں کے قصور معمولی نظر آتے ہیں، جو شخص دوسروں کی پردہ دری کرتا ہے اس کے گھر کے پردے کھل جاتے ہیں اور جو شخص بغاوت کی تلوار سونتتا ہے وہ اسی تلوار سے قتل ہوتا ہے، جو شخص اپنے بھائی کے لئے کنواں کھودتا ہے وہ خود اس میں گرتا ہے۔ جو شخص بے وقوفوں سے ملتا ہے وہ بے وقعت ہو جاتا ہے اور جو علماء کی صحبت میں رہتا ہے وہ باوقعت ہو جاتا ہے۔ جو شخص برائی کے مواقع پر جاتا ہے وہ متہم ہو جاتا ہے۔ اے میرے پیارے بیٹے! ہمیشہ حق کہو خواہ تمہارے موافق ہو یا مخالف۔ اپنے کو چغل خوری سے دور رکھو اس لئے کہ چغل خوری لوگوں کے دلوں میں بغض وعداوت پیدا کرتی ہے۔

بچے کے دل میں اللہ کے ذکر کی اہمیت بٹھائیے

ابو العباس بن مسروق رحمۃ اللہ علیہ سے روایت ہے کہ وہ فرماتے ہیں کہ میں یمن میں تھا۔ وہاں میں نے ایک ماہی گیر کو دیکھا کہ وہ دریا کے ساحل پر بیٹھا مچھلیاں پکڑ رہا ہے اور اس کے ایک طرف اس کی چھوٹی لڑکی بیٹھی ہوئی ہے۔ جب بھی وہ مچھلی پکڑ کر زمین پر ڈالتا ہے تو لڑکی اس کو پکڑ کر اپنے باپ کی بے خبری میں دریا میں ڈال دیتی ہے۔ جب اس ماہی گیر نے پیچھے مڑ کر یہ دیکھنا چاہا کہ کتنی مچھلیاں ہو گئیں ہیں؟ تو دیکھا کہ تھیلا بالکل خالی ہے اس نے

Marfat.com

لڑکی سے پوچھا کہ بیٹی وہ مچھلیاں کہاں گئیں؟ بچّی نے جواب دیا کہ ابا جان! میں نے آپ کو ہی کہتے ہوئے سنا تھا کہ ہمارے رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے:

"مچھلی جال میں جب ہی پھنستی ہے کہ جب وہ اللہ کے ذکر سے غافل ہو" لہٰذا مجھ کو یہ اچھا معلوم نہیں ہوا کہ ایسی چیز کو کھاؤں جو اللہ کے ذکر سے غافل ہو۔ لڑکی کا جواب سن کر باپ رو پڑا اور جال کو پھینک دیا"۔ (ماخوذ از صفوۃ الصفوۃ)

یہ ہے ہمارے اسلاف و آباء کی تربیت، کہ اولاد کے دل میں ذکر اللہ کی اس قدر اہمیت بٹھا دی تھی کہ مچھلی جو اللہ تعالیٰ کی طرف سے ایک حلال غذا ہے، اس کو بھی اپنے معصومانہ ذہن کی وجہ سے کھانا اس لئے برداشت نہیں کہ اس کے خیال میں یہ اللہ کے ذکر سے غافل ہیں جو اللہ کے ذکر سے غافل ہو اس سے مسلمان کا کیا جوڑ آج ہم بھی نیت کرکے کوشش شروع کردیں تو ہم اپنی زندگی ہی میں اس کا اثر دیکھ سکتے ہیں، زندگی ہی میں یہ بچّے ہماری آنکھوں کے لئے چمکتا ہوا نور اور ہمارے دلوں کے لئے اسباب راحت و سکون بن جائیں، اور اس طرح تربیت کرنا بہت ہی آسان ہے۔ بچے کو بچپن سے اللہ کے ذکر پر لگا دیجئے، اس کے ذہن میں یہ بٹھانے کی کوشش کیجئے کہ مسلمان جب ذکر کرتا ہے تو شیطان سے محفوظ رہتا ہے اور جب ذکر سے غافل ہوتا ہے تو شیطان اس کے دل میں وسوسہ ڈالنا شروع کردیتا ہے۔" ذکر کے مزید فضائل کے لئے فضائلِ ذکر کا مطالعہ مفید رہے گا۔

فضائل ذکر رسالہ گھر میں پڑھئے، اس رسالہ میں شیخ الحدیث صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے صفحہ ۵۹ پر ذکر کے سو فوائد لکھے ہیں۔ ان فضائل میں سے ایک ایک بچّے کو مناسب موقع پر اس طرح سمجھائیں کہ اس کے ذہن نشین ہوجائے۔ چھوٹے بچّوں اور بچیوں کو وہ سو فوائد کاپی میں لکھوائیے اور پھر آپس

میں مقابلہ کروا کر امتحان لیں، جیتنے پر انعام دیں کہ کس کو ذکر کے اور نماز کے فضائل زیادہ یاد ہیں، خود بھی اس کے سامنے ذکر کرتے رہیئے اور اللہ تعالیٰ سے دعا مانگتے رہیئے کہ اے اللہ! میرے بیٹے...... کو ذاکر و شاکر بنا، میری بیٹی...... کو ذاکرہ و شاکرہ بنا۔ اس لئے کہ حدیث شریف میں آتا ہے کہ چار چیزیں ایسی ہیں کہ جس شخص کو یہ مل جائیں اس کو دین و دنیا کی بھلائی مل جائے، ایک وہ زبان جو ذکر میں مشغول رہنے والی ہو، دوسرے وہ دل جو شکر میں مشغول رہتا ہو، تیسرے وہ بدن جو مشقت برداشت کرنے والا ہو، چوتھے وہ بیوی جو اپنے نفس اور خاوند کے مال میں خیانت نہ کرے۔ (ماخوذ از فضائل ذکر صفحہ ۲۴)

اللہ تعالیٰ ہم سب کو اور ہماری آنے والی نسلوں کو یہ چاروں نعمتیں عطا فرمائیں۔ آمین یارب العالمین

نماز کی اہمیت و فرضیت

نماز فرائض اسلام میں سب سے اہم فریضہ اور اسلام کے بنیادی ارکان میں سے ایک اہم رکن ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے:

"اسلام کی بنیاد پانچ چیزوں پر رکھی گئی ہے۔ ① اس بات کی گواہی دینا کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور یہ کہ محمد اللہ کے بندے اور اس کے رسول ہیں۔ ② نماز قائم کرنا۔ ③ زکوٰۃ ادا کرنا۔ ④ حج کرنا۔ ⑤ رمضان کے روزے رکھنا"۔ (متفق علیہ، مشکوٰۃ، صفحہ ۶۸ جلد ۱)

ایک نماز کا بھی جان بوجھ کر ترک کرنا گناہ کبیرہ اور کفر کی علامت ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے:

"بندۂ مسلم اور کفر کے مابین (فرق) نماز کو چھوڑ دینا ہے (یعنی نماز کا بھی جان بوجھ کر ترک کر دینا انسان کو کفر تک پہنچا دیتا ہے)"۔

(رواہ مسلم، مرقاۃ صفحہ ۱۱۳ جلد ۲)

Marfat.com

اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے:

"ہمارے اور ان (کافروں) کے درمیان فرق نماز کا عہد ہے تو جس نے نماز کو چھوڑ دیا اس نے کفر (کا کام) کیا"۔ (مرقاۃ صفحہ ۱۱۶ جلد ۲)

حضرت عبد اللہ بن شقیق تابعی رحمہ اللہ علیہ کا قول ہے:

"رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ نماز کے علاوہ کسی عمل کے ترک کو کفر نہیں سمجھتے تھے۔ (یعنی صحابہ کے زمانہ میں کافر ہی نماز ترک کیا کرتا تھا)"۔ (رواہ الترمذی، مرقاۃ صفحہ ۱۱۹ جلد ۲)

حضرت ابوالدرداء رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا بیان ہے:

"میرے دوست (رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم) نے مجھے نصیحت فرمائی کہ اللہ کے ساتھ کسی چیز کو شریک نہ ٹھہرانا اگرچہ تمہیں ٹکڑے کردیا جائے اور جلادیا جائے۔ اور کوئی فرض نماز جان بوجھ کر نہ چھوڑنا کیونکہ جس نے جان بوجھ کر کوئی نماز چھوڑی تو اس سے اللہ کا ذمہ بری ہے"۔ (رواہ ابن ماجہ، مرقاۃ صفحہ ۱۱۹ جلد ۲)

حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اسلامی مملکت کے تمام عمال (افسران و کارکنان) کے نام فرمان جاری کرتے ہوئے تحریر فرمایا:

"میرے نزدیک تمہارے تمام کاموں میں سب سے اہم کام نماز ہے۔ جس نے نماز کا خیال رکھا اور اس کی پوری حفاظت کرتا رہا وہ اپنے (باقی) دین کی بھی حفاظت کرے گا اور جس نے نماز کو ضائع کردیا وہ دین کی باقی چیزوں کو اور زیادہ ضائع کرے گا"۔

(مؤطا، مرقاۃ صفحہ ۱۲۶ جلد ۲)

گذشتہ احادیث سے معلوم ہوا کہ پانچوں نمازوں کی پابندی ایک بندۂ مسلم کا وظیرہ اور ایمان کی علامت ہے اور اس میں جان بوجھ کر کوتاہی کرنا کفر اور نفاق

Marfat.com

کی علامت ہے۔ نمازوں کی مجموعی اہمیت وفضیلت کے علاوہ ہر نماز کی بعض اپنی خصوصیات بھی ہیں جو اسے باقی نمازوں سے ممتاز کرتی ہیں۔ ذیل میں نماز فجر سے متعلّق بعض خصوصیات اور کچھ فضائل احادیث کی روشنی میں ذکر کیے جاتے ہیں۔ جس سے نماز فجر کی اہمیت کچھ اور زیادہ واضح ہوجاتی ہے۔

نماز فجر ادا کرنے والا اللہ تعالیٰ کی ذمہ داری میں آجاتا ہے:

"حضرت جندب قسری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس نے صبح کی نماز پڑھ لی تو وہ اللہ کی ذمہ داری میں آجاتا ہے تو ہرگز اللہ تعالیٰ اس سے اپنی ذمہ داری کا مطالبہ نہ کرے کیونکہ اللہ جس سے اپنے ذمہ کا مطالبہ کرے گا، اللہ اسے پکڑلے گا، پھر اسے منہ کے بل جہنم میں داخل کرے گا"۔ (رواہ مسلم، مرقاۃ صفحہ ۱۴۳ جلد ۲)

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ جو شخص فجر کی نماز اپنے وقت پر طریقہ سے ادا کرلیتا ہے وہ اپنی ذمہ داری پوری کرکے اللہ تعالیٰ کی امان اور اللہ تعالیٰ کی ذمہ داری میں آجاتا ہے۔ اب ظاہر ہے کہ جو شخص اللہ کی امان میں آجائے اس کی تباہی وبربادی کا کیا سوال؟ اس کے برخلاف اگر کوئی شخص فجر کی نماز ادا نہیں کرتا تو اس نے اپنی ذمہ داری کا خیال نہیں رکھا اور اس کے ذمہ جو فریضہ عائد تھا وہ ادا نہیں کیا۔ جب اس شخص نے اپنی ذمہ داری پوری نہیں کی تو یہ شخص اللہ تعالیٰ کی ذمہ داری اور اسکی حفاظت سے بھی محروم رہے گا۔ بلکہ ایسا شخص مجرم ہے اور اللہ تعالیٰ اس شخص سے اپنے حق کا مطالبہ کرسکتے ہیں۔ اور اگر اللہ تعالیٰ اس کی توبہ قبول کرکے اسے معاف نہ کردیں تو اس کی سزا جہنم ہے۔

اعاذنا اللہ من ذلک (اللہ تعالیٰ اس سے ہماری حفاظت فرمائے)

مذکورہ بالا روایت صحیح مسلم کی روایت تھی مگر یہی روایت ترمذی شریف میں

Marfat.com

ان الفاظ کے ساتھ آئی ہے۔

"جس شخص نے صبح کی نماز پڑھ لی تو وہ اللہ کی ذمہ داری میں آجاتا ہے تو اللہ تعالیٰ تم سے اپنے ذمہ کا کوئی مطالبہ نہ کرے۔ (یعنی اگر تم صبح کی نماز ادا کرلو گے تو تم اللہ کی ذمہ داری میں آجاؤ گے اور اللہ تعالیٰ تم سے مؤاخذہ نہیں فرمائیں گے)"۔

(ترمذی ابواب الفتن صفحہ۹ جلد ۲)

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ نے اس حدیث کو "ابواب الفتن" میں ذکر کیا ہے جہاں فتنوں سے متعلّق احادیث جمع کر کے ذکر کی گئی ہیں۔ اس مذکورہ حدیث میں اگرچہ کسی فتنہ کا ذکر نہیں لیکن امام ترمذی نے ابواب الفتن میں اس حدیث کو لاکر اشارہ فرمایا ہے کہ جو شخص یا جو قوم صبح کی نماز کی ادائیگی کا اہتمام کرتی ہے وہ فتنوں سے محفوظ رہتی ہے۔ لہٰذا موجودہ فتنوں سے حفاظت کا اہم ترین طریقہ یہی ہے کہ سب مل کر صبح کی نماز باجماعت کا اہتمام کریں تاکہ سب اللہ کی پناہ میں آجائیں۔ اللہ کے غضب سے نجات ہو اور سب لوگ فتنوں سے محفوظ ہوجائیں۔ وفقنا اللہ تعالی لذلک۔ (اللہ تعالیٰ ہمیں اس کی توفیق بخشے)

فرض نماز نیند سے بہتر ہے

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے سے یہ سُنّت متواترہ آج بھی چلی آرہی ہے کہ ہر مؤذن صبح کی اذان میں حیّ علی الصلاۃ اور حیّ علی الفلاح کے بعد دو مرتبہ پکار پکار کر اس حقیقت کا بانگ دھل اعلان کرتا ہے کہ:

﴿الصلاۃ خیر من النوم﴾

"(فرض) نماز نیند سے بہتر ہے"۔

Marfat.com

اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے صبح کی ساکت فضاؤں میں مؤذن کا یہ اعلان ہر مسلمان صاحب ایمان کے لئے انتہائی توجہ کا حامل ہے۔

عام طور پر شیطان یہ بات دل میں ڈالتا ہے کہ اگر تم فرض نماز کے لئے اٹھ گئے تو تمہاری نیند میں کمی ہوجائے گی، صحت خراب ہوجائے گی، بعد میں سونے کا موقع نہیں ملے گا وغیرہ وغیرہ۔ اس قسم کے تمام وساوس واوہام کو اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے رد فرمایا اور صاف اعلان کردیا کہ فرض نماز نیند سے بہتر ہے جس کا مطلب یہ ہے کہ آخرت کے اعتبار سے بھی اور دنیا کے اعتبار سے بھی، روحانی پاکیزگی کے اعتبار سے بھی اور جسمانی صحت کے اعتبار سے بھی فرض نماز کا فائدہ نیند سے زیادہ ہے۔

ہاں اگر ضرورت کے مطابق نیند پوری نہ ہوئی ہو (جس کی عمومی حد چھ گھنٹہ سے کم نہ ہو اور آٹھ گھنٹہ سے زیادہ نہ ہو) تو سورج کے طلوع ہونے کے بعد یا دوپہر کو قیلولہ کی سُنّت ادا کرنے کے وقت اس نیند کو پورا کرلیا جائے اور سب سے بہتر بات یہ ہے کہ رات کو جلد سونے کی عادت ڈالی جائے جسے ان شاء اللہ ہم آگے بھی ذکر کریں گے۔

عشا اور صبح کی نماز باجماعت پڑھنے والے کو رات بھر کی عبادت کا ثواب مل جاتا ہے

"حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس نے عشا کی نماز جماعت سے پڑھی تو گویا اس نے آدھی رات عبادت کی اور جس نے صبح کی نماز جماعت سے پڑھ لی تو گویا اس نے ساری رات نماز پڑھی ہے"۔

(رواہ مسلم، مرقاۃ صفحہ ١٤٥ جلد ٢)

Marfat.com

مغرب کی نماز کے بعد جب چاروں طرف تاریکی پھیل جاتی ہے اور دن بھر کا تھکا ماندہ آدمی گھر واپس لوٹتا ہے تو تاریکی، تھکن اور بیوی بچوں کی مشغولیت کے سبب عشا کی نماز باجماعت مسجد میں جاکر ادا کرنا مشکل ہو جاتا ہے۔ ایسے موقع پر ہمت کر کے عشا کی نماز باجماعت ادا کرنا آدھی رات کی عبادت کے برابر قرار دیا گیا ہے۔ سو جانے کے بعد نماز فجر کے لئے بیدار ہونا اور مشکل معلوم ہوتا ہے نیز فجر کے وقت کی نسیم صبح غافل انسان کو اور زیادہ سلاتی ہے۔ ایسے وقت میں ہمت کر کے اٹھ کھڑے ہونا مسلمان کو پوری رات کی عبادت کے ثواب کا مستحق بنادیتا ہے اور کسی شخص کا عشا کی نماز باجماعت اور نماز فجر باجماعت ادا کرلینا ایسا ہے گویا ساری رات اس شخص نے تہجد کی نماز ادا کی ہے۔ اب ذرا سی ہمت سے کام لے کر والدین یہ عظیم الشان ثواب بہ آسانی اپنے لئے اور گھر والوں کے لئے حاصل کرسکتے ہیں۔

اس حدیث سے یہ نکتہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ فجر کی نماز باجماعت وہی شخص ادا کرے گا جو شروع رات سے باجماعت نماز فجر ادا کرنے کی نیت کر کے سوئے اور ایسا شخص غافل اور بدمست بن کر نہیں سوتا بلکہ اس کی نیند چوکنی ہوتی ہے اور ہر مرتبہ آنکھ کھلنے پر وہ نماز فجر کے نکل جانے کے ڈر سے وقت کا جائزہ لیتا رہے گا۔ ایسا شخص گویا ساری رات نماز کے انتظار میں رہا۔ جو شخص نماز کے انتظار میں رہتا ہے اسے مسلسل نماز کا ثواب ملتا رہتا ہے۔ حدیث میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

"یعنی تم میں سے ہر آدمی جب تک نماز کا انتظار کرتا رہے نماز ہی میں ہوتا ہے"۔ (متفق علیہ، مرقاۃ صفحہ ۱۹۷ جلد ۲)

فجر کی نماز میں دن رات کے فرشتوں کا اجتماع ہوتا ہے

اللہ جل شانہٗ نے قرآن حکیم میں نماز فجر اور اس میں پڑھے جانے والے

قرآن کا بطور خاص ذکر کیا اور فرمایا:

إِنَّ قُرْآنَ الْفَجْرِ كَانَ مَشْهُودًا (اسراء: ٧٨)

"بے شک فجر کے وقت قرآن میں فرشتے (بطور خاص) حاضر ہوتے ہیں"۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس آیت کی تفسیر میں فرمایا:

"فجر کی نماز فرشتوں کے جمع ہونے کا وقت ہے اور اس وقت میں رات کے فرشتے اور دن کے فرشتے جمع ہوتے ہیں"۔

(رواہ الترمذی صفحہ ۱۴۱ جلد ۲)

ایک اور حدیث میں ہے:

"تم انسانوں میں رات کے فرشتے اور دن کے فرشتے یکے بعد دیگرے بدلتے رہتے ہیں اور نماز فجر اور نماز عصر میں یہ سب فرشتے جمع ہوجاتے ہیں پھر جن فرشتوں نے تمہارے درمیان رات گزاری ہوتی ہے وہ اوپر چڑھ جاتے ہیں تو ان سے ان کا پروردگار پوچھتا ہے، حالانکہ اسے ان سب کا علم ہے کہ تم نے میرے بندوں کو کس حالت میں چھوڑا تو وہ فرشتے کہتے ہیں کہ ہم نے جب انہیں چھوڑا تو وہ نماز پڑھ رہے تھے اور جب ہم ان کے پاس پہنچے تو وہ نماز پڑھ رہے تھے"۔ (متفق علیہ، مرقاۃ صفحہ ۱۴۲ جلد ۲)

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ فجر کے وقت چونکہ رات ختم ہورہی ہوتی ہے اور دن شروع ہورہا ہوتا ہے اور عصر کے وقت دن ختم ہوتا ہے اور رات کا آغاز ہونے والا ہوتا ہے، ان دو وقتوں میں دن رات کے فرشتوں کا خاص اجتماع ہوتا ہے ان دونوں نمازوں میں فرشتوں کے اس نورانی اجتماع کی برکات سے اپنے آپ کو محروم رکھنا کتنے افسوس اور نادانی کی بات ہے۔ اس لئے عصر اور فجر کی

Marfat.com

نمازوں کا خاص اہتمام کرنا اور مردوں کے لئے باجماعت نماز ادا کرنا خاص توجہ کی بات ہے اور اس کا اہتمام کرنا ضروری ہے۔

ایک حدیث میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اذان، صف اول اور گرمی میں ظہر کی نماز کی فضیلت کا ذکر کرنے کے بعد ارشاد فرمایا:

"اگر لوگوں کو عشا اور صبح کی نماز کے ثواب کا علم ہو جائے تو لوگ ان دونوں نمازوں میں ضرور شریک ہوں خواہ انہیں گھسٹ کر آنا پڑے"۔

(متفق علیہ، مرقاۃ صفحہ ۱۴۵ جلد ۲)

"رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، منافقین پر کوئی نماز، نماز فجر اور نماز عشا سے زیادہ بھاری نہیں اور اگر انہیں ان دونوں نمازوں کے ثواب کا علم ہوجائے تو وہ ضرور آئیں خواہ گھسٹ کر آنا پڑے"۔ (متفق علیہ، مرقاۃ صفحہ ۱۴۵ جلد ۲)

ساری رات کی عبادت سے فجر کی نماز باجماعت بہتر ہے

"ابوبکر بن سلیمان راوی ہیں کہ ایک روز حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فجر کی نماز میں (میرے والد) حضرت سلیمان رحمۃ اللہ علیہ بن ابی حثمہ کو نہ پایا۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ بازار تشریف لے گئے راستہ میں حضرت سلیمان کا مکان تھا۔ وہاں حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا حضرت سلیمان کی والدہ حضرت شفاء پر گزر ہوا تو ان سے پوچھا کہ کیا بات ہے، صبح کی نماز میں سلیمان موجود نہ تھے؟ انہوں نے کہا کہ سلیمان ساری رات نماز پڑھتے رہے اس لئے صبح کے وقت آنکھ لگ گئی تھی۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا میں ساری رات نماز پڑھنے کے مقابلہ میں فجر کی نماز باجماعت کو زیادہ بہتر سمجھتا ہوں"۔ (رواہ مالک، مرقاۃ صفحہ ۶۵ جلد ۲)

اس روایت سے کئی باتیں معلوم ہوئیں:

Marfat.com

(۱) حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت سلیمان کی کمی نماز میں محسوس کی جس سے معلوم ہوا کہ بڑے حضرات کو اپنے چھوٹوں کے اخلاق وکردار پر نظر رکھنی چاہیۓ جس میں سے سب سے مقدم نماز ہے۔

(۲) صحابہ کے زمانہ میں نماز باجماعت کا اتنا اہتمام تھا کہ اگر کوئی مسلمان باجماعت نماز میں حاضر نہ ہوتا تو یہ پریشانی اور تشویش کی بات سمجھی جاتی تھی۔

(۳) ساری رات اللہ تعالیٰ کی عبادت کر کے صبح کی نماز قضا کر دینے یا باجماعت نماز ترک کرنے سے بہتر یہ ہے کہ آدمی رات کو سوجائے اور صبح کو نماز فجر باجماعت ادا کرے، اس لئے کہ فجر کی نماز فرض ہے۔ اس کا عمداً چھوڑنا گناہ کبیرہ ہے جب کہ رات بھر نماز پڑھنا کوئی ضروری نہیں، صرف نفل ہے اور باعث ثواب ہے۔ مزید یہ کہ اگر کوئی شخص فجر کی نماز باجماعت ادا کرے تو اسے ساری رات کی عبادت کا خود بخود ثواب مل جاتا ہے۔ لہٰذا عقلمندی کا تقاضا بھی یہی ہے کہ صبح کی نماز باجماعت میں ہر قیمت پر شرکت کی جائے (اِلاّ یہ کہ کوئی شرعی عذر ہو) اور ساری رات جاگنے سے پرہیز کیا جائے۔

(۴) جب نماز فجر فوت ہونے کا غالب گمان ہو تو ایسی صورت میں رات کو عبادت کرنا درست نہیں تو جاگ کر باتیں کرنا اور فضولیات میں جاگنے کی شرعاً کیسے اجازت ہوگی؟ اسی لئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے عشا کے بعد فضول گفتگو کو ناپسند فرمایا ہے کہ کہیں صبح کی نماز قضا نہ ہوجائے۔

عشا کے بعد فضول گفتگو کرنا مکروہ ہے

حدیث میں ہے کہ:

Marfat.com

”رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عشا سے پہلے سونے کو اور عشا کے بعد فضول باتیں کرنے کو ناپسند فرماتے تھے“۔

(متفق علیہ، مرقاۃ صفحہ۱۲۹ جلد ۲)

البتہ اگر کوئی دینی بات ہو یا مسافر حالت سفر میں جاگتے رہنے کی وجہ سے بات کرنا چاہے یا میاں بیوی آپس میں گفتگو کریں یا عالم اور طالب علم دین میں مصروف ہوں تو اس کی اجازت ہے۔ حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کا قول ہے:

”رات کو تھوڑی دیر علم کا مشغلہ ساری رات کی عبادت سے افضل ہے“۔ (سنن دارمی، مرقاۃ صفحہ ۲۰۷ جلد ۱)

لیکن یہ اجازت بھی اس وقت ہے جب کہ صبح کی فرض نماز قضا نہ ہو کیونکہ فرض چھوڑ کر نفل اختیار کرنے میں کوئی ثواب نہیں۔ لیکن طالب علم کے لئے بھی بہتر یہی ہے کہ عشا کے بعد جلدی سو جائے اور صبح جلدی اٹھ کر اس وقت یاد کرلے یا مطالعہ کرے کیونکہ صبح کے وقت تھوڑا سا پڑھ لینا جسم و دماغ کے لئے رات بھر پڑھنے سے بہتر ہے۔

اللہ تعالیٰ ہمیں فرائض و واجبات کو اپنے اپنے وقت میں ادا کرنے کی توفیق سے نوازے۔ آمین۔

فرائض و واجبات، نوافل پر بہرحال مقدم ہیں

شریعت میں فرائض، واجبات، سنن مؤکدہ اور مستحبات کی جو ترتیب رکھی گئی ہے اس کا خیال رکھنا ہر مسلمان اور دیندار آدمی کے لئے انتہائی ضروری ہے ورنہ دیندار آدمی کئی طرح کی عملی اور اعتقادی خرابیوں میں مبتلا ہوجاتا ہے۔ شریعت کے احکام میں فرائض و واجبات کا درجہ سب سے مقدم ہے۔ نوافل کا درجہ اور مرتبہ فرائض و واجبات سے بہت کم ہے۔ اگر کوئی شخص نوافل

Marfat.com

ومستحبات پر عمل کرے مگر فرائض و واجبات کو ترک کردے تو یہ اس کی بڑی غلطی ہوگی اور دین سے ناواقفیت کی دلیل ہوگی۔ علاوہ ازیں اللہ تعالیٰ کا جو قرب فرائض و واجبات کی ادائیگی سے نصیب ہوتا ہے نوافل سے اس درجہ کا قرب حاصل نہیں ہوتا۔ حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ اپنے ایک مکتوب میں لکھتے ہیں:

"اعمال مقربہ یعنی وہ عمل جن سے درگاہ الٰہی میں قرب حاصل ہوتا ہے فرض ہیں یا نفل مگر فرضوں کے مقابلہ میں نفلوں کا کچھ اعتبار نہیں۔ فرضوں میں سے ایک فرض کا ادا کرنا ہزار سالہ نفلوں کے ادا کرنے سے بہتر ہے اگرچہ وہ نفل خالص نیت سے ادا کئے جائیں"۔

(ارشادات مجدد الف ثانی صفحہ ۲۶)

ایک اور مکتوب میں نماز فجر باجماعت کی تاکید کرتے ہوئے تحریر فرماتے ہیں:

"نماز صبح کی دو (فرض) رکعتیں جماعت کے ساتھ ادا کرنا جو سنتوں میں سے ایک سُنّت ہے، کئی درجے اس سے بہتر ہے کہ تمام رات نفل نماز میں قیام کریں اور صبح کی نماز بے جماعت ادا کریں"۔

(مکتوب نمبر ۵۲ ارشادات مجدد الف ثانی صفحہ ۴۴)

صبح کے وقت سونا پسندیدہ نہیں

صبح کے وقت کی اہمیت کی وجہ سے اکثر سلف صالحین عام حالات میں نماز فجر کے بعد بھی سونے کو پسند نہیں کرتے تھے اِلّا یہ کہ ضعف اور بیماری وغیرہ کا عذر ہو۔ ان کا استدلال حضرت عبد اللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے اس قول سے ہے:

"حضرت عبد اللہ بن عمرو رضی اللہ تعالیٰ عنہ نماز فجر کے بعد ایک آدمی

Marfat.com

کے پاس سے گزرے جو سورہا تھا تو انہوں نے اس آدمی کو پاؤں سے ہلایا یہاں تک کہ وہ بیدار ہوگیا تو آپ نے اس سے کہا کہ کیا تمہیں معلوم نہیں کہ اللہ تعالیٰ اس وقت میں اپنی مخلوق کی طرف متوجہ ہوتے ہیں اور ایک بڑی جماعت کو اپنی رحمت سے جنت میں داخل فرماتے ہیں"۔ (مجمع الزوائد للہیثمی صفحہ ۷۰ جلد ۲)

قرآن حکیم میں بھی یہ بات ارشاد فرمائی گئی ہے کہ رات سکون و آرام کے لئے ہے تو دن معاش کی سرگرمیوں کے لئے۔ فرمایا: ترجمہ

"ہم نے رات کو لباس بنایا اور دن کو معاش کا وقت بنایا ہے"۔

(سورۃ النباء)

ایک اور روایت میں ارشاد ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

"صبح کا سونا رزق کو روکتا ہے"۔ (مجمع الزوائد صفحہ ۱۱۱ جلد ۴)

صبح کے وقت میں برکت ہے

یہ بات تو کئی احادیث میں مروی ہے کہ صبح کا وقت مبارک ہوتا ہے اور اس وقت میں دین یا دنیا کا جو جائز کام کیا جائے اس میں برکت ہوتی ہے۔

حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ، حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ، حضرت عبد اللہ بن سلام رضی اللہ تعالیٰ عنہ، حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ، حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ، حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا، حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما اور حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے کئی روایات میں مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دعا فرمائی ہے:

﴿اللھم بارک لامتی فی بکورھا﴾

Marfat.com

"اے اللہ میری اُمّت کے صبح کے کاموں میں برکت عطا فرما"۔

(مجمع الزوائد صفحہ ۱۰۲ تا ۱۰۶ جلد ۴)

حضرت عمران بن حصین رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں:

"رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب کوئی لشکر روانہ فرماتے تو صبح صبح اسے بھیجتے اور یہ فرماتے کہ اللہ تعالیٰ نے میری امت کے لئے صبح کے وقت میں برکت رکھی ہے"۔ (حوالہ مذکورہ بالا)

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے یہ بھی روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "صبح کے وقت میں اپنا رزق تلاش کیا کرو کیونکہ صبح کا وقت برکت اور کامیابی کا وقت ہے"۔ (حوالہ مذکورہ بالا)

"رزق" کا لفظ عربی زبان میں بہت عام ہے۔ زراعت ہو یا تجارت، علم مطلوب ہو یا عمل، روحانی غذا کی تلاش ہو یا جسمانی صحت کی، مطالعہ کرنا ہو یا غور و فکر، باہر کے کام ہوں یا گھر کے اندرونی کام، ان سب کاموں کے لئے صبح کا وقت برکت کا وقت ہے، اس وقت میں کئے جانے والے کام میں برکت بھی ہوتی ہے اور آسانی بھی اور کامیابی کی بھی قوی امید ہوتی ہے نیز اس وقت میں ذہنی، جسمانی اور روحانی قوتیں چست اور تازہ دم ہوتی ہیں جس سے کام بہتر بھی ہوتا ہے اور سہولت والا بھی اور اللہ تعالیٰ کی رحمت بطور خاص اس وقت متوجہ ہوتی ہے۔ اس لئے مردوں اور عورتوں کو یہ وقت ضائع نہیں کرنا چاہئے۔

نماز فجر کے بعد دینی کاموں میں مشغول ہونا

"رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو صبح کی نماز سے فارغ ہونے کے بعد نماز کی جگہ میں بیٹھا رہا یہاں تک کہ اس نے چاشت کی دو رکعتیں پڑھ لیں اور اس دوران بھلی بات کے سوا اور کچھ نہ کہا اور نہ کیا تو

اسکی خطائیں بخش دی جائیں گی خواہ وہ سمندر کے جھاگ کے برابر ہوں"۔ (رواہ ابوداؤد، مرقاۃ صفحہ ۲۰۳ جلد ۲)

ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ نے اس کی شرح میں تحریر فرمایا کہ یہ فضیلت حاصل ہوگی خواہ مسجد میں بیٹھے یا گھر آکر بیٹھ جائے، ذکر میں مشغول رہے یا فکر میں، علم سیکھے یا سکھائے یا بیت اللہ کا طواف کرے۔ یہ فضیلت ہر صورت میں حاصل ہوگی۔

حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے یہ بھی فرمایا کہ اگر کسی شخص کو طبیب یا معالج نے مشورہ دیا ہو اور وہ بحالیٔ صحت یا حفاظت صحت کی خاطر چہل قدمی کرے (اور اس دوران بدگوئی نہ کرے) تو وہ بھی ان شاء اللہ باعث ثواب ہے کیونکہ صحت کی حفاظت فرض ہے اس لئے کہ دینی فرائض و واجبات کی ادائیگی صحت پر موقوف ہے۔

"حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ راوی ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم جب نماز فجر پڑھ لیتے تھے تو اپنی مجلس میں چوکڑی مار کر تشریف رکھتے یہاں تک کہ سورج اچھی طرح طلوع ہو جاتا"۔

(رواہ ابوداؤد، مرقاۃ صفحہ ۸۹ جلد ۹)

بعض دوسری روایات سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ اس وقت میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم صحابہ کرام سے مختلف دینی امور پر گفتگو فرمایا کرتے تھے۔

صبح کو جلد اُٹھنے کی اصل تدابیر

گذشتہ احادیث کے مطالعہ کے بعد اب یہ سوال باقی رہ جاتا ہے کہ صبح اٹھنے کی کیا تدبیر اختیار کی جائے۔ نماز کی فرضیت بھی مسلّم اور ترک نماز کا گناہ بھی مسلّم، ان دونوں باتوں سے کس مسلمان کو انکار ہے؟ لیکن ان سب کے علم کے

Marfat.com

باوجود پر نالہ وہیں گرتا ہے کہ صبح کو وقت پر آنکھ نہیں کھلتی۔ اس کا کیا علاج ہے؟

اس کے لئے عرض ہے کہ اس صورت حال کا اصل علاج تین چیزیں ہیں۔ ① فکر ② ہمت۔ ③ دعا اگر یہ تین باتیں واقعتاً موجود ہوں تو پھر کسی اور تدبیر کی ضرورت نہیں۔

❶ فکر کا مطلب یہ ہے کہ انسان کو نماز کی فکر ہو۔ سوتے رہنے سے اللہ کے عذاب کا خوف ہو۔ اپنی جان ومال پر تباہی کا ڈر ہو۔ دین اور دنیا کے کاموں میں بے برکتی کا اندیشہ ہو۔ ایسے وقت میں سونے کی نحوست کا احساس ہو اور صبح اٹھنے کی صورت میں اللہ تعالیٰ سے رحمتوں اور برکتوں کی امید ہو اور آخرت کے ثواب کا یقین ہو اللہ تعالیٰ کے راضی ہونے کی امید ہو جس سے اللہ تعالیٰ راضی ہوجائیں اس کی دنیا و آخرت دونوں بن گئیں۔ ان تمام باتوں کو سوچنے سے طبیعت متفکر ہوگی اور وقت پر آنکھ کھلے گی۔

ہم میں سے ہر شخص کا آنکھوں دیکھا مشاہدہ ہے کہ اگر کبھی صبح کے وقت میں ہماری فلائٹ کا وقت ہو یا ٹرین کے ذریعہ روانہ ہونا طے ہو یا کوئی اور اہم کام ہو تو نہ صرف یہ کہ وقت پر آنکھ کھل جاتی ہے بلکہ اس کام کے فکر سے رات کو وقت سے پہلے بھی دو تین مرتبہ آنکھ کھلتی رہتی ہے۔ یہ سب فکر کے کرشمے ہیں۔ یہی فکر فرض نماز کے لئے بھی درکار ہے بلکہ اس سے زیادہ درکار ہے۔ کیونکہ ہوائی جہاز چھوٹ جانے یا ٹرین سے رہ جانے کی صورت میں تو صرف دنیا ہی کا نقصان ہے مگر فرض نماز چھوٹ جانے سے تو دنیا و آخرت دونوں کا نقصان ہے۔

❷ ہمت وہ چیز ہے جس کی بدولت انسان وہ سارے کام کر گزرتا ہے جو اسے اول نظر میں انتہائی مشکل نظر آتے ہیں۔ ہمت کی بدولت انسان کڑکتی سردی میں بھی گرم بستر چھوڑ دیتا ہے اور کم ہمتی ہو تو انسان چھ آٹھ گھنٹے کی نیند لینے

Marfat.com

کے باوجود کاہلوں کی طرح بستر پر پڑا رہتا ہے۔ صبح اٹھنے کے لئے بھی ہمت درکار ہے اور اس کا طریقہ یہ ہے کہ جیسے ہی آنکھ کھلے انگڑائیاں یا کروٹیں لینے کے بجائے انسان بستر پر بیٹھ جائے اور بیٹھ کر مسنون دعا پڑھے، پھر کچھ نہ کچھ ذکر اللہ کرے یا کسی آیت کی تلاوت شروع کردے۔ (رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سورہ آل عمران کے آخری رکوع کی آیات کی تلاوت کرنا منقول ہے) اور اس کے بعد ہمت کرکے اٹھ کھڑا ہو۔ آنکھ کھلنے کے بعد اگر انسان بستر پر انگڑائیاں لے یا کروٹ بدل کر لیٹا رہے یا پطرس بخاری کے بقول ناک کو سردی لگنے کی صورت میں چادر ناک پر ڈال دے تو پھر طلوع آفتاب کے بعد ہی آنکھ کھلتی ہے۔ اس لئے چادر ناک پر ڈالنے کے بجائے اٹھ بیٹھنا ہی اصل علاج ہے اور اسی کا نام ہمت ہے۔

۳ دعا یعنی رات کو سونے سے قبل مسنون دعاؤں کو پڑھ کر سوئے اور ساتھ ساتھ اللہ تعالیٰ سے صبح نماز فجر کے وقت بیداری کی دعا بھی کرے۔

مزید چند تدابیر

(۱) رات کو کھانا بہت زیادہ پیٹ بھر کر نہ کھائیں اور کھانے کے بعد چہل قدمی کرلیں۔

(۲) رات کو جلد از جلد سونے کی کوشش کریں۔

(۳) عشا کی نماز کے بعد یار دوستوں سے یا ٹیلی فون پر فضول گفتگو سے پرہیز کیا جائے البتہ شوہر اور بیوی کی گفتگو، علم دین کا مشغلہ اور مسافر کی بات چیت وغیرہ کا استثناء خود حدیث میں بھی آیا ہے۔

(مجمع الزوائد صفحہ ۶۲ جلد ۲ وشمائل ترمذی حدیث اُم زرع)

اس لئے ضروری یا بقدر حاجت گفتگو کی شرعاً مانعت نہیں بشرطیکہ نماز قضا نہ ہو۔

④ سونے سے قبل سورہ کہف کی آخری آیات (ان الذین آمنوا وعملوا الصالحات) سے آخر سورت تک پڑھ کر دعا کرے کہ یا اللہ فلاں وقت میری آنکھ کھل جائے، ان شاء اللہ اس وقت آنکھ کھل جائے گی۔ اب آگے اٹھ بیٹھنا یہ آپ کا کام ہے۔

(تربیت السالک صفحہ ۲۰۳ جلد ۲)

⑤ جاگ گھڑی (الارم) لگا کر سوئیں تا کہ وقت پر آنکھ کھلے۔

⑥ کسی بے تکلّف شخص سے یہ کہہ کر سوئیں کہ وہ فرض نماز کے وقت ہر قیمت پر آپ کو جگائے اور جب الارم بجے یا وہ شخص آپ کو اٹھائے تو اسی وقت بستر چھوڑدیں۔

ان سب تدابیر کے باوجود آنکھ نہ کھلے تو؟

اوپر کتاب وسُنّت اور سلف صالحین کے اقوال کی روشنی میں جو تدابیر تحریر کی گئی ہیں ان پر عمل پیرا ہوں تو ان شاء اللہ تبارک وتعالیٰ کامیابی یقینی ہے۔ فکر وہمت کو کام میں لانے اور ان تدابیر کو اختیار کرنے سے غفلت کوتاہی اور سستی کا سلسلہ ختم ہوجائے گا اور صبح کی فرض نماز میں حاضری اور اس کی بروقت ادائیگی ان شاء اللہ یقینی ہوگی، اور اگر بالفرض سونے سے قبل اپنی طرف سے ساری تدابیر اختیار کرلی جائیں فکر اور ہمت میں بھی کوئی کمی نہ ہو اور پکا عزم کر کے انسان لیٹے کہ ان شاء اللہ ضرور اٹھوں گا اور پھر کسی دن اتفاقاً آنکھ نہ کھل سکنے کی وجہ سے انسان مجبوری میں سوتا رہ جائے اور نماز قضا ہوجائے تو پھر شریعت کی طرف سے کوئی گناہ بھی نہیں ہے کیونکہ ساری تدابیر اختیار کرنے بعد نیند اس طرح مسلط ہوجائے کہ انسان کی آنکھ واقعۃً نہ کھل سکے تو ایسا شخص مجبور بھی ہے اور معذور بھی اور ایسے شخص پر کوئی الزام نہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے:

”تین آدمی مرفوع القلم ہیں۔ سونے والا جب تک کہ بیدار نہ

ہوجائے، بچّہ جب تک کہ بالغ نہ ہوجائے اور مجنون جب تک کہ اسے عقل نہ آجائے"۔ (رواہ ابوداؤد والدارمی مرقاۃ صفحہ ۲۹۰ جلد ۶)

لہٰذا جو سونے والا نماز کے عزم کے باوجود اور اپنی طرف سے تدابیر اختیار کرنے کے باوجود سوتا رہ گیا وہ شرعاً معذور ہے کیونکہ اس کی طرف سے اختیاری طور پر کوئی کوتاہی نہیں پائی گئی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

"نیند کے دوران کوئی کوتاہی نہیں، کوتاہی تو بیداری میں ہوتی ہے"۔ (صحیح مسلم، مرقاۃ صفحہ ۱۳۵ جلد ۲)

قضا نماز کی ادائیگی میں بھی تاخیر نہیں کرنی چاہئے

عام طور سے دیکھا گیا ہے کہ اگر کسی شخص کی نماز قضا ہوجائے تو وہ یہ سوچتا ہے کہ اب نماز قضا ہو کر وقت تو نکل ہی گیا ہے، اطمینان سے نماز ادا کریں گے۔ چنانچہ یا تو وہ شخص پھر سوجاتا ہے یا کسی اور کام میں مصروف ہوجاتا ہے اور بسا اوقات فجر کی قضا ظہر کی نماز کے ساتھ ادا کرتا ہے۔ یہ طریقہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بتائے ہوئے طریقہ کے بالکل خلاف ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے:

"جو شخص نماز بھول گیا یا سوتا رہ گیا تو اس کا کفارہ یہ ہے کہ جب یاد آئے تو (فوراً) وہ نماز پڑھے اور ایک روایت میں ہے کہ اس کے سوا اس کا کوئی کفارہ نہیں"۔ (متفق علیہ، مرقاۃ صفحہ ۱۳۵ جلد ۲)

اسی لئے علماء کرام اس بات پر متفق ہیں کہ قضا نماز میں بلا عذر تاخیر کرنا درست نہیں۔ یہاں تک کہ فقہاء کی ایک جماعت اس بات کی قائل ہے کہ قضا نماز کی ادائیگی میں وقت مکروہ گزرنے کا بھی انتظار نہیں کرنا چاہئے بلکہ جیسے ہی بیدار ہو فوراً اسی وقت قضا نماز ادا کرے خواہ کوئی بھی وقت ہو۔

Marfat.com

البتہ وقت اگر مکروہ ہے تو وقت مکروہ نکل جانے کا انتظار کرلے مگر مکروہ وقت نکلتے ہی فوراً قضا نماز پڑھے کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہی حکم ہے۔

بہرحال آنکھ کھلتے ہی اٹھنا چاہئے خواہ کسی وقت آنکھ کھلے اور فوراً نماز ادا کرنے کی فکر کرنی چاہئے کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہی حکم ہے اور یہ بھی معلوم نہیں کہ موت کا وقت کب آجائے اور فرض نماز اور اس کے قضا کرنے کا گناہ کبیرہ انسان کے سر رہ جائے۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو اس سے محفوظ رکھے۔

سُنّت غیراختیاری

حضرت مولانا فقیر محمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ حضرت تھانوی کے خلیفہ تھے۔ ان کی آہ وبکا مشہور ہے۔ یہ سرحد کے رہنے والے تھے۔ حضرت مفتی محمد حسن رحمۃ اللہ علیہ کے ذریعہ حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ سے بیعت ہوئے فقرو فاقہ کا دور تھا۔ بڑی صعوبتیں اٹھا کر سرحد سے تھانہ بھون تشریف لے جاتے۔ ایک مرتبہ تھانہ بھون تشریف لے جارہے تھے، عشا کے بعد امرتسر سے انبالہ تک کا سفر ریل گاڑی میں کھڑے ہوکر کیا۔ گاڑی کھچا کھچ بھری ہوئی تھی اس لئے سارے راستہ کھڑے رہے۔ صبح کے قریب انبالہ اسٹیشن کے بعد بیٹھنے کی جگہ ملی، رات بھر جاگنے اور کھڑے رہنے کی وجہ سے تکان بہت ہوچکی تھی، بیٹھے تو آنکھ لگ گئی اور آنکھ اس وقت کھلی جب سورج نکل چکا تھا اور فجر کی نماز قضا ہوچکی تھی۔ بعد میں نماز تو پڑھ لی لیکن فرض نماز کے قضا ہوجانے کا طبیعت پر بہت زیادہ اثر ہوا، دل میں بار بار یہ بات آتی کہ تم شیخ کی خدمت میں جارہے ہو، تمہاری فرض نماز قضا ہوگئی ہے، اب تم شیخ کو منہ دکھانے کے قابل بھی نہیں ہو، اب کس منہ سے وہاں جارہے ہو؟ اسی اضطراب اور پریشانی کے عالم میں

Marfat.com

تھانہ بھون پہنچے اور کسی نہ کسی طرح ہمت کر کے حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کی مجلس میں حاضر ہوگئے۔ مجلس جاری تھی۔ حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے سلسلہ کلام روک کر فرمایا:

"سُنّت کی دو قسمیں ہیں۔ اختیاری اور غیر اختیاری۔ غیر اختیاری پر اختیار سے عمل نہیں ہے، ہاں بغیر اختیار کے ہوجائے تو اس میں سُنّت کی مطابقت ہوجاتی ہے"۔

پھر فرمایا:

"بعض لوگوں کو تقویٰ کا ہیضہ ہوجاتا ہے اور خیال کرتے ہیں کہ زندگی میں کوئی نماز بھی قضا نہ ہو۔ کوشش تو یہی کرنی چاہئے کہ کوئی نماز قضا نہ ہو لیکن اگر غیر اختیاری طور پر فجر کی نماز قضا ہوجائے تو یوں سمجھے کہ اللہ تعالیٰ نے غیر اختیاری طور پر سُنّت کا اتباع نصیب فرمادیا کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بھی ایک مرتبہ غیر اختیاری طور پر فجر کی نماز قضا ہوگئی تھی"۔

تنبیہ: یہ حکم اس وقت ہے جبکہ آدمی وقت پر نماز فجر باجماعت پڑھنے کا عادی ہو پھر کبھی غیر اختیاری طور پر اختیاری طور پر احتیاطی تدابیر اختیار کرنے کے باوجود اتفاقاً نماز قضا ہوجائے لیکن اگر کسی شخص کی نماز اکثر ہی قضا ہوتی ہو اور کوئی عذر شرعی بھی نہ ہو تو اس کا یہ حکم نہیں ہے۔ اس پر تو لازم ہے کہ وہ اپنی اصلاح کرے۔ اپنے آپ کو کسی نہ کسی طرح فجر کی نماز کا بہرحال پابند بنائے خواہ اپنے نفس کو کچھ سزا دینی پڑے۔

نماز قضا ہوتے رہنے پر اپنے نفس کو سزا دینا

یوں تو قضا نماز کا کفارہ صرف یہ ہے کہ آدمی آنکھ کھلتے ہی فوراً نماز ادا

Marfat.com

کرلے، مزید کوئی صدقہ یا نماز انسان کے ذمہ بطور کفارہ واجب نہیں (جیسا کہ گذشتہ حدیث میں معلوم ہوا) لیکن اگر نماز قضا ہونے کی عادت ہونے لگے اور نفس سستی اور غفلت کا عادی ہونے لگے تو بطور تنبیہ کوئی شخص اپنے آپ پر خود کوئی سزا عائد کرلے۔ بعض حالات میں یہ تدبیر بہت مؤثر ہوجاتی ہے اور آدمی خود اپنی سزا کے ڈر سے وقت پر اُٹھ کر ادا نماز پڑھنے لگتا ہے۔ ان تدابیر میں

(۱) ہر فرض نماز قضا ہوجانے پر آٹھ یا بارہ رکعات بطور نفل ادا کرنا۔

(۲) جس روز نماز قضا ہو اس روز ناشتہ نہ کرنا۔

(۳) اگر نفس پر صدقہ بھاری ہو تو صدقہ کی کچھ رقم ادا کرنا وغیرہ شامل ہیں۔

مندرجہ بالا تدابیر میں اصل تدبیر فکر آخرت پیدا کرنا، ہمت کا مظاہرہ کرنا اور حق تعالیٰ جل شانہ کی محبت دل میں پیدا کرنا ہے۔ جس شخص کی طبیعت میں ہمت ہو، دل میں محبت خداوندی ہو اور اسے آخرت کی فکر لگی ہوئی ہو، اس کے لئے نماز فجر کے وقت اٹھ بیٹھنا کچھ مشکل نہیں ہوتا اور اگر ایک مرتبہ آدمی ہمت کرکے اُٹھ بیٹھے اور نماز فجر اپنے وقت پر صحیح طریقہ سے ادا کرلے تو اسے وہ روحانی کیف و سرور نصیب ہوتا ہے جس کے سامنے نیند کی لذت ہیچ ہے۔

اللہ تعالیٰ اپنے فضل سے ہمیں ایمان کی قوت، نیکی کی حلاوت، اور عبادات کی لذت نصیب فرمادے۔ آمین وما ذلک علی اللہ بعزیز۔

(بشکریہ البلاغ نومبر ۱۹۹۶ء صاحب مضمون مفتی محمود اشرف صاحب عثمانی)

دنیا و آخرت کی کامیابی کے چند اصول

مثالی باپ وہی ہے جو اپنی اولاد کی تربیت بہترین انداز سے کرے اور انہیں وہ اصول یاد کرائے جن سے ان کی دنیا و آخرت دونوں بنیں۔ نہ دنیا میں کسی

Marfat.com

کے محتاج ہوں اور نہ ہی ان کی آخرت برباد ہو۔ اس کے لئے ہم ذیل میں چند اصول تحریر کرتے ہیں، باپ اگر خود بھی ان پر عمل کرے اور بچّوں کو ازبر کراکر ان پر عمل کرائے تو ان شاء اللہ ہر طرح کی کامیابی ان کے قدموں میں ہوگی اور دنیا کے سارے غموں سے نجات مل جائے گی:

① بچّوں کو اچھی طرح یہ نصیحت یاد کرادیں کہ ازھد فیما عند الناس یحبک الناس یعنی اگر تمہیں یہ پسند ہے کہ لوگ تم سے محبت کریں تو ان کے مال وجائداد پر نظر نہ رکھنا کہ اس سے وہ تمہیں لالچی سمجھیں گے اور تم سے دور بھاگیں گے۔

② اس بات کا پختہ یقین رکھو کہ جو مصیبت وپریشانی تمہیں پہنچی وہ ہر صورت میں پہنچنی ہی تھی اور جو نفع نہ ملا وہ تماری قسمت میں ہی نہ تھا۔ اس لئے پہنچی ہوئی مصیبت پر اور نہ ملنے والے فائدے پر واویلا نہ کرو کہ یہ بیکار ہے اور گویا اللہ تعالیٰ کے فیصلہ پر ناراضگی کا اظہار ہے۔

③ جب تم سے کوئی سوال کرے تو ہر سوال کا جواب مت دو اس لئے کہ ہر سوال کا جواب دینا عقلمندی نہیں۔ بسا اوقات جواب غلط ہوتا ہے یا کسی بات کا اقرار و اِظہار ہوتا ہے جو بعد میں پچھتاوے کا سبب بنتی ہے اور یہ بھی یاد رکھو کہ جس سوال کا جواب دو، خوب سوچ سمجھ کر جواب دو، فوراً جواب نہ دو، پہلے سوچو، اپنی بات دل ودماغ تک لاؤ، اگر دل ودماغ مطمئن ہیں تو زبان سے نکال دو ورنہ ہرگز نہیں۔ اسی طرح یہ بات بھی یاد رکھو کہ دو تین لوگ بیٹھے ہوئے ہیں اور کوئی مجلس میں کسی کی طرف متوجہ ہو کر سوال پوچھتا ہے تو تم جواب مت دو، خاموش رہو، ہاں تمہاری طرف متوجہ ہو کر سوال پوچھے تو سوچ کر جواب دو۔

④ کسی جاہل سے واسطہ پڑے اور وہ اپنی جاہلانہ بات پر جما رہے، سمجھانے سے نہ سمجھے اور تمہیں اس سے تکلیف ہو تو سلام کر کے اس سے جدا ہو جاؤ یا

Marfat.com

اس موضوع کو ہی تبدیل کردو مثلاً اگر کہیں کسی بات پر بحث مباحثہ ہو جائے تو فوراً بات کا موضوع بدل دو، اس لئے کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اِذَا خَاطَبَهُمُ الْجٰهِلُوْنَ قَالُوْا سَلٰمًا (فرقان: ۶۳) یعنی (اللہ کے خاص بندوں کی صفت یہ ہے کہ) جب ان سے کوئی جاہل بحث مباحثہ کرے تو کہتے ہیں سلام (یعنی بھائی السلام علیکم مجھے معاف رکھو)۔

۵ اگر کوئی نعمت اللہ کے طرف سے حاصل ہو تو اس پر اللہ جل جلالہ کا بہت زیادہ شکر ادا کرو کہ یہ ذریعہ ہے اس نعمت کے بڑھنے اور زیادہ ہونے کا۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ لئن شکرتم لازیدنکم یعنی اگر تم شکر ادا کرو گے تو میں اس نعمت کو تمہارے لئے بڑھا دوں گا۔ اس کے لئے ہر فرض نماز کے بعد یہ دعا سکھلائی گئی ہے اَللّٰهُمَّ اَعِنِّیْ عَلٰی ذِکْرِكَ وَشُکْرِكَ وَحُسْنِ عِبَادَتِكَ. (ابوداؤد جلد ا صفحہ ۲۱۳) اسی طرح ان دعاؤں کا بھی بہت اہتمام کریں۔

اور اگر کوئی شخص تمہارے ساتھ احسان کرے یا کچھ دے تو اس کا بھی شکریہ ادا کرو اور اس کے لئے دعا کرو اس لئے کہ من لم یشکر الناس لم یشکر اللہ۔ (ترمذی جلد ۲ صفحہ ۱۷) یعنی جو شخص لوگوں کا احسان مان کر شکریہ ادا نہیں کرتا وہ اللہ کا بھی شکر ادا نہیں کرتا۔

نعمتوں پر شکر ادا کرنے کے لئے دعاء

اَللّٰهُمَّ لَكَ الْحَمْدُ كُلُّهٗ وَلَكَ الشُّكْرُ كُلُّهٗ وَلَكَ الْمُلْكُ كُلُّهٗ وَلَكَ الْخَلْقُ كُلُّهٗ بِيَدِكَ الْخَيْرُ كُلُّهٗ وَاِلَيْكَ يَرْجِعُ الْاَمْرُ كُلُّهٗ اَسْاَلُكَ

Marfat.com

مِنَ الْخَيْرِ كُلِّهٖ وَاَعُوْذُبِكَ مِنَ الشَّرِّ كُلِّهٖ.

"اے اللہ سب تعریفیں تیری ہی ہیں اور سارا شکر بھی تیرے لئے ہے اور سب ملک تیرا ہے اور تمام مخلوق تیری ہے سب بھلائی تیرے ہی قبضہ میں ہے اور ہر معاملہ آخر کار تیرے ہی سامنے آتا ہے لہٰذا میں ہر بھلائی تجھ ہی سے مانگتا ہوں اور ہر شر سے تیری پناہ چاہتا ہوں"۔

رَبِّ اجْعَلْنِیْ لَكَ شَكَّارًا لَّكَ ذَكَّارًا لَّكَ رَهَّابًا لَّكَ مِطْوَاعًا لَّكَ مُخْبِتًا اِلَيْكَ اَوَّاهًا مُّنِيْبًا.

اے رب کردے مجھے ایسا کہ میں تجھے بہت یاد کیا کروں تیرا بہت شکر کیا کروں، تجھ سے ڈرا کروں، تیری بہت فرمانبرداری کیا کروں، تجھ ہی سے سکون پانے والا اور آہ وزاری کے ساتھ متوجہ ہونے والا ہو جاؤں۔ (حاکم جلد ا صفحہ ۵۲۰)

اس طرح آپ صلی اللہ علیہ وسلم یہ دعا مانگا کرتے تھے۔

اَللّٰهُمَّ اجْعَلْنِیْ صَبُوْرًا وَّاجْعَلْنِیْ شَكُوْرًا.

اے اللہ کردے مجھے اعلیٰ درجہ کا صبر کرنے والا اور مجھے نہایت شکر گزار بندہ بنادے۔ (جامع صغیر للسیوطی صفحہ ۵۶ عن بریدہ)

اس دعا میں یہ مانگا گیا ہے کہ مجھے شکور بنا یعنی بہت زیادہ شکر کرنے والا بنادے، نوح علیہ الصلاۃ والسلام کو قرآن کریم میں عَبْدًا شَكُوْرًا (شکر گزار بندہ) کا خطاب دیا گیا ہے۔

تفسیر مظہری میں ہے کہ نوح علیہ الصلاۃ والسلام کو شکر گزار بندہ اس لئے کہا گیا کہ وہ جو بھی کام کرتے تھے چھوٹا ہو یا بڑا تو بِسْمِ اللّٰهِ اور اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ کہا کرتے تھے، کچھ کھاتے یا پیتے یا کپڑا پہنتے تو اللہ تعالیٰ کی تعریف بیان کرکے اللہ کا شکر ادا

کرتے، اس لئے اللہ نے ان کو شکور کے لقب سے نوازا۔ (تفسیر مظہری جلد ۵ صفحہ ۴۰۴)

اس لئے احادیث میں ہمیں یہ دعا بھی سکھلائی گئی کہ یوں مانگو "اے اللہ! ہمیں نعمتوں پر شکر کے ساتھ ان نعمتوں پر تعریف کرنے والا بھی بنادے، اور ہمارے اوپر نعمت کو مکمل فرمادیجئے اور اس کے ساتھ یہ دعا بھی کہ ہم بہت ہی عاجز بندے ہیں، سو فیصد آپ کی نعمتوں کے محتاج ہیں، لہٰذا آپ ہم پر اپنی تمام نعمتیں مکمل فرمادیجئے" چنانچہ ارشاد ہے:

اَللّٰھُمَّ اجْعَلْنَا شَاکِرِیْنَ لِنِعْمَتِكَ مُثْنِیْنَ بِھَا قَابِلِیْھَا وَاَتِمَّھَا عَلَیْنَا.

اے اللہ ہم کو اپنی نعمتوں کا شکر گزار اور ان پر تعریف کرنے والا اور اس کا قبول کرنے والا بنادے اور ہمارے اوپر اپنی نعمت پوری فرمادے۔

(مصنف ابن ابی شیبہ جلد ۶ صفحہ ۶۸)

آپ صلی اللہ علیہ وسلم شکر کے لئے یہ دعا بھی مانگا کرتے تھے۔

اَللّٰھُمَّ اجْعَلْنِیْۤ اُعَظِّمُ شُکْرَكَ وَاُکْثِرُ ذِکْرَكَ وَاَتَّبِعُ نَصِیْحَتَكَ وَاَحْفَظُ وَصِیَّتَكَ.

اے اللہ تو مجھے ایسا بندہ بنادے کہ خوب تیرا شکر کروں، تجھے یاد کیا کروں اور تیری نصیحت مانوں اور آپ کے حکم کو یاد رکھوں۔ (ترمذی عن ابی ہریرہ جلد ۱ صفحہ ۹۹)

کبھی فرماتے:

اَللّٰھُمَّ اِنِّیْۤ اَسْاَلُكَ شُکْرَ نِعْمَتِكَ وَحُسْنَ عِبَادَتِكَ.

اے اللہ میں آپ کی نعمت پر شکر گزاری مانگتا ہوں اور آپ کی عبادت کو حسن

Marfat.com

وخوبی کے ساتھ ادا کرنے کا طالب ہوں۔ (ترمذی جلد ۲ صفحہ ۱۷۸)

غور کیجئے، شکر کتنی اہم اور عظیم دولت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم مختلف دعاؤں کے ذریعے اس کو مانگا کرتے تھے۔

جو شخص یہ چاہتا ہے کہ اس پر نعمتیں بہت زیادہ ہوں اور موجودہ نعمتیں بھی ہمیشہ رہیں تو اس کو چاہئے کہ بہت زیادہ شکر ادا کرے، اسی طرح جو شخص یہ چاہتا ہے کہ اس کی پریشانیاں ختم ہوں، اور مصیبتوں کے دروازے بند ہو جائیں اسے بھی چاہئے کہ خوب شکر اداء کرے۔ شکر کی دولت اتنی عظیم دولت ہے کہ خود اللہ تعالیٰ جل جلالہ نے اپنے بندوں کو دعا سکھلائی ہے کہ مجھ سے اس طرح دعا کرو کہ اے اللہ! آپ ہمیں توفیق دیجئے کہ شکر نعمت ہر وقت ہر آن میرے ساتھ رہے کسی وقت بھی مجھ سے جدا نہ ہو، چنانچہ ارشاد ہے:

رَبِّ اَوْزِعْنِیٓ اَنْ اَشْکُرَ نِعْمَتَکَ الَّتِیٓ اَنْعَمْتَ عَلَیَّ وَعَلٰی وَالِدَیَّ وَاَنْ اَعْمَلَ صَالِحًا تَرْضٰهُ وَاَدْخِلْنِیْ بِرَحْمَتِکَ فِیْ عِبَادِکَ الصّٰلِحِیْنَ۝

ترجمہ

"اے میرے رب مجھ کو اس پر مداومت اور ہمیشگی دیجئے کہ آپ کی ان نعمتوں کا شکر کیا کروں جو آپ نے مجھ کو اور میرے ماں باپ کو عطا فرمائی ہیں (اس پر بھی مداومت دیجئے کہ) میں نیک کام کروں جس سے آپ خوش ہوں، اور شامل کر لیجئے مجھ کو اپنی رحمت خاصہ سے اپنے نیک بندوں میں۔"

(بیان القرآن صفحہ ۳۴۲)

اس دعا پر بار بار غور کیجئے کہ کتنی اہم دعا ہے اور اس دعا کو حضرت سلیمان علیہ الصلاۃ والسلام مانگ رہے ہیں، یعنی اللہ کے برگزیدہ بندے اور نبی خود اس

Marfat.com

بات کی دعا مانگتے ہیں کہ اے اللہ! مجھے شکر ادا کرنے کی توفیق عطا فرمایئے تو اندازہ لگایئے کہ ہم سب کو شکر کی توفیق مانگنے کے لئے کتنی دعائیں مانگنی ہوں گی۔

(۶) اپنے رشتہ داروں اور دوسرے دوستوں کو خلوص کے ساتھ کبھی کوئی تحفہ بھی دو اگرچہ وہ تحفہ چند روپے کا ہی کیوں نہ ہو کہ اس سے محبت بڑھتی ہے۔ ہمارے پیارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ تھادوا تحابوا۔ (کنزالعمال جلد ۶ صفحہ ۱۱۰) یعنی آپس میں تحفہ لیا دیا کرو اس طرح آپس میں محبت بڑھے گی۔

(۷) جو وعدہ کرو اسے پورا کرو اگرچہ اس میں بظاہر کوئی تمہارا نقصان ہی کیوں نہ ہو اس لئے کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔ اَوْفُوْا بِالْعَهْدِ یعنی وعدے کو پورا کرو۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ مزید فرمایا کہ اِنَّ الْعَهْدَ كَانَ مَسْئُوْلًا یعنی وعدے کے متعلق قیامت کے دن پوچھا جائے گا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا "منافق کی تین علامتیں ہیں۔ جب بات کرے تو جھوٹ بولے۔ جب اس کے پاس امانت رکھی جائے تو اس میں خیانت کرے اور جب وعدہ کرے تو ایفا نہ کرے"۔

(۸) اگر لوگوں کی نظروں میں محبوب بننا چاہتے ہو تو نیک عمل کرو اور کامل مؤمن بن کر رہو کہ اس طرح کرنے سے اللہ کے محبوب بن جاؤ گے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے: اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الْمُحْسِنِيْنَ تحقیق اللہ پسند کرتا ہے احسان (نیک عمل) کرنے والوں کو۔ جب اللہ نے پسند فرمالیا اور اللہ کا محبوب ہوگیا تو پھر جیسے کہ حدیث میں وارد ہے کہ اللہ تعالیٰ اس انسان کے لئے زمین و آسمان میں محبت رکھ دیتے ہیں اور تمام مخلوق اس سے محبت رکھتی ہے۔

Marfat.com

⑨ اگر تم چاہتے ہو کہ اللہ کی امداد ہمیشہ تمہارے ساتھ رہے تو دنیا کے مصائب ومشکلات پر صبر کرو، اللہ تعالیٰ تمہارے ساتھ ہوگا کیونکہ ارشاد ہے کہ اِنَّ اللّٰہَ مَعَ الصّٰبِرِیْنَ بیشک اللہ صبر کرنے والوں کے ساتھ ہے اور ساتھ ساتھ عمل کرتے رہو، ان شاء اللہ، اللہ تعالیٰ تمہارے عمل کا بدلہ ضرور دیں گے اس لئے کہ اللہ تعالیٰ کا قانون ہے اَنِّیْ لَآ اُضِیْعُ عَمَلَ عَامِلٍ مِّنْکُمْ یعنی میں تم میں سے کسی کا عمل ضائع نہیں کرتا۔ ہمیشہ یہ مقولہ یاد رکھئے کہ اللہ کے ہاں دیر ہے، اندھیر نہیں۔

⑩ اگر تم کسی دعوت میں جاؤ یا گھر پر ہی تمہیں کھانا پسند آجائے تو پکانے والے کی تعریف ضرور کرو کہ اس سے اس کا حوصلہ بڑھتا ہے اور کسی حد تک اس کا شکریہ بھی ادا ہوجاتا ہے۔ اور کھانے پکانے کی تیاری میں جو تھکاوٹ ہوئی ہوتی ہے وہ بھی ان میٹھے بولوں سے دور ہوجاتی ہے۔

تربیت کے آٹھ سنہری اصول

اپنے بچوں کو علم کی دولت سے روشناس کرانا والدین کی ذمہ داری ہے کیونکہ علم ہی سے آدمی اپنے اللہ کو پہچانتا ہے۔ اگر عابد ساری رات عبادت کرے اور عالم ساری رات سوتا رہے تو عالم کا سونا اس کی عبادت سے افضل ہے لیکن علم کے ساتھ عمل بھی ضروری ہے کیونکہ بغیر عمل کے علم بیکار ہے۔ اس لئے یہ ایک اہم ذمہ داری ہے کہ والدین اپنے بچوں کی صحیح تربیت کریں اور بچوں کو عملی دیندار بنائیں۔

ذیل میں آٹھ چیزیں لکھی جارہی ہیں۔ ہم خود بھی انہیں اپنے دل میں بٹھانے کی کوشش کریں اور اپنے بچوں کی تربیت بھی ان کے مطابق کریں اور بچپن ہی سے ان کو یہ باتیں بتائیں۔ ان شاء اللہ آگے چل کر یہی آٹھ باتیں ان

Marfat.com

کے لئے مشعل راہ ہوں گی اور ان کی ہدایت کا سبب بنیں گی۔

(۱) ساری مخلوق کو کسی نہ کسی سے محبت ہے (چیزوں سے، کھلونوں سے، گاڑی سے، اچھے کپڑوں سے، امی سے، ابو سے، بیوی سے، اولاد سے، مال سے، اور احباب سے وغیرہ وغیرہ) لیکن جب آدمی قبر میں جاتا ہے تو اس کا محبوب اس سے جدا ہوجاتا ہے۔ اس لئے آدمی کو نیکیوں سے محبت کرنی چاہئے تاکہ جب اس کا انتقال ہو اور وہ قبر میں جائے تو اس کے ساتھ اس کی نیکی بھی جائے اور مرنے کے بعد بھی جدا نہ ہو۔

(۲) اللہ پاک قرآن شریف میں ارشاد فرماتے ہیں: وَأَمَّا مَنْ خَافَ مَقَامَ رَبِّهِ الآیۃ۔ (سورہ نازعات:۴۰) "اور جو شخص (دنیا میں) اپنے رب کے سامنے (آخرت میں) کھڑا ہونے سے ڈرا ہوگا اور نفس کو (حرام) خواہش سے روکا ہوگا تو جنت اس کا ٹھکانا ہوگا"۔ آدمی کو چاہئے کہ اپنے نفس کو جن چیزوں سے اللہ تعالیٰ نے منع کیا ہے، ان سے روکے یہاں تک کہ وہ اللہ تعالیٰ کی اطاعت پر جم جائے۔

(۳) دنیا میں دیکھا گیا ہے کہ لوگوں کو جو چیز بہت محبوب ہوتی ہے اس کو بڑی احتیاط سے رکھتے ہیں، اس کی حفاظت کرتے ہیں اور اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: مَا عِنْدَكُمْ يَنْفَدُ وَمَا عِنْدَ اللّٰهِ بَاقٍ (نحل:۹۶) ترجمہ "جو کچھ تمہارے پاس دنیا میں ہے وہ ختم ہوجائے گا (خواہ وہ جاتا رہے یا تم مرجاؤ ہر حال میں وہ ختم ہوگا)۔ اور جو اللہ کے پاس ہے وہ ہمیشہ باقی رہنے والی چیز ہے"۔ اس آیت شریفہ کی وجہ سے جو چیز بھی آدمی کے پاس ایسی ہو جو اسے بہت پسند ہو تو اسے چاہئے کہ وہ چیز اللہ تعالیٰ کے پاس بھیج دے تاکہ ہمیشہ کے لئے محفوظ ہوجائے۔ یعنی اس کو اللہ کی راہ میں خرچ کرے۔

(۴) دنیا میں دیکھا گیا ہے کہ ہر شخص مال میں اپنی عزت وبڑائی سمجھتا ہے۔ کوئی حسب ونسب میں یا کسی اور چیز میں اپنی بڑائی ظاہر کرتا ہے اور اللہ تعالیٰ کا

Marfat.com

ارشاد ہے: إِنَّ أَكْرَمَكُمْ عِندَ اللَّهِ أَتْقَاكُمْ (حجرات: رکوع ۲) "اللہ تعالیٰ کے نزدیک تم سب میں بڑا شریف وہ ہے جو سب سے زیادہ پرہیز گار ہو"۔ اس لئے آدمی کو تقوی اختیار کرنا چاہیئے تاکہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک شریف بن جائے۔

(۵) لوگ جو ایک دوسرے پر طعن کرتے ہیں اور عیب جوئی کرتے ہیں یا برا بھلا کہتے ہیں: یہ سب حسد کی وجہ سے ہوتا ہے کہ ایک کو دوسرے پر حسد آتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: نَحْنُ قَسَمْنَا بَيْنَهُم مَّعِيشَتَهُمْ الایۃ (زخرف ع ۳) "دنیوی زندگی میں ان کی روزی ہم نے ہی تقسیم کر رکھی ہے اور (اس تقسیم میں) ہم نے ایک کو دوسرے پر فوقیت دے رکھی ہے تاکہ (اس کی وجہ سے) ایک دوسرے سے کام لیتا رہے (سب کے سب برابر ایک ہی نمونہ کے بن جائیں تو پھر کوئی کسی کا کام کیوں کرے، کیوں نوکری کرے اور اس طرح دنیا کا نظام خراب ہی ہو جائے گا)"۔ اس آیت پر نظر کر کے حسد چھوڑ دینا چاہیئے اور ساری مخلوق سے بے تعلق ہو کر اللہ تعالیٰ سے تعلق جوڑنا چاہیئے۔ جب روزی اللہ تعالیٰ بانٹتا ہے، اس کی کمی زیادتی اللہ تعالیٰ کی قدرت میں ہے اور حصول مال میں انسان کا کوئی دخل نہیں تو لوگوں سے حسد و دشمنی فضول ہے۔

(۶) دنیا میں دیکھو تو ہر شخص کی کسی نہ کسی کے ساتھ لڑائی اور دشمنی ہے جب کہ اللہ کا ارشاد ہے: إِنَّ الشَّيْطَانَ لَكُمْ عَدُوٌّ فَاتَّخِذُوهُ عَدُوًّا (فاطر ع ۱) "یہ شیطان بیشک تمہارا دشمن ہے سو تم اس کو (اپنا) دشمن (ہی) سمجھتے رہو"۔ تو مسلمان پر لازم ہے کہ شیطان سے دشمنی رکھے اور باقی لوگوں سے دشمنی ختم کرلے۔

(۷) دنیا پر نظر ڈالو تو معلوم ہوگا کہ ساری مخلوق روٹی کی طلب میں سرگرداں ہے اور اس کی وجہ سے اپنے آپ کو دوسروں کے سامنے ذلیل کرتی ہے اور ناجائز چیزیں اختیار کرتی ہے جب کہ قرآن کریم میں ارشاد ربانی ہے کہ وَمَا مِن دَابَّةٍ فِي الْأَرْضِ إِلَّا عَلَى اللَّهِ رِزْقُهَا (ہود ع ۱) "اور کوئی جاندار

Marfat.com

زمین پر چلنے والا ایسا نہیں ہے جس کی روزی اللہ تعالیٰ کے ذمہ نہ ہو"۔ ہم بھی زمین پر چلنے والوں میں سے ہی ہیں جس کی روزی کی ذمہ داری اللہ نے لی ہے۔ لہٰذا انسان پر لازم ہے کہ اپنے اوقات کو ان کاموں میں مشغول کرے جو اللہ تعالیٰ کے طرف سے اس پر لازم ہیں اور جو چیز اللہ تعالیٰ کے ذمہ ہے، اس سے بے فکر ہو جائے۔

(۸) غور کریں تو معلوم ہو گا کہ ساری مخلوق کا اعتماد اور بھروسہ کسی نہ کسی ایسی چیز پر ہے جو خود مخلوق ہے۔ کوئی اپنی جائیداد پر بھروسہ کرتا ہے تو کوئی اپنی تجارت پر اعتماد کئے بیٹھا ہے، کسی کی نگاہ اپنی دستکاری پر ہے اور کسی کو اپنے بدن اور قوت پر ناز ہے حالانکہ یہ سب چیزیں مخلوق اور فانی ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے: وَمَنْ يَتَوَكَّلْ عَلَى اللّٰهِ فَهُوَ حَسْبُهٗ (طلاق: ۳) "جو شخص اللہ تعالیٰ پر توکل (اور اعتماد) کرتا ہے پس اللہ تعالیٰ اس کے لئے کافی ہے"۔ اس لئے بس صرف اللہ تعالیٰ پر توکل و بھروسہ کرنا چاہئے۔

ہم ایک اُمّت ہیں

بچے کو یہ بات ذہن نشین کرائیے کہ ہم دیگر اقوام کی طرح ایک قوم یا ایک قبیلہ نہیں، جن کی تقسیم علاقائیت یا لسانیت کی بنیاد پر ہوئی ہو بلکہ ہم ایک اُمّت ہیں جس کا اتحاد و عقیدہ قرآن کی بنیاد پر ہے۔ مسلمان کسی بھی قوم، کسی بھی زبان، کسی بھی رنگ کا ہو وہ دوسرے مسلمان کا بھائی ہے اور یہ سب ایک اُمّت ہیں۔ اسی چیز کو سمجھانے کے لئے ہر سال بیت اللہ میں پوری دنیا کے مسلمان حج کے لئے جمع ہوتے ہیں اور ایک ہی لباس (احرام) پہنے ایک ہی کلمہ (تلبیہ) پڑھتے اور ایک ہی جگہ اور ایک ہی وقت اس بات کا اظہار کرتے ہیں کہ ہم سب اللہ تعالیٰ کے بندے اور مسلمان ہیں اور ہم سب ایک ہی اُمّت ہیں۔ ایک مسلمان دنیا کے ایک کونے پر اور دوسرا دوسرے کونے پر آباد ہے، کسی کا

Marfat.com

تعلق افریقہ سے ہو تو کسی کا ایشیا سے، کسی کا امریکا سے تو کسی کا آسٹریلیا سے لیکن سب کا کلمہ ایک، سب کا قرآن ایک، سب کا رسول (محمد صلی اللہ علیہ وسلم) ایک، سب کا دین (اسلام) ایک ہے اور سب ایک اُمّت وجماعت ہیں۔ ان میں سے ایک کی تکلیف سب کی تکلیف ہے، ایک کی پریشانی سب کی پریشانی ہے، ایک کی مصیبت سب کی مصیبت ہے اور ایک کا زوال سب کا زوال ہے۔ یہی بات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس طرح ارشاد فرمائی:

"مسلمانوں کی مثال آپس میں محبت کرنے، پیار کرنے اور رحم کرنے کے سلسلہ میں ایک جسم کی طرح ہے اگر جسم کا کوئی حصہ بیمار ہوتا ہے تو باقی حصے جاگنے اور تکلیف (بخار) میں اس کے شریک ہوتے ہیں"۔

(متفق علیہ، مسلم جلد ۲ صفحہ ۳۲۱ کتاب البر والصلہ)

اس حدیث میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مسلمانوں کے باہمی تعلق اور ربط و محبت کو ایک مثال کے ذریعہ واضح کردیا ہے کہ مسلم معاشرہ (امت) جسد واحد کی طرح ہے۔ اگر ایک عضو میں بھی تکلیف ہوتی ہے تو پورا جسم اس تکلیف میں شریک ہوتا ہے اور اسے محسوس کرتا ہے۔ اگر پیر کی چھوٹی اُنگلی میں درد ہو تو آنکھیں سو نہیں پاتیں، دل و دماغ کو چین نہیں پڑتا، زبان کراہتی ہے اور چہرہ تکلیف کے احساس کی عکاسی کرتا ہے۔ اسی طرح اگر ایک مسلمان بھی کسی تکلیف یا مصیبت میں مبتلا ہوتا ہے تو تمام مسلمانوں کی ذمہ داری ہے کہ وہ اس کی تکلیف کو محسوس کریں اور اسے اپنی تکلیف و پریشانی سمجھیں۔ اس سے بڑھ کر پریشانی و مصیبت کیا ہوگی کہ مسلمان اللہ کی نافرمانی کی وجہ سے جہنم کی طرف جارہے ہیں، اللہ تعالیٰ اور اللہ تعالیٰ کے پیارے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے طریقے چھوڑ اور توڑ رہے ہیں اور دشمنوں (کفار) کے طریقے اختیار کررہے ہیں بلکہ اس پر فخر کررہے ہیں۔ دین اور دینداری کو اپنے لئے باعث شرم سمجھتے ہیں اور اسے اپنی ترقی کی راہ میں رکاوٹ سمجھتے ہیں، جس کا لازمی نتیجہ

Marfat.com

اللہ تعالیٰ کا عذاب ہے۔ اس لئے بچّوں کو یہ بات سمجھائیں کہ ہم سب مسلمان آپس میں ایک ہیں۔ کسی ایک کی بربادی ہم سب کی بربادی ہے اس لئے ہم میں سے ہر ایک کی ذمہ داری ہے کہ وہ دوسرے کو بربادی اور نقصان سے بچائے اپنے لئے اور عام مسلمانوں کے لئے فکر کرے کہ کس طرح یہ اُمّت دوبارہ اس مقام پر پہنچ جائے جس مقام پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کے دور میں تھی۔ اس کے لئے ہر فرد اپنی استطاعت کے مطابق اپنی حدود کے اندر اللہ کے دین کو زندہ کرنے کی فکر کرے۔

اس کے لئے آپ بچّوں کو اچھی اچھی باتیں بتائیں اور ان سے کہیں کہ ان باتوں کی اشاعت و تبلیغ وہ اپنے دوستوں اور ساتھیوں میں کریں۔ اس طرح ان کے دل میں اُمّت کا درد پیدا کریں جیسے جیسے یہ بڑے ہوتے جائیں گے، ان کا یہ درد اور فکر بڑھتا جائے گا اور آپ کی تربیت کی وجہ سے اُمّت کو ایک ایسا فرد ملے گا جو اس اُمّت کی نشاۃ ثانیہ کا ایک ذریعہ ہوگا جو ان شاء اللہ آپ کے لئے اور آپ کے اس بچّے کے لئے دنیا و آخرت دونوں میں بہت مفید ہے۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو عمل کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین۔

حضرت لقمان علیہ السلام کی اپنے بیٹے کو نصیحتیں

باپ کی کوشش ہوتی ہے کہ اس کی اولاد ہر قسم کی خوبیوں کا مجموعہ ہو۔ اس کے لئے باپ وقتاً فوقتاً اپنی اولاد کو نصیحتیں بھی کرتا ہے۔ اسی طرح کی وہ چند نصیحتیں جو حضرت لقمان علیہ السلام نے اپنے بیٹے کو کیں، ہم یہاں نقل کرتے ہیں۔ آپ بھی اپنی اولاد کو یہ اور ان جیسی اور نصائح کرتے رہئے لیکن ہر مسلمان والد کو چاہیئے کہ ان نصیحتوں کو پڑھنے سے پہلے خوب دعا کرے، اے اللہ! مجھے ان نصیحتوں پر عمل کرنے کی توفیق عطا فرما اور میری آنے والی نسلوں

Marfat.com

کو بھی اس پر عمل کرنے اور اس کو پھلانے کی توفیق عطا فرما۔ یہ تمام وصیتیں نہایت قیمتی اور اہم ہیں، لہٰذا ہر مسلمان کے لئے اس پر عمل کرنا بہت ہی ضروری ہے۔ ہماری گزارش ہے کہ ہر وصیت کو تین مرتبہ پڑھئے اور کبھی کبھی سب گھر والوں کو بٹھاکر سنائیے۔ ان شاء اللہ تعالیٰ اس طرح کرنے سے بہت فائدہ ہوگا۔

حضرت لقمان علیہ السلام مشہور حکیم ہیں۔ انہوں نے جو نصیحتیں اپنے صاحبزادے کو کی ہیں منجملہ ان کے یہ بھی ہیں:

(۱) بیٹا! علماء کی مجلس میں کثرت سے بیٹھا کرو اور حکماء کی بات اہتمام سے سنا کرو، اللہ تعالیٰ شانہ حکمت کے نور سے مردہ دل کو ایسا زندہ فرماتے ہیں جیساکہ مردہ زمین زوردار بارش سے زندہ ہوتی ہے۔

(۲) بیٹا! اللہ تعالیٰ سے ایسی امید رکھو کہ اس کے عذاب سے بے خوف نہ ہوجاؤ اور ایسا اس کے عذاب سے خوف کرو کہ اس کی رحمت سے نااُمید نہ ہوجاؤ۔ صاحبزادے نے عرض کیا کہ دل تو ایک ہی ہے اس میں خوف اور امید دونوں کس طرح جمع ہوں؟ انہوں نے فرمایا کہ مؤمن ایسا ہوتا ہے کہ اس کے لئے گویا دو دل ہوتے ہیں، ایک میں پوری امید اور ایک میں پورا خوف۔

(۳) بیٹا! رب اغفرلی بہت کثرت سے پڑھا کرو اللہ تعالیٰ شانہ کے الطاف میں بعض اوقات ایسے ہوتے ہیں کہ ان میں جو کچھ آدمی مانگتا ہے مل جاتا ہے۔

(۴) بیٹا! نیک عمل اللہ تعالیٰ شانہ کے ساتھ بغیر یقین کے نہیں ہوسکتا۔ جس کا یقین ضعیف ہوگا اس کا عمل بھی سُست ہوگا۔

(۵) بیٹا! جب شیطان تجھے کسی شک میں مبتلا کرے تو اس کو یقین کے ساتھ مغلوب کر اور جب تجھے عمل میں سستی کرنے کی طرف لے جائے تو قبر

Marfat.com

اور قیامت کی یاد سے اس پر غلبہ حاصل کر اور جب دنیا میں رغبت یا خوف کے راستے سے وہ تیرے پاس آئے تو اس سے کہہ دے کہ دنیا ہر حال میں چھوٹنے والی چیز ہے۔

(۶) بیٹا! جو شخص جھوٹ بولتا ہے اس کے چہرہ کی رونق جاتی رہتی ہے اور جس شخص کی عادتیں خراب ہوں گی اس پر غم سوار ہوگا پہاڑ کا ایک جگہ سے دوسری جگہ منتقل کرنا احمقوں کے سمجھانے سے زیادہ آسان ہے۔

(۷) بیٹا! جھوٹ سے اپنے کو بہت محفوظ رکھو۔ جھوٹ بولنا چڑیا کے گوشت کی طرح لذیذ تو معلوم ہوتا ہے لیکن یہی جھوٹ بہت جلد جھوٹ بولنے والے شخص کے ساتھ دشمنی کا ذریعہ بن جاتا ہے۔

(۸) بیٹا! جنازہ میں اہتمام سے شرکت کیا کرو اور تقریبات میں شرکت سے گریز کیا کرو، اس لئے کہ جنازہ آخرت کی یاد کو تازہ کرتا ہے اور شادیاں اور تقریبات دنیا کی طرف مائل کرتی ہیں۔

(۹) بیٹا! جب پیٹ بھرا ہوا ہو، اس وقت نہ کھاؤ۔ پیٹ بھرے پر کھانے سے کتے کو ڈال دینا بہتر ہے۔

(۱۰) بیٹا! نہ تم اتنے میٹھے بنو کہ لوگ تمہیں نگل جائیں، نہ اتنے کڑوے بنو کہ لوگ تمہیں تھوک دیں۔

(۱۱) بیٹا! تم مرغے سے زیادہ عاجز نہ بنو کہ وہ تو سحر کے وقت جاگ کر اذان دینا شروع کردے اور تم اپنے بستر پر پڑے سوتے رہو۔

(۱۲) بیٹا! توبہ میں دیر نہ کرو کہ موت کا کوئی وقت مقرر نہیں، وہ دفعۃً آجاتی ہے۔

(۱۳) بیٹا! جاہل سے دوستی نہ کرو، ایسا نہ ہو کہ اس کی جہالت کی باتیں تمہیں اچھی معلوم ہونے لگیں اور حکیم سے دشمنی مول نہ لو، ایسا نہ ہو کہ وہ

Marfat.com

تم سے اعراض کرنے لگے۔

(۱۴) بیٹا! اپنا کھانا متقی لوگوں کے سوا کسی کو نہ کھلاؤ اور اپنے کاموں میں علماء سے مشورہ لیا کرو۔

(۱۵) کسی نے ان سے پوچھا کہ بدترین شخص کون ہے؟ انہوں نے فرمایا: جو اس کی پروانہ کرتا ہو کہ کوئی شخص اس کو برائی کرتے ہوئے دیکھ لے۔

(۱۶) بیٹا! نیک لوگوں کے پاس اپنی نشست کثرت سے رکھا کرو کہ ان کے پاس بیٹھنے سے نیکی حاصل کرسکو گے اور ان پر کسی وقت اللہ کی رحمت خاصہ نازل ہوئی تو اس میں سے کچھ نہ کچھ تم کو بھی ضرور ملے گا اور اپنے آپ کو بُرے لوگوں کی صحبت سے دور رکھو کہ ان کے پاس بیٹھنے سے کسی خیر کی تو امید نہیں اور ان پر کسی وقت عذاب ہوا تو تم کو ضرور پہنچ جائے گا۔

(۱۷) بیٹا! جس دن سے دنیا میں آئے ہو، آخرت سے قریب ہوتے جارہے ہو۔

(۱۸) بیٹا! قرض سے اپنے کو محفوظ رکھو کہ یہ دن کی ذلت اور رات کا غم ہے۔

(۱۹) بیٹا! جب تم سے کوئی شخص آکر کسی کی شکایت کرے کہ فلاں نے میری دونوں آنکھیں نکال دیں اور واقعہ میں بھی اس کی دونوں آنکھیں نکلی ہوئی ہوں تو اس وقت تک اس کے متعلق رائے قائم نہ کرو جب تک دوسرے کی بات نہ سن لو۔ کیا خبر ہے کہ اس نے اس سے پہلے خود پہل کی ہو اور چار آنکھیں نکال دی ہوں۔

فقیہ ابواللیث نے نقل کیا ہے جب حضرت لقمان علیہ السلام کا انتقال ہونے لگا تو انہوں نے اپنے صاحبزادے سے فرمایا کہ بیٹا! میں نے تم کو اس مدت زندگی میں بہت سی نصیحتیں کیں، اس وقت تم کو چھ نصیحتیں کرتا ہوں۔

① دنیا میں اپنے آپ کو فقط اتنا ہی مشغول رکھنا جتنی زندگی باقی ہے۔
② حق تعالیٰ شانہ کی طرف تمہیں جتنی احتیاج ہے، اتنی ہی اس کی عبادت کرنا۔
③ آخرت کے لئے اس مقدار کے موافق تیاری کرنا جتنی مقدار وہاں قیام کا ارادہ ہو۔
④ جب تک تمہیں جہنم سے خلاصی کا یقین نہ ہوجائے، اس وقت تک اس سے خلاصی کی کوشش کرتے رہنا۔
⑤ گناہوں پر اتنی جرأت کرنا جتنا جہنم کی آگ میں جلنے کی ہمت اور حوصلہ ہو۔
⑥ جب کوئی گناہ کرنا چاہو تو ایسی جگہ تلاش کرلینا جہاں حق تعالیٰ شانہ اور اس کے فرشتے نہ دیکھیں۔

شیطان کے دھوکے سے بچیں

شیطان ہمارا ازلی اور اصلی دشمن ہے اور اس کا عمومی طریقہ واردات یہ ہے کہ ان چیزوں میں خرابی دکھاتا ہے جو ہمارے لئے مفید ہیں اور اللہ تعالیٰ اور رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم نے ان میں ہمارے لئے فائدہ بتلایا ہے۔ اس کے برعکس ایسی چیزیں جو ہمارے لئے نقصان دہ ہیں ان میں افادیت دکھلاتا ہے اس کی مثال یوں ہوئی کہ اللہ تعالیٰ اور رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم نے زکوٰۃ، صدقات، خیرات ادا کرنے میں فائدہ بتلایا ہے اور واقعۃً ان احکام کو پورا کرنا مال میں برکت اور حفاظت کا سبب ہوتا ہے لیکن شیطان اس میں مالی نقصان دکھاتا ہے۔ اسی طرح سود لینے میں اللہ تعالیٰ اور نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام نے سرا سر نقصان بتایا ہے اور شیطان اس میں نفع دکھاتا ہے بلکہ آج کل تو لفظ سود کو تبدیل کرکے منافع کا اور رشوت کو تبدیل کرکے تحفہ کا نام دے دیا گیا ہے۔

Marfat.com

بہر صورت یہاں پر ہم شیطان کے زبردست دھوکے کی طرف توجہ دلانا چاہتے ہیں وہ یہ ہے کہ "بیوی دوسرے کی اور بچّے اپنے اچھے لگتے ہیں"۔ حالانکہ ایسی بات بالکل نہیں ہے آپ یہ سوچیں کہ جو چیز اللہ تعالیٰ نے آپ کے لئے پسند فرماکر آپ کو دی ہو کیا وہ آپ کے لئے بری ہو سکتی ہے؟ ہرگز نہیں، آپ تو یہ تصور کریں کہ دنیا کی سب سے حسین عورت آپ کی بیوی ہے۔ اگرچہ اس میں کچھ خرابی ہو تب بھی، کیوں کہ غلطیوں، عیبوں اور کمیوں سے پاک ذات تو صرف اللہ تعالیٰ ہی کی ہے اور کسی کی نہیں۔ دین اسلام میں نکاح کا بنیادی مقصد افزائش نسل کے علاوہ عفت و عصمت اور پاکیزگی بھی ہے اور یہ تب ہی حاصل ہو سکتا ہے جب اپنی بیوی ہی اچھی لگے اور دوسری طرف نظر کرنا تو درکنار دل میں بھی کوئی خیال نہ آئے۔ شیطان کے اس دھوکے سے بچنے کے لئے ہم یہاں پر چند ہدایات لکھتے ہیں، ان پر عمل کرنے سے ان شاء اللہ آپ کو پرسکون ازدواجی زندگی نصیب ہوگی اور دل بھی مطمئن رہے گا اور بچّوں کی تربیت بھی اچھی طرح ہو سکے گی جو دنیا و آخرت میں منجانب اللہ آپ کو انعام کا مستحق بھی بنادے گی۔

(۱) پہلی احتیاط تو یہ کی جائے کہ تمام نامحرموں سے اپنی نظروں کی سخت حفاظت ہو حدیث قدسی ہے کہ "نظر شیطان کے تیروں میں سے ایک تیر ہے، جس پر پڑتی ہے اس کا عکس دل میں بنتا ہے"۔ اگر نظر کی حفاظت ہوگی تو دل بھی پاک رہے گا لہٰذا شادی سے پہلے بھی اور بعد میں بھی اپنی نظریں خوب بچائیے اپنے آفس کی سیکریٹری، کولیگ، یونیورسٹیوں اور کالجوں میں پڑھانے والی استانیاں، ہم جماعت طالبات، بازاروں میں پھرنے والی عورتیں، پڑوسیوں کے گھر کی عورتیں، بہنوں کی سہیلیاں، پھوپھی زاد، تایا زاد اور تمام زاد والی بہنیں، بڑے یا چھوٹے بھائیوں کی بیویاں یعنی بھابھیاں، سالیاں، گھر میں کام کرنے والی ماسی یا اس کی جوان بیٹی، چچی، ممانی، تائی، سالے کی بیوی، سالی کے شوہر کی

Marfat.com

بہنیں، چھوٹی عمر کی ہوں یا بڑی عمر کی نابالغہ بھی ہو تب بھی ان سب سے اپنے نظروں کو بچانے کا خوب اہتمام کیجئے۔

(۲) انسان دھوکے میں تب آتا ہے جب وہ کسی نامحرم پر نگاہ ڈالے اور نگاہ پڑتے ہی نیچے نہ کرے اور نہ آنکھیں بند کرے تو نفس و شیطان دل میں اس کا زہر چڑھاتے ہیں کہ دیکھ! بھائی کی بیوی کتنی خوبصورت ہے؟ اس کو کپڑا پہننے کا کیا سلیقہ ہے؟ اس کے بال کتنے گھنے ہیں؟ وغیرہ وغیرہ۔ پھر اپنی بیوی یاد آئے گی اور اس بے چاری کی غیر ارادی کمیوں پر خیال جائے گا۔ ہونہہ! اس کا رنگ دھیما ہے، ہر وقت میلے کپڑوں میں رہتی ہے، بال بھی روکھے ہیں وغیرہ۔ آپ نے محسوس کیا کہ شیطان نے غیر محرم کی صرف وہی چیزیں دکھلائی جو نسبۃً اچھی تھیں اور اپنی بیوی کی وہ چیزیں دکھائیں جن میں نسبۃً کمی تھی۔ وہ چیزیں نہ نظر آئیں کہ گوری تو تھی لیکن کشش نام کو نہ تھی اور کبھی کسی تقریب میں جانے کے واسطے اچھے کپڑے پہن لئے، ہمیشہ تو یہ معمول نہ تھا اور بال خاص اسٹائل سے ترتیب دینے پر پر کشش لگے اور کوئی خاص بات نہ تھی۔ اسی طرح اپنی بیوی سانولی ہونے کے باوجود نہایت پر کشش ہے اور بچوں کے جھمیلوں کی وجہ سے اچھے کپڑے پہننے کی فرصت کم ملی ورنہ انتخاب تو بہت اچھا ہے اور قسمت سے غسل کا موقع دو دن سے نہ ملا۔ اسی وجہ سے بال بے رونق لگے۔ صرف یہی نہیں بلکہ اپنی بیوی کی آنکھیں کتنی خوبصورت ہیں، ہنستی ہے تو دانت موتی کی طرح چمکتے ہیں وغیرہ۔ یہ چیزیں یاد ہی نہیں آتیں۔ بہر صورت اگر بیوی کے علاوہ کسی اور عورت میں کوئی خوبی نظر آجائے تو ہرگز بیوی کو نہ کہیں کہ دیکھو فلانی ایسی ہے ویسی ہے، تم میں یہ برائی اور یہ خرابی ہے۔ اس طرح کرنے سے آپ کی بیوی کی اصلاح تو نہ ہوگی البتہ آپ کا گھر تباہ ہو سکتا ہے۔

(۳) آخر میں گزارش یہ ہے کہ اپنی بیوی ہی سب سے اچھی ہے، اس بات پر جم جائیے اور دل کے خیالات کی حفاظت کے لئے اپنی نظروں کی خوب حفاظت

Marfat.com

کیجئے اور خاص کر قریبی لیکن غیر محرم سے جو ایک ہی گھر میں رہتے ہوں، ان سے اپنی نظریں بچائیں۔ یقین رکھیں کہ اس سے آپ کو ایمان کی حلاوت ملے گی، ایمان پر استقامت کی دولت ملے گی، ایمان کے ساتھ خاتمہ بھی نصیب ہو گا اور ازدواجی جھگڑوں سے نجات اور پر سکون زندگی بھی حاصل ہوگی اللہ تعالیٰ کا خوب شکر ادا کیجئے کہ اللہ پاک نے بغیر استحقاق کے اتنی اچھی بیوی آپ کو دی۔ اسی طرح اپنی بیوی کی خوبیوں پہ نظر کیجئے اور خوب سوچئے کہ اس میں اتنی خوبیاں ہیں۔ یہ کرنے سے آپ دونوں میں خوب محبت بھی بڑھے گی، اعتماد بھی بڑھے گا، خوشیوں میں اضافہ ہو گا اور نئی نسل بہترین ماحول میں پروان چڑھ کر دین اور ملک و قوم کے لئے خدمت کرنے والی بنے گی۔

آخیر میں گزارش ہے کہ مندرجہ ذیل دعاؤں کا اہتمام کیجئے۔

رَبَّنَا هَبْ لَنَا مِنْ اَزْوَاجِنَا وَ ذُرِّيّٰتِنَا قُرَّةَ اَعْيُنٍ وَّاجْعَلْنَا لِلْمُتَّقِيْنَ اِمَامًا

(فرقان : ۷۴)

﴿رَبَّنَا لَا تُزِغْ قُلُوْبَنَا بَعْدَ اِذْ هَدَيْتَنَا وَهَبْ لَنَا مِنْ لَّدُنْكَ رَحْمَةً اِنَّكَ اَنْتَ الْوَهَّابُ﴾ (آل عمران : ۸)

﴿يَا حَيُّ يَا قَيُّوْمُ بِرَحْمَتِكَ اَسْتَغِيْثُ﴾

(ترمذی جلد ۲ صفحہ ۱۹۰، مشکوٰۃ جلد ا صفحہ ۲۱۶)

تمام فرض نمازوں کے بعد اور تہجد میں اپنی نظروں اور دل کے خیالات کی حفاظت کے لئے گڑ گڑا کر دعا مانگئے اور میاں، بیوی میں اُلفت و محبت کی بھی دعا خوب مانگئے۔

بچّوں کا غصہ بیوی پر نہ اُتاریں

کبھی یوں ہوتا ہے کہ کئی بار سمجھانے کے باوجود بچّہ دانستہ طور پر غلطی کرتا ہے۔ یہ وقت محض پیار و محبت سے سمجھانے کا نہیں ہوتا اگر تھوڑی بہت ڈانٹ

Marfat.com

ڈپٹ کی جائے تو آئندہ کے لئے اچھا ہوتا ہے کیوں کہ بالکل نرمی اختیار کرنے سے بچوں کے دل میں یہ بات بیٹھتی ہے کہ جو کچھ کرنا ہے کرتے رہو، باپ کچھ کہتا ہی نہیں۔ لہٰذا بوقت ضرورت ہلکی پھلکی ڈانٹ ڈپٹ بہت مناسب ہوتی ہے لیکن اس میں ایک بات کا ضرور خیال رکھنا چاہیئے وہ یہ کہ بچّے کو ڈانٹتے ہوئے بیوی کو لپیٹ میں نہ لیں یعنی مدرسہ سے واپسی پر بچّہ پینسل باکس بھول آیا، اب جناب آپے سے باہر ہوگئے اور سنانی شروع کی کہ کم بخت مہینہ میں دس باکس گراتا ہے، گدھے کو اپنی چیز کا احساس ہی نہیں، ہم تو کما کما کر تھکے، یہ الو لٹا لٹا کر نہ تھکا۔ اب اپنی بیوی کو بولنا شروع کردیا کہ تم دونوں ماں بیٹا لاپرواہ ہو، تیری ماں بھی ایسی بے پرواہ ہے، اس کے دل میں میرے پیسے کا درد ہی نہیں۔ بعض اوقات بچّے کو چھوڑ کر بیوی پر ہی برس پڑے، وہ بھی بچّے کے سامنے ہی۔ ”تیری ہی تربیت ہے، اسے تو نے ہی نالائق بنایا ہے، تو نے ہی سر چڑھایا ہے، تیرے لاڈ پیار نے اس کو بگاڑ دیا ہے، دیکھ لینا بڑا ہو کر تیرا ہی ساتھ چھوڑ دے گا، وغیرہ وغیرہ“۔

یاد رکھئے! یہ ایک مثالی باپ کو زیب نہیں دیتا۔ اس کے نتائج بے حد خطرناک ہوتے ہیں۔ اگر کبھی بیوی نے جواب دیا تو نوبت بہت آگے تک پہنچ جاتی ہے یا بچّے کے دل میں ماں سے محبت اور آپ سے نفرت بیٹھتی ہے یا ماں کی اہمیت ہی اس کے دل سے نکل جاتی ہے اور بڑے ہو کر وہ بھی بے چارہ اپنی ماں کو ایسے ہی سناتا ہے جیسا باپ کو سناتے دیکھا تھا۔

اگر آپ کی بیوی ایسے وقت میں آڑے آتی ہے جب آپ بچّے کو ڈانٹ رہے ہوں تو علیحدہ میں بیوی کو پیار سے دلائل دے کر سمجھایئے کہ دیکھو اس طریقہ پر تنبیہ سے ہی اصلاح ہوتی ہے لہٰذا آپ کا بیچ میں پڑنا مناسب نہیں ہے لیکن اس کے باوجود اگر آپ دیکھیں کہ جب تنبیہ کا وقت آیا، بیوی کی مامتا جاگ اٹھی اور وہ فوراً درمیان میں آگئی تو پھر بھی ان کو لپیٹ میں نہ لیجئے اور

Marfat.com

تنبیہ کا مرکز بچّے ہی کو بنائیے، اس کی ماں کو کچھ نہ کہئے بلکہ بچّے کے سامنے تو اس کی ماں کی تعریف ہی کیجئے۔

بچّے کے سامنے اس کی والدہ کی تعریف کریں:

مناسب موقع پر وقت دیکھ کر بچّے کے سامنے اس کی ماں کی تھوڑی تعریف بھی ضرور کریں اور بچّے کے سامنے اس کی ماں کو اہمیت بھی دیں۔ کبھی ان کی بات بھی مانیں تاکہ بچّے کے دل میں بھی اپنی ماں کی محبت بیٹھے اور بیوی بھی آپ سے خوش ہو۔ کبھی بچّے کی اصلاح مقصود ہو تو پہلے بیوی کو اعتماد میں لیں کہ فلاں وقت میں فلاں بیٹے کو ڈانٹوں گا، آپ اس وقت بالکل خاموش رہیے گا اور بے جا لاڈ پیار اس وقت نہ کیجئے گا۔ کیوں کہ میں بھی غصہ میں نہیں ہوں گا بلکہ مصنوعی طور پر غصہ کروں گا۔ اسی طرح کبھی کھانا کھاتے ہوئے بچّوں کے سامنے کہیں کہ ماشاء اللہ! آج تو تمہاری والدہ نے کتنا اچھا کھانا پکایا ہے۔ بیٹا! اُن کے لئے دعا کرو۔ دیکھو! وہ کتنی مشقّت اٹھا کر ہمارے لئے کھانا تیار کرتی ہیں۔ کبھی صفائی ستھرائی کی تعریف کریں اور کبھی وقت کی پابندی کی تعریف کریں وغیرہ۔ جب بچّے ماں باپ میں جوڑ دیکھیں گے اور ایک دوسرے کی تعریف سنیں گے تو ان میں بھی جوڑ پیدا ہوگا، محبت بڑھے گی اور ماں باپ کی یکساں محبت پیدا ہوگی ماں باپ کی عزت وقار ان کی نگاہوں میں بڑھے گا اور بڑے ہو کر وہ بھی تربیت کا یہی طریقہ سیکھیں گے۔

اگر آپ کی بیوی بچّوں کو ڈانٹ رہی ہو تو.....

یہ ایک ایسا صبر آزما اور کٹھن مرحلہ ہے کہ اس میں اکثر لوگ پھسل جایا کرتے ہیں۔ یعنی جب یہ منظر سامنے ہوتا ہے کہ پھول جیسے معصوم بچّوں کو ان کی ماں بُری طرح جھڑک رہی ہو یا مار پیٹ رہی ہو، اس وقت والد کو بہت زیادہ

تحمل اور بردباری کی ضرورت ہوتی ہے کیوں کہ ایسے ہی بیشتر مواقع پر شیطان کو میاں بیوی میں پھوٹ ڈالنے کا موقع مل جاتا ہے اور وہ ان میں لڑائی کروا کر انہیں اللہ تعالیٰ کی رحمت سے دور کردیتا ہے۔ سب سے پہلے والد کی پوری شفقت جوش میں آجاتی ہے جو ہوش پر غالب ہوجاتی ہے، پھراسے بیوی کی نقد اصلاح کا نیک جذبہ پروان چڑھتا ہے جو بیوی کے عتاب کا رخ موڑ دیتا ہے اور پھردو بڑوں کی جنگ میں چند چھوٹوں کا ستیاناس ہوجاتا ہے۔ آخر میں میاں بیوی دونوں پریشان ہوتے ہیں، میاں صاحب یہ سوچتے ہیں کہ یہ سب تو میں نے نیک نیتی سے ہی کیا اور مجھے تو گمان بھی نہ تھا کہ یہ جھگڑا اتنا لمبا ہوجائے گا۔

لہٰذا جب بھی ایسا موقع ہو تو فوراً چوکنا ہوجائیں اور ان راستوں ہی کو بند کردیں جن سے شیطان کو گھسنے کا موقع ملتا ہے یعنی ایک تو بچّوں سے محبت کے جوش میں ہوش نہ کھوئیں اور ایک پریشانی کو ختم کرنے کے لئے دوسری پریشانیوں کو پیدا مت کریں، ویسے بھی عربی میں محاورہ مشہور ہے:

﴿ذهب الحمار لطلب القرنين فعاد مصلوم الاذنين﴾

"کسی پڑھے لکھے ماحول میں رہنے والے گدھے کو شوق ہوا کہ سینگ لگوانے چاہئیں کچھ ویلیو بڑھ جائے گی تو سینگ لگوانے گئے، جب واپس آئے تو کان بھی کٹے ہوئے تھے"۔

ایسا نہ ہو کہ بچّوں پر تو رحم کھایا اور بیوی پر ظلم کیا یا یہ کہ بچّے اور ماں میں جو ناچاقی، یا جھگڑا ہو رہا تھا اس کو ختم کرانے کے بجائے خود بیوی سے جھگڑ پڑے۔ ایک جھگڑا ختم ہوا نہیں اور دو جھگڑے اور پیدا ہوگئے۔

وہ میاں صاحب جو اس بات پر شاکی رہتے ہیں کہ بیوی میں عقل نہیں، ظالمہ ہے، بچّوں کے ساتھ جانوروں کی طرح سلوک کرتی ہے، اس کے اندر ماں کی مامتا نہیں، بچّوں کو سنبھال نہیں سکتی، بچّوں کے ساتھ شفقت و محبت والا

Marfat.com

معاملہ نہیں کرسکتی کیا کرے خود بھی تو ایسے جاہل گھر میں پلی ہے، غور فرمائیے شیطان جو مسلمان کا کھلا دشمن ہے اپنے مکر وفریب میں کیسے کامیاب ہوگیا کہ بچّے پر شفقت کے جذبہ کو ابھار کر نانا اور نانی کو بھی لپیٹ میں لے لیا۔ ایسے والد صاحب کی خدمت میں گزارش ہے کہ سوچئے اور ٹھنڈے دل سے غور کیجئے کہ آپ کو اپنی اصلاح کی زیادہ ضرورت ہے۔ آنجناب یہ کہاں کی عقلمندی ہے کہ بیوی اور بچّے میں صلح کرانے بیٹھے تو بیوی سے لڑ پڑے، بیوی کو بچّوں کی ڈانٹ سے روکنے کے لئے خود بیوی کو ڈانٹنے لگے پہلے دو غصے میں تھے، اب تین ہوگئے۔ پہلے شیطان دو کو ورغلا رہا تھا، اب تین کو ورغلا رہا ہے اور شومئ قسمت اگر یہ جھگڑا ماں اور بہنوں نے سن لیا تو چار ہوگئے۔ بہرحال یہ عقلمندی ہرگز نہیں ہے کہ بچّوں پر رحمت اور شفقت کا جذبہ میاں بیوی میں نفرت وعداوت کا جذبہ پیدا کردے بلکہ یہ تو خالص شیطان کا دھوکہ ہے۔ لہٰذا اپنے گھریلو معاملات کو صحیح طرح سنبھالئے اور کسی طرح بھی شیطان کو اپنے ان معاملات میں دخل اندازی کا موقع نہ دیجئے کیوں کہ یہ حقوق العباد ہے اور لوگوں کے ساتھ معاملات، خاص کر گھر کے افراد کے ساتھ اسلامی اخلاق روا رکھنا نہایت ضروری ہے اور مکمل دین کا یہ ایک بڑا حصہ ہے، اس میں غفلت وکوتاہی اور نفس وشیطان کی اطاعت انسان کو بڑے بڑے نیکی کے کاموں سے دور کردیتی ہے، عنداللہ وعندالناس ذلیل وخوار کر کے آخرت کے بڑے اجر وثواب سے محروم کردیتی ہے۔

اگر آپ اس بات کا خیال رکھیں کہ آپ کی وجہ سے گھر میں تو تو میں میں والی فضا قائم نہ ہو اور گھر جہنم کا نمونہ نہ بن جائے کہ نہ بیوی سکون کا سانس لے سکے نہ معصوم بچّے اپنی صحیح جسمانی روحانی توانائیاں حاصل کرسکیں تو ان شاء اللہ ایسی بات کبھی ظہور پذیر نہ ہوگی۔

ایک اور بات بھی قابل توجہ ہے کہ اکثر بچّوں کا میلان ماں کی طرف زیادہ

ہوتا ہے، وہ ماں کی فطرت تو سمجھ جائیں گے لیکن جب آپ بچوں کی ماں کو ڈانٹیں گے یا ذلیل کریں گے چاہے بچوں ہی کے لئے تب بھی وہ آپ کو ہی ظالم سمجھیں گے کہ باپ ظالم ہے، ہماری ماں کو چین لینے نہیں دیتا، نہ ہمیں سکون کا سانس لینے دیتا ہے یا یوں سمجھیں گے کہ ماں بھی ظالم ہے اور باپ اس سے بڑا ظالم ہے، دونوں ماں باپ ایسے ہی ہیں، ہم کہیں اور جاکر زندگی بسر کریں۔ بہرحال شیطان کے مکرو فریب اور ایسی نازک صورتحال سے بچنے کے لئے چند تدابیر لکھتے ہیں، انہیں ٹھنڈے دل سے اور غور و فکر سے اور عمل کی نیت سے پڑھئے اور ان پر عمل کریئے ان شاء اللہ تبارک وتعالیٰ آپ اپنے گھر کے معاملات کو اللہ تعالیٰ کی مدد کے ساتھ خود ہی سنوارنے کے اہل ہوجائیں گے اور شیطان کے مکرو فریب سے بھی بچ جائیں گے اور آپ کا گھر دنیا ہی میں جنت کا نمونہ بن جائے گا۔

(۱) جب آپ گھر میں داخل ہوں تو سلام کرنے کے بعد سب سے پہلے دو رکعت نفل پڑھیں۔ حضرت عبد اللہ بن رواحہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا یہ معمول تھا، ان کی زوجہ فرماتی ہیں:

"جب وہ گھر سے نکلنے کا ارادہ فرماتے تو دو رکعت نماز پڑھ کر نکلتے تھے اور جب گھر میں داخل ہوتے تو اس وقت بھی دو رکعت پڑھتے اور جب کمرہ میں داخل ہوتے اس وقت بھی دو رکعت پڑھتے اور اس کو کبھی نہ چھوڑتے"۔

(کتاب الزہد والرقائق العبد اللہ بن المبارک" صفحہ ۷۷۶)

اس دو رکعت پڑھنے سے آپ دیکھیں گے کہ گھر میں بہت سی تبدیلیاں واقع ہوں گی۔ بہت ساری خیرو برکات نازل ہوں گی۔ گھر سے پریشانیاں دور ہوں گی، بلائیں، مصیبتیں دور ہوں گی، البتہ جس کمرہ میں نماز پڑھیں اس میں کوئی تصویر لٹکی ہوئی نہ ہو اور ویسے بھی اپنے گھر کو ٹی وی اور تصاویر کی آفتوں سے پاک

Marfat.com

رکھئے کہ رحمت کے فرشتوں کے داخلے میں رکاوٹ بنتے ہیں۔

(۲) جب بھی آپ یہ دیکھیں کہ بیوی صاحبہ بچّوں کو نازیبا الفاظ یا نامناسب القابات سے نواز رہی ہے یا ڈانٹ رہی ہے، تو آپ اس وقت زبان اور دل سے ذکرو دعا میں مشغول ہوجایئے کہ اے اللہ! میری بیوی کو صحیح طرح سمجھانے کی توفیق عطا فرما اور میری اولاد کو ایسی ہدایت عطا فرما کہ وہ ایسے کاموں سے بچیں جس سے ان کی والدہ کو تکلیف ہوتی ہے اور اسی وقت بچّے سے کہیں کہ بیٹا! دیکھو امی آپ کے لئے اتنی تکلیف اٹھاتی ہیں آپ کو ایسا نہیں کرنا چاہیئے، یہ بُری بات ہے، اچھے بچّے ایسا نہیں کرتے، ضد کرنا بُری بات ہے، گلاس کو اچھی طرح اٹھاتے ہیں آپ سے گر گیا اس لئے امی ناراض ہورہی ہیں، کتنی اچھی بات امی بتارہی ہیں کہ غسل کرلو مگر آپ مان نہیں رہے، یا کپڑے تبدیل نہیں کررہے، یا ہوم ورک نہیں کررہے۔

الغرض اس طرح آپ بچے کو سمجھا کر تین فائدے حاصل کرسکتے ہیں:

(الف) ماں کا غصہ ٹھنڈا ہوجائے گا۔

(ب) بچّے کے ذہن میں یہ بات پکی ہوجائے گی کہ یہ میری اتنی بڑی غلطی تھی کہ ماں باپ دونوں نے اس غلطی پر اتفاق کیا اور آئندہ اس طرح کی حرکت سے امی ابو دونوں ناراض ہوجائیں گے۔

(ج) شیطان گھر سے ناکام ونامراد، ذلیل وخوار ہو کر نکل جائے گا کہ اسے اپنے مقصد میں ناکامی اٹھانی پڑی۔

(۳) ان معاملات میں آپ صرف اہلیہ کو سمجھایئے اور بار بار سمجھایئے اگر آپ نے بیس مرتبہ سمجھایا اور اس کے باوجود اہلیہ نے بچّوں کو مارا پیٹا، یا ڈانٹا اور اس مار کٹائی میں اہلیہ کی ہی سو فیصد غلطی تھی تب بھی اکیسویں مرتبہ سمجھانے کے علاوہ اور کوئی راستہ نہیں۔ اس بات پر یقین رکھیں کہ آپ کا وہ سمجھانا جو سمجھانے کے ہی طرز پر ہوگا اس کا نتیجہ ضرور بالضرور نکلے گا، چاہے دیر

Marfat.com

سے نکلے، لیکن جو سمجھانا اس طرز پر نہ ہو اکثر اس کا نتیجہ صحیح نہیں نکلتا، خاص طور پر اگر بیوی نا سمجھ ہے یا غصے والی ہے، اس کو ایسا سمجھانا جس کے آخر میں دھمکی ہو یا نازیبا الفاظ ہو یا گرجدار لہجہ ہو، یا پرانے عیوب کا تذکرہ ہو، یا بچے کی صفائی اور ماں کی سو فیصد غلطی بتائی جا رہی ہو یا بچے کی بڑی غلطی کو چھوٹا بنایا جا رہا ہو اور ماں کی معمولی غلطی کو بڑا بنایا جا رہا ہو یا ماں کی غلطی میں اپنے سسرال والوں کو بھی لپیٹا جا رہا ہو، یا اپنی بہنوں اور بھابھیوں کی مثالیں دے کر اپنی اہلیہ کو ذلیل کیا جا رہا ہو تو ایسی صورتوں میں نتیجہ بہت خراب نکلتا ہے، اور معاف کیجئے! اس طرح کا سمجھانا سمجھانا نہ ہوا۔ لہٰذا اپنے دل میں یہ بات بٹھالیں کہ اس کا علاج نرم لہجے میں سمجھانا اور صرف سمجھانا ہی ہے۔ یہ بات ذہن میں رکھئے کہ عین بیوی کے غصہ کے وقت غصہ کرنا یا بیوی کی غلطی پر بچوں کے سامنے ٹوکنا، نہ یہ بچوں پر رحم ہے نہ اس طرح بیوی کی اصلاح ہوگی نہ اللہ تعالیٰ کی رحمتیں اور برکتیں ایسے گھروں پر برستی ہیں، نہ اس طرح گھریلو ماحول درست رہ سکتا ہے نہ آپ کے بچے ذہنی اور جسمانی آسودگی اور ترقی حاصل کر سکتے ہیں۔ یعنی جتنا بھی سوچیں گے اور جس پہلو سے سوچیں گے، سوچتے سوچتے تھک جائیں لیکن آپ کو اس بُرے عمل کا کوئی فائدہ نظر نہیں آئے گا۔ یہ تو چند وہ نقصانات ذکر کئے گئے جس کا تعلق آپ کے گھر اور بیوی بچوں سے ہے اب مزید سن لیجئے کہ اگر مشترکہ خاندان کے تحت آپ رہتے ہیں یا خاندان کے کچھ افراد اکھٹے رہتے ہیں تو ایسی زورا زوری کے نتائج کیا ہوتے ہیں۔

دیور، جیٹھ، نند، ساس، بیوی کے رشتہ دار ماں باپ وغیرہ ہر جگہ شور مچاتے ہیں کہ فلانی کا اس کے شوہر سے اس بات پر جھگڑا ہو گیا کہ اس نے چھوٹے عامر کو تھپڑ کیوں مارا جب کہ اسے بخار بھی تھا، یا زینب کے پاؤں میں چوٹ لگی تھی اس کے باوجود اشرف کی بیوی نے اس کو مارا تو اشرف کو غصہ آیا اور غصے میں اس نے زینب کی امی کو خوب ڈانٹا اور مارا پیٹا، گالیاں دیں تب سے زینب کی ماں

Marfat.com

اپنے میکے چلی گئی اور زینب اپنی پھوپھی کے گھر میں ہے اور اس کا بھائی اسلم اپنے چچا کے پاس ہے۔ اس طرح پورا خاندان تتر بتر ہو گیا اور شیطان کی عید ہو گئی۔

غور کیجئے! اشرف اب دکان پر ٹفن نہیں لے جاسکتا، اس لئے کہ بیوی صاحبہ میکے بیٹھی ہوئی ہے، بڑا بیٹا چچا کے گھر، چھوٹی بیٹی اور بیٹا پھوپھی کے پاس ہے جب کہ چوتھی بیٹی بیوی اپنے ساتھ لے گئی۔ اب رات کو اشرف کبھی کہیں کھانا کھا رہا ہے کبھی کہیں؟ اس حالت میں نہ اشرف کوئی دنیا کا کام صحیح کر سکتا ہے نہ دین کا، ہر وقت بیوی پر غصہ ہے کہ کیسی نالائق بیوی ملی ہے، بچوں پر اس کو رحم اور ترس نہیں، اشرف نمازوں میں بھی بیوی کے ظلم کو ہی یاد کر رہا ہے، ادھر بیٹی کے امتحانات چل رہے ہیں معصوم بیٹی کو امی ابو بھائی بہن سے دوری نے جو کچھ یاد تھا وہ بھی بھلا دیا ہے۔ ادھر اشرف نے جس عامر کو ایک تھپڑ سے بچانے کے لئے یہ ہنگامہ مچایا اس کی حالت یہ ہے کہ عامر کی شروع سے پھوپھی کے بیٹے سے بنتی نہیں تھی، جب پھوپھی کا بیٹا شاہد اس کے گھر پر آتا تھا تو عامر کو مارتا تھا اب تو عامر اس کے گھر پر گیا ہوا ہے، اب جو کچھ بھی شاہد کے ہاتھ میں ہوتا ہے اس سے مارتا ہے، شاہد کی امی شاہد کو ڈانٹتی ہے، مارتی ہے، تو شاہد کے ابا اپنی بیوی پر ناراض ہوتے ہیں کہ آخر کیوں اس نئی مصیبت کو گھر میں لائی ہو؟

غور فرمائیے! ایک تھپڑ سے بچانے کے لئے کتنے تھپڑ وجود میں آگئے، لہٰذا چوکنا رہئے، ہوشیار رہئے، نفس کا پورا خیال رکھئے اور صبر کیجئے، جب بیوی کا غصہ ٹھنڈا ہو جائے اور آپ مناسب سمجھیں تو سمجھائیے، اور جتنا خود سے ہو سکتا ہے بچوں کی تربیت میں بیوی کے ساتھ تعاون کیجئے، مثلاً بیوی بچوں کے ساتھ آپ کسی رشتہ دار کے ہاں گئے، واپسی میں ایک بچہ چل نہیں رہا کہہ رہا ہے امی مجھے اٹھا کر لے چلو....... آپ بھی تھکے ہوئے ہیں اور بیوی بھی تھکی ہوئی، بچہ زور زور سے رو رہا ہے اور بیوی صاحبہ بچے کو جانوروں کی طرح گھسیٹ کر چلا رہی

ہے۔ اب یہ منظر دیکھ کر ایک تو یہ ہے کہ شوہر زور سے چلائے اور چار آدمی سنیں کہ جنگلی! اٹھا کیوں نہیں لیتی بچارا عامر تھک گیا ہے چل نہیں سکتا اٹھانے میں کونسی موت آجائے گی، ایک تو یہ ہے بیوی کو ذلیل کرنے کا طریقہ اور دوسری صورت یہ ہے کہ آپ سوچیں کہ گاڑی کے پاس یا موٹر سائیکل کے پاس، یا بس اسٹاپ پر میں اتنا جلدی کیوں چلا گیا، بیوی کے ہاتھ میں سامان ہے وہ اٹھا نہیں سکے گی مجھے بیوی کے ساتھ ہی چلنا چاہئے تھا، چل میں خود ہی اٹھا لیتا ہوں، آپ نے خود عامر کو اٹھا لیا تو بیوی کو بھی سکون ملا اور بیوی کے دل میں آپ کی محبت اور عظمت بھی بڑھی اور بچّہ کا رونا بھی بند ہو گیا، اور آپ کو خود اندازہ بھی ہو گیا کہ اٹھا کر گاڑی تک لانا آسان کام نہیں، ہاں زور سے چِلّا کر ڈانٹ دینا کہ جنگلی! اٹھاتی نہیں ہو، اس کو کیوں چپ نہیں کرواتی؟ وغیرہ کہہ کر اپنا غصہ اتارنا بہت آسان ہے، لیکن جب آپ خود چپ کروانے بیٹھیں گے تو صحیح اندازہ ہو جائے گا کہ ضدی بچّوں کو چپ کروانے کے لئے دل گردہ کی ضرورت ہے۔

بیوی امتحان کی تیاری کروا رہی ہے، بچے کو پڑھا رہی ہے، کسی بات کو بار بار سمجھانے کے باوجود بچّہ توجہ سے نہیں سن رہا جس کی وجہ سے اس کو سمجھ نہیں آرہی تو بیوی نے غصہ میں تھپڑ رسید کر دیا اب آپ کو چاہئے کہ بیوی کا اس طرح تعاون کیجئے کہ بچّے کے سر پر ہاتھ رکھ کر سمجھائیں کہ بیٹا! امی جس طرح کہہ رہی ہے دھیان سے سنو، ورنہ امتحان میں کیسے پاس ہو گے؟ یا کسی طرح بھی سوچئے کہ میں بیوی کا تعاون اس معاملے میں کیسے کر سکتا ہوں؟ وہ آپ کی ٹیوشن کی فیس بچا رہی ہے، آپ کے بچّے کے وقت کی حفاظت کر رہی ہے اب شیطان آپ کے سامنے وہ طمانچہ تو دکھلائے گا اور معصوم بچّے کی سسکیوں سے بھری ہوئی رونے کی آواز تو سنوائے گا لیکن آدھے گھنٹے سے بیوی ایک مضمون سمجھا رہی ہے اور بچّہ توجہ نہیں دے رہا وہ آدھے گھنٹے کی مغزماری آپ کے

Marfat.com

سامنے نہیں ہے۔

لٰہذا خود ہی ایک دن چھوٹے بچّوں کو پڑھا کر دیکھ لیجئے، پیراسٹامول نہیں تو پیناڈول کی گولی کی ضرورت ضرور پڑے گی اور شاید اہلیہ صاحبہ نے تو ایک ہی طمانچہ پر کفایت فرمائی تھی لیکن جناب کے ہاتھ سے شاید زیادہ کی نوبت آجائے۔

یاد رکھئے! آپ خود بچے کو ہوم ورک نہیں کروا سکتے، چھوٹے بچّے کے آپ کپڑے بھی نہیں بدل سکتے، صبح اسکول ومدرسہ جانے کے لئے بچّوں کے کپڑے دھو نہیں سکتے، استری نہیں کرسکتے، ماسی کے نہ آنے پر باورچی خانہ کا کوئی کام نہیں کرسکتے، اپنا کھانا وقت سے مؤخر نہیں کرسکتے، منے بچّے کے بیمار ہونے پر دوا نہیں پلوا سکتے، سوچئے کہ میرا کام گھر میں تو تو میں میں کی فضا پیدا کرنے کے علاوہ اور کیا ہے.........؟

یہ روز مرہ کے ہمارے سامنے پیش آنے والے واقعات ہیں چونکہ ہمارا دارالافتاء سے کچھ تعلق ہے اس لئے اس طرح کے مسائل اور پریشانیوں سے متعلّق استفتاء کی روزانہ بھرمار ہوتی ہے۔ مدرسہ نیو ٹاؤن (جامعہ العلوم اسلامیہ علامہ بنوری ٹاؤن) نہ صرف کراچی میں بلکہ الحمدللہ ثم الحمدللہ ساری دنیا میں معتمد ادارہ کی حیثیت رکھتا ہے لٰہذا کراچی اور پاکستان کے دوسرے شہروں کے علاوہ دوسرے ممالک سے بھی بے شمار مسائل آتے ہیں۔ اکثر مسائل ایسے ہوتے ہیں جن میں ایسی چھوٹی چھوٹی چنگاریوں سے شیطان بڑی بڑی آگ لگا دیتا ہے۔ بہرحال اس چھوٹی چنگاریوں کو بڑی آگ بننے سے روکنے کا طریقہ پیار ومحبت سے سمجھانے کے علاوہ اور کچھ نہیں ہے لٰہذا اچھی طرح یہ بات سمجھ لیں کہ ایسے مسائل کا حل صرف اور صرف سمجھانا اور دعائیں کرنا ہے اور کچھ نہیں۔

اگر آپ کے سمجھانے کے باوجود بیوی کی اصلاح نہ ہو اور وہ اپنی پرانی روش کو برقرار رکھے تو یہ نہ سوچیں کہ میں نے سمجھالیا اب یہ نالائق سمجھتی ہی نہیں

Marfat.com

تو میں کیا کروں؟ بلکہ یہ سوچیں کہ میرے سمجھانے میں کیا کمی رہ گئی یا میں کسی ایسی چیز پر مجبور تو نہیں کررہا جو اس بے چاری کی استطاعت میں نہیں، یا سمجھانے کے لئے میں نے مناسب موقع اور مناسب وقت اختیار کرنے میں کوتاہی تو نہیں کی؟ وغیرہ۔

④ آخر میں یہ کہ ساری دنیا کے انسانوں کے قلوب اللہ جل جلالہ، کے اختیار میں ہیں اور آپ کے پاس بہترین وقت رات کے آخری حصہ کا ہے، اس میں اٹھ کر رو رو کر اللہ تعالیٰ شانہ، کی بارگاہ میں التجا کریں کہ ”اے اللہ! مجھے سمجھانے کا ڈھنگ عطا فرمائیے، میری زبان میں مٹھاس اور شیرینی پیدا فرما دیجئے، میری اہلیہ کی اصلاح فرما دیجئے اور اگر میں غلطی پر ہوں تو مجھے سمجھ عطا فرما دیجئے، مجھے اور میری اہلیہ کو ایک بات پر جمع فرما دیجئے اور بچوں کی تربیت میں ہم دونوں کو ایک نتیجہ اور ایک فیصلہ پر جمع فرما دیجئے“۔

مذکورہ بالا دعائیں مانگتے ہوئے مناسب موقع اور مناسب وقت دیکھ کر اہلیہ سے بات کریں اور اسے مثالوں کے ذریعہ سمجھائیں، حوصلہ افزائی کرتے ہوئے سمجھائیں اور سمجھانے کے بعد بھی دعا مانگیں۔ ان شاء اللہ الرحمٰن اس طریقے سے بہت ہی فائدہ ہوگا۔ اگرچہ اس طریقے سے سمجھانے میں کافی وقت لگتا ہے اور مغزماری بھی زیادہ کرنی پڑتی ہے لیکن اس کا نتیجہ فوراً نکلتا ہے اور اس کا فائدہ بھی دیرپا اور مرض کا علاج یقینی اور حتمی ہوجاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ شانہٗ ہماری صحیح رہنمائی فرمائیں۔ آمین

بیوی کو ستانے والے شوہر کا ایک اپنا واقعہ انہی کی زبانی یہاں نقل کیا جاتا ہے اللہ تعالیٰ اس واقعے کے ذریعے ہم سب کو عبرت پکڑنے اور نصیحت قبول کرنے کی توفیق نصیب فرمائے۔

تنہائیوں کا عذاب

میں ایک ایسا مرد ہوں جس کو اللہ تعالیٰ نے سب کچھ دیا مگر میں نے نہ اس کی نعمتوں کا شکر ادا کیا اور نہ اس کی نعمتوں کو سنبھال کر رکھا میرا باپ بچپن میں فوت ہوگیا تھا اور میری ماں نے مجھے بڑی محنت و مشقّت سے پڑھا لکھا کر اس قابل کیا کہ میں اپنے پیروں پر کھڑا ہوجاؤں۔ نوکری ملنے کے بعد جیسا کہ سب ماؤں کی آرزو ہوتی ہے کہ جلد بیٹے کا گھر بسادیں ماں نے بھی مجھے بہت سی لڑکیاں دکھائیں مگر میں کیونکہ اپنے خاندان کا پہلا فرد تھا جس کو نہ صرف ایک اچھی لڑکی ملی تھی بلکہ خوش شکل اور چرب زبان بھی تھا اور لوگوں کو متاثر کرنے کے فن سے بھی آشنا تھا اس کے علاوہ مغرور اور خود سر ہونے کے باعث میں اپنے غریب رشتے داروں کو منہ تک نہ لگاتا تھا۔ آخر ایک لڑکی کو دیکھ کر میں نے ہاں کری اور یوں میری شادی ہوگئی اب اسے میری پسند کہیں یا نہ کہیں لڑکی میری دیکھی بھالی تھی اور ایک اعلیٰ تعلیم یافتہ اور اعلیٰ خاندان سے تعلق رکھتی تھی سلیقہ شعار اور فرض شناس تھی خوبصورت تو نہ تھی بس قبول صورت تھی شمع محفل نہ بن سکتی تھی نہ جان محفل بننے کی صلاحیت رکھتی تھی لہٰذا جلد ہی وہ میری نظروں سے گرگئی لیکن وہ میری زیادتیوں کا اپنے گھر والوں سے تذکرہ تک نہ کرتی جس طرح شادی سے پہلے میرے کام ماں کرتی تھی اسی طرح اس نے سنبھال لئے مگر جو رویہ میرا ماں کے ساتھ لاتعلقی کا تھا وہی بیوی کے ساتھ رہا نہ میں نے کبھی ماں کا خیال کیا تھا نہ بیوی کا جب کبھی میں اپنے دوستوں کے گھر جاتا اور ان کا اپنے خاندان والوں کے ساتھ پیار محبت کا سلوک دیکھتا تو اپنے رویہ کا فرق محسوس کرتا حد سے زیادہ خود سر اور خود پسند تھا جلد ہی بیوی نے میری طبیعت کا اندازہ کرلیا کبھی کبھی وہ مجھے احساس دلانے کے لئے دوسروں کی مثال دیتی تو میں چڑ جاتا کوئی رشتہ دار عورتیں میری بیوی کی تعریف کرتیں تو میں جل

Marfat.com

کر بیوی میں ہزاروں عیب نکال کر اس کو بد دل کر دیتا اور اگر بیوی کسی دوست کی اس طرح تعریف کرتی کہ وہ اپنی بیوی کے ساتھ کیا سلوک کرتا ہے کتنا خیال رکھتا ہے تو میں دوست میں کوئی بڑا عیب نکال کر اس کو بُرا بنا دیتا یا پھر ایسے دوستوں کے گھر بیوی کو لے جانا ہی چھوڑ دیتا۔ ابتدا میں وہ میرا بڑا خیال کرتی، گھر کے اندر باہر کے تمام کام خوش اسلوبی سے ہو جاتے بچّے بھی جلدی جلدی ہوئے وہ میرے آرام کی خاطر الگ چھوٹے بچوں کو لے جا کر سوتی۔ جلدی جلدی بچّوں کی پیدائش اور کام کی زیادتی کے باعث اگر اس سے کوئی کوتاہی سرزد ہو جاتی تو اس کے بدلے اس کو نہ صرف اپنی ماں اور بچّوں کے سامنے گالیاں دیتا بلکہ اس کے احتجاج پر اس پر ہاتھ اٹھانے سے بھی باز نہ آتا۔ آج ان حالوں کو پہنچ کر اب میں سوچتا ہوں کہ لوگ جانور بھی پال لیتے ہیں تو اس سے پیار سے بات کرتے ہیں ان کا خیال رکھتے ہیں مگر میں تو اپنی ذات کے خول میں بند تھا ماں، بیوی بچّوں سب سے خدمت لیتا خود کسی کے کام نہ آتا۔ میرے چھوٹے چھوٹے بچّے کیسے بڑے ہوئے کب بیمار ہوئے اور کیسے صحت یاب ہوئے مجھے نہیں معلوم تھا کہ گھر کیسے چلایا جاتا ہے کیا اور کس کس اشیاء کی قیمتیں کب بڑھیں گھر والوں نے مجھے ہر فکر سے آزاد کر دیا تھا پھر بھی میں دفتر جانے اور پیسے کما کر لا کر دینے کو اپنے گھر والوں پر احسان سمجھتا تھا میرے سارے دوست دفتر کے ٹور پر جاتے تو بیوی کو بھی اپنے پاس سے ٹکٹ لے کر لے جاتے مگر میں بیوی پر روپیہ خرچ کرنے کو فضول خرچی سمجھتا اس کی بیماری کو وہم سمجھ کر نظر انداز کرتا بلکہ اس کے علاج سے بھی بے خبر ہو جاتا اگر وہ بیماری یا تھک کر مجھ سے پہلے سو جاتی تو اس کو گالیاں دیتا۔ بڑھتی ہوئی عمر اور بیماری کے باعث اس نے اپنے کام بچّوں میں تقسیم کرنا چاہے تو یہ بھی میں نے اس کی کام چوری تصور کی اور اسے سخت ملامت کرتا وہ کہتی کہ میں مرجاؤں گی تو گھر کون سنبھالے گا۔ تو میرا جواب ہوتا کہ کل کی مرتی آج مرجاؤ تمہارا پوچھنے والا کون ہے؟ جب

Marfat.com

بیوی بیمار ہوتی تو بجائے اس پر توجہ دینے کے دوسری شادی کے چکر میں گھر سے باہر رہتا جب وہ مسلسل بیمار رہنے لگی تو میں نے دوسری شادی رچالی دوسری بیوی بہت چالاک تھی اس نے گھر اور بچّوں کے کاموں سے غفلت برتی مگر میرے ذاتی کام خود سنبھال لئے اس طرح مجھے اس نے جورو کا غلام بنالیا اور میں اس کے اثر میں آکر بچّوں تک کو بھول گیا اس کی سزا قدرت نے مجھے اس طرح دی کہ جب میری دوسری بیوی کے ہاں ولادت ہوئی تو دوسری بیوی مرگئی پہلی نے اگرچہ طلاق نہ لی تھی مگر اپنے میکے جابیٹھی تھی مجھے گھریلو کاموں اور بچّوں کو سنبھالنے کے لئے پھر اپنی پہلی بیوی کو بلانا پڑا مگر اس نے میرے پاس آنے سے انکار کردیا کہ جس گھر میں میرے بچّے نہیں ہیں میں وہاں آکر کیا کروں گی کیونکہ سوتیلی ماں کے سلوک اور شادی کے بعد میری بے رخی کے باعث میرا اکلوتا اور قابل بیٹا امریکا چلا گیا تھا اور اپنی ماں کو بھی اپنے پاس بلالیا تھا ایک لڑکی تھی جس کی سوتیلی ماں نے ایک بڈھے سے شادی کردی تھی جو اسے لے کر دبئ چلا گیا تھا آج میں تنہا اپنے اعمال کی سزا بھگت رہا ہوں دوست احباب رشتے دار مجھ پر طنز کرکے چلے جاتے ہیں کہ یہ سب خدا کی ناشکری اور غرور و تکبر کا نتیجہ ہے اب میں ہوں اور میری بیماریاں میری ساتھی ہیں مگر نہ اولاد میرے پاس رہنا گوارا کرتی ہے اور نہ کوئی رشتہ دار۔ نرس رکھنے کی مجھ میں استطاعت نہیں اگر خودکشی حرام نہ ہوتی تو میں کب کا کرچکا ہوتا بس تنہائیوں کے عذاب جھیل رہا ہوں۔ (از روزنامہ جنگ)

نکتہ چینی سے بچئے

نکتہ چینی، تحکمانہ انداز، اعتراض، تنقیص، تقابل یہ تمام وہ روحانی بیماریاں ہیں جو گھریلو خوشگوار تعلقات کو کھوکھلا کردیتی ہیں میاں بیوی میں، حاکم محکوم میں باپ بیٹے میں ماں بیٹی میں محبت کے بجائے نفرت پیدا کردیتی ہیں۔

Marfat.com

لہٰذا ان تمام بیماریوں سے خود بھی بچنے کی پوری کوشش کیجئے۔ اور نمازوں کے بعد اور تلاوت قرآن کریم کے بعد دعا مانگئے کے اے اللہ ان تمام بُری عادات سے میری اور سارے مسلمان بھائی بہنوں کی حفاظت فرما۔

ماہرین نفسیات کہتے ہیں۔ دنیا کا آسان ترین کام دوسروں کے افعال پر نکتہ چینی یا اعتراض کرنا ہے لیکن اسلام کی بنیادی تعلیمات میں سے ہے کہ اعتراض کی بجائے اصلاح کی کوشش کی جائے اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔

اِدْفَعْ بِالَّتِیْ هِیَ اَحْسَنُ (پارہ ۲۴ سورۃ حم السجدہ آیت ۳۴)

"جواب میں وہ کہہ جو اس سے بہتر ہو"۔

یعنی داعیان حق کی خصلت یہ ہونا چاہیئے کہ وہ لوگوں کی برائی کو طریق احسن سے دفع کریں۔ وہ یہ کہ برائی کا بدلہ برائی سے نہ لینا اور معاف کردینا تو عمل حسن ہے اور احسن یہ ہے کہ جس نے تمہارے ساتھ بُرا سلوک کیا تم اس کو معاف بھی کردو اور اس کے ساتھ احسان کا برتاؤ بھی کرو۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ اس آیت میں حکم یہ ہے کہ جو شخص تم پر غصہ کا اظہار کرے تم اس کے مقابلے میں صبر سے کام لو۔ جو تمہارے ساتھ جہالت سے پیش آئے تم اس کے ساتھ حلم و بردباری کا معاملہ کرو۔ اور جس نے تمہیں ستایا اس کو معاف کردو۔ (مظہری بحوالہ معارف القران صفحہ ۶۵۳ جلد ۷)

بعض روایات میں ہے کہ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کو کسی شخص نے گالی دی یا بُرا بھلا کہا تو آپ نے اس کے جواب میں فرمایا کہ اگر تم اپنے کلام میں سچے ہو کہ میں مجرم و خطاوار اور بُرا ہوں تو اللہ تعالیٰ مجھے معاف فرمادے اور اگر تم نے جھوٹ بولا ہے تو اللہ تعالیٰ تمہیں معاف فرمادے۔

(بحوالہ معارف القران صفحہ ۶۵۳ جلد ۷)

بہت سے والد نکتہ چینی یا اعتراض صحیح نیت اور صحیح جذبے سے کرتے ہیں بیوی کو یا اولاد کو راہ راست پر لانے کے لئے یا گھر کے حالات صحیح کرنے کے

Marfat.com

لئے کرتے ہیں۔ اور بعض اوقات فقط اپنے دل کی بھڑاس نکتہ چینی کے ذریعے نکالتے ہیں۔

یاد رکھئے ان دونوں صورتوں میں نکتہ چینی اور اعتراض جلتی پر تیل کا کام دیتا ہے یا اعتراض کی چھوٹی سی چنگاری آگ کے شعلوں کی شکل میں بھڑک اٹھتی ہے۔

(۲) نکتہ چینی اور اعتراض کا دوسرا بڑا نقصان یہ ہوتا ہے کہ بار بار اس طرح کہنے سے طبیعت میں جھنجھلاہٹ اور مزاج میں چڑ چڑا پن پیدا ہوجاتا ہے اور پھر ہر بات کہنے اور سمجھانے کا انداز بدل جاتا ہے چیخنے اور چلانے کی عادت ہی پڑ جاتی ہے۔

(۳) تیسرا نقصان یہ ہوتا ہے بار بار نکتہ چینی اور اعتراض سے جب اثر نہیں ہوتا تو خود والد تھک جاتا ہے اور بالآخر خاموش ہی ہوجاتا ہے کہ میرے کہنے سے بھی کسی کے کان پر جوں تک نہیں رینگتی تو کیا فائدہ ہے۔ میں تو انہیں کے فائدے کے لئے کہہ رہا تھا مگر یہ نہیں مانتے تو یہ جانیں اور ان کا کام۔ اور اس طرح شیطان اس نکتہ چینی اور اعتراضات کے ذریعے سے گھروں میں لڑائی جھگڑے کرواکر کامیاب ہوجاتا ہے۔

(۴) نکتہ چینی تعلقات کو ایسے راستے پر لے آتی ہے جو کبھی ختم نہ ہونے والے منفی چکر کے گرد گھومتا رہتا ہے۔ یہی نہیں بلکہ نکتہ چینی اصل مسئلہ سے توجہ ہٹاکر بذات خود ایک مسئلہ بن جاتی ہے۔ ایسے افراد کسی ایک مسئلے کو حل کرنے بیٹھتے ہیں۔ تو اٹھنے سے پہلے تین مسئلے اور پیدا ہوجاتے ہیں اور وہ پہلا والا حل ہونے کے بجائے اور پیچیدہ ہوجاتا ہے مثلاً بچّے اسکول یا مدرسہ سے آکر جوتے، موزے، بیگ، تھرماس اس طرح لاپرواہی سے رکھدیتے ہیں کہ ایک باشعور عورت ذمہ دار خاتون خانہ اور ایک ماں کی حیثیت سے یہ تمام مناظر دیکھ کر جھنجلا جاتی ہے۔ اور روایتی انداز میں سب پر چیختی چلاتی ہے اس پر شوہر اسی

Marfat.com

پر اور اس کی تربیت پر نکتہ چینی کرتا ہے اس کے نقصانات میں سے سب سے بڑا نقصان یہ ہوتا ہے کہ بچے زیادہ بے ادب ہوجاتے ہیں تنگدل ہوجاتے ہیں بڑے بیٹے اور بیٹیاں ماں کے اندر چڑچڑاپن محسوس کرتے ہیں۔ بیوی شوہر سے تنگ آجاتی ہے اور اپنے خیالات کی تائید میں اپنے چھوٹے بچوں کے ساتھ بھی بدسلوکی سے پیش آنے والی ان کی ماں کا عمل اس لئے مزید ایک ثبوت فراہم کرتا ہے کہ میری بیوی اتنی ظالمہ ہے جس نے مجھے اور میرے بچوں کو دق کر رکھا ہے یہ مجھ سے اور میری والدہ اور بہنوں سے کیا نبھائے گی بلکہ اپنے ہی بچے جن کو ۹ ماہ تک پیٹ میں رکھا اپنے خون جگر سے ان کی دودھ کی شکل میں پرورش کی۔ لیکن آج وہ بچے بھی اس سے تنگ ہیں۔ لہٰذا یاد رکھئے نکتہ چینی جس پریشانی کو دور کرنے کے لئے یا جس مسئلے کے حل کرنے کے لئے کی گئی تھی وہ تو حل نہیں ہوا بلکہ اور بہت سارے مسائل پیدا ہوگئے۔ اور بہت سی پریشانیاں وجود میں آگئیں۔ اور گھر کے بہت سے افراد کو آپ نے اپنے سے دور کردیا۔ لہٰذا نکتہ چینی سے خود بھی بچئے اور دوسروں کو بچایئے۔ نکتہ چینی سے بچنے کے لئے ہم کچھ تدابیر لکھتے ہیں ان کو غور سے پڑھئے اور دعا کیجئے کہ اے اللہ مجھے حسن اخلاق و نرم لہجہ اور میٹھی زبان عطا فرمایئے۔

بات واضح انداز میں کریں

اسکول یا مدرسہ بھیجنے کے لئے فلانے / فلانی ساری رات سوتے رہے سارا دن بھی سوتے ہی رہو گے فوراً کھڑے ہوجاؤ کمرہ دیکھو تمہارا کباڑ خانہ لگ رہا ہے۔ اسکول کے کپڑوں پر بھی استری نہیں ہوئی۔ رات کو ہوم ورک کرکے کیوں نہیں سوئے۔ کتنا سمجھایا تھا کہ پیشاب کرکے سوجاؤ، رات کو پیشاب نہیں کیا نا؟ وغیرہ وغیرہ یہ تمام جملے شکایتوں سے پر ہیں۔ بڑی بیٹی سے، میں تمہیں اتنا غیرذمہ دار دیکھنا نہیں چاہتا ہر روز صبح اپنے بال سلجھاکر کنگھی میں بال یونہی چھوڑ

Marfat.com

دیتی ہو۔ ہمیشہ میں چلاتا رہتا ہوں کہ بال بیسن کی جالی میں چپک چپک کر نالی بند کر دیتے ہیں وغیرہ جیسے مکالمے بولنے کے بجائے انہیں واضح الفاظ میں سمجھائیں اور تحکمانہ انداز نہ ہو۔

(۱) بات صاف اور واضح کریں مبہم بات نہ کریں مثلاً بچّوں سے کہا کہ اپنے کپڑے الماری میں قرینے سے رکھو۔ اس سے آپ کو بھی یہ یہ فائدے ہوں گے اور میرے کاموں میں بھی آسانی ہوجائے گی جس سے اللہ تعالیٰ بھی آپ سے خوش ہوجائیں گے اور میں بھی یا "دیر نہ لگانا" کے بجائے مغرب کی نماز پڑھ کر فوراً آجانا یا شام "پانچ بجے آجانا" کہہ کر وضاحت کریں۔ اور اس کے فوائد ضرور بتائیں۔

الزامات نہ تھوپیں

کسی مسئلہ کو حل کرنے کے لئے پریشان ہونا چھوڑ دیں۔ اور ساتھ ہی گھر والوں پر الزام نہ لگائیں کہ اس خرابی میں ان کا ہاتھ ہے۔ کسی مسئلہ میں زیادہ ہی پریشان ہوں تو فوراً اچھی طرح وضو کر کے دو رکعت صلوٰۃ الحاجت پڑھ کر اللہ تعالیٰ سے مانگیں۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔ وَاسْتَعِيْنُوْا بِالصَّبْرِ وَالصَّلٰوةِ (البقرہ آیت ۴۵)
مشکلات میں اور مہمات میں ہمت و برداشت اور نماز کے ذریعے اللہ تعالیٰ کی مدد حاصل کرو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ معمول تھا کہ ہر مشکل وقت اور مہم میں اللہ تعالیٰ کی مدد حاصل کرنے کے لئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نماز میں مشغول ہوجاتے تھے اور یہ ایک حقیقت ہے کہ مخلوقات کی ساری حاجتیں اور ضرورتیں اللہ تعالیٰ کے اور صرف اللہ تعالیٰ ہی کے ہاتھ میں ہیں اور بظاہر جو کام بندوں کے ہاتھ سے ہوتے دکھائی دیتے ہیں دراصل وہ بھی اللہ ہی کے ہاتھ میں ہیں۔ اور اسی کے حکم سے انجام پاتے ہیں۔ اور صلوٰۃ الحاجت اپنی حاجتیں پوری کرانے اور پریشانیاں دور کروانے اور بیوی بچّوں سے باتیں منوانے

Marfat.com

کا بہترین اور معتمد ترین اور مجرب طریقہ ہے اور اللہ تعالیٰ کے جن بندوں اور بندیوں کو ان ایمانی حقیقتوں پر یقین نصیب ہوا ہے ان کا یہی تجربہ ہے اور انہوں نے صلوٰۃ حاجت کو خزائن الٰہیہ کی کنجی پایا ہے۔ جب آپ صلوٰۃ الحاجت پڑھ کر دعا مانگ کر پھر اپنی بیوی بچّوں سے کہیں گے تو آپ کا یہ عقیدہ اور یقین زیادہ مستحکم اور مضبوط ہوجائے گا کہ کام کرنے والا دراصل وہ بندہ نہیں ہے۔ نہ اس کے کچھ اختیار میں ہے۔ بلکہ سب کچھ اللہ تعالیٰ ہی کے ہاتھ میں ہے۔ پھر اگر وہ کام ہوگیا تو آپ کو اللہ تعالیٰ کے شکر کرنے پر مزید اللہ تعالیٰ کی طرف سے ثواب و انعامات ملیں گے اور نعمتوں میں اور زیادہ ترقی ہوگی اور کام نہ ہونے پر یقین ہوگا کہ یا تو اس کام کے نہ ہونے میں ہی میرے لئے خیر ہے۔ یا میرے مانگنے میں کمی ہے یا مجھے مانگنے کا تو اجر مل گیا۔ اور اس چیز کے نہ ملنے پر قدرت کی جانب سے صبر حاصل ہوجائے گا اور یہ جو شکایت بیوی سے یا بچّوں سے ہوتی ہے۔ وہ ختم ہوجائے گی اور دل بھی مطمئن ہوجائے گا۔ کسی پر الزامات تھوپنے کے بجائے اپنے ہی نفس پر اور اپنے ہی بُرے طریقے سے ڈانٹنے اور نکتہ چینی کرنے کے انداز پر افسوس ہوگا اور مزید دعائیں مانگنے اور رو رو کر دعائیں مانگنے کی توفیق ہوگی۔

کوئی واقعہ رونما ہونے کے بعد اس کے نتائج پر بھی الزامات نہ تھوپیں۔ کہ کتنی مرتبہ کہہ چکا ہوں۔ گلاس یہاں پر مت رکھو، پھر بھی نہیں مانا۔ پانی ختم ہوجانے پر سب پر الزام نہ ڈالیں کہ دیکھو کتنا زیادہ پانی تم لوگ بہاتے رہتے ہو یا تم سے اتنا کام نہیں ہوا کہ کئی دنوں سے نلکہ ٹپک رہا ہے۔ اور اب تک نلکا نہیں بدلا۔ یہ طریقے سب نامناسب ہیں۔

اسی طرح بچّے کسی بات کا بار بار دہرانا پسند نہیں کرتے۔ اور نہ ہی انہیں تحکمانہ انداز پسند ہے جب کہ والد کا یہ مطمح نظر ہوتا ہے کہ وہ بات اس لئے دہراتا ہے کہ بچّے بات اچھی طرح سمجھ جائیں۔ جو وہ ان کو بتانا چاہتا ہے جب

انہیں کسی کام کو کرنے کے لئے بار بار کہا جاتا ہے۔ تو وہ جھنجلا جاتے ہیں اور ایک مرتبہ بھی کہیں تو موقع اور وقت دیکھ کر کہیں کہ موقع شناسی اور مردم شناسی یہ عقلمند شوہر اور باپ کے دو ۲ جوہر ہیں۔ جس کا استعمال ہر حالت میں بہت ہی مفید رہتا ہے۔

کیا چیز صحیح ہے پر توجہ دیں

یہ ایک ایسا بہترین اور قیمتی اصول ہے کہ والدین اساتذہ کسی بھی شعبہ کا سربراہ اس کو اپنالے تو وہ اپنے ماتحتوں میں محبوب بھی بن جائے گا اور ماتحت اس کی خواہش و منشا کے موافق کام بھی کریں گے اور اس کو اپنا سربراہ ہونے کے ساتھ ساتھ اپنا استاد اور معلّم بھی مانیں گے وہ یہ ہے کہ خوش گوار ماحول پیدا کرنے کے لئے کیا چیز غلط ہے کی بجائے کیا چیز "صحیح" ہے پر توجہ مرکوز کریں جو غلط ہے اس کو بھول جائیں اور صحیح کیا ہے وہ بچّوں کو سمجھائیں کیا کرنا چاہیے اور کیا ہونا چاہیے یہ سمجھائیں نا یہ کہ یہ کیوں کیا۔

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین کی عادت مبارکہ تھی کانوا یمیتون السیئۃ بترک ذکرھا وہ برائی کو ختم کردیا کرتے تھے اس کے ذکر کو نہ کرنے سے۔

جب برائی کا ذکر ہی نہیں ہوگا تو وہ خود ہی ختم ہوجائے گی جس بُری بات یا عادت کو آپ اپنے گھر اپنے بچّوں سے ختم کرنا چاہتے ہیں اس کا ذکر ہی ختم کردیں کیچڑ کو کوئی شخص ہٹانے کے لئے پتھر پھینکے تو اس کے چھینٹے کرتے پر بھی پڑیں گے۔ لہٰذا برائی کو برائی سے دھونے کی بجائے برائی کو نیکی سے دور کیجئے جس طرح حضرت عمرؓ کا ارشاد ہے۔

﴿احیوا الحق بذکرہ وامیتوا الباطل بھجرہ﴾ (حیوۃ الصحابہ جلد ۳ صفحہ ۲۰)

"حق کو زندہ کرو اس کے ذکر کے ساتھ اور باطل کو ختم کرو اس کے

ذکر کے ختم کرنے کے ساتھ"۔

حضرت سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ جب قادسیہ کی طرف روانہ ہونے لگے تو حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ان کو وصیت فرمائی جس میں ایک وصیت یہ بھی تھی جس کے الفاظ کا مختصر ترجمہ یہ ہے۔ "سعد تمہیں یہ بات دھوکہ میں نہ ڈالے کہ تم حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ماموں کہلاتے ہو اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابی ہو اللہ تعالیٰ برائی کو برائی سے نہیں دھوتے بلکہ برائی کو بھلائی سے دھوتے ہیں۔ (از حکایات صحابہؓ صفحہ ۸۹)

اب دعا کریں کہ اللہ تعالیٰ انفرادی و اجتماعی یعنی (گھر میں اور گھر کے باہر کی) زندگی کے مراحل میں ان اصولوں پر عمل کرنے کی توفیق عنایت فرمائیے۔ آمین یارب العالمین۔

بیوی کی غلطی پر صبر باعث مغفرت

حضرت مفتی اعظم پاکستان مفتی محمد شفیع رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے تھے یہ بات کتنی واضح ہے کہ اللہ تعالیٰ جل جلالہ خود باقی رہنے والا ہے۔ اس لئے جو کچھ اس کے پاس ہے وہ بھی باقی رہنے والا ہے۔ اور جو کچھ تمہارے بھیجے ہوئے عمل اس کے پاس پہنچ گئے وہ بھی باقی رہیں گے یعنی دنیا کی لذت اور خوشی پاکر ہم نے اگر اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرلیا تو لذت اور خوشی تو رہنے والی نہیں۔ مگر شکر کے وہ چند کلمات جو ہم نے اپنی زبان سے ادا کرلئے وہ اللہ کے پاس باقی رہیں گے اور مصیبت اور تکلیف کا صدمہ تو ہمیشہ باقی نہ رہے گا ہاں اس پر صبر، کے نکلے ہوئے الفاظ حیات جاودانی اختیار کرلیں گے اور قیامت کے دن اللہ سبحانہ و تعالیٰ شمار کراکر ایک نیکی کا کئی بار بدلہ عطا فرمائیں گے۔

(از مجالس مفتی اعظمؒ مرتبہ مفتی عبدالرؤف سکھروی)

اب سوچئے اور ذہن بنالیجئے۔ آج سے بیوی کی غلطیوں پر صبر کروں گا۔

Marfat.com

برداشت کروں گا کیسی بھی غلطی ہوجائے لیکن برداشت کرلوں گا اس لئے کہ اس غلطی پر جو صدمہ اور تکلیف مجھے پہنچ رہی ہے یقیناً وہ کبھی نہ کبھی ختم ہوجائے گی لیکن اس فانی صدمہ پر صبر و حوصلہ کے ساتھ برداشت کرنا اور خالص اللہ تعالیٰ کو راضی کرنے کے جذبہ سے معاف کردینے کی باقی رہنے والی فضیلت ہمیشہ ہمیشہ کے لئے اللہ کے پاس ہمارے حساب میں جمع ہوجائے گی۔

مثلاً ٹوتھ پیسٹ کی ٹیوب کا ڈھکنا درست طریقے سے بند نہ کرنے یا بجلی کے استعمال کم سے کم کرنے کی تاکید کے باوجود غفلت و کوتاہی پر یا باورچی خانہ کے بلب خراب ہونے اور جلدی نہ بدلنے کی وجہ سے رات کو اندھیرے میں کسی چیز سے ٹکرا گیا اب اس سے جو تکلیف ہوئی اس پر سخت لہجہ میں آپ نے بیوی کو ڈانٹا اس نے بھی پلٹ کر غصہ کا انداز اختیار کیا اب اس کے معمولی غصہ پر آپ کو شدید غصہ آئے گا مگر اس پر صبر کیجئے اور یہ سوچئے اور بار بار محاسبہ کریئے کہ بدزبانی نہ تو ہمیشہ رہے گی اور نہ اس کا نقصان ہمیشہ قائم رہے گا بلکہ صرف بدزبانی جیسی بے بنیاد چیز پر ہم نے اس کے بدلے ایک اور گالی دیدی تو بیوی کی اور ہمارے دونوں کی بدزبانی کا گناہ دونوں پر باقی رہ جائے گا اور یہ کہ ہم کو دنیا و آخرت دونوں میں نقصان پہنچا سکتی ہے۔ لیکن اگر ہم اس وقتی بدزبانی کو برداشت کرگئے اور جواباً اس کو کہدیا کہ اللہ تم کو نیک ہدایت دے جب تمہارا غصہ ختم ہوجائے گا پھر بات کریں گے اور میں تمہیں سمجھادوں گا یا تم مجھے سمجھادینا جس کی غلطی ہو وہ مان جائے تو یہ دعائیہ جملے ہمارے واسطے سرمایہ آخرت اور اس کے واسطے ذریعہ ہدایت بن جائیں گے۔

یاد رکھئے۔ نقصان و صدمہ کے تاثرات تھوڑی دیر میں یا تھوڑے دنوں میں ختم ہوجائیں گے لیکن باقی رہنے والی وہ نیکیاں یا برائیاں ہوں گی جو اس کو پاکر ہم نے اپنے دل اور زبان سے ادا کیا دارالعلوم دیوبند کے سب سے پہلے مدرس حضرت مولانا محمود دیوبندیؒ دیوبند ہی کے باشندے تھے بڑے عالم تھے اور

Marfat.com

ہزاروں علماء کے استاذ تھے حضرت شیخ الہند دارالعلوم کے پہلے شاگرد اور مولانا محمود پہلے استاد ان دونوں حضرات سے دارالعلوم کی بنیاد پڑی ان کی وفات کے بعد کسی نے ان کو خواب میں دیکھا ان سے پوچھا کیا گزری کیا معاملہ ہوا؟ فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کا شکر ہے اس نے بخش دیا۔

پوچھا مغفرت کا سبب کیا ہوا؟

فرمایا کہ اور کسی چیز کے بارے میں نہ پڑھنے لکھنے کے بارے میں تو کسی نے پوچھا ہی نہیں درس و تدریس کے بارے میں کسی نے نہیں پوچھا۔ البتہ کہا گیا کہ فلاں دن تم نے اپنے گھر میں کھچڑی پکانے کو کہا تھا اور کھچڑی میں نمک تیز ہو گیا تھا۔ اور بیوی نے غلطی سے نمک تیز کر دیا۔ اور تم نے اس کھچڑی کو صبر کے ساتھ کھالیا۔ اور اپنی بیوی کو کچھ کہا سنا نہیں اور تم نے اس تکلیف کو صبر اور تحمل کے ساتھ برداشت کیا اور اس لئے اس کا اظہار نہیں کیا کہ اس سے اس کا دل دکھے گا اس صبر و تحمل کے نتیجے میں تمہیں بخشا جاتا ہے۔

حضرت مفتی محمد شفیع صاحبؒ فرماتے ہیں یہ انعامی وظائف ہوتے ہیں جب کسی کو انعام دینا ہوتا ہے تو معمولی چیز پر بھی انعام دیا جاتا ہے۔

دیوبند ہی کے ایک مدرس اور بڑے عالم مولانا منفعت علی صاحبؒ بڑوں بڑوں کے استاد تھے خود میرے والد صاحبؒ کے استاد تھے۔ کانپور میں اچانک ان کا انتقال ہو گیا شاید کوئی قلبی مرض پیش آگیا وفات ہو گئی اور کوئی قریبی عزیز تو کیا ہوتا کوئی دوسرا شخص بھی پاس نہیں تھا بے کسی کے عالم میں وفات ہو گئی ان کے مرنے کے بعد ہمارے عزیزوں میں سے ایک صاحب نے خواب میں دیکھا اور پوچھا کہ کیا ہوا؟

فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے فضل فرمایا اور یہ فرمایا کہ تیری موت بے کسی میں آئی اور اس پر ہمیں رحم آیا اور تمہیں بخش دیا۔

تو ایسا ہوا کرتا ہے بعض اوقات اللہ جل شانہ چھوٹی چیزوں کو قبول کر لیتے

Marfat.com

ہیں عمل چھوٹا ہوتا ہے۔ لیکن وہ اخلاص کے ساتھ ہوتا ہے اس لئے قبول کرلیا جاتا ہے اور سارے گناہ معاف ہوجاتے ہیں بار بار اس لئے کہہ رہا ہوں تاکہ لوگ اس مغالطہ میں نہ پڑجائیں کہ بس اتنا چھوٹا سا عمل کرلیا اور باقی سب کام چھوڑ دیئے تو بھی بخشش ہوجائے گی۔

(از مجالس مفتی اعظم" مرتبہ حضرت مفتی عبدالرؤف سکھروی مدظلہم صفحہ ۴۰۲)

ایک شخص سے کوئی گناہ ہوگیا تو کسی اللہ تعالیٰ کے ولی کے پاس گیا، کہ یہ گناہ ہوگیا ہے تو فرمایا تم اپنی بیوی کو محبت سے ایک لقمہ اللہ کو راضی کرنے کے جذبے سے کھلادو ان شاء اللہ تعالیٰ یہ نیکی اللہ کے غصے کو دور کردے گی، اس لئے کہ بیوی کو لقمہ کھلانا بھی صدقہ ہے، اور صدقہ اللہ کے غضب کو دور کردیتا ہے، صدقہ بلا کو کھاجاتا ہے۔

بیوی کا دل نہ دکھائیے

ہر مسلمان کو چاہئے کہ وہ قصداً اور عملی طور سے اس بات کی کوشش کرے کہ میرا رہن سہن، اٹھنا بیٹھنا، چلنا پھرنا، بولنا چالنا ایسا ہو جس سے دوسروں کو راحت پہنچے، کسی کو مجھ سے تکلیف اور ذرا بھی ٹھیس نہ پہنچے۔ غور کیجئے قرآن کریم میں ایسے لوگوں کو عباد الرحمٰن کہا گیا ہے جو زمین پر چلتے ہیں آہستہ یہ مطلب نہیں کہ چال چیونٹی کی ہو بلکہ ان کی چال سے یہ معلوم نہیں ہوتا کہ کوئی بڑا آدمی جارہا ہے یا لوگ ان سے جاہلانہ گفتگو کریں تو وہ کہیں "سلام" اس کا ایک مطلب یہ ہے کہ جاہل کا جواب سلامتی سے دیں۔ ظلم کا جواب عدل سے دیں اس عنوان سے اللہ تعالیٰ نے تعریف کی ہے کہ آہستہ چلتے ہیں کسی کو تکلیف نہ ہو پستی عاجزی سے چلتے ہیں۔ سینہ نکال کر نہیں چلتے کسی کو دھکا دے کر نہیں چلتے اسی کو رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

"مسلمان وہ ہے کہ جس کے ہاتھ اور زبان سے مسلمان محفوظ

Marfat.com

رہے''۔

مطلب یہ ہے کہ دوسروں کو تکلیف عام طور پر کسی کو زبان اور ہاتھ سے پہنچتی ہے۔ اپنے رہن سہن اور چال ڈھال، بول چال، ایسی بنائے کہ کسی اپنے یا پرائے کو تکلیف نہ پہنچے اسی طرح فرمایا ایمان کے ستر شعبے ہیں اس میں ادنی یہ ہے کہ راستہ کی تکلیف دینے والی چیز ہٹادو جس سے دوسروں کو اذیت ہو۔ اتنی اہمیت دی ہے اس عمل کو کہ شعبہ ایمان قرار دیا ہے۔ ایک یہ ہے کہ ہم نے پتھر راستہ میں ڈالا نہیں مگر ہمارے ایمان کا تقاضا یہ ہے کہ اس کو راستے سے ہٹادیں اور جو خود ڈال دے ایسی چیزیں اس کا کیا کہنا ہمیں یاد رکھنا چاہئے، مسلمان کو تکلیف دینا گناہ کبیرہ میں شمار ہوتا ہے۔ بعض بزرگوں کا ارشاد ہے کسی کے دل کو مجروح کرنا اس سے بڑا دنیا میں کوئی گناہ نہیں، اور کسی مومن کا کسی طریقے سے دل خوش کرنا سب سے بڑی نیکی ہے قرآن و حدیث ساری بھری ہوئی ہے اس بات سے کہ ایذاء رسانی سے بچو۔

ابن کثیرؒ نے فرمایا کہ حضرت یوسف علیہ السلام سے دو قیدیوں نے خواب بیان کئے ان میں سے ایک کی یہ تعبیر تھی کہ تم عیش کرو گے بادشاہ کی خدمت میں ہو جاؤ گے دوسرے کو پھانسی ہوگی ان دونوں میں سے ہر ایک کی تعبیر متعین تھی اور یہ بھی متعین تھا کہ شاہی ساقی بُری ہو کر اپنی ملازمت پر پھر فائز ہوگا اور باورچی کو سولی دی جائے گی مگر پیغمبرانہ شفقت و رحمت کی وجہ سے متعین کر کے نہیں بتلایا کہ تم میں سے فلاں کو سولی دی جائے گی۔ تاکہ وہ ابھی سے غم میں نہ گھلے بلکہ اجمالی طور پر یوں فرمایا کہ تم میں سے ایک رہا ہو جائے گا اور دوسرے کو سولی دی جائے گی۔ (معارف القران صفحہ ۶۹ جلد ۵)

غرض یہ ہے کہ اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے مسلمانوں کے دل کو ادنی درجہ کی تشویش دینے سے بھی منع کیا ہے۔ فرمایا ایک مجلس میں تین آدمی ہوں تو دو آدمیوں کو کانا، پھوسی نہ کرنا چاہئے کہ تیسرا اکیلا رہ جائے

Marfat.com

گا۔ اس کے دل کو تشویش ہوگی حالانکہ اس کو گالی نہیں دی بُرا نہیں کہا مگر اس سے بچایا کہ تشویش نہ ہو۔

حضرت تھانویؒ کے متعلق لکھا ہے کہ ایک دفعہ آپ گھر میں تنہا تھے اہلیہ صاحبہ کسی عزیزہ کے یہاں گئی تھیں اور حضرت سے کہہ گئی تھیں کہ ڈربہ کھول دیں حضرتؒ کو یاد نہ رہا اور ڈربہ کھولنا بھول گئے نماز و تلاوت میں دل نہ لگا کچھ دینی مضامین لکھنا چاہتے تھے مگر القاء نہ ہوا پس اللہ کی طرف متوجہ ہوئے اللہ سے معافی چاہی اس وقت دل میں آیا آج مرغیاں کھولنا بھول گیا ان کو بند کر رکھا ہے اس لئے اللہ نے میرا دل بند کر دیا۔ اللہ پاک نے جن کو بصیرت دی ہے ان کے سامنے تو مرغی کا دل دکھانے پر بھی دیوار کھڑی ہو جاتی ہے ہم اندھا دھند کتنے دل دکھاتے ہیں اس کا احساس ہی نہیں۔ ان کا دل کھلا ہوا تھا۔ وہ اگر کسی وقت ذرا بھی حق تعالیٰ سے دور ہو جاتے۔ تو ان کو اطلاع ہو جاتی ہے اللہ پاک فرماتے ہیں جس کسی کے گھر جاؤ بغیر اجازت کے نہ جاؤ، اور جا کر سلام کرو۔ اور ایسے وقت جاؤ کہ اس کے کھانے کا وقت نہ ہو۔ آرام کا وقت نہ ہو یہ فرائض میں ہے اس کے خلاف کرنا گناہ ہے۔

قرآن کریم کی تعلیم یہ ہے کہ دوسروں کی ایذاء سے بچو۔ کسی کی ناگواری سے بھی بچو کسی کے دل پر بار نہ آنے پائے، اپنی طرف سے پوری کوشش ہو۔ دعا ہو، پکا ارادہ ہو کہ مجھ سے کسی کو تکلیف نہ پہنچے۔ میری وجہ سے کسی کا دل نہ دکھے چاہے قصداً ہو یا بلا ارادہ۔ دونوں صورتوں میں کسی کے دل دکھنے کا ذریعہ نہ بنوں۔ جب یہ نیت و ارادہ ہوگا اور پھر اس کے لئے دعا بھی ہوگی اور کوشش بھی ساتھ ساتھ جاری رہے گی تو اللہ تعالیٰ مدد فرمائیں گے خاص طور پر بیوی اور ماتحتوں کا بہت ہی خیال رکھنا ہوگا کہ میری وجہ سے ان کو تکلیف نہ پہنچے بیوی کا دل نہ دکھے۔ صرف شوہر کی اس نیت اور دعا ہی سے کتنے مسائل حل ہو جائیں گے بعض لوگ کسی کا دل دکھنے کا ذریعہ بن کر اذیت کا سبب بن کر

کہتے ہیں کہ میرا ارادہ نہیں تھا کہ ایسا ہو، بس ہو گیا، بزرگ فرماتے ہیں کہ اتنا کافی نہیں ہے کہ ارادہ نہیں تھا بلکہ یہ ضروری ہے کہ یہ ارادہ کرے کے مجھ سے تکلیف کسی کو نہ پہنچے۔ یعنی حقوق العباد کے معاملے میں صرف عدمِ قصد اذیت کافی نہیں ہے بلکہ قصد عدم اذیت کرنا ضروری ہے جیسے نگاہوں کی حفاظت کے معاملے میں بھی بزرگان دین نے فرمایا ہے کہ گناہ گار ہونے سے بچنے کے لئے صرف عدم قصد نظر کافی نہیں ہے بلکہ قصد عدم نظر ضروری ہے۔ ورنہ ہر شخص لاپرواہی سے نگاہوں کو ڈھیلا چھوڑے رکھے اور جہاں عام غیر محارم عورتوں کی ریل پیل رہتی ہو نظریں گھماتا رہے اور کہے کہ میں نے جان کر ارادے سے تو نہیں دیکھا تو اس کو بھی یہی سمجھایا جائے گا کہ تو نے ارادہ ہی کب کیا کہ نظر نہ پڑے خوب سمجھ لے کہ صرف یہ دعویٰ کہ میرے قصد کے بغیر یہ نظروں کے سامنے آرہی ہیں تو میں کیا کروں؟ کافی نہیں ہے بلکہ یہ قصد اور ارادہ (اور اس کے مطابق عملی ہمت بھی) لازم ہے کہ میری نظر نہ پڑے۔

نظر کی حفاظت نہ کرنے کا ایک نقصان یہ بھی ہے کہ اپنی بیوی چاہے وہ کتنی بھی حسین ہو نگاہ سے گر جاتی ہے اس لئے کہ شیطان کا یہ بہت بڑا دھوکا ہے کہ دوسروں کی عورتوں کو مرد کی نگاہ میں بہت خوبصورت دکھلاتا ہے اور اپنی حلال بیوی کو بدصورت دکھلاتا ہے تاکہ میاں بیوی میں جھگڑے ہوں اس کا واحد حل یہ ہے کہ اپنی نگاہ چشمی و نگاہ قلبی دونوں کی سختی سے حفاظت کرے کہ دل میں بھی کسی نامحرم عورت کا تصور کرکے لذت حاصل نہ کرے۔

بیوی کو کبھی بُرے القاب سے یاد مت کیجئے

اس بات کو ذہن نشین کر لیجئے کہ بُرے القاب کے ذریعہ یا گرج دار غصیلے لہجہ کے ساتھ ڈانٹنے سے اصلاح نہیں ہوتی، وقتی طور پر شوہر کے ظالم و جابر ہونے کا تو احساس بیوی کے دل و دماغ پر چھا جاتا ہے۔ اسی طرح شوہر کے

Marfat.com

بیوقوف اور بے وفا ہونے کا بھی یقین بیوی کو ہوجاتا ہے کہ چھوٹی سی غلطی پر یا بغیر پوری بات تحقیق کئے اپنے خیالات میں میرے قصور وار ہونے کا حتمی فیصلہ کرکے مجھ پر بچّوں کے سامنے کس طرح برستے ہیں، ایک تو ان میں عقل نہیں سمجھ نہیں اور دوسرے جانوروں سے بھی زیادہ بے وفا ہیں کہ میں صبح سے شام تک شوہر اور بچّوں کے لئے کاموں میں لگی ہوئی ہوں اور تھوڑی سی غفلت پر ان سب احسانات کو بھول کر آپ مجھ سے اس طرح مخاطب ہوتے ہیں ظالم، جنگلی، پاگل، کام چور، وغیرہ وغیرہ.........

اس طرح کے بُرے القابات بعض اوقات بیوی کے دل و دماغ میں اس طرح پیوست ہوجاتے ہیں کہ وہ بھولے بھی نہیں بھولتے۔ اور بعض اوقات تو شوہر کے انتقال پر جب اس کے کفن دفن کی تیاری کی جارہی ہوتی ہے اور عورتیں سب روتی ہیں اور بیوی بھی خوب دل سے روتی ہے مگر اس کو اپنے تصورات میں وہ منظر وہ جگہ وہ وقت وہ لہجہ ایسا یاد رہتا ہے کہ اس وقت بھی جہاں شوہر کے اور احسانات یاد رہتے ہیں وہاں یہ بُرا منظر بھی یاد رہتا ہے کہ مرحوم جب غصہ ہوتے تھے تو چیر پھاڑنے والے درندہ کی طرح کاٹنے دوڑتے اور جو کچھ منہ میں آتا تھا بول دیتے تھے۔ لہٰذا ہر مسلمان کو چاہئے کہ وہ ضرور اس بارے میں اپنا محاسبہ کرتا رہے بار بار اکیلے میں اپنے آپ سے کہتا رہے کہ وہ شوہر ضرور ہے مگر اللہ تعالیٰ کی مخلوقات میں پہلے وہ انسان یعنی اشرف المخلوقات ہے۔ وہ شیر، چیتا، یا سانپ بچھو کی طرح نہیں ہے۔ اور پھر اشرف المخلوقات میں وہ مسلمان ہے جس کی تعریف پیغمبر صادق، سید الرسل، آخری نبی حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے اس طرح فرمائی ہے۔

﴿المسلم من سلم المسلمون من لسانه ویده﴾ (ابوداؤد ص۴۸۱)

"مسلمان وہ ہے جس کی زبان اور اس کے ہاتھ سے مسلمان محفوظ رہیں"۔

تو ہر مسلمان میں میری بیوی بچّے بھی داخل ہیں۔ مسلمان کے پاس سمجھانے اور افہام و تفہیم کے علاوہ اور کوئی راستہ ہی نہیں ہے۔ اگر ۹۹ مرتبہ کوئی بات آپ بیوی کو سمجھا چکے ہیں اور پھر بھی اس نے وہی غلطی کی ہے تو یاد رکھئے، سویں مرتبہ بھی آپ کے پاس سمجھانے کے علاوہ اور کوئی راستہ ہی نہیں ہے۔

لوگ دارالافتاء میں آکر کہتے ہیں کہ مفتی صاحب ہم نے اپنی بیوی کو ہزار مرتبہ یہ بات سمجھائی ہے پھر بھی نہیں سمجھتی تو مفتی صاحب ان سے پوچھتے ہیں کہ آپ کی شادی کو کتنا عرصہ ہوا ہے؟

کوئی بتاتا ہے دس ۱۰ سال، ۱۲ بارہ سال، ۲ دو سال وغیرہ وغیرہ تو ہزار مرتبہ تو پھر بھی نہ ہوا ہزار مرتبہ تو سفید جھوٹ ہے۔

یاد رکھئے! شیطان آپ سے ہزار مرتبہ کا کہلوا کر آپ کے نفس کو دھوکہ دیتا ہے کہ "دیکھ تو نے ہزار مرتبہ سمجھا دیا پھر بھی یہ نالائق بیوی نہ سمجھی"؟

بلکہ آپ تو اپنے آپ کو یوں مطمئن کیجئے کہ اگر بالفرض والمحال میں نے ہزار مرتبہ بھی سمجھا دیا تو اب بھی میرے پاس سمجھانے کے سوا کوئی راستہ نہیں ہے۔

حضرت شیخ الاسلام حضرت شبیر احمد عثمانیؒ فرماتے تھے "حق بات حق نیت سے حق طریق سے کہی جائے تو ضرور موثر ہوتی ہے۔ جہاں بات موثر نہیں ہوتی۔ وہاں ان تین باتوں میں سے کسی بات کی کمی ہوتی ہے۔ اگر ان رعایتوں کے ساتھ اصلاح کی کوشش کی جائے تو انشاء اللہ تعالیٰ موثر ہوگی مخاطب اثر قبول کرکے صحیح عمل کرے گا۔ اگر مخاطَب عمل نہ بھی کر سکا تو کم از کم یہ فائدہ لازمی ہے کہ اس کو صحیح علم ہو جاتا ہے"۔

(ماخوذ از مجالس مفتی اعظم مرتبہ مفتی عبدالرؤف سکھروی صفحہ ۴۹۳)

غور کیجئے، اس عبارت کو دوبارہ پڑھئے یہ اس تجربہ کار عالم کی بات ہے جس کو عرب و عجم کے علماء شیخ الاسلام کے نام سے یاد فرماتے ہیں اور لاکھوں لوگ ان کی تفسیر (تفسیر عثمانی) اور مسلم شریف کی شرح فتح الملہم سے فائدہ اٹھا رہے

Marfat.com

ہیں۔ آپ اگر بیوی کی اصلاح کرنا چاہتے ہیں تو ان برے القابات سے گرجدار لہجہ سے کبھی بھی اصلاح نہیں ہوسکتی جو اصلاح کا طریقہ ہے وہ اپنایئے آپ کے لئے بھی اس میں عافیت ہے حفاظت ہے۔

حضرت مولانا مفتی محمد تقی عثمانی دامت برکاتہم اپنے والد ماجدؒ کے حالات میں لکھتے ہیں حضرت والدؒ فرمایا کرتے تھے کہ نکیر (ملامت) ہمیشہ منکر (بری یا ناجائز بات) پر ہونی چاہئے اور غیر منکر پر نکیر کرنا خود قابل نکیر ہے کیونکہ یہ خود منکر ہے لہٰذا بعض لوگ جو مباحات پر یا محض آداب و مستحبات کے ترک پر نکیر کرنا شروع کردیتے ہیں ان کا طرز عمل درست نہیں ہے آداب و مستحبات کی تعلیم و تبلیغ تو کرنی چاہئے ان کی ترغیب بھی دینی چاہئے اگر کوئی شخص کسی مستحب کو چھوڑ دے تو اس کو تنہائی میں نرمی سے متوجہ کرنے میں بھی مضائقہ نہیں لیکن اس پر نکیر و ملامت کرنا کسی طرح جائز نہیں حضرت والد صاحبؒ فرمایا کرتے تھے کہ جو حضرات محض کسی ترک مستحب پر مجمع عام میں روک ٹوک یا ناراضگی کا اظہار شروع کردیتے ہیں ان کے طرز عمل میں دو غلطیاں ہوتی ہیں۔ ایک تو غیر منکر پر نکیر کرنا۔ دوسرے جس شخص پر روک ٹوک کی جارہی ہے، اسے مجمع عام پر رسوا کرنے کا انداز اختیار کرنا۔ اور اللہ بچائے بعض اوقات اس تمام نکیر و ملامت کے پس پشت عجب و پندار اور نفسانیت بھی کار فرما ہوتی ہے جو ایک مستقل گناہ ہے۔

آپ فرمایا کرتے تھے کہ جو حضرات اس طرز عمل پر کاربند ہوتے ہیں، عام طور سے دیکھا یہ ہے کہ دین کے اہم معاملات سے ان کی نگاہیں اوجھل رہتی ہیں آداب و مستحبات بڑے محبوب اعمال ہیں۔ ان پر چلنا وسعت میں ہو عمل کرنا چاہئے۔ اور دوسروں کو پیار و محبت سے ان کی ترغیب بھی دینی چاہئے لیکن ان کے ترک پر نکیر و ملامت کا انداز اختیار کرنا درست نہیں۔

(ماخوذ از میرے والد میرے شیخ اور ان کا مزاج و مذاق صفحہ ۱۴۰)

Marfat.com

یہ حضرت مفتی اعظم پاکستان مفتی محمد شفیع صاحبؒ کا ارشاد گرامی ہے قرآن و حدیث فقہ و تفسیر کی تعلیمات کا نچوڑ اور خلاصہ یہ ہے لہٰذا دعا بھی کیجئے اور کسی وقت میں دو رکعت نفل پڑھ کر دعا مانگئے اسے اللہ میرے اندر سے ایسی تمام بُری عادتیں نکال دیں اور لوگوں کے ساتھ بھی خاص طور پر بیوی بچوں کے ساتھ حسن سلوک کے ساتھ پیش آنے کی توفیق عطا فرمائیے۔

بعض اوقات چھوٹی سی بات پر شوہر کو بہت ہی غصہ آجاتا ہے خصوصاً اگر وقت پر کوئی چیز نہ ملے مثلاً شدید پیاس کا تقاضا ہے، اب دیکھا تو گلاس نہیں مل رہا، سر میں درد ہورہا ہے، منہ میں گولی ڈال لی آپ پانی پینے فریج کے پاس گئے تو بوتل نہیں رکھی ہوئی غسل کرنے بیٹھ گئے تو صابن نہ تھا، اب اس طرح سب مراحل پر صبر کریں، اور ضرور بیوی کو سمجھائیں لیکن طریقہ سے سمجھائیں۔ سب سے پہلے تو یہ کوشش کریں کہ اسی وقت نہ سمجھائیں بلکہ تین نمازوں کا وقت گذرنے کے بعد سمجھائیں مثلاً آپ کو یہ پریشانی فجر کے بعد ہوئی ہے تو ظہر، عصر، مغرب ان تین نمازوں کا وقت گذر جائے۔ پھر عشاء کے بعد سمجھائیں۔ اسی طرح اگر کوئی تکلیف دہ بات عصر کے بعد پیش آئی تو کوشش کریئے کہ فجر کے بعد سمجھائیں اور سمجھاتے ہوئے یہ طریقہ ہرگز اختیار نہ کریں۔

دیکھو تم کیسی بیوقوف ہو، کیسی پاگل ہو، جب کئی مرتبہ سمجھا چکا ہوں مجھے پانی کی ضرورت رہتی ہے تو کمرہ میں گلاس کیوں نہیں رکھا، کیسی ظالم عورت ہو کہ میں نے تمہیں کہا تھا آج میرے پیٹ میں درد ہے، کھچڑی کھاؤں گا، پھر بھی تم نے کھچڑی نہیں بنائی وغیرہ وغیرہ۔

بلکہ بُرے القابات دینے کے اس انداز سے بچتے ہوئے مثبت انداز میں سمجھائیں اور ان تین نمازوں کے وقت کے گذرنے کے درمیان یہ بھی ضرور سوچیں کہ اس میں میری کیا غلطی ہوگی جب آپ انصاف کرتے ہوئے ٹھنڈے

دل سے سوچیں گے تو بیوی کی غلطی میں آپ کو اپنی بھی غلطی نظر آئے گی مثلاً اپنے آپ کو یوں سمجھایئے کہ تم نے گولی منہ میں کیوں رکھ لی بغیر پانی کے گلاس لئے ہوئے یا غسل کرنے سے پہلے صابن تولیہ خود کیوں نہ دیکھ لیا وغیرہ وغیرہ۔

کھچڑی کے لئے دوبارہ اگر میں یاد دہانی کروادیتا تو کونسی میری شان میں بٹہ لگ جاتا اور انسان ہے بھول ہو ہی جاتی ہے صرف بھولنے پر ظالم، چور، پاگل، بیوقوف، جاہل، ناکارہ، بدتربیت اور جنگلی کے القابات سے اگر میں کسی کو نوازتا ہوں تو حقیقۃً یہ میں اپنے آپ ہی کو کہہ رہا ہوں۔ انشاء اللہ الرحمٰن اس طرح کرنے سے بہت ہی فائدہ ہوگا، آپ کو سکون میسر ہوگا صحت و عافیت ملے گی، گھریلو جھگڑوں کے علاوہ اور بہت سارے باہر کے جھگڑے بھی ختم ہوجائیں گے۔ اللہ تعالیٰ اور اس کے بندے دونوں کے درمیان آپ محبوب ہوجائیں گے۔

حضرت مولانا محمد الیاسؒ فرمایا کرتے تھے، ”اس کام کو وہی کرسکیں گے جو دوسروں کی غلطی کو اپنی غلطی کہنے والے ہوں اور اپنی غلطی نہ ہوتے ہوئے بھی یہ اعتراف جرم اور ندامت کا انداز اختیار کریں کہ غلطی ہوئی“۔

حضرت رحمۃ اللہ تعالیٰ اپنے آخری دور میں مع ایک جماعت کے لکھنو تشریف لے گئے تھے دارالعلوم ندوہ میں قیام تھا۔ حضرت مولانا عبد الشکورؒ نے دارالمبلغین پاٹا نالہ میں خصوصی اجتماع حضرتؒ کی تقریب میں رکھا تھا اور حضرت کو ندوہ سے لانے کے لئے اپنے چھوٹے بھائی حضرت مولانا عبد الرحیمؒ کو بھیجا تھا مولانا عبد الرحیم کسی وجہ سے تاخیر سے پہنچے اور پاٹانالہ حضرت کے پہنچنے میں تاخیر ہوگئی جس کے سبب شریک ہونے والے مہمان انتظار کرکے واپس چلے گئے جب مولانا الیاسؒ پہنچے تو مولانا عبد الشکورؒ نے تاخیر سے آنے کی شکایت کی تو حضرت نے فوراً فرمایا کہ غلطی ہوگئی۔

اور پھر اپنے رفقاء سے فرمایا کہ بھئی بھائی کی غلطی کہہ کر اپنی صفائی دی

Marfat.com

جاسکتی تھی مگر زیادہ بہتر یہی ہے کہ ہم غلطی کے نہ ہوتے ہوئے بھی اعتراف کرلیں یہ کام اس مزاج کو چاہتا ہے اور فرمایا کرتے تھے اس کا مزاج اپنوں اور غیروں کی جھیلنا ہے۔

(ماخوذ ارشادات و مکتوبات حضرت مولانا شاہ محمد الیاسؒ دہلوی صفحہ ۲۳)

تو سوچئے اگر اپنی غلطیوں کو ڈھونڈنے لگ جائیں گے تو اللہ تعالیٰ آپ میں وہ صفات قبولیت پیدا فرمائیں گے جن صفات کی بناء پر آدمی سے نبیوں والا کام یعنی (دعوت الی اللہ) کا کام لیا جاتا ہے۔

بچّے سے دوستی کیجئے

تعلیم کا مقصد فقط یہ نہیں کہ ایک مخصوص نصاب آپ نے بچّے کو رٹوا دیا اور بچّے نے امتحان پاس کرلیا بلکہ باپ کا فرض ہے کہ وہ اپنے معصوم بچّے کی علمی زندگی کے ساتھ ساتھ اس کی عملی زندگی کو بھی پیش نظر رکھے اور اس کی ایسی تربیت کرے کہ وہ زندگی کے ہر امتحان اور زمانے کے ہر طرح کے حالات کو سہارنے کی طاقت رکھتا ہو۔

اس کے لئے ضروری ہے کہ بچّے کے اندر ایک طرح کی خود اعتمادی ہو اور وہ ہر کام اعتماد سے کرتا ہو اور یہ خود اعتمادی بغیر گھر کے خوشگوار اور ہمدردانہ ماحول کے پیدا ہونا مشکل ہے، اس لئے گھر کے اندر کا ماحول خوشگوار، ہمدردانہ اور بے تکلّف ہونا چاہیئے۔ چھوٹی چھوٹی باتوں پر معصوم بچّے کو ڈانٹنا پھٹکارنا کسی طرح مناسب نہیں، اس سے بچّے میں اضطراب اور خوف پیدا ہوتا ہے جس سے وہ زندگی کا کوئی کام پھر اعتماد سے نہیں کرسکتا۔ اس لئے باپ کو چاہیئے کہ بچّوں

Marfat.com

کے بہتری کا خیال رکھتے ہوئے ان کے لئے مثبت اور تعمیری دلچسپیاں اور مشاغل فراہم کریں جن سے صحت مند خطوط پر بچّوں کی جبلتوں کی صحیح رہنمائی ہو اور ان کے جذبات کی صحیح تسکین ہو اور وہ کسی محرومی کا شکار نہ ہوں۔ بچّوں کو تحفظ کا احساس دلایئے اور اس بات کا احساس دلایئے کہ گھر میں اس کی بات بھی وزن رکھتی ہے اور اسے قدر کی نگاہ سے دیکھا جاتا ہے اور اس کا ایک مقام ہے۔ اس کے لئے بچّوں کو ان باتوں اور احساسات کے اظہار کا موقع دیجئے جو وہ دوستوں کی محفل میں اپنی کمزوری یا کسی اور وجہ سے ظاہر نہیں کرسکتے۔ لہٰذا بچّوں کو کبھی کبھار اپنے پاس بٹھایئے، ان سے بات کیجئے، ان کی بات سنئے، ان کو اپنی باتوں میں بے تکلفی سے شریک کیجئے، ان کو موقع محل کے مطابق سوچ سمجھ کر بولنا سکھایئے، ان کے چھوٹے چھوٹے مسائل سنئے اور ان میں دلچسپی کا اظہار کیجئے، ان کے ساتھ ان کے کھیل میں شریک ہوجایئے اور ان سے یوں گھل مل جایئے کہ وہ آپ کو اپنا گہرا اور مخلص دوست سمجھیں اور اپنی ہر بات آپ سے بلا تکلّف کہہ سکیں۔ اس طرح ان کی پریشانیاں اور مسائل آپ کے سامنے آئیں گے اور آپ آسانی کے ساتھ اس کا حل تلاش کرسکیں گے اور انہیں کئی خارجی لغویات اور لغزشوں سے بچاسکیں گے۔

لیکن اس بات کا خاص خیال رکھئے کہ اگر آپ کے سامنے بچّے کی کوئی خطا یا کوتاہی آئے تو آپ جان بوجھ کر اس کو نظرانداز نہ کریں ورنہ آپ کا یہ طرزِ عمل بھی اس کو اس کام کا عادی بنادے گا، بلکہ ایسی صورت میں آپ اس کی غلطیوں کی نشان دہی اکیلے بلاکر کریں اور اسے مناسب طریقے سے بغیر ذلیل کئے ہوئے سمجھا کر منع بھی کریں کہ اسے ناگوار نہ گزرے اور وہ آپ سے اپنی باتیں چھپانے نہ لگے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بچّوں سے بہت ہی زیادہ پیار و محبت فرماتے تھے، حتیٰ کہ بچّوں کو اٹھا کر کندھے مبارک پر بٹھاتے اور پھراتے رہتے مگر جہاں

Marfat.com

بچّے نے کوئی کام ایسا کیا جو شریعت یا اخلاق کی رو سے مناسب نہیں وہیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے تنبیہ فرمائی لیکن اس انداز سے کہ بچّہ اس کو ناگوار محسوس نہ کرے۔ حدیث کی کتابوں میں واقعہ مذکور ہے کہ اُم سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا بیٹا جو پہلے والے شوہر سے تھا ایک مرتبہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ایک برتن میں کھانا کھا رہا تھا، اپنا ہاتھ برتن میں اِدھر اُدھر پھرانے لگا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے دیکھ کر فوراً تنبیہ کی لیکن اس طرح، "اے لڑکے! بسم اللہ پڑھ کر کھاؤ اور دائیں ہاتھ سے کھاؤ اور اپنے سامنے سے کھاؤ"۔

دیکھئے! غلطی پر تنبیہ کردی لیکن براہ راست اس غلطی کا نام لے کر نہیں ڈانٹا بلکہ پہلے دو آداب اور بتائے اس کے بعد اس غلطی سے منع کیا جس سے بچّے کی اصلاح بھی ہوگئی اور بات ناگوار بھی نہ گزری۔ ایک نقطہ سمجھ لیں کہ اتنی سختی ٹھیک نہیں کہ وہ بچّہ آپ کو ظالم سمجھ کر کچھ نہ کہہ سکے اور اتنی بے تکلفی بھی ٹھیک نہیں کہ باپ بیٹے کے مقدس رشتے کا خیال ہی نہ رہے اور جو منہ میں آئے وہ جھٹ سے کہہ دے۔

اللہ تعالیٰ ہمیں اپنے بچّوں کی صحیح تربیت کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔

بچّوں کے لئے ایسے دوست تلاش کیجئے

یہ بات ایک حقیقت ہے کہ انسان پر اس کے ہم نشین کا بہت زیادہ اثر پڑتا ہے، اگر ہم نشین اچھا اور نیک ہے تو اس کی طبیعت بھی نیکی کی طرف مائل ہوتی ہے اور اچھے اور نیک کام کرنا اس کے لئے آسان ہوجاتے ہیں اور بُرے کاموں سے اس کی طبیعت خود بخود متنفر ہوجاتی ہے۔ اسی بات کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی ارشاد فرمایا ہے۔ چنانچہ ارشاد ہے: المرء علی دین خلیلہ یعنی آدمی اپنے دوست کے طریقے پر ہوتا ہے۔ لہٰذا تم میں سے ہر ایک دیکھ لے کہ وہ کس سے دوستی کر رہا ہے۔ (مشکوٰۃ جلد ۲ صفحہ ۴۲۷) اسی بات

کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک دوسرے مقام پر مثال سے سمجھایا ہے۔ فرمایا: نیک دوست کی مثال ایسی ہے جیسے مشک (خوشبو) بیچنے والا کہ یا تو آپ اس سے خوشبو خرید لیں گے یا وہ آپ کو ھدیہ دے دے گا ورنہ کم از کم اس کی خوشبو تو پہنچتی ہی رہے گی اور بُرے دوست کی مثال بھٹی جھونکنے والے کی طرح ہے کہ یا تو چنگاری اڑ کر تیرے کپڑے جلا دے گی، اگر یہ نہ ہوا تو بدبو تو پہنچے گی ہی۔ (مشکوٰۃ جلد ۲ صفحہ ۴۲۶)

اس لئے باپ کی ذمہ داری ہے کہ وہ بچّے کے دوستوں پر نظر رکھے اور کسی ایسے بچّے سے ہرگز اسے دوستی نہ کرنے دے جس سے اس کے اخلاق یا اعمال بگڑنے کا خطرہ ہو اور خود اپنے بچّے کے لئے اچھے دوست تلاش کر کے بچّے کی دوستی ان سے کرائے۔ بچّے کے لئے اچھے دوست تلاش کرنے کے لئے اللہ تعالیٰ سے دعا بھی مانگے، اپنی اہلیہ یعنی بچّے کی والدہ سے بھی دعا کروائیں کہ اے اللہ! ہماری اولاد کو نیک ساتھی اور شریف دوست عطا فرما اور بُرے دوستوں سے ان کی حفاظت فرما۔

دوستی کے لئے جن صفات کا ہونا ضروری ہے وہ آپ اچھے طریقے سے جانتے ہیں البتہ یاد دہانی کے لئے ہم چند صفات بیان کرتے ہیں جن کا حامل، اچھا دوست ثابت ہو سکتا ہے۔ ان صفات سے پہلے یہ بات اچھی طرح یاد رکھئے کہ دینی ماحول کا بچّوں پر بہت زیادہ اثر ہوتا ہے۔ لہٰذا اپنے بچّے کو دینی ماحول دیجئے، اس کے لئے آپ کے پورے گھر کا دین دار ہونا ضروری ہے اس لئے کہ بچّے بات سے زیادہ عمل سے سیکھتے ہیں۔

وہ صفات یہ ہیں:

(۱) جس بچّے سے آپ اپنے بچّے کی دوستی کرانا چاہتے ہیں، وہ بچّہ آپ کے بچّے کا ہم عمر ہو، اپنے سے عمر میں بڑے یا چھوٹے بچّوں سے دوستی نقصان دہ ثابت ہو سکتی ہے۔

Marfat.com

(۲) اسی طرح اس بچّے کے والدین بھی نمازی اور دیندار ہوں، ان کے گھر میں ٹی وی اور اسی طرح کی دوسری خرافات نہ ہوں اور ان کا معیار آپ کے معیار زندگی کے برابر ہو، اپنے سے بہت زیادہ امیر سے دوستی بھی مناسب نہیں۔

(۳) نماز، روزہ اور شرعی احکام کا پابند ہو اور دوسروں کو بھی اس کی ترغیب دینے والا ہو۔

(۴) اگر بچیاں ہوں تو ان کی والدہ کے ذریعے ایسی سہیلیوں کا انتخاب کروائیں جو شرعی پردہ اور دوسرے شرعی احکامات کی پابند ہوں۔

(۵) یہ بات بھی ضروری ہے کہ دوست ایسا ہو کہ اپنے دوستوں میں سے کسی میں اگر کوئی برائی دیکھے تو اس کا چرچا نہ کرے اور نہ اس کی ہاں میں ہاں ملائے بلکہ محبت اور پیار سے اس برائی سے ہٹانے کی کوشش کرے۔

اگر آپ نے ان صفات کو دیکھ کر بچّے سے دوستی کرائی تو ان شاء اللہ ربِ کریم سے قوی امید ہے کہ اس سے بہت ہی اچھے نتائج بر آمد ہوں گے اور آپ کا بچّہ بہت ساری خوبیوں کا مالک ہو گا لیکن جس طرح اچھے دوست نفع اور فائدے کا باعث ہیں اسی طرح بُرے دوست نقصان کا سبب ہوتے ہیں، اس لئے اپنے بچّوں کو بُرے دوستوں کی صحبت سے دور رکھئے۔ دوستوں کے پاس جانے کا وقت بھی متعیّن رکھئے، مغرب کے وقت بچّے ضرور گھر پر آجائیں، اس کی پابندی کرائیں۔

بچّے کی نگہداشت

"بچّے قوم کے معمار ہوتے ہیں"۔ یہ مقولہ تو سب نے ہی سنا ہو گا لیکن اس مقولے کو بہت کم لوگ اہمیت دیتے ہیں۔ آپ نے کبھی سوچا ہے کہ ایسا

Marfat.com

کیوں کہا جاتا ہے؟ چھوٹے بچّے کس طرح معمار ہو سکتے ہیں؟
مثلاً جب انسان زمین میں کسی پودے کا بیج لگاتا ہے، صبح و شام وہ اُس کے لئے دعا کرتا ہے، ہر روز زمین کے اُس حصے کی دیکھ بھال کرتا ہے جہاں بیج بویا گیا ہو، پھر جب چند دنوں کے بعد وہاں کوئی ننھی کونپل پھوٹتی ہے تو اس آدمی کی خوشی کی انتہا نہیں رہتی اور پھر پابندی کے ساتھ وہ اس پودے کی دیکھ بھال کرتا ہے، پابندی سے پانی دیتا ہے، کھاد ڈالتا ہے، دوسرے جانوروں اور پرندوں سے اس چھوٹے پودے کی حفاظت کرتا ہے اور اس کے ساتھ اُس کی دعائیں بھی شامل ہوتی ہیں۔ جب وہی چھوٹا سا پودا بڑا ہو کر تناور درخت بنتا ہے تو اُس کی ٹھنڈی چھاؤں اور ہوا راہگیروں کے لئے باعث رحمت ہوتی ہے اس درخت کی پیداوار بھوک مٹانے میں اہم کردار ادا کرتی ہے
کاربن ڈائی آکسائیڈ کو جذب کرنے، دھول مٹی، سیلاب، گرمی کی تپش کو روکنے میں مدد گار ہوتے ہیں، اسی طرح کسی بھی قوم کا مستقبل اس کی نئی نسل سے وابستہ ہوتا ہے، بچّے ہی مستقبل کے معمار ہوتے ہیں، صحت مند بچّے صحت مند قوم اور صحت مند معاشرے کے ضامن ہوتے ہیں۔ آج کے بچّے ہی آنے والے کل کے رکھوالے ہیں۔ یہی کل کو بڑے ہو کر ملک و قوم اور دین وملت کی حفاظت کریں گے۔ اس لئے بہت ضروری ہے کہ بچّوں کی صحت پر خاص توجہ دی جائے۔ چنانچہ بچّوں کی صحت و تندرستی کے لئے ضروری ہے کہ پیدائش سے پہلے اور پیدائش کے بعد ان کی خاص طور سے نگہداشت کی جائے۔ ایک صحت مند جسم ایک صحت مند دماغ کی نشاندہی کرتا ہے۔ اس لئے بچّوں کی جسمانی صحت کے ساتھ ساتھ اُن کی ذہنی نشو نما کا خاص خیال رکھنا چاہئے۔
آیئے! بچّے کی نگہداشت، ذہنی و جسمانی صحت اور شخصیت میں توازن برقرار رکھنے کے لئے مندرجہ ذیل باتوں پر خصوصی توجہ دیں۔
یہ اصول ماں باپ دونوں کے لئے یکساں ہیں:

Marfat.com

(۱) بچّے کی صفائی ستھرائی کا خاص خیال رکھیں۔

(۲) بچّے کا لباس ہلکا پھلکا، ڈھیلا ڈھالا، صاف اور آرام دہ ہونا بہت ضروری ہے۔

(۳) موسم کے مطابق بچّے کے لباس کا انتخاب کریں۔

(۴) ہمیشہ ہلکے رنگ پسند کریں کیونکہ جس طرح بچّے نرم و نازک ہوتے ہیں اس لحاظ سے ان کے لئے رنگ بھی نرم وملائم ہی مناسب رہتے ہیں۔

(۵) بچّے سے کبھی چیخ کر بات نہ کریں بلکہ نہایت دھیمے لہجے میں آہستہ اور آسان بات کریں۔

(۶) بچّے میں احساس ذمے داری پیدا کریں وہ اس طرح کہ اس کے ذہن میں یہ بات ڈالنے کی کوشش کریں کہ وہ اپنی چیزوں کا خیال خود رکھے۔ اپنے کام خود اپنے ہاتھ سے کرے۔ اس طرح اس میں لاپروائی کی عادت کم ہوگی۔ مثلاً کھانے کا تقاضہ ہے تو دسترخوان بچّے سے بچھوائیں کھانے کے بعد برتن اٹھانے کی اور صفائی کی ترغیب دیں اس کے فوائد بیان کریں۔

(۷) بچّے کے ساتھ ہمیشہ لفظ ''آپ'' کے ساتھ گفتگو کریں۔

(۸) ہروقت کی ڈانٹ پھٹکار سے پرہیز کریں۔

(۹) اگر بچّے سے کوئی غلطی ہوجائے یا کوئی قیمتی چیز ٹوٹ جائے تو بچّے کو نہایت پیار سے سمجھائیں کہ وہ آئندہ اس بات کا خیال رکھے، اگر آپ مارنے یا ڈانٹنے سے کام لیں گے تو آپ کا نقصان تو ہرگز پورا نہ ہوگا بلکہ بچّے کے ذہن میں آپ کے خلاف نفرت پیدا ہوجائے گی۔

(۱۰) بچّے کو ہمیشہ مارنے یا ڈانٹنے سے گریز کریں کیونکہ جب آپ بچّے کو ڈانٹیں گے تو ممکن ہے وہ اس ڈانٹ سننے کو اپنی عادت بنالے اور جب آپ مار کا حربہ استعمال کریں گے تو آپ کا بچّہ ڈھیٹ ہوجائے گا، ڈھیٹ

Marfat.com

ہونے کے ساتھ ساتھ نڈر بھی ہو جائے گا اور وہ کوئی بھی نقصان دہ کام کرنے سے پہلے یہ سوچے گا کہ جو کرنا ہے کر گزرو، زیادہ سے زیادہ مار ہی پڑے گی نا"۔

(۱۱) بچّے کی ہر خواہش کو ہرگز پورا نہ کریں۔ اس طرح بچّہ خود سر ہو جاتا ہے۔ ہر خواہش پوری کرنے سے بچّے کی شخصیت میں صبر، ہمدردی، یکسانیت اور مل جل کر رہنے جیسے جذبات کی نفی ہو سکتی ہے۔

(۱۲) آپ کا بچّہ جو بات آپ سے کہنا چاہتا ہے، اُس کی بات بھرپور توجہ سے سنیں تاکہ جواباً وہ بھی آپ کی بات توجہ سے سن سکے۔

(۱۳) ایک بچّے کی خامیاں دوسرے بچّے کے سامنے ظاہر نہ کریں، اس طرح اس دوسرے بچّے میں غرور پیدا ہونے کا امکان ہے۔

(۱۴) ایک بچّے کی تعریف دوسرے بچّے کے سامنے نہ کریں، اس طرح وہ احساس کمتری میں مبتلا ہو سکتا ہے۔

(۱۵) بچّے میں خود اعتمادی پیدا کرنے کی کوشش کریں۔ اور بچّے کو اس کی عمر کے مطابق چھوٹی چھوٹی باتوں کا فیصلہ کرنے کا موقع فراہم کریں۔ مثلاً وہ کون سی آئس کریم کھانا پسند کرے گا، انڈے کا آملیٹ کھائے گا یا فرائی انڈا لے گا۔ اسی طرح کی چھوٹی چھوٹی باتوں سے بچّے میں اس کی رائے ضرور لیں۔

(۱۶) ہلکی پھلکی تقریبات میں بچّوں کو بھی شامل کریں۔ اس طرح ان کی شخصیت میں اعتماد پیدا ہو گا۔

(۱۷) بچّے کو کسی چیز سے ڈرانے کی ہرگز کوشش نہ کریں مثلاً "بابا آجائے گا"۔ "اس جگہ جن بابا ہے"۔ اگر تم نے فلاں کام کیا تو میں ماروں گا"۔ وغیرہ وغیرہ۔

(۱۸) بچّے کی غذا کا خاص خیال رکھیں۔ ثقیل اور دیر سے ہضم ہونے والی غذا

سے پرہیز کروائیں۔

(۱۹) بچّے کی حرکات و سکنات، آنکھوں، جلد، پیٹ کا غیر معمولی بڑھنا، جسم کی حرارت، پیشاب اور فضلے کی رنگت، رونا اور سستی و کاہلی پر نظر رکھیں اس لئے کہ بچّہ بڑوں کی طرح اپنے محسوسات بیان نہیں کرسکتا اور یہ ساری نشانیاں بچّے کی صحت اور بیماری کا پتہ دیتی ہیں۔

(۲۰) اپنے بچّوں کو بہت زیادہ کھلونے نہ لے کر دیں۔ خاص طور پر ایسے کھلونے جو تصویر کے حکم میں ہوں مثلاً گڈے گڑیا وغیرہ، ہاں ایسے کھلونے ضرور لے کر دیں جو ان کی جسمانی صحت کے لئے بھی مفید ہو، ذہنی آزمائش اور مشغولیت بھی ہو۔

(۲۱) بچّے کے ساتھ تصوراتی گفتگو نہ کریں بلکہ اسے حقیقی باتوں سے آگاہ کریں۔

(۲۲) بچّے کے ساتھ ہمیشہ سچ بولیں بلکہ اسے سچ اور جھوٹ کی تمیز کروائیں۔

(۲۳) بچّے کو کسی قسم کا دھوکا دینے کی کوشش نہ کریں۔ ممکن ہے وہ بڑا ہوکر آپ کو دھوکا دینے لگے۔

(۲۴) بچّے کو روزانہ کے کاموں کے اوقات کا عادی بنائیں۔ مثلاً وقت پر سونا جاگنا، کھانا، پڑھنا، کھیلنا وغیرہ۔

(۲۵) بچّے کے لئے ایسے کمرے کا انتخاب کریں جو کھلا، ہوادار اور صاف ستھرا ہو۔

(۲۶) بچّے کو سمجھائیں کہ لباس تبدیل کرکے کپڑے مخصوص جگہ پر رکھے۔ یہ نہ ہو کہ پورے کمرے میں کپڑے پھیلاتا پھرے، موزے ایک کونے میں ڈالے اور جوتے دوسرے کونے میں رکھے۔

(۲۷) اپنے اور بچّے کے درمیان ذہنی فاصلہ نہ رکھیں بلکہ دوستانہ رویہ رکھیں۔

Marfat.com

۲۸ بچّے کو دوسروں کی موجودگی بالخصوص اُس کے ہم عمر دوستوں کے سامنے کسی بات پر نہ ڈانٹیں اور نہ ہی اُس کی غلطیاں گنوائیں، اس طرح آپ کے بچّے کی عزت نفس مجروح ہوسکتی ہے۔

۲۹ سات سال کے بعد بچّوں کو اپنے کمرے میں نہ سلائیں، بچّوں کے درمیان برابری روا رکھیں۔

۳۰ جتنی باتیں لکھی جاچکی ہیں ان سب کی اہمیت و افادیت اپنی جگہ پر ہے لیکن ان کے ساتھ ساتھ اس بات کو ہرگز نہیں بھولنا چاہیئے کہ بچّے کی ذہنی و جسمانی نگہداشت کے ساتھ ساتھ مذہبی رجحان کا ہونا بہت ضروری ہے۔ بچّے کے شعور میں اس بات کو بٹھانے کی کوشش کریں کہ اُس کا مذہب اُس کو کیا تعلیم دیتا ہے۔ عمر کے مطابق شروع ہی سے بچّے میں نماز پنجگانہ کی پابندی اور تلاوت قرآن پاک کی عادت ڈالیں۔

اگر بچّے کی نگہداشت اِن اُصولوں پر کی جائے تو یہ ایک نسل پر احسان ہوگا، ایک معاشرے پر احسان ہوگا اور کسی حد تک معاشرتی برائیاں، آپس کے اختلافات، ذہنی رنجشیں، امیری و غریبی کا فرق، طبقاتی نظریات اور حرص و کینہ پروری میں کمی کی جاسکتی ہے۔ بچّے کی صحیح نگہداشت ہی اُسے قوم کا بہترین معمار بنا سکتی ہے۔

بچّے کے پیٹ کے درد کی شکایت کو نظرانداز نہ کریں

اسکول سے بچنے کے لئے عموماً بچّوں کا یہ بہانہ ماؤں کو پسند نہیں آتا نتیجتاً روتے دھوتے بچّے اسکول روانہ کر دیئے جاتے ہیں جہاں وہ پوری توجہ سے پڑھائی نہیں کر پاتے۔

یاد رکھیں! اگر کوئی بچّہ مستقل پیٹ میں درد کی شکایت کرتا ہے تو اسے نظر انداز مت کریں، ضروری نہیں کہ یہ محض بہانہ ہی ہو۔

Marfat.com

بچّوں کو عموماً پیٹ میں درد کی شکایت رہتی ہے جو جلد ٹھیک نہیں ہو پاتی۔ ہوسکتا ہے کہ بچّے درد کو صحیح طور پر بیان نہ کرپاتے ہوں اس صورتحال میں مکمل ڈاکٹری معائنہ ضروری ہے۔ خون اور پیشاب کے ٹیسٹ اس مسئلہ کو سمجھنے میں بہت مددگار ثابت ہوتے ہیں اور ان کی مدد سے ''خون کی کمی'' یا ''یورین انفیکشن'' کا پتہ چلایا جاسکتا ہے۔

پیٹ کے درد کی دیگر وجوہات بھی ہوسکتی ہیں، پیٹ میں (Lymph Nodes) کی سوجن، حلق میں انفیکشن، ناقص خوراک، دودھ یا گندم کے باعث فوڈ الرجی بھی اس تکلیف کا موجب ہوسکتی ہے۔ دیگر ممکنات میں السر، پتے کی بیماری، ٹی بی اور زہریلے مادوں کے فعال ہونے کو بھی نظرانداز نہیں کیاجاسکتا لیکن ضروری نہیں کہ جسمانی عوارض ہی پیٹ کے درد کا موجب ہوں ماہرین نفسیات کے مطابق عموماً شدید درد نفسیاتی دباؤ یا تفکر کا باعث بھی ہوسکتا ہے مگراس کا مطلب یہ ہرگز نہیں کہ یہ محض ذہنی اختراع ہے۔ بچّوں میں افسردگی، تفکراور ذہنی دباؤ کی وجہ سے پیدا ہونے والے خوف چاہے وہ گھر میں ہوں یا اسکول میں، جسمانی درد کا باعث بھی بنتے ہیں۔ بچّوں کا زرد رنگ، پیٹ کی سختی، اُبکائیاں یا قبض کی علامات اچھے اشارے نہیں ہیں۔ بعض بچّوں کو پیٹ کے درد کے دوران ٹانگوں اور سر درد کی شکایت بھی ہوتی ہے اور اگر آدھے سر کا درد موروثی ہو تو اس کی شکایت بھی سننے میں آتی ہے۔

تحقیقات سے پتہ چلا ہے کہ جن بچّوں کے والدین یا گھر کے دیگر افراد بچّوں کے مسائل حل کرنے میں دلچسپی لیتے ہیں اور انہیں یہ احساس دلاتے ہیں کہ وہ تنہا نہیں، ایسے بچّے نمایاں طور پراس مسئلے پر قابو پالیتے ہیں۔

ایک بچّے کے سلسلے میں تمام ڈاکٹری ٹیسٹ درست ثابت ہوئے لیکن اس کے درد کی اہم وجہ یہ تھی کہ اسے اسکول میں بچّے بہت زیادہ تنگ کرتے اور مستقل مذاق کا نشانہ بنائے رکھتے تھے جب اس کا علم اس کے والدین اور اساتذہ

Marfat.com

کو ہوا اور انہوں نے باہمی کوششوں سے اس شکایت کو دور کردیا تو بچّے کو نفسیاتی دباؤ کی وجہ سے ہونے والے پیٹ کے درد سے نجات مل گئی۔

اسی طرح کم پانی پینا، یا پیشاب کے تقاضہ پر پیشاب نہ کرنا، یا پیشاب کرنے کے بعد اچھی طرح جسم کو نہ دھونا یہ بھی بیماریوں کا سبب بن سکتے ہیں، لہٰذا صبح اٹھتے ہی پانی کا گلاس ضرور پلانے کی عادت بنایئے، اسی طرح وقتاً فوقتاً پانی کا پوچھتے رہئے، اور پیشاب روکنے کی عادت کے نقصانات بتلایئے اور سمجھایئے کہ اس سے بیماریاں پیدا ہوتی ہیں، پیشاب کے تقاضہ پر فوراً پیشاب نہ کرنا یہ ایک بُری عادت ہے جس کو اسلام نے پسند نہیں کیا، اسی لئے فوری پیشاب کے تقاضے پر نماز کو مؤخر کرنے کا حکم دیا گیا ہے۔

اسی طرح پیشاب کرنے کے بعد اچھی طرح پانی بہادینا، جسم کی اچھی طرح صفائی کرنا صحت اور پاکیزگی کی علامت ہے۔

اسی طرح بچّے کو اور خود گھر میں ابلا ہوا پانی استعمال کروائیں۔

چھالیہ جیسے مہلک زہر سے بچّے کو دور رکھئے، چھالیہ کے مسلسل استعمال سے مہلک بیماریوں کے امکانات روشن ہوجاتے ہیں۔

چیونگم کے "نشے" سے بچّے کو دور رکھئے، مسلسل چیونگم چبانے سے بچّے کے منہ کا لعاب ختم ہوجاتا ہے، یہ لعاب کھانے کو نگلنے اور ہاضمے کے عمل میں انتہائی اہم کردار ادا کرتا ہے۔

غیر معیاری ٹافیاں بچّوں کے دانت خراب کرنے کی ذمہ دار ہوتی ہیں اور مستقل میٹھی اشیاء کا استعمال اور دانت کی صفائی کا فقدان بچّوں کے چمکتے دمکتے دانتوں کو ہمیشہ کے لئے تباہ کردیتے ہیں۔ ہمیشہ بچّوں کو معیاری کمپنی کی ٹافیاں دلوایئے اور فوراً اچھی طرح برش کروایئے۔ کبھی بھی بچّے کو مصنوعی رنگ والی اشیاء خرید کر نہ دیں۔ یہ اشیاء بچّوں کے معدے میں پہنچ کر زہر کا کام انجام دیتی ہیں۔

آپ کا بچّہ مکمل شخصیت کا مالک بن سکتا ہے

بچّے کے دنیا میں آنے کے بعد جو بات توجہ طلب ہے وہ یہ کہ بچّے کی "جسمانی، ذہنی اور نفسیاتی نشوونما" بہتر سے بہتر ہو سکے۔

جب بچّہ بولنا شروع کرے تو کبھی بھی اس کو کوئی بُرا لفظ مت سکھائیں۔ بچپن میں اکثر لاڈ پیار میں گھر والے بچّے کو غلط الفاظ سکھا دیتے ہیں اور جب بچّہ توتلی زبان میں ان لفظوں کو بار بار دہراتا ہے تو سب خوش ہوتے ہیں۔ بعض اوقات دوبارہ سننے کی فرمائش بھی کرتے ہیں۔ اس سے بچّہ یہ سمجھتا ہے کہ یہ کوئی بہت اچھی بات ہے لیکن جب وہ یہی الفاظ کسی مہمان کے سامنے دہرائے تو اس کا فعل باعث شرم ہوتا ہے۔ لہٰذا بچّے کے بولنے کا آغاز ہمیشہ اچھے لفظوں سے کریں۔

مثلاً بڑے بھائی یا چچا زاد بھائی کسی بچّے کو پاگل کہتے ہیں اب وہ توتلی زبان میں پادل پادل کہتا ہے تو سارے گھر والے محفل کو مزین کرنے کے لئے اس سے یہ لفظ کہلواتے ہیں، بھئی وہ کون ہے؟ اچھا پادل وغیرہ وغیرہ، والدین کو چاہئے ایسے وقت میں طریقے سے سمجھادیں کہ یہ الفاظ زبان کو گندا کر دیتے ہیں ان الفاظ سے بدبو پیدا ہوتی ہے۔

اسی طرح جب آپ کے گھر مہمان آئیں تو ان کے استقبال میں کبھی بھی اپنے بچّوں کو نظرانداز مت کریں بلکہ بچّے کا پورا نام لے کر مہمانوں سے اس کا تعارف کروائیں تاکہ بچّے کو اپنی اہمیت کا احساس ہو۔

اگر آپ مہمانوں کے پاس بیٹھے ہوں اور آپ کا بچّہ آکر کچھ پوچھے تو اپنی گفتگو میں کبھی بھی بچّے کو نہ ڈانٹیں بلکہ گفتگو روک کر اس کی بات توجہ سے سنیں اور مناسب جواب دے کر اسے مطمئن کریں۔

بچّے کی کسی بھی خراب عادت کا ذکر ہر ملنے والے سے نہ کریں۔ بچّہ جب

Marfat.com

دیکھے گا کہ میری فلاں عادت کا ذکر ہر ایک کے سامنے کیا جاتا ہے، ضرور اس میں کوئی خاص بات ہے تو وہ عادت کو چھوڑنے کے بجائے مستقل طور پر اپنا لے گا۔

بچّے کی کسی ناکامی کا ذکر کسی ملنے والے سے ہرگز نہ کریں، آپ کے اس عمل سے بچّے کی شخصیت بُری طرح ٹوٹ پھوٹ جائے گی۔

بچّے کی معمولی کامیابی کو بھی بچّے کے سامنے بڑھا چڑھا کر بیان کریں تاکہ اس میں اعتماد اور آگے بڑھنے کا جذبہ پیدا ہو۔

جب بھی بچّے کے اسکول میں "یوم والدین" ہو، اس میں ضرور شرکت کریں، آپ کے اس رویے سے بچّے میں تحفظ کا احساس اور خود اعتمادی پیدا ہوگی۔ کسی دوسرے بچّے کو اس کے مقابل نہ لائیں، ایسا کرنے سے ایک تو آپ کے بچّے میں آپ کے لئے بہت زیادہ نفرت پیدا ہوجائے گی اور دوسرا اس کی مضبوط شخصیت پر جو کاری ضرب لگے گی۔ آپ اس کا اندازہ بھی نہیں کرسکتے۔

بچّے کے سامنے مہمانوں سے اور ملنے والوں سے دل کھول کر بچّے کی تعریف کریں۔ بچّے کو اعتماد کی دولت سے مالا مال کرنے کی یہ سب سے آسان ترکیب ہے۔

بچّے سے کبھی بھی جھڑک کر بات نہ کریں۔

بچّے کو ہمیشہ عزم وہمت سے بھرپور کہانی سنائیں، اس سے بچّے کے اندر کا خوف ختم ہوجاتا ہے۔

بچّے کے دوستوں پر نظر رکھیئے کہ وہ کس گھرانے سے ہیں، کس مزاج کے ہیں، بچّے کے دوست تقریباً اس کے ہم عمر ہی ہونے چاہئیں۔

اسکول سے آنے کے بعد کوشش کریں کہ بچّہ کا زیادہ وقت گھر میں ہی گزرے کیونکہ باہر نکل کر اگر وہ ایک بات اچھی سیکھتا ہے تو دو خراب باتیں ضرور سیکھتا ہے، بچّے کے ساتھ وقت نکال کر کھیلئے۔

بچّے کی صلاحیتوں کو سراہیں کیونکہ ہر بچّہ اپنی تعریف پر خوش ہوتا ہے؛ لہٰذا

اپنے بچّے کو اس خوشی سے محروم نہ رکھیں۔

بچّے کو اپنی حیثیت کے موافق اس کی مرضی کی خریداری کرنے دیں، کبھی بھی بچّے پر اپنی مرضی مسلط نہ کریں، آج یہ چھوٹے چھوٹے فیصلے خود کر کے کل بڑے فیصلے بھی خود کرے گا۔ اسے اعتماد سے فیصلہ کرنے دیں۔

بچپن میں اپنے بچّے کے سارے کام خود مت کریں، اگر آپ ایسا کرتے ہیں تو اپنے بچّے کے حق میں بہتر نہیں کرتے۔ بچّوں کو شروع سے ہی چھوٹے چھوٹے کام کی عادت ڈالیں، اس طرح ان میں احساس ذمہ داری پیدا ہوگا اور وہ بڑے ہو کر بھی چست و چالاک بن سکیں گے۔

ہمیشہ اپنے بچّے کو بڑوں کی عزت اور چھوٹوں سے محبت کرنے کی تلقین کریں۔

اگر آپ نے سمجھ داری کا ثبوت دیتے ہوئے مندرجہ بالا باتوں پر عمل کر لیا تو یقین جانئے کہ آپ کا بچّہ ان شاء اللہ ایک مکمل اور پر اعتماد شخصیت کا مالک ہوگا اور یقیناً آپ کو بھی خوشی ہوگی کیونکہ اولاد کی کامیابی ماں باپ کی بہترین پرورش کا ہی نتیجہ ہوتی ہے۔

بچّوں کو صبح کا ناشتہ اپنی نگرانی میں کروائیے

حکماء نے ناشتے کو صحت کے لئے بہت ہی مفید و نفع بخش سمجھا ہے۔ اگر صبح صحیح طریقے سے ناشتہ کرایا جائے تو بچّہ ان شاء اللہ تعالیٰ صحت مند ہوگا اور صحت مند جسم ہی صحت مند دماغ پیدا کرتا ہے۔ یہی دماغ بعد میں جاکر آپ کے دنیوی و اخروی کامیابی کے لئے ذریعہ بنے گا۔ لہٰذا جو کچھ اللہ تعالیٰ نے آپ کو دیا ہے اسی میں سے خود اپنے آپ پر اور اپنے بیوی بچّوں پر خرچ کیجئے۔ تعمیرات اور فضول ملبوسات و نمائشی چیزوں پر خرچ کرنے کے بجائے یہی رقم پھلوں اور مقوی غذاؤں پر خرچ کریں اور بچّوں کی بھی تربیت اسی طرح کریں کہ وہ اپنے آپ پر

اور غریبوں پر خرچ کریں اور ناشتہ کی اہمیت ان کو ذہن نشین کرائیں، اور اس بات کا خصوصی خیال رکھیں کہ بچّہ بغیر ناشتہ کئے ہوئے اسکول یا مدرسہ وغیرہ نہ جائے اور ہاں ناشتے کے بعد کی دعا بچّوں کو ضرور یاد کروائیں اور ان سے سنیں بھی تاکہ ان کو عادت پڑ جائے۔ دعا یہ ہے:

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ اَطْعَمَنَا وَسَقَانَا وَجَعَلَنَا مُسْلِمِیْنَ.

”تمام تعریفیں اس ذات کے لئے ہیں جس نے ہمیں کھلایا اور پلایا، اور ہمیں مسلمان بنایا“۔ (ابن سنی صفحہ ۱۵۸)

رات بھر بھوکے رہنے کے بعد صبح کے وقت ناشتہ بہت ضروری ہوتا ہے کیونکہ معدہ ایک طویل وقت تک خالی رہتا ہے، صبح ناشتہ کرنے سے دماغ کو بھی توانائی حاصل ہوتی ہے، رات کو خون میں گلوکوز کی سطح کم ہوجاتی ہے، اس لئے صبح کے وقت اس کو دوبارہ بڑھانے کے لئے قدرے طاقت کی ضرورت ہوتی ہے، گلوکوز کی ضرورت دماغ کو یادداشت کے عمل کے لئے ہوتی ہے، یہ اسکول کے بچّوں اور مشقّت کرنے والے نوجوانوں کے لئے ضروری ہوتی ہے۔

بقول اطباء صبح کا ناشتہ تیزی سے اثر دکھاتا ہے، اور جانچ پڑتال کے معاملے میں کارکردگی بڑھاتا ہے، ماہرین کے مطابق گندم سے بنی ہوئی ڈبل روٹی (جسے ہم براؤن بریڈ بھی کہتے ہیں) تمام اناج و ریشے دار غذا اور قبض کو کم کرنے میں مدد دیتی ہے۔ روزانہ گندم کے ریشے کے استعمال سے کولون سرطان کا خطرہ ٹل جاتا ہے۔

ناشتہ نہ کرنے کا ایک بہانہ یہ بھی ہوتا ہے کہ ناشتے میں موجود اشیاء کھانے کا جی نہیں چاہتا، یا جو لوگ رات گئے سوتے ہیں جس کی وجہ سے ان کی نیند پوری نہیں ہوتی، اس لئے وہ صبح کا ناشتہ نہیں کرتے لیکن ایسا کرنا ان کی صحت کے لئے بالکل بھی مناسب نہیں ہے۔

Marfat.com

اگر آپ روزانہ بچوں کو ناشتہ نہیں کرا سکتے تو صرف ایک گلاس جوس ضرور پلائیں، چند دنوں بعد اس کے ساتھ ایک ٹوسٹ اس وقت تک دیں جب تک بچّہ کا وزن آپ کے مطلوبہ معیار کے مطابق نہ ہو جائے، ناشتے کے لئے ہمیشہ اپنے پاس ایک سے زائد اقسام کے اناج رکھیں تاکہ بدل بدل کر کھلا سکیں، اگر صبح جلدی ہو تو رات کو ہی ناشتے کا انتظام کرلیں۔

ان کے علاوہ دودھ، دہی، پنیر، مختلف قسم کے پھل اور ان کا جوس بھی صحت کے لئے بہت زیادہ مفید ثابت ہے۔

ان تمام نعمتوں کو خود اور اپنے بچّوں پر استعمال کریں اور منعم حقیقی کا شکر ادا کریں۔ جس مالک نے یہ نعمتیں عطا فرمائی ہیں، اس کو راضی کرنے کی فکر کریں۔ ہم سے کوئی ایسا کام نہ ہو جس سے وہ مالک ناراض ہوجائے، اس لئے کہ یہ بہت ہی بے غیرتی کی بات ہوگی کہ نعمتیں تو اس مالک کی دی ہوئی کھائیں اور پھر اس سے جو قوت حاصل ہو وہ اس کی فرمانبرداری پر خرچ کرنے کے بجائے نافرمانی پر لگے توبہ توبہ......

نہیں نہیں ہرگز ایسا نہیں ہونا چاہئے، آج ہی سے توبہ کریں اور اللہ تعالیٰ کی دی ہوئی ہر نعمت پر باربار الحمد للہ الحمد للہ کہتے رہیں اور دل وجان سے اس کے حکموں پر عمل کریں اور بچّوں کو بھی پیار ومحبت سے سمجھاکر اللہ تعالیٰ کے حکموں پر عمل کرنے والا بنائیں۔

غور کیجئے! جس رب العالمین نے رات بھر میٹھی نیند سلایا اور عافیت سے صبح اٹھایا اور ناشتہ میں اتنی نعمتیں عطا کیں، پھر فجر کی نماز میں سستی کرنا، یا قضا کر کے پڑھنا کتنی محرومی کی بات ہے، اس لئے ہونا تو یہ چاہئے کہ جس دن فجر کی نماز مسجد میں جماعت سے رہ جائے یا عورتیں اور بالغ بچیاں گھر پر وقت پر نہ پڑھ سکیں، تو اس دن نفس کو سزا کے طور پر ناشتہ ہی نہیں دینا چاہئے کہ اے نفس! آج تو ناشتے کا مستحق نہیں ہے، آج تو نے مالک حقیقی کی پکار پر جواب نہیں دیا،

Marfat.com

اگر فجر میں اٹھنا دشوار ہو تو یہ سوچئے کہ اگر ملک کا صدر یا وزیر اعظم رات چار بجے ہمیں انعام دینے کے لئے بلائے کہ آجاؤ تو کیا ہم انکار کریں گے؟ ہرگز نہیں۔ احکم الحاکمین ہمیں بلا رہے ہیں الصلاۃ خیر من النوم، الصلاۃ خیر من النوم نماز بہتر ہے نیند سے، نماز بہتر ہے نیند سے، پکار رہے ہیں تو خود بھی اور گھر کے تمام بالغ بچّوں بچیوں کو بھی فجر کی نماز وقت پر پڑھنے اور پڑھانے کا اہتمام کریں، پھر ناشتہ کریں تو یہ ناشتہ قوت اور طاقت کا ذریعہ بنے گا ورنہ یہی ناشتہ اللہ نہ کرے بیماریوں کا سبب بھی بن سکتا ہے۔

بچّے کو گھر پر ہی ناشتہ کروائیں، اگر بچّہ ناشتہ لے کر اسکول جائے گا تو یا تو وہ چلتے ہوئے ناشتہ کرے گا جو کہ صحت کے لئے مضر ہے یا پھر اسکول جاکر دوسرے بچّوں کے سامنے ناشتہ کرے گا، دوسرے بچّے اگرچہ ناشتہ کر کے آئے ہوں گے لیکن بچپن کی فطرت کے باعث ضرور اسے للچائی ہوئی نگاہوں سے دیکھیں گے اور ان کا دل بھی کھانے کو چاہے گا، ممکن ہے کہ اسکول میں کچھ ایسے بچّے بھی ہوں جن کے گھر کے مالی حالات زیادہ مستحکم نہ ہوں، ان کے والدین بمشکل ان کی پڑھائی کا بوجھ برداشت کر رہے ہوں اور انہیں ایسا اچھا ناشتہ میسر نہ ہو جیسا کہ آپ کا بچّہ کر رہا ہے۔ اس سے ان کمسن اور معصوم بچّوں میں افسردگی پیدا ہوگی اور ان میں کمتری کا احساس ابھرے گا۔

اس لئے کوشش کریں کہ بچّوں کو اپنے سامنے ہی ناشتہ کرائیں، بعض گھرانوں میں والدین صبح اسکول جانے والے بچّوں کو ناشتہ کرانے کی ذمہ داری اپنے ملازمین کو دے دیتے ہیں، یہ بالکل ہی نامناسب ہے، ملازمین عام طور پر اس سلسلے میں غیر ذمہ داری اور لاپرواہی کا مظاہرہ کرتے ہیں کیونکہ والدین جیسی شفقت ان میں عموماً مفقود ہوتی ہے، والدین جیسی شفقت سے وہ بچّے کو ناشتہ تو کیا کوئی چھوٹے سے چھوٹا کام بھی نہیں کروا سکتے، اور بعض اوقات والدہ بھی ملازمہ کی طرح سلوک کرتی ہے یا خود بچّے کی والدہ کی نیند پوری نہیں ہوئی ہوتی،

Marfat.com

یا شوہر کی غلط سختیوں کی وجہ سے وہ بیزار ہوجاتی ہے، لہٰذا والدین کو چاہئے کہ بچّوں کو بہت ہی پیار و محبت سے ناشتہ کروائیں۔

اچھا کھانا کون سا ہے؟

اچھا کھانا صرف حلوہ نہیں، صرف کیک پیسٹری نہیں، صرف سموسے یا کباب یا آئس کریم اور کولا مشروبات نہیں بلکہ اچھا کھانا وہ ہے جس میں خون اور گوشت پیدا کرنے والی چیزیں یعنی لحمیات (پروٹین) بھی ہوں۔ جس میں گرمی اور طاقت پیدا کرنے والی چیزیں یعنی نشاستہ (کاربوہائیڈریٹ) بھی ہوں۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ ہمارے گھروں میں روزانہ خوراک میں دودھ، دہی، گوشت، اناج، دالیں، سبزیاں اور پھل سب شامل ہوں۔ اس طرح ہمارا کھانا صحیح معنوں میں اچھا کھانا ہوگا اور ہماری صحت ان شاء اللہ ہمیشہ اچھی رہے گی۔

کسی سبزی ترکاری، کسی پھل، کسی دال اور کسی غلے کو گھٹیا نہ سمجھیں قدرت نے ہر چیز کو کسی نہ کسی فائدے کے لئے پیدا کیا ہے۔ مثلاً شہتوت اللہ تعالیٰ کے حکم سے گلے کی بیماری کو روکتا ہے، مولی، جگر اور تلی کو اللہ کے حکم سے ٹھیک کرتی ہے، گاجر، اللہ کے حکم سے آنکھوں کو طاقت دیتی ہے، پپیتا، پیٹ کے لئے بہت اچھا ہے، لیمو، مالٹے اور کینو بیماریوں کو روکتے ہیں، لہسن، رگوں کو صاف کرتا ہے، پیاز جراثیم کو مارتی ہے، ادرک پیٹ کو ٹھیک رکھتا ہے، پودینہ کھانا ہضم کرتا ہے، سویا، کھانے سے پیٹ نہیں پھولتا، تل، اللہ تعالیٰ کے حکم سے طاقت پیدا کرتے ہیں، ہری مرچوں میں حیاتین "سی" ہوتی ہے جو نزلہ زکام جیسی بیماریوں کو روکتی ہے۔

اولاد کے لئے رشتہ کا انتخاب

والدین کو چاہئے اولاد کے رشتے کے لئے شروع سے دعائیں کرتے رہیں

Marfat.com

نمازوں کے بعد ذکر و تلاوت کے بعد اولاد کا نام لے کر گڑ گڑا کر خوب دعا مانگتے رہیں کہ اے اللہ اس بچی یا بچے کا رشتہ اچھی جگہ مقرر فرما۔

اور جب اولاد شادی کے لائق ہوجائے تو شادی کرنے میں دیر نہ کرے، حدیث شریف میں آتا ہے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ روایت فرماتے ہیں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

"جب تمہارے پاس کوئی شخص نکاح کا پیغام بھیجے اور تم اس شخص کی دینداری اور اس کے اخلاق سے مطمئن و خوش ہو تو (اس کا پیغام منظور کرکے) اس سے نکاح کردو، اگر ایسا نہ کرو گے تو زمین پر فتنہ اور بڑا فساد برپا ہوجائے گا"۔ (مشکوٰۃ جلد ۲ صفحہ ۲۶۷)

حدیث کی کتاب مشکوٰۃ شریف کی شرح مظاہر حق میں لکھا ہے:

"اگر ایسا نہ کرو گے بلکہ ایسے شخص کے پیغام کو نظر انداز کرکے کسی مالدار یا ثروت والے شخص کے پیغام کے انتظار میں رہو گے، جیسا اکثر دنیا داروں کی عادت ہے تو اس کا نتیجہ یہ ہوگا کہ اکثر عورتیں بغیر خاوند کے بیٹھی رہ جائیں گی، اور اکثر مرد بغیر بیوی کے پڑے رہیں گے، اس کی وجہ نہ صرف یہ کہ بدکاری اور برائیوں کا عام چلن ہوجائے گا بلکہ ان عورتوں کے سرپرست اور ولی بُری بُری قسم کی عار و غیرت میں مبتلا ہوں گے، پھر جو لوگ ان کو عار و غیرت دلائیں گے۔ وہ ان سے لڑنے جھگڑنے لگیں گے آخر کار اس برائی و فحاشی اور لڑائی جھگڑے سے ایک ہمہ گیر فتنہ و فساد کی شکل پیدا ہوجائے گی"۔

(مظاہر حق صفحہ ۲۵۸ جلد ۳)

اسلام نے انسانیت کے لئے اور خصوصاً اس کے ماننے والے مردوں عورتوں کے لئے بغیر عذر شرعی غیر شادی شدہ رہنا کسی حال میں بھی پسند نہیں

Marfat.com

کیا۔ اس پر غیر معمولی اصرار کرایا گیا اور اس قسم کی شدید وعیدوں والے الفاظ استعمال فرمائے تاکہ فتنوں اور گناہوں کا جڑ ہی سے قلع قمع ہوجائے، اور بے حیائی، بد نظری، زناکاری، کے دروازے بالکل بند ہوجائیں اسلام نے عصمت و عفت کے انمول سرمایہ کی حفاظت کے لئے نکاح کی کتنی اہمیت بتلائی، بلکہ اس کی ترغیب کے ساتھ وعدۂ غنا فرمایا اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں

اِنْ یَّكُوْنُوْا فُقَرَآءَ یُغْنِهِمُ اللّٰهُ مِنْ فَضْلِهٖ وَاللّٰهُ وَاسِعٌ عَلِیْمٌ

(پارہ ۱۸ سورہ نور آیت ۳۲)

اس کے ساتھ ساتھ تین کاموں کا اہتمام کرے اس سے ان شاء اللہ تعالیٰ بعد میں ندامت نہ ہوگی۔

(۱) جب بھی کسی بچی یا بچے کا رشتہ آئے تو مشورہ کا ضرور اہتمام رکھے۔ شریعت میں مشورے کی اہمیت و تاکید آئی ہے۔ اللہ تعالیٰ قرآن کریم میں مومنین کی صفات بیان فرماتے ہیں:

اَمْرُهُمْ شُوْرٰی بَیْنَهُمْ (سورہ شوری: ۳۸)

"یعنی ان کے کام آپس میں مشورے سے طے ہوتے ہیں اسی طرح حدیث میں آتا ہے کہ جب کوئی قوم مشورے سے کام کرتی ہے تو ضرور ان کو صحیح راستے کی طرف ہدایت کردی جاتی ہے"۔

(الادب المفرد)

ایک حدیث میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب تک تمہارے امراء و حکام وہ لوگ ہوں گے جو تم میں بہتر ہیں اور تمہارے مالدار لوگ سخی ہوں (کہ اللہ کی راہ میں اور غرباء پر خرچ کریں) اور تمہارے کام باہمی مشورے سے طے ہوا کریں۔ اس وقت تک تمہارے لئے زمین کے اوپر رہنا یعنی زندہ رہنا بہتر ہے اور جب تمہارے امراء و حکام تمہاری قوم کے بُرے لوگ ہوجاویں اور تمہارے مالدار بخیل ہوجاویں اور تمہارے کام عورتوں کے سپرد ہوجاویں کہ

Marfat.com

وہ جس طرح چاہیں کریں، اس وقت تمہارے لئے زمین کی پیٹھ کی بجائے زمین کا پیٹ بہتر ہوگا یعنی زندگی سے موت بہتر ہوگی۔

حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس شخص نے کسی کام کا ارادہ کیا اور اس میں مشورہ لے کر عمل کیا تو اللہ تعالیٰ اس کو ارشد امور کی طرف ہدایت فرمادے گا۔ یعنی اس کا رخ اسی طرف پھیر دے گا جو اس کے لئے انجام کار خیر اور بہتر ہو۔

اور مشورہ بیوی سے بھی ضرور لیجئے۔ اس لئے کہ جہاں آپ بچّے کے والد ہیں، اسی طرح وہ بچّے کی والدہ ہے۔ چاہے بیوی آپ سے تعلیم میں، قابلیت میں، ذہنی صلاحیت میں کتنی بھی کم ہو لیکن اس سے مشورہ ضرور لیجئے۔

بیوی سے مشورہ لینے کی اہمیت کا اندازہ ہم اس سے لگا سکتے ہیں کہ بچّے کی دودھ چھڑانے کی مدت مقررہ سے کم میں دودھ چھڑانا چاہیں تو شرعاً ماں باپ کو حکم ہے کہ باہمی رضامندی اور مشورے سے ہو۔ اللہ سبحانہ و تعالیٰ کا ارشاد ہے:

پھر اگر ماں باپ چاہیں کہ دودھ چھڑالیں یعنی دو برس کے اندر ہی اپنی رضا اور مشورے سے تو ان پر کچھ گناہ نہیں۔ (سورہ بقر: ۲۳۳)

مفتی اعظم پاکستان مفتی محمد شفیع صاحب رحمۃ اللہ اس آیت کی تفسیر میں لکھتے ہیں یعنی اگر بچہ کے ماں باپ دونوں آپس کی رضامندی اور باہمی مشورہ سے یہ ارادہ کریں کہ شیر خوارگی کی مدت یعنی دو سال سے کم میں ہی دودھ چھڑا دیں خواہ ماں کی معذوری کے سبب یا بچّے کی کسی بیماری کے سبب تو اس میں بھی کوئی گناہ نہیں، آپس کے مشورے اور رضامندی کی شرط اس لئے لگائی کہ دودھ چھڑانے میں بچّے کی مصلحت پیش نظر ہونی چاہیۓ، آپس کے لڑائی جھگڑے کا بچّے کو تختہ مشق نہ بنائیں۔ (خلاصہ معارف القرآن جلد اول صفحہ ۵۷۹)

غور فرمائیے، کہ بچّے کے دودھ پلانے کی مدت کو کم و بیش کرنے کے لئے

Marfat.com

قرآنی ہدایت یہ ہے کہ آپس کے مشورہ باہمی رضامندی سے ہو تو بچّے یا بچّی کے رشتہ کے سلسلہ میں مشورہ کی کتنی اہمیت ہوگی۔ خاص طور پر بچیوں کے رشتے کے معاملے میں تو بہت ہی زیادہ ضروری ہے کہ والد صرف اپنی مرضی نہ چلائیں بلکہ لڑکی کی والدہ سے ضرور مشورہ کرے اسی لئے حدیث میں حکم ہے۔

﴿امروالنساء فی بناتھن﴾

"عورتوں سے مشورہ کروان کی بچیوں کے بارے میں"۔

اسی لئے مشورہ استخارے سے زیادہ اہم ہے لیکن مشورہ ان افراد سے لیا جائے جو اس بارے میں اچھی بھلی واقفیت بھی رکھتے ہوں یعنی جس چیز کا مشورہ ان سے لیا جارہا ہے اس بارے میں وہ کچھ تجربہ رکھتے ہوں۔ اس کے علاوہ چند باتوں کا خیال رکھنا چاہئے کہ وہ افراد ① دیندار... ② سمجھ دار... ③ تجربہ کار... ④ راز دار... ہوں کیوں کہ ایسے افراد آپ کو مخلص بن کر سمجھداری کے ساتھ اپنے تجربہ کے مطابق اور آپ کے راز کی حفاظت کرتے ہوئے مفید ترین مشورہ دیں گے۔

اسی طرح خاندان کے بزرگوں سے بھی رائے معلوم کریں کہ میرا فلاں جگہ رشتہ بھیجنے کا ارادہ ہے آپ کا کیا خیال ہے مزید یہ کہ اس لڑکی کے بہن بھائیوں کے جہاں رشتے ہوئے ہیں ان سے اور ان کے گھر والوں سے بھی ضرور مشورہ کرلیں۔

کہتے ہیں کسی کو بہت زیادہ خیر خواہی کا جذبہ اٹھا تو سوچا کہ دو ستاروں کا آپس میں نکاح کروانا چاہئے (ثریا اور سہیل کی جوڑی اچھی رہے گی) لیکن مشورے کی اہمیت سے واقف تھا ہماری طرح نہیں تھا کہ "جو میرے جی میں آیا وہی ٹھیک ہے" کسی کے پاس جاکر مشورہ کیا تو اس نے کہا کہ

ایھا المنکح الثریا سھیلا
عمرک اللہ کیف یلتقیان

Marfat.com

هی شامیة اذ ما استقلت
و سهیل اذا ما استقل یمان

اے ثریا کے ساتھ سہیل کا نکاح کرنے والے اللہ تم کو ایسی بھلائیوں کے کام کرنے کے لئے لمبی عمر دے لیکن سوچو تو صحیح کہ ان دونوں میں ملاپ ہو گا کیسے۔

اس لئے کہ ثریا بلند ہوتی ہے تو شام پہ نمودار ہوتی ہے اور سہیل جب طلوع ہوتا ہے تو یمن پر بلند ہوتا ہے۔ لہٰذا میاں بیوی میں مناسبت بھی دیکھنی چاہئے، ہمارے خاندان کے مناسب بھی ہے یا نہیں" معمولی فرق اور تفاوت تو چل جاتا ہے، لیکن بہت زیادہ فرق۔

"مثلاً لڑکا بہت امیر ہو اور لڑکی بہت ہی غریب یا اس کے برعکس یا لڑکی بہت ہی تعلیم یافتہ اور لڑکا بالکل ان پڑھ لڑکی تو عالمہ ہے اور لڑکا ایسا کہ ناظرہ قرآن بھی پڑھنا نہیں آتا یا اس کے برعکس وغیرہ..."۔

ان امور میں دو خاندانوں کو ضرور مناسبت دیکھنی چاہئے۔ دولہا کے والدین کے لئے یہ بھی ضروری ہے کہ دیکھیں کہ لڑکی کی پرورش کس گھرانہ میں ہوئی ہے اس کی ماں کا کیا حال ہے؟ اس کی بہنوں کا کیا حال ہے وغیرہ وغیرہ۔

آپ کی سہولت کے لئے کتاب کے آخر میں چند اکابر علمائے کرام کے ٹیلی فون نمبر لکھے ہیں ان سے بھی ضرور رابطہ فرمائیں۔

پھر جب آپ کے پاس کئی آراء جمع ہو جائیں تو اللہ تعالیٰ سے دعا مانگیں کہ اللہ تعالیٰ اس فیصلے میں اپنی مدد شامل فرمادیں اور مشورے کی دعا پڑھ کر اپنے حالات کو سامنے رکھتے ہوئے کسی ایک رائے پر عمل کریں۔

اللہ پاک نے چاہا تو یقیناً آپ کے فیصلے میں خیر و برکت ہوگی مشورے کی دعا مندرجہ ذیل ہے: اَللّٰهُمَّ اَلْهِمْنَا مَرَاشِدَ اُمُوْرِنَا وَاَعِذْنَا مِنْ شُرُوْرِ اَنْفُسِنَا.

Marfat.com

"اے اللہ میرے دل میں وہ بات ڈال دے جس میں میرے لئے بہتری ہو اور میری میرے نفس کے شر سے حفاظت فرما"۔

(۳) اولاد کی رائے کو ضرور ترجیح دیں۔ اللہ نہ کرے کہ اگر والدین میں سے کسی کی رائے بچے کی رائے کے یکسر مخالف ہو تو اولاد کو ضرور سمجھائیں۔ دوستوں اور سہیلیوں کے ذریعے سے سمجھائیں لیکن ہرگز اپنی رائے زبردستی ان پر مت تھوپیں۔ صرف اپنی انا کا مسئلہ بنا کر ان کی رائے کے خلاف فیصلہ نہ فرمائیں۔

ہماری عاجزانہ گزارش ہے کہ تصورات کی دنیا میں ۲۵/۲۰ سال پیچھے چلے جائیے جب والد یا والدہ خود ہی دولہا یا دلہن بن رہے تھے کہ جب آپ کے والدین آپ کے رشتے کے لئے فکر مند تھے تو آپ کے دل کی دھڑکن اور نبض کی حرکت میں عام اوقات کی بنسبت فرق نہیں آجاتا تھا؟ اپنے ضمیر کی عدالت میں بیٹھے ہوئے قاضی سے فیصلہ لیجئے۔

لڑکی بعض اوقات ماں سے بھی دل کی بات اور ارمان کھل کر کہہ دینے کی ہمت اپنے اندر نہ پاتی تھی اور سہیلی کو فون کرکے یا ہم عمر خالہ زاد اور پھوپھی زاد لڑکی کو پرچہ لکھ کر دل کا غم اور دل کے ارمان ناتمام ان کو بتاتی تھی کہ میں تو یہ چاہتی ہوں مگر مجھ سے میری مرضی اور تمنا تو معلوم ہی نہیں کی گئی وغیرہ وغیرہ۔

لہٰذا محترم والدین! آپ سے گزارش ہے کہ اولاد کا رشتہ بالخصوص بیٹی کے رشتہ والا مرحلہ طے کرتے وقت ان سے ضرور رائے لیں۔ ان کی رائے پر توجہ دیں ورنہ مستقبل میں یہ ایک خطرناک صورت اختیار کرسکتے ہیں۔

اگر بیٹی دیندار شوہر چاہ رہی ہو اور والدین صرف دنیا میں مگن اور مست لڑکے کے انتخاب پر ایڑی چوٹی کا زور لگا رہے ہیں تو غور فرمائیں کہ اس کشمکش میں اگر کوئی غلط فیصلہ والدین کی طرف سے ہوگیا تو خوش وہ بھی نہیں رہیں

Marfat.com

گے۔

اسی سلسلے میں حضرت مولانا محمد یوسف لدھیانوی دامت برکاتہم کا ایک جواب ہم نقل کرتے ہیں جو ایک بچّی نے ان کی خدمت میں اپنے رشتے کے سلسلے میں سوال بھیجا تھا۔

اپنی بچّی کے لئے رشتہ کا انتخاب

سوال: میرا تعلق ایک ایسے خاندان سے ہے جو بظاہر تو نماز روزے کا پابند ہے اور خاندان کے زیادہ تر افراد کئی حج و عمرے ادا کر چکے ہیں لیکن آج کل کے بیشتر خاندانوں کی طرح ہمارے خاندان میں بھی دین کے صرف آسان فرائض کو ہی دین سمجھ لیا گیا ہے اور وہ بھی صرف سطحی طور پر اور اس پر بہت فخر کیا جاتا ہے۔ مختصراً یہ کہ میرے خاندان میں نماز، روزے کی تو تھوڑی بہت پابندی ہے اور اسی کو دین سمجھ لیا گیا ہے جب کہ دوسرے فرائض و واجبات مثلاً پردے کا اہتمام، داڑھی کا رکھنا یا حلال حرام کی تمیز کرنا، ان باتوں پر کوئی زور نہیں دیا جاتا نہ کوئی اہمیت دی جاتی ہے۔ اس کے برعکس آج کل کی تمام بدعات کی جاتی ہیں اور ان پر ہزاروں روپے کا بیجا خرچ کیا جاتا ہے اور خوش اس بات پر ہیں کہ ان کی وجہ سے ہم پر اللہ تعالیٰ کی خاص رحمت ہے (اللہ پاک ان کو ہدایت دیں آمین) دوسری طرف ہر گھر میں ڈش انٹینا، وی سی آر کا چوبیس گھنٹے استعمال رہتا ہے اور شادی بیاہ کے موقع پر ہر قسم کی خرافات مثلاً ناچ گانا اپنے عروج پر ہوتا ہے۔

مولانا صاحب کچھ عرصے پہلے تک لاعلمی کی بناء پر (اللہ تعالیٰ مجھے معاف کرے) میں بھی ان تمام کاموں میں حصہ لیتی تھی لیکن کچھ عرصے پہلے کچھ اچھے اور دین دار لوگوں کی صحبت کی وجہ سے اللہ کے حکم سے مجھے ہدایت نصیب

Marfat.com

ہوئی اور مجھ پر یہ روشن ہوا کہ ہم آج تک گناہوں میں مبتلا رہے ہیں۔ اللہ تعالیٰ اپنی رحمت سے ہمیں معاف فرمائے (آمین) اس کے علاوہ میں نے آپ کی کتابوں کا مطالعہ کیا جن سے مجھے اپنے دین کو صحیح طور پر سمجھنے میں بے انتہا مدد ملی۔ خاص طور پر آپ کی کتاب "اختلاف اُمّت اور صراط مستقیم" پڑھ کر مجھے صراط مستقیم کے معنی پتہ چلے۔ جس کے بعد میں نے آہستہ آہستہ اپنے آپ کو بدلنا شروع کیا اب میں پردے کا جس حد تک ممکن ہے اہتمام کرتی ہوں، تمام فحاشی سے ممکنہ حد تک بچنے کی کوشش کرتی ہوں، ٹی وی جیسی خرافات کو مکمل طور پر چھوڑ چکی ہوں اللہ پاک مجھے مضبوط رکھے اور میرے ارادوں میں استقامت عطا کرے۔ آمین۔ تمام بدعات سے ہر ممکن طریقے سے بچنے کی کوشش کرتی ہوں اور گھر والوں کو بھی ان سے بچنے کی تلقین کرتی رہتی ہوں۔ لیکن ہدایت تو اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے۔ جب اللہ تعالیٰ چاہے گا ان کے دلوں کو پلٹ دے گا۔ فی الحال میری کوششیں بالکل ناکام ہیں۔ آپ سے اپنے لئے دعا کی طالب ہوں کہ اللہ پاک مجھے استقامت عطا فرمائے کیونکہ میں اس راستے پر اور آگے تک جانے کی خواہش مند ہوں۔

اب میں اصل مسئلے کی طرف آتی ہوں۔ میرے والدین اب میری شادی کرنا چاہتے ہیں۔ رشتے بھی بہت آرہے ہیں لیکن مجھے افسوس کے ساتھ یہ کہنا پڑرہا ہے کہ میرے والدین کے پیش نظر محض میری کسی اچھے کھاتے پیتے لڑکے کے ساتھ شادی ہے اور انہیں میرے دینی رجحان اور دینی مستقبل کا کوئی خیال نہیں۔ میرے والدین ہر بات کو اہمیت دیتے ہیں لیکن اس بات کو کوئی اہمیت نہیں دیتے کہ وہ شخص دیندار کتنا ہے؟ نماز روزے کا پابند ہے یا نہیں؟ حلال کماتا ہے یا نہیں؟ اس کی داڑھی ہے یا نہیں؟ جب کہ میری خواہش ہے کہ میری شادی جس شخص سے ہو وہ مکمل باشرع مسلمان ہو۔ جو خود میری رہنمائی کرے۔

Marfat.com

میری گزراش دوسری لڑکیوں کے والدین سے بھی ہے کہ وہ خدارا اس بات کو اولین اہمیت دیا کریں میں نے یہ سب کچھ پوری خلوص نیت سے لکھا ہے اور دل کی گہرائیوں سے میں اللہ کا قرب حاصل کرنے کی خواہش مند ہوں۔ خدا گواہ ہے کہ جو کچھ میں سوچتی ہوں اور کرنا چاہتی ہوں، وہ میں نے دل کی تمام تر سچائی کے ساتھ آپ کو لکھ دیا ہے۔ لکھنے کو تو ابھی اور بھی بہت سی باتیں ہیں، لیکن آپ کے قیمتی وقت کا بھی خیال ہے۔ مجھے نہیں پتہ کہ ان لفظوں میں، میں اپنے جذبوں کی شدتیں سمو سکی ہوں یا نہیں؟ بہرحال ان تمام باتوں کی روشنی میں آپ مجھے مشورہ دیجئے کہ:

① اگر میں اپنے والدین سے اس معاملے میں سختی کرتی ہوں تو کہیں میں ان کی نافرمانی کی مرتکب تو نہیں ہورہی؟

② اگر میرے والدین سب کچھ جانتے بوجھتے اور میرے دینی رجحان کو دیکھتے ہوئے بھی میری شادی کسی ایسے شخص سے کردیں، جو شرع کا پابند نہ ہو تو اس کا گناہ کس کے سر ہوگا؟ اور اس میں میرا قصور کتنا ہوگا؟

③ سوال حذف کردیا گیا؟

جواب: آپ کا خط پڑھ کر بہت مسرت ہوئی۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو نیکی کی ہدایت عطا فرمائے۔ دراصل بات یہ ہے کہ دنیا تو ہمارے سامنے ہے، لیکن آخرت ہماری نظروں سے غائب ہے، جب مرنے کے بعد دوسرے عالم میں پہنچیں گے، اس وقت ہمیں حقیقت حال معلوم ہوگی، مگر افسوس کہ اس وقت ہماری بات کو سننے والا بھی نہیں ہوگا اور کوئی ہماری فریاد کو اللہ تعالیٰ کے سوا سننے والا بھی نہیں ہوگا حدیث شریف میں ہے:

"دانا اور ہوشیار وہ آدمی ہے، جس نے اپنے نفس کو احکام الٰہی کے تابع کرلیا، اور موت کے بعد کی زندگی کے لئے محنت شروع کردی،

اور احمق ہے وہ شخص جس نے اپنے نفس کو خواہشات کے پیچھے لگادیا اور اللہ تعالیٰ پر آرزوئیں دھرے (کہ اللہ تعالیٰ بخش ہی دے گا)"۔

اس لئے اب آپ کے سوالوں کا جواب لکھتا ہوں۔

① اگر آپ کے والدین کسی ایسے شخص کے ساتھ شادی کرنا چاہیں، جو دنیا میں مست ہو اور آخرت سے غافل ہو، جس کو نماز روزے کی، حلال حرام کی، دین کے دوسرے احکام کی کوئی پرواہ نہ ہو، تو آپ والدین سے صاف کہہ دیجئے کہ آپ شادی کے لئے تیار نہیں ہیں۔ یہ والدین کی نافرمانی نہیں، کیونکہ جس کام میں اللہ کی نافرمانی ہوتی ہو، اس میں کسی مخلوق کی فرمانبرداری جائز نہیں ہے۔

② بچیاں والدہ کے ساتھ کھل کر بات کرلیا کرتی ہیں۔ آپ اپنی والدہ ماجدہ سے یہ کہہ دیں کہ وہ ایسے آدمی کے ساتھ شادی کرنے کے لئے ہرگز راضی نہیں ہوں گی، جو دین دار نہ ہو۔ اللہ تعالیٰ نے مرد اور عورت کا ساتھ اسی لئے بنایا ہے کہ وہ دین کے معاملے میں ایک دوسرے کے مددگار ہوں اور ایک دوسرے کو جہنم کے عذاب سے بچانے والے بنیں۔ شادی کے لئے ایسے آدمی کا انتخاب کرنا، جو کہ خود بھی جہنم کا راستہ اختیار کئے ہوئے ہو، ہرگز ہرگز جائز نہیں۔

③ اس سوال کے تین حصے ہیں:

(الف) ساری عمر تجرد کی زندگی گزارنا ایک لڑکی کے لئے مشکل ہے، اس لئے میں اس کا مشورہ آپ کو ہرگز نہیں دوں گا۔

(ب) جو پہلے سے شادی شدہ ہو، اور اس کے اہل و عیال بھی ہوں، اس کے ساتھ شادی کرنا بھی نامناسب ہے، کیونکہ سوکنوں میں ان بن رہتی ہے، اس طرح آپ کا دین برباد ہوگا۔

(ج) میرا مشورہ یہ ہوگا کہ کسی ایسے دیندار آدمی سے شادی کی جائے، جو عالم

Marfat.com

ہو، تبلیغی جماعت میں جڑا ہوا ہو، اللہ تعالیٰ کا دل میں خوف رکھتا ہو، مزاج کا سخت نہ ہو، اور ہر معاملے میں آخرت کو پیش نظر رکھتا ہو اس کے ساتھ بقدر ضرورت دنیا بھی رکھتا ہو۔ انشاء اللہ ایسا رشتہ مبارک ہو گا۔

ایک مفید تدبیر

ایک مفید تدبیر یہ بھی ہے کہ والدہ اور بہنوں نے جہاں جہاں رشتوں کے لئے سوچا ہے تو لڑکی اور اس کے گھر والوں کے کوائف لکھ لیں مثلاً لڑکی کی عمر .... لڑکی کی دینداری .... لڑکی کی تعلیم .... لڑکی کی شکل وصورت و جسمانی ہیئت .... لڑکی کی والدہ کا خاندان .... لڑکی کے والد کا خاندان .... لڑکی کے والد کا پیشہ .... لڑکی والد اور بھائیوں کی نمازوں کی ترتیب اور حالت ....؟ لڑکی کے بہن بھائیوں کی شرافت ولیاقت .... جہاں لڑکی کی دوسری بہنوں کا رشتہ ہوا ہے وہ لوگ صابر ہیں یا شاکر ہیں ....؟

ان سب باتوں کو ایک کاغذ میں لکھ کر گھر کے سمجھ دار افراد نماز پڑھ کر دعا مانگ کر بیٹھ جائیں اور والد کو یا ان کی غیر موجودگی میں کسی کو امیر بنالیں اور پھر باری باری ہر ایک سے والد یا دولہا خود یا والدہ مشورہ لے لیں .... آپ کا کیا مشورہ ہے مثلاً ان تین لڑکیوں میں سے ہمارے گھر کے لئے یا بھائی .... کے لئے کونسی لڑکی مناسب رہے گی، پھر امیر سب کی رائے کو سامنے رکھ کر فیصلہ کرلے کہ پہلے اس جگہ رشتہ بھیجتے ہیں پھر اس رشتے کے جواب کے بعد دوبارہ مشورہ کی ضرورت پیش آگئی تو دوبارہ سب بیٹھ جائیں گے، امیر کو چاہیے کہ ہونے والے دولہا کی رائے کو زیادہ اہمیت دے۔

اس مشورہ کا سب سے بڑا فائدہ یہ ہوگا کہ گھروں میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی مشورہ کی سُنّت زندہ ہوگی، اور جہاں سُنّت زندہ ہوگی وہاں اللہ تعالیٰ

کی رحمت کا نزول ہوگا۔

دوسرا اہم فائدہ یہ ہوگا کہ گھر کے افراد میں آپس میں محبت قائم ہوگی، تمام بھائی بہن یہ سمجھیں گے کہ والد کی نظر میں یا والدہ کی نظر میں میری اہمیت ہے میرا مقام ہے، خصوصاً شادی شدہ بڑے بیٹے بہت ہی زیادہ خوش ہوں گے کہ والد نے چھوٹے بھائیوں کے لئے ہم سے مشورہ لیا، یہ سب سے بڑا فائدہ ہے کہ گھر کے تمام افراد کے دل آپس میں ملے ہوئے ہوں۔

تیسرا فائدہ یہ ہوگا کہ یہ ایک کا فیصلہ نہیں ہوگا بلکہ یہ اجتماعی فیصلہ ہوگا، بظاہر تو ایک امیر کا فیصلہ ہوگا لیکن حقیقۃً یہ پورے گھر کا فیصلہ ہوگا، اور بعد میں کسی کو کہنے کا موقع نہیں ملے گا کہ ابا آپ نے مجھ سے نہیں پوچھا؟، بڑی بھابھی کہے گی امی آپ نے مجھ سے نہیں پوچھا اس لئے پھنس گئے، وغیرہ

ہاں یہ ضرور ہے کہ مشورہ کے آداب ضرور بیان کرلئے جائیں کہ:

(۱) ہر ایک باری باری سے رائے دے دوبارہ رائے دینی ہے تو بیچ میں نہ بولے بلکہ آخیر میں اجازت لے کر بولے۔

(۲) کوئی دوسرے کی رائے کاٹے نہیں ہاں آپ اپنی رائے کا فائدہ اور حکمت بتا سکتے ہیں۔

(۳) رائے رائے سمجھ کر دے فیصلہ سمجھ کر نہیں، اگر کسی کی رائے پر فیصلہ نہ ہو سکا تو اس پر طعن و تشنیع یا جھگڑا نہ کرے یا خدا نہ کرے کسی آزمائش کے آنے پر یہ نہ کہے کہ میں نے تو پہلے سے کہا تھا............ دیکھو تم نے میری بات نہ مانی، اگر میری بات مان لیتے تو یہ نہ ہوتا.........، وغیرہ، حدیث شریف میں آتا ہے۔

﴿لو تفتح عمل الشیطان﴾ (مشکوۃ صفحہ ۴۵۲)

"(لفظ) اگر، شیطان کا دروازہ کھولتا ہے"۔

اور جو امیر یا گھر کا بڑا فیصلہ کردیں اس پر سب راضی ہوجائیں، ان آداب

Marfat.com

کی رعایت رکھتے ہوئے گھر کے سمجھدار.......... رازدار.......... بیٹھ کر مشورہ کرلیں تو انشاء اللہ تعالیٰ بہت سی خیریں وجود میں آئیں گی۔

اور یہ بھی ممکن نہ ہو تو دولہا کو چاہئے کہ یہ کوائف ایک کاغذ میں لکھ کر کسی ایسے تجربہ کار معمر عالم / مفتی کے پاس جائے جو اپنے علاقے اور قوم کے رہنے سہنے اور ان کے مزاج سے واقف ہو اس سے مشورہ کرلے۔

(۴) تیسری بات یہ کہ استخارہ کا اہتمام کرے۔ استخارہ کرنے میں بھی چند باتوں کا ضرور خیال رکھے۔ علمائے حقانی اور بزرگان دین نے وضاحت فرمائی ہے کہ:

(الف) استخارہ کے لئے نفل پڑھنے میں رات یا عشاء کے بعد کی کوئی قید حدیث میں نہیں ہے لہٰذا چوبیس گھنٹوں میں کسی بھی وقت (جو وقت نوافل کی ادائیگی کے لئے ممنوع نہ ہو) نوافل ادا کرکے دعا کرے۔

(ب) دوسرے یہ کہ استخارہ خود کریں اکثر لوگ یہ کہتے ہیں کہ ہم تو گناہ گار ہیں اور کسی دوسرے سے استخارہ کرواتے ہیں ایسے حضرات کی خدمت میں عرض ہے کہ پہلے چھوٹے بڑے گناہوں سے توبہ کریں، اللہ تعالیٰ سے معافی مانگیں اور پھر استخارہ کریں اس طرح سے اللہ تعالیٰ زیادہ راضی ہوں گے۔

(ج) تیسرے یہ کہ اس بات کو ضروری نہ سمجھیں کہ استخارہ کرنے سے جواب خواب میں آئے گا بلکہ صرف حالات پر نظر رکھیں جس کام کے لئے استخارہ کیا ہے اس کی موافقت میں حالات بن رہے ہیں یا کام میں کوئی رکاوٹ پڑ رہی ہے اگر اس کے موافق حالات بن رہے ہیں تو سمجھ لیں کہ اس میں خیر ہے اور اگر رکاوٹ پڑ رہی ہے تو سمجھ لیں کہ یہاں رشتہ نہ کرنا خیر ہے لیکن یہ یاد رکھیں کہ مشورہ استخارہ سے زیادہ اہم ہے۔ پھر بڑوں سے مشورہ بھی کرلیں پھر ان سب باتوں کو سامنے رکھ کر دیکھیں کہ دل کسی بات پر جم رہا ہے تو اسی کے موافق عمل کریں، اگر ایک بار اس عمل سے کسی بھی صورت پر دل نہ مطمئن ہو تو بار

Marfat.com

بار نفل پڑھ کر دعا مانگیں۔

آپ کا سلوک اپنے والدین کے ساتھ

یہ بڑا توجہ طلب موضوع ہے۔ دراصل آپ اپنے والدین کے ساتھ جیسا سلوک کریں گے، آپ کے بچّے بھی بڑے ہو کر ایسا ہی سلوک کریں گے۔ بے شک آپ مالی اعتبار سے اور دینی اعتبار سے اپنے آپ کو بہتر محسوس کر رہے ہوں اور اپنے بچّے کی صحیح تربیت کے خواہاں ہوں لیکن اللہ نہ کرے کسی موقع پر آپ نے اپنے والدین کو دکھ یا تکلیف پہنچائی ہو تو دل سے نادم ہو کر فوراً والدین سے معافی مانگیں اور ان کے سامنے خوب عاجزی کریں حتیٰ کہ انہیں راضی کرلیں۔ حدیث شریف میں ایک آدمی کا واقعہ آتا ہے کہ زندگی کے آخری وقت میں ان سے کلمہ شہادت نہیں پڑھا جارہا تھا، باوجود کوشش کے انہیں ایسا محسوس ہوا کہ دل پر ایک قفل سا لگا ہوا ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے تحقیق فرمائی تو معلوم ہوا کہ ان کی والدہ ان سے ناراض ہیں، پھر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ترغیب دینے پر جب ان کی والدہ نے معاف کیا تب ان سے کلمہ پڑھا گیا۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: تیرے رب نے حکم دیا ہے کہ بجز اس (معبود برحق) کے کسی کی عبادت مت کر اور تم (اپنے) ماں باپ کے ساتھ اچھا سلوک کیا کرو، اگر (وہ) تیرے پاس (ہوں اور) ان میں سے ایک یا دونوں بڑھاپے (کی عمر) کو پہنچ جائیں، (جس کی وجہ سے محتاج ہو جائیں اور جب کہ طبعاً ان کی خدمت کرنا بھاری معلوم ہو) سو (اس وقت بھی اتنا ادب کرو کہ) ان کو کبھی (ہاں سے) ہوں بھی مت کہنا اور نہ ان کو جھڑکنا اور ان سے خوب ادب سے بات کرنا اور ان کے سامنے شفقت سے انکساری کے ساتھ جھکے رہنا اور (ان کے لئے حق تعالیٰ شانہ سے) یوں دعا کرتے رہنا کہ اے میرے پروردگار (ان دونوں پر رحمت

Marfat.com

فرمایئے جیسا کہ انہوں نے مجھ کو بچپن (کی عمر) میں پالا پرورش کی ہے (اور صرف ظاہری توقیر و تعظیم پر اکتفا مت کرنا، دل میں بھی ان کا ادب اور قصد اطاعت رکھنا کیونکہ) تمہارا رب تمہارے دلوں کی بات کو خوب جانتا ہے۔

(معارف القرآن جلد ۵ صفحہ ۴۶۳، سورہ بنی اسرائیل)

آپ بخوبی اندازہ کرسکتے ہیں کہ اللہ جل جلالہ کے نزدیک والدین کی اطاعت اور ان کی دلجوئی کا کتنا بڑا مقام ہے۔ لہٰذا اپنے بچوں کی صحیح تربیت کے لئے ضروری ہے کہ آپ اپنے والدین کا خوب احترام کریں خاص کر جب وہ بڑھاپے کی عمر کو پہنچ جائیں، ایسے وقت میں بڑھاپے کے عوارض طبعی طور پر انسان کو چڑچڑا بنادیتے ہیں اور بعض اوقات وہ ایسی خواہشات کرنے لگتے ہیں کہ ان کا پورا کرنا اولاد کے لئے نہایت مشکل معلوم ہوتا ہے، اس وقت میں اولاد کی ذرا سی بھی بے رخی ان کے دلوں کو زخمی کردیتی ہے اور ان کا دل ٹوٹ جاتا ہے۔ مثلاً آپ کا بچّہ بیمار ہوا، آپ کو اندازہ ہے کہ اس وقت اگر بہلا پھسلا کر اسے اسکول بھیج دیا جائے تو کچھ نہ ہوگا بلکہ ہم عمروں میں بولنے کھیلنے سے طبیعت ٹھیک ہوجائے گی۔ اب دادا دادی نے بڑبڑانا شروع کردیا۔ "اسے آج ہی بی اے کرائے گا کیا، معصوم پر ظلم کردیا، وغیرہ۔ اسی طرح گھر میں کوئی چیز ذرا سی بے ترتیب رکھی دیکھی تو فوراً ڈانٹنا شروع کردیا: "اے بہو! اس کو اٹھا کر یہاں رکھ دے آپ کے دفتر سے یا تھکے ہوئے گھر پر آتے ہی آپ سے کوئی بات پوچھنا شروع کردی یا کاروبار کے متعلق کسی بات پر خوب زور دیتے رہے، بار بار اسی کام کو انجام دینے کی رٹ لگانی شروع کردی، گھر میں بلب کے خراب ہونے پر یا نلکے کے ٹپکنے پر جب بھی کبھی سامنا ہوا بات شروع کردی کہ بدلواتا کیوں نہیں، آپ کی مشغولی اور مصروفیات سے بے نیاز ہوکر آپ کے آرام اور ذہنی سکون حاصل کرنے کے اوقات میں آپ سے سیاست، حکومت، کاروبار، تجارت، ملازمت وغیرہ کے موضوع پر جب وہ کوئی بات یا نکتہ چینی یا تکرار کریں

Marfat.com

تو ہرگز غصہ میں آکر انہیں نہ جھڑکیں بلکہ حتی الامکان ان سے بات کرنے کی اور ان کی دلجوئی کی کوشش کریں۔ ان کے ڈانٹنے، بار بار کہنے پر، عذر و تاویلات کا سہارا لینے کے بجائے خاموش ہوکر جی ہاں جی ہاں کہتے رہیں، حتی الامکان کوشش کریں کہ جس طرح وہ کہیں اسی طرح کریں لیکن اگر وہ کام آپ کے لئے ممکن نہ ہو تو یہ نہ کہیں کہ آپ کو پتہ نہیں، آپ برائے مہربانی اس معاملہ میں نہ بولیں بلکہ یوں کہیئے جس طرح آپ نے کہا تھا اسی طرح میں نے کرنے کی کوشش کی ہے لیکن نہ ہوسکا، ان شاء اللہ آئندہ خیال رکھیں گے۔

اسی طرح والدہ شفقت کے جذبے میں بہت سے ایسے کام بتائیں گی جو آپ کے مزاج کے خلاف ہوں تو اس پر بھی صبر کریں اور ان کی طرف سے جو بھی اکرام ہو اس کی تعریف کر کے قبول کرلیں، جن باتوں میں پہلے سے یہ پتہ ہو کہ والدہ اس بارے میں اصرار کریں گی تو بہتر ہے کہ والدہ کے سامنے ان چیزوں کا ذکر ہی نہ کریں، انہی باتوں کا ذکر کریں جن کے بارے میں ان سے رائے لینا مفید ہو، اور اگر کبھی ایسی بحث چھڑ جائے تو کوشش کریں کہ بات کا موضوع بدل جائے مثلاً اگر کوئی ایسی بات ہوگئی کہ والدہ سے تکرار ہو رہی ہے، والدہ آپ کو کوئی بات سمجھا رہی ہیں آپ کی سمجھ نہیں آرہی، یا والدہ محترمہ آپ کی بات نہیں سمجھ رہی ہیں تو بات لمبی کرنے کے بجائے بات بدل دیجئے۔ یوں کہیئے ”ماں! وہ جو ہماری رشتہ دار بیمار تھیں ان کا کیا حال ہے؟ یا ماں اس بچّی کی شادی کی تاریخ طے ہوئی؟“ وغیرہ وغیرہ۔

اس سلسلے میں مفتی تقی عثمانی صاحب دامت برکاتہم فرماتے ہیں کہ ایک صاحب بوڑھے ہوگئے، انہوں نے بیٹے کو اعلیٰ تعلیم دلا کر فاضل بنادیا۔ ایک دن گھر کے صحن میں بیٹھے ہوئے تھے، اتنے میں ایک کوا گھر کی دیوار پر آکر بیٹھ گیا تو باپ نے بیٹے سے پوچھا ”بیٹا! یہ کیا چیز ہے؟“ بیٹے نے کہا ”ابا جان! یہ کوا ہے“ تھوڑی دیر بعد باپ نے پوچھا ”بیٹا! یہ کیا چیز ہے؟“ اس نے کہا ”ابا جان! یہ کوا

Marfat.com

ہے" پھر جب تھوڑی دیر گذر گئی تو باپ نے پوچھا کہ "بیٹے! یہ کیا ہے؟" بیٹے نے کہا "ابا جان! ابھی تو آپ کو بتایا ہے کہ یہ کوا ہے" تھوڑی دیر گذرنے کے بعد پھر باپ نے پوچھا "بیٹا یہ کیا ہے" اب بیٹے کے لہجے میں تبدیلی آگئی، اور اس نے جھڑک کر کہا کہ "ابا جان! یہ کوا ہے کوا" پھر تھوڑی دیر بعد باپ نے بیٹے سے پوچھا "بیٹا! یہ کیا ہے" اس نے کہا کہ "آپ ہر وقت ایک بات پوچھتے رہتے ہیں ہزار مرتبہ کہہ دیا کہ یہ کوا ہے آپ کی سمجھ میں نہیں آتی" بہرحال اس بیٹے نے باپ کو سخت لہجہ میں کہنا شروع کر دیا تھوڑی دیر بعد باپ اپنے کمرے میں گیا اور ایک پرانی ڈائری نکال لایا اور اس ڈائری کا ایک صفحہ کھول کر بیٹے کو دکھاتے ہوئے کہا کہ "بیٹا! یہ ذرا پڑھنا، کیا لکھا ہے؟" چنانچہ اس نے پڑھا تو اس میں یہ لکھا تھا کہ "آج میرا چھوٹا بیٹا صحن میں بیٹھا ہوا تھا اور میں بھی بیٹھا ہوا تھا اتنے میں ایک کوا آگیا تو بیٹے نے مجھ سے ۲۵ مرتبہ پوچھا کہ ابا جان یہ کیا ہے؟ تو میں نے ۲۵ مرتبہ اس کو یہ جواب دیا کہ بیٹا یہ کوا ہے اور اس کی اس ادا پر بڑا پیار آیا"۔ اس کے پڑھنے کے بعد باپ نے کہا "بیٹا! دیکھ باپ اور بیٹے میں یہ فرق ہے، جب تم بچّے تھے تو تم نے مجھ سے ۲۵ مرتبہ پوچھا اور میں نے ۲۵ مرتبہ بالکل اطمینان سے صرف جواب ہی نہیں دیا بلکہ میں نے اس بات کا اظہار بھی کیا کہ مجھے اس ادا پر بڑا پیار آیا، آج جب میں نے تم سے صرف ۵ مرتبہ پوچھا تو تمہیں اتنا غصہ آگیا"۔

لہٰذا والدین کے کسی عمل پر ہرگز غصہ نہ کریں بلکہ تحمل اور انکساری کے ساتھ ان سے بہترین برتاؤ کریں، ان کے ہر حکم کا جواب "جی ہاں" کی صورت میں دیں اور حتی الامکان اپنی جان سے، اپنے مال سے اور ہر اعتبار سے انہیں سکھ پہنچانے کی کوشش کریں۔ خصوصاً والدین میں سے اگر کسی ایک کا انتقال ہو گیا ہو تو دوسرے کی حد سے زیادہ رعایت کریں اس لئے کہ اب تو صرف آپ ہی کا ظاہری سہارا رہ گیا ہے، اب والدہ یہ سوچے گی کہ اس کے والد بھی چلے

گئے اب تو میں اکیلی ہو گئی ہوں اور بیٹا اب صرف اپنی بیوی ہی کی سنتا ہے، میری طرف کوئی توجہ ہی نہیں کرتا۔

والدین کے ساتھ حسن سلوک صرف اللہ تعالیٰ کو راضی کرنے کی نیت سے ہو اور ساتھ ہی اپنے والدین کے لئے دعا بھی کیجئے۔ اس دعا کو اپنا معمول بنالیجئے کہ رب ارحمھما کما ربینی صغیرا اور اپنے اس وقت کو سوچیں جب آپ نہایت کمزور اور چھوٹے اور بے عقل تھے، جب انہوں نے کیسی تکلیفیں اٹھاکر آپ کی پرورش کی، اب جب کہ وہ کمزور اور آپ طاقتور ہو چکے ہیں تو کیا آپ کو یہ بات زیب دیتی ہے کہ آپ کسی بھی ناگواری پر انہیں اف بھی کہیں، بالکل نہیں۔ حضرت علی کرم اللہ وجھہ کا ارشاد ہے کہ ایذا رسانی میں اُف کہنے سے بھی کم کوئی درجہ ہوتا تو یقیناً وہ بھی منع کر دیا جاتا۔

کبھی بھی اس بات کو دل میں جگہ نہ دیں کہ آپ نے ماں باپ کا حق ادا کر دیا ہے، ان کے لئے اچھے مکان میں تمام تر سہولتوں کے ساتھ رہائش کا بندوبست کر دیا ہے یا نوکر چاکر کا انتظام کر دیا ہے۔ آپ کچھ بھی کریں حتیٰ کہ اگر وہ معذور ہوں اور آپ انہیں اپنے کندھے پر بٹھاکر سو بار بھی حج کروا دیں تب بھی ان کا حق ادا نہیں کرسکتے۔ اس بات پر مطمئن نہ ہوں کہ انہیں گھربار نوکر چاکر تو دے دیئے، اب ان سے ملنے کی کیا ضرورت بلکہ روزانہ ان سے ملئے، ان سے باتیں کیجئے اور ان کے کچھ چھوٹے موٹے کام اپنے ہاتھ سے کیجئے۔ حدیث میں والدین پر شفقت ورحمت کی نظر ڈالنے پر حج کا ثواب ملنے کی خوشخبری ہے۔

علماء نے والدین سے برتاؤ کے جو آداب بتائے ہیں اُن میں سے چند یہ ہیں۔

اولاد جائز کاموں میں ان کی اطاعت کرے، بے ادبی نہ کرے، تکبر سے پیش نہ آئے، اپنی آواز کو ان سے بلند نہ کرے، ان کو نام لے کر نہ پکارے کسی کام میں ان سے پہل نہ کرے، ان کی بات کے درمیان نہ بولے وہ بات فرما رہے ہوں تو کتنی ہی غلط بات کیوں نہ کر رہے ہوں بیچ میں نہ بولے ان کو پورے

Marfat.com

اطمینان سے بولنے دیں جب بات پوری کرلیں پھر اپنی طرف سے کوئی بات کرنا مفید ہو تو بولیں، ورنہ اقرار کرلیں کہ غلطی ہو گئی، معافی چاہتا ہوں اگر کبھی ان کو نصیحت کرے تو چھوٹا بن کر کرے اور ان کی ایسی خدمت کرے کہ ان کی دعاؤں کا مستحق ہو جائے۔ حدیث میں آتا ہے کہ دو چیزیں بغیر حجاب کے آسمان کے اوپر جاتی ہیں۔ ایک کلمہ طیبہ کا پڑھنا اور دوسرا باپ کی دعا اولاد کے لئے۔ دوسری حدیث میں آتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی مرضی باپ کی رضا میں ہے اور اللہ تعالیٰ کی ناراضگی باپ کی ناراضگی میں ہے۔ (ترمذی ابواب البرو الصلہ)

یہاں پر ایک بات توجہ طلب ہے کہ اکثر ایسا بھی ہوتا ہے کہ آپ تبلیغ میں اوقات لگا کر یا کسی دینی حلقے میں یا بزرگوں کے پاس بیٹھ کر دین پر عمل کرنے والے بن جاتے ہیں اور یہ چیز والدین کی ڈانٹ یا طعنوں کا سبب بن جاتی ہے۔ مثلاً باپ یوں کہتا ہے کہ میاں چلے لگانے سے ہمارے حقوق ادا نہیں ہوتے یا ڈاڑھی رکھنے اور بچوں کو مدارس دینیہ میں بٹھانے پر ماں یا باپ کوئی بات کریں تب بھی ان سے گستاخی نہیں کرنی چاہیئے بلکہ اچھا سلوک کریں اور ان کے لئے دعا و استغفار کا معمول بنالیں۔ قرآن کریم میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کی اپنے والد کو نصیحت کرنے کے بعد یہ جملہ نقل کیا گیا ہے کہ

﴿قال سلم علیک ساستغفر لک ربی﴾ (مریم: ۴۶)

"ابراہیم (علیہ السلام) نے کہا (بہتر) میرا سلام لو (اب تم سے کہنا سننا بے سود ہے)۔ اب میں تمہارے لئے اپنے رب سے مغفرت کی (اس طرح) درخواست کروں گا (کہ تم کو ہدایت کرے جس پر مغفرت مرتب ہوتی ہے"۔ (معارف القرآن جلد ۶ صفحہ ۳۳)

بس آخر میں یہ گزارش ہے کہ جیسا کہ آپ اپنے والدین کے ساتھ سلوک کریں گے، ویسا ہی اپنی اولاد سے پائیں گے حدیث میں آتا ہے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

Marfat.com

تم لوگوں کی عورتوں سے عفیف رہو تمہاری عورتیں بھی عفیف رہیں گی، تم اپنے والدین کے ساتھ نیکی کا برتاؤ کرو تمہاری اولاد تمہارے ساتھ نیکی کا برتاؤ کرے گی۔ (فضائل اعمال صفحہ ۲۵۹ حصہ اول)

اسی بات کو ذہن میں رکھتے ہوئے اپنے والدین کا خوب خیال رکھئے اور ان کے حقوق کی ادائیگی میں کسی قسم کی کوتاہی کرنے سے بچئے اور اگر کبھی نادانستہ کوئی تکلیف دہ عمل ہوگیا ہو تو اُن سے اتنی معافی مانگئے کے وہ آپ کو معاف کرکے آپ سے راضی ہوجائیں۔

والد صاحب کی شکایت نہ کریں

زندگی کے کسی بھی موڑ پر بعض اوقات انسان کے دل میں ایسے احساسات پیدا ہوتے ہیں جن کی بنیاد پر انسان اپنے والدین کو قصور وار سمجھ کر ان سے بد دل ہوجاتا ہے۔ مثلاً دوسرے بھائی اعلیٰ تعلیم حاصل کرنے کی وجہ سے ۱۸ گریڈ کے افسر بنے تو چھوٹے بھائی بیرون ملک میں مستحکم ہیں اور ایک بھائی اپنے ملک میں پریشان۔ بڑے بھائی کی شادی کروڑ پتی گھرانے میں ہونے کی وجہ سے وہ بڑے تاجر ہیں اور ایک بھائی چھوٹی سی دوکان کو رو رہے ہیں، تقسیم جائداد کے وقت ایک بھائی کے حصے میں زمین کا وہ ٹکڑا آیا کہ جس کی قیمت وقت گزرنے پر مزید گر گئی وغیرہ وغیرہ۔

اس طرح کے حالات میں اکثر لوگوں کو روتے ہوئے جگہ جگہ اپنے باپ کی ستم ظریفی کا تذکرہ کرتے ہوئے یا انہیں بُرا بھلا کہتے ہوئے دیکھا جاتا ہے حالانکہ غور کیا جائے تو تقدیر کے فیصلوں کی وجہ سے ایک بیٹے پر خدانخواستہ کوئی بُرا حال آگیا تو اس میں باپ کا کیا قصور؟ انہوں نے تو اپنی پوری کوشش کی کہ سب بھائیوں بہنوں کو برابر ملے لیکن اللہ تعالیٰ کے فیصلوں کے آگے کس کی چل سکتی ہے؟ یعنی جائیداد کی تقسیم میں ایک بیٹے کے حصہ میں جو دکان آگئی تھی، اس

Marfat.com

وقت وہ بہت چل رہی تھی لیکن کچھ عرصے بعد دکان کے مالک نے دکان خالی کرنے کا نوٹس دے دیا اور اسی بیٹے کو مجبوراً دکان خالی کرنی پڑی جب کہ دوسرے بھائیوں کے ساتھ یہ معاملہ نہ ہوا اور وہ خوب ترقی کرتے رہے، جو فلیٹ ایک بیٹے کے نام ہوا تھا اس وقت اس کی قیمت اتنی ہی تھی جتنی دوسرے بھائیوں کے مکان یا فلیٹ کی تھی لیکن تقدیر سے کچھ عرصے بعد وہاں پر سیمنٹ فیکٹری کے بننے اور دھوئیں و آلودگی کی وجہ سے یا کسی اور وجہ سے فلیٹ کی قیمت گر گئی۔

اگر ایسے شیطانی وساوس کہ باپ نے میرے ساتھ ظلم کیا یا بڑے بھائیوں کو مجھ سے زیادہ دیا، میرے ساتھ زیادتی ہوئی ہے وغیرہ کو اپنے دل میں جگہ دیں گے تو اس کے تین بڑے نقصان ہوں گے۔

(۱) آپ کے رونے دھونے، جگہ جگہ شکایت کرنے سے آپ کی عزت میں فرق تو آئے گا ہی ساتھ ہی اس کی لپیٹ میں آپ کے بے چارے بے قصور بھائی اور بہنیں بھی آسکتے ہیں۔ ان کی عافیت والی زندگی بے سکون ہو سکتی ہے۔ آپ کے جگہ جگہ اس طرح تذکرہ کرنے کی وجہ سے لوگ آپ کے بھائی بہنوں کو ظالم یا قصوروار سمجھیں گے۔ ان کے کاروبار یا ملازمت میں نقصان ہونے کا اندیشہ ہے۔

(۲) دوسرا بڑا نقصان یہ ہے کہ بھائیوں سے لڑ کر انہیں ناراض کیا اور جو کچھ تھوڑا بہت آپ کو اللہ تعالیٰ نے دے رکھا ہے، اس کی ناشکری ہوئی تو اللہ تعالیٰ کو بھی ناراض کر دیا حالانکہ صرف جذبۂ حسد کارفرما ہے کہ میرے بھائی کروڑ پتی ہیں اور میں لاکھ پتی کیوں نہیں ہوں؟ اسی وجہ سے اللہ تعالیٰ کو ناراض کیا اور جو کچھ دنیوی عافیت حاصل تھی، وہ بھی ہاتھ سے گئی۔

(۳) تیسرا نقصان یہ ہو گا کہ جب آپ اس عمر کو پہنچیں گے جس عمر میں آج آپ کے والد صاحب ہیں تو جیسے آپ شکوہ کرتے ہیں ویسے ہی آپ کی اولاد بھی

Marfat.com

آپ سے شکوہ کرے گی چاہے آپ نے ہر لحاظ سے اور ہر اعتبار سے برابری کی ہو۔ اردو کا محاورہ ہے ”جیسی کرنی ویسی بھرنی“۔ لہٰذا ان نقصانات سے بچنے کے لئے اسلامی تعلیم یہ ہے کہ جب بھی کوئی حال، کوئی مصیبت، کوئی پریشانی آئے تو اس کی نسبت کسی مخلوق کی طرف نہ کریں نہ والدین یا بھائی بہن نہ دوست یار بلکہ اپنے اعمال کا جائزہ لیں، انہیں درست کریں اور اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں رو رو کر التجا کریں کہ اللہ تعالیٰ آپ کے حال کو اور دنیوی واخروی زندگی کو خوشحال بنادیں اور یہ سوچیں کہ جس حال میں اللہ تعالیٰ نے مجھے رکھا ہے وہ حال میرے لئے بہت ہی بہتر ہے، کیا پتہ جو حال میں طلب کررہا ہوں اس میں مصیبتیں زیادہ ہوں، پیسہ زیادہ ہو اور بیماریاں بھی زیادہ ہوں اور وہی پیسہ دواؤں میں لگے تو کیا فائدہ؟ وہ پیسہ مزید پریشانیوں کا سبب بنے تو کیا فائدہ؟ ہاں ان پریشانیوں کو دور کرنے کی فکر کریں مثلاً ملازمت نہیں مل رہی تو ہاتھ پر ہاتھ رکھ کر نہ بیٹھ جائیں، والد صاحب کی شکایت نہ کرتے پھریں، بھائیوں کے مظالم بہنوں کے سامنے نہ ذکر کریں بلکہ کوشش کریں کہ ملازمت مل جائے اور اگر بڑے بھائیوں نے ظلم بھی کیا ہو تو معاف کردیں اور یہ یقین رکھیں کہ اگر میرے مقدر میں یہ مال ہوگا تو مجھے ضرور مل کررہے گا، اگر میرے مقدر میں نہیں تو کیا فائدہ ہے کہ بھائی بہنوں میں جھگڑے کا سبب بنوں، اگر میرے صبر اور شکر کی وجہ سے بھائی بہن سکون سے رہ رہے ہیں اور والدین کی عزت ہے یہ اس سے بہت بہتر ہے کہ میرے جھگڑوں کی وجہ سے میرا سکون بھی تباہ ہو اور ان کا چین وسکون بھی برباد ہو، نیز والدین مرحومین کی عزت پر دھبہ آئے، اگر مجھے مال مل بھی گیا اور میرا مقدر نہیں تو مجھ سے کوئی اور چھین کرلے جائے گا، اپنے دل کو اس طرح تسلی دے کر مطمئن کریں۔ تجربہ کار لوگوں کا کہنا ہے کہ جن کے مقدر میں مال نہیں ہوتا وہ سونے میں ہاتھ ڈالتے ہیں تو مٹی ہوجاتا ہے اور جن کے مقدر میں ہوتا ہے وہ مٹی میں ہاتھ ڈالتے ہیں تو سونا بن جاتا ہے،

Marfat.com

لہٰذا ہر مسلمان کو چاہئے کہ اللہ تعالیٰ نے اس کو جس حال میں رکھا ہے اس پر شکر کرے اور یقین رکھے کہ میرے لئے یہی بہتر ہے۔ مچھر نے اگر کاٹا ہے تو حال تو بُرا ہے لیکن اگر یہ سوچا جائے کہ سانپ کے ڈسنے سے بچاکر مچھر کا زخم دیدیا تو اس پر بھی شکر کی توفیق ہوگی۔

اپنے والد صاحب کی خدمت کیجئے

اگر آپ چاہتے ہیں کہ آپ کی اولاد آپ کی عزت کرے، آپ کو قدر کی نگاہ سے دیکھے اور آپ کی فرمانبرداری کرے، اللہ تعالیٰ آپ کے بچّوں کے دل میں آپ کی عزت و عظمت بٹھادے اور آپ کو آخرت کی کامیابی کے علاوہ بے شمار دنیوی فوائد بھی حاصل ہوں تو آپ کو چاہئے کہ اپنے والدین کے ساتھ اچھا برتاؤ کریں۔ مشہور محاورہ ہے کہ" آدمی جو بوتا ہے وہی کاٹتا ہے"۔ گندم بو کر جو کی تمنا رکھنا اور باجرہ بو کر چاول حاصل کرنے کی توقع بیوقوفی ہے۔ آج ہم اپنے والدین کے ساتھ جیسا برتاؤ کریں گے، کل اپنی اولاد سے ویسا ہی صلہ پائیں گے۔ اس لئے والدین کے ساتھ نہایت ہی نیک سلوک کیجئے، ان کی کسی بات پر اُف بھی نہ کیجئے اور اپنا مال خرچ کرنے اور لینے کی ان کو پوری اجازت دیجئے اور اس پر کسی قسم کی ناگواری کا بالکل اظہار نہ کیجئے کیونکہ آپ کے مال میں ان کا پورا پورا حصہ ہے بلکہ آپ اور آپ کا سارا مال آپ کے والد ہی کا ہے۔

ایک واقعہ عجیبہ:

قرطبی نے اپنی اسناد مفصل کے ساتھ حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا ہے کہ ایک شخص رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور شکایت کی کہ میرے باپ نے میرا مال لے لیا ہے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اپنے والد کو بلا کر لاؤ اسی وقت جبرئیل امین تشریف

Marfat.com

لائے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا کہ جب اس کا باپ آجائے تو آپ اس سے پوچھیں کہ وہ کلمات کیا ہیں جو اس نے دل میں کہے ہیں۔ خود اس کے کانوں نے بھی ان کو نہیں سنا جب یہ شخص اپنے والد کو لے کر پہنچا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے والد سے کہا کہ کیا بات ہے، آپ کا بیٹا آپ کی شکایت کرتا ہے۔ کیا آپ چاہتے ہیں کہ اس کا مال چھین لیں۔ والد نے عرض کیا کہ آپ اسی سے یہ سوال فرمائیں کہ میں اس کی پھوپھی خالہ یا اپنے نفس کے سوا کہاں خرچ کرتا ہوں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ "ایہ" (جس کا مطلب یہ تھا کہ بس حقیقت معلوم ہوگئی اب اور کچھ کہنے سننے کی ضرورت نہیں) اس کے بعد اس کے والد سے دریافت کیا کہ وہ کلمات کیا ہیں جن کو ابھی تک خود تمہارے کانوں نے بھی نہیں سنا، اس شخص نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ! ہر معاملہ میں اللہ تعالیٰ آپ پر ہمارا ایمان اور یقین بڑھا دیتے ہیں (جو بات کسی نے نہیں سنی اس کی آپ کو اطلاع ہوگئی جو ایک معجزہ ہے)

پھر اس نے عرض کیا کہ یہ ایک حقیقت ہے کہ میں نے چند اشعار دل میں کہے تھے جن کو میرے کانوں نے بھی نہیں سنا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ وہ ہمیں سناؤ اس وقت اس نے یہ اشعار سنائے ۔

غَذَوْتُكَ مَوْلُوْدًا وَّ مُنْتُكَ يَافِعًا
تُعَلُّ بِمَا اَجْنِيْ عَلَيْكَ وَ تُنْهَلُ

"میں نے تجھے بچپن میں غذا دی اور جوان ہونے کے بعد بھی تمہاری ذمہ داری اٹھائی تمہارا سب کھانا پینا میری ہی کمائی سے تھا"۔

اِذَا لَيْلَةً ضَافَتْكَ بِالسَّقْمِ لَمْ اَبِتْ
لِسَقْمِكَ اِلَّا سَاهِرًا اَتَمَلْمَلُ

"جب کسی رات میں تمہیں کوئی بیماری پیش آگئی تو میں نے تمام رات تمہاری بیماری کے سبب بیداری اور بے قراری میں گذاری"۔

كَأَنِّيْ أَنَا الْمَطْرُوْقُ دُوْنَكَ بِالَّذِيْ
طُرِقْتُ بِهٖ دُوْنِيْ فَعَيْنِيْ تَهْمَلُ

"گویا کہ تمہاری بیماری مجھے ہی لگی ہے تمہیں نہیں جس کی وجہ سے میں تمام شب روتا رہا"۔

تَخَافُ الرَّدٰى نَفْسِيْ عَلَيْكَ وَاَنَّهَا
لَتَعْلَمُ اَنَّ الْمَوْتَ وَقْتٌ مُؤَجَّلُ

"میرا دل تمہاری ہلاکت سے ڈرتا رہا حالانکہ میں جانتا تھا کہ موت کا ایک دن مقرر ہے پہلے یا پیچھے نہیں ہوسکتا"۔

فَلَمَّا بَلَغْتَ السِّنَّ وَالْغَايَةَ الَّتِيْ
اِلَيْهَا مَدٰى مَاكُنْتُ فِيْكَ اُؤَمِّلُ

"پھر جب تم اس عمر اور اس حد تک پہنچ گئے جس کی میں تمنا کیا کرتا تھا"۔

جَعَلْتَ جَزَائِيْ غِلْظَةً وَّفِظَاظَةً
كَاَنَّكَ اَنْتَ الْمُنْعِمُ الْمُتَفَضِّلُ

"تو تم نے میرا بدلہ سختی اور سخت کلامی بنا دیا گویا کہ تم ہی مجھ پر احسان وانعام کر رہے ہو"۔

Marfat.com

فَلَيْتُكَ اِذْ لَمْ تَرْعَ حَقَّ اُبُوَّتِیْ
فَعَلْتَ كَمَا الْجَارُ الْمُصَاقِبُ يَفْعَلُ

"کاش اگر تم سے میرے باپ ہونے کا حق ادا نہیں ہو سکتا تو کم از کم ایسا ہی کر لیتے جیسا ایک شریف پڑوسی کیا کرتا ہے"۔

فَاَوْلَيْتَنِیْ حَقَّ الْجِوَارِ وَلَمْ تَكُنْ
عَلَیَّ بِمَالٍ دُوْنَ مَالِكَ تَبْخَلُ

"تو کم از کم مجھے پڑوسی کا حق تو دیا ہوتا اور خود میرے ہی مال میں میرے حق میں بخل سے کام نہ لیا ہوتا"۔

رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ اشعار سننے کے بعد بیٹے کا گریبان پکڑ لیا اور فرمایا، اَنْتَ وَمَالُكَ لِاَبِيْكَ یعنی جا تو بھی اور تیرا مال بھی سب تیرے باپ کا ہے۔

(تفسیر قرطبی جلد ۱۰ صفحہ ۲۴۶، معارف القرآن جلد ۵ صفحہ ۴۶۸)

صرف یہ ہی نہیں کہ والدین کی خدمت اور فرماں برداری سے اللہ تعالیٰ راضی ہوتے ہیں اور ان کی خدمت سے جنت ملتی ہے بلکہ اس دنیا کے اندر بھی بیشمار فوائد حاصل ہوتے ہیں مثلاً رزق میں کشادگی اور عمر میں درازی وغیرہ۔ حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت ہے، فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "جو آدمی یہ چاہتا ہے کہ اس کی عمر دراز ہو، اور اس کی روزی میں کشادگی ہو اسے چاہیئے کہ اپنے ماں باپ کے ساتھ بھلائی کرے اور رشتہ داروں کے ساتھ صلہ رحمی کرے"۔

(مسند احمد بحوالہ ترغیب والترھیب صفحہ ۲۹۰)

Marfat.com

دوسری حدیث جو حضرت معاذ ابن انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "جس آدمی نے والدین کے ساتھ بھلائی کی اس کے لئے خوشخبری ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کی عمر دراز فرمادے گا"۔

پیارے بھائی! یہ دنیا دارالعمل ہے اور آخرت کی کامیاب زندگی بنانے کے لئے ایک مہلت ہے، اس میں جس قدر عمل ہوسکے انسان کو کرلینا چاہیۓ۔ مؤمن کی تو خواہش ہوتی ہے کہ زیادہ سے زیادہ قیامت و آخرت کے لئے تیاری کرے اور اس کے لئے جتنا زیادہ وقت ملے غنیمت ہے۔ اس معنی میں مؤمن کے لئے عمر کی درازی بڑی نعمت وانعام ہے اور یہ کسی اور کے ہاتھ میں بھی نہیں بلکہ آپ کے اپنے ہاتھ میں ہے۔ والدین کی خدمت کیجئے اور انعام کے مستحق بنئے۔ اس کے ساتھ ساتھ دنیاوی مقاصد بھی اللہ تعالیٰ پورے فرمادیتے ہیں اور پریشانیاں دور کردیتے ہیں۔ چنانچہ بخاری شریف میں ایک واقعہ مذکور ہے جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے صحابہ کو سنایا کہ ایک مرتبہ تین آدمی کہیں سفر پر جارہے تھے، راستے میں بارش نے ان کو آگھیرا، وہ پناہ کے لئے ایک غار میں داخل ہوکر بیٹھ گئے، اللہ کی قدرت کہ پہاڑ سے ایک بڑا پتھر لڑھکا اور غار کے منہ پر آن گرا اور غار کا دہانہ بالکل بند ہوگیا۔ تینوں افراد بہت گھبرائے کہ نہ وہ اس پتھر کو کھسکا سکتے ہیں اور نہ وہاں کوئی آدمی ان کی مدد کے لئے موجود ہے۔ لہٰذا ناامید ہوکر بیٹھ گئے اور موت کا یقین کرلیا کہ اب آئی کہ تب آئی لیکن پھر آپس میں کہنے لگے کہ اللہ تعالیٰ کی رحمت سے مایوس نہیں ہونا چاہیۓ۔ آؤ ہم میں سے ہر ایک اپنی زندگی کے سب سے اچھے عمل کا واسطہ دے کر اللہ تعالیٰ سے دعا کرے، امید ہے کہ اللہ تعالیٰ کوئی سبیل اس مصیبت سے نکلنے کی بنا ہی دیں گے۔ ان میں سے ایک گویا ہوا، "یا اللہ! میرے ماں باپ بوڑھے تھے اور میرے چھوٹے چھوٹے بچّے تھے۔ میں دن بھر بکریاں چراتا تھا، شام کو گھر لوٹتا اور دودھ دوہ کر سب سے پہلے اپنے ماں باپ کو پلاتا، ان کو پلانے کے بعد اپنے

بچوں کو دیتا تھا۔ ایک دن میں دور نکل گیا اور لوٹنے میں کافی دیر ہوگئی، رات گئے جب میں گھر پہنچا تو والدین سو چکے تھے۔

میں نے روزانہ کی طرح بکریوں کا دودھ نکالا اور ایک پیالے میں لے کر ماں باپ کے سرہانے جاکھڑا ہوگیا، انتظار کرتا رہا کہ یہ جاگیں تو میں دودھ پیش کروں۔ رات خاصی گزر چکی تھی میرے بچے بھوک سے بے چین تھے لیکن مجھے یہ گوارہ نہ ہوا کہ ماں باپ سے پہلے ان بچوں کو پلاؤں، ماں باپ تو بھوکے سوئیں اور میرے بچے پیٹ بھر کر آرام کریں۔ غرض رات بھر میں اسی طرح پیالہ لئے کھڑا رہا، ماں باپ سوتے رہے، پوری رات گزر گئی۔ یا اللہ! اگر میں نے والدین کے ساتھ یہ سلوک تیری رضا اور خوشنودی کے لئے کیا ہو تو یا اللہ! تو اپنی رحمت سے اس پتھر کو غار کے منہ سے ہٹادے"۔

اس آدمی کا کہنا تھا کہ پتھر غار کے منہ سے کچھ کھسک گیا اور آسمان صاف نظر آنے لگا پھر باقی دونوں افراد نے اپنے اپنے نیک عمل کا واسطہ دے کر دعا کی، اللہ تعالیٰ نے غار کا منہ کھول دیا۔ (بخاری جلد ا صفحہ ۴۹۳) (مشکوۃ صفحہ ۴۲۵)

تفصیل کے لئے حدیث کی کتاب ریاض الصالحین دیکھئے۔ اس واقعہ میں غور فرمایئے! اللہ تعالیٰ نے والدین کی خدمت کی وجہ سے ان کو ناگہانی موت سے بچالیا اور پریشانی اور مصیبت سے نجات دلائی، اس لئے اپنے والدین کا غایت درجہ احترام کیجئے۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے دو آدمیوں کو دیکھا ان میں سے نوجوان سے پوچھا یہ تمہارے کون ہیں؟ اس نے جواب دیا یہ میرے والد ہیں۔ آپ نے فرمایا دیکھو! کبھی ان کا نام لے کر مت پکارنا۔ نہ کبھی ان کے آگے چلنا (یعنی جب ان کے ساتھ چلو تو ہمیشہ ان کے پیچھے چلنا)۔ اور کسی مجلس میں جب بیٹھنے لگو تو ان سے پہلے مت بیٹھنا۔ (الادب المفرد)

لہٰذا محض اللہ تعالیٰ کو راضی کرنے کی نیت سے والدین کی خوب خدمت کیجئے، ان کے ادب واحترام کا خوب لحاظ رکھئے، اس سے ان شاء اللہ تعالیٰ آپ

Marfat.com

خود بھی ایک مثالی والد بنیں گے اور آپ کی اولاد آپ کے لئے دنیا و آخرت میں آنکھوں کی ٹھنڈک بنے گی۔

اولاد والدین کے لئے یہ دعائیں کرے

قرآن کریم اور احادیث میں بعض ایسی دعائیں انبیاء علیہم الصلاۃ والسلام کی زبانی ہمیں سکھلائی گئیں ہیں جو خود انبیاء علیہم الصلاۃ والسلام نے اپنے والدین کے لئے یا والد کے لئے مانگی ہیں ہم بھی ان دعاؤں کو مانگ کر اپنے والدین کے لئے اللہ تعالیٰ کی رحمت کو متوجہ کرسکتے ہیں، اور اپنی اولاد کو یہ دعائیں سکھلا کر اپنے معصوم بچوں اور بچیوں کی زبانی اپنے لئے دعائیں کروا سکتے ہیں، مثلاً:

رَبَّنَا اغْفِرْلِيْ وَلِوَالِدَيَّ وَلِلْمُؤْمِنِيْنَ يَوْمَ يَقُوْمُ الْحِسَابُ.

① "اے ہمارے رب مجھ کو بخش دے اور میرے ماں باپ کو بخش اور سب ایمان والوں کو اس دن جب کہ حساب ہو"۔ (سورہ ابراہیم آیت ۴۰)

یہ مبارک دعا اپنے لئے اور والدین کے لئے گناہوں کی معافی کی دعا ہے۔ اے اللہ ہم سب کی مغفرت فرما، اپنی اولاد کو نواسے، نواسیوں، پوتے، پوتیوں سب کو وصیت کر جائیں کہ ہر نماز کے بعد یہ دعا تین مرتبہ ضرور مانگ لیا کریں۔

② رَبِّ ارْحَمْهُمَا كَمَا رَبَّيٰنِيْ صَغِيْرًا.

"اے رب ان پر رحم فرما جیسا پالا انہوں نے مجھ کو چھوٹا سا"۔ (سورہ اسراء آیت نمبر۲۴)

یہ مبارک دعا والدین کے لئے رحمت کی دعا ہے، اولاد اللہ سے یہ مانگے۔ کہ اے اللہ جیسے والدین نے بچپن میں مجھ پر رحم کیا ویسے آپ ان پر رحم

Marfat.com

فرمائیں یہ حکم اللہ تعالیٰ نے سورہ بنی اسرائیل میں اولاد کو والدین کے ادب کی رعایت کے بارے میں دیا ہے۔

حضرت مفتی محمد شفیع رحمہ اللہ اپنی تفسیر میں لکھتے ہیں کہ اس حکم کا والدین کی خدمت واطاعت والدین ہونے کی حیثیت سے کسی زمانے اور کسی عمر کے ساتھ مقید نہیں ہر حال میں ہر عمر میں والدین کے ساتھ اچھا سلوک واجب ہے لیکن واجبات وفرائض کی ادائیگی میں جو حالات عادتاً رکاوٹ بنا کرتے ہیں ان حالات میں قران حکیم کا عام اسلوب یہ ہے کہ احکام پر عمل کو آسان کرنے کے لئے مختلف پہلوؤں سے ذہنوں کی تربیت بھی کرتا ہے اور ایسے حالات میں تعمیل احکام کی پابندی کی مزید تاکید بھی۔ والدین کے بڑھاپے کا زمانہ جب کہ وہ اولاد کی خدمت کے محتاج ہو جائیں ان کی زندگی اولاد کے رحم وکرم پر رہ جائے اس وقت اگر اولاد کی طرف سے ذرا سی بے رخی بھی محسوس ہو تو ان کے دل کا زخم بن جاتی ہے۔

دوسری طرف بڑھاپے کے آخری دور میں جب عقل وفہم بھی جواب دینے لگتے ہیں تو ان کی خواہشات ومطالبات کچھ ایسے بھی ہو جاتے ہیں جن کا پورا کرنا اولاد کے لئے مشکل ہوتا ہے، قرآن حکیم نے ان حالات میں والدین کی دلجوئی اور راحت رسانی کے احکام دینے کے ساتھ انسان کو اس کا زمانہ طفولیت یاد دلایا کہ کسی وقت تم بھی اپنے والدین کے اس سے زیادہ محتاج تھے جس قدر آج وہ تمہارے محتاج ہیں تو جس طرح انہوں نے اپنی راحت وخواہشات کو اس وقت تم پر قربان کیا اور تمہاری بے عقلی کی باتوں کو پیار کے ساتھ برداشت کیا اب جب کہ ان پر محتاجی کا یہ وقت آیا تو عقل وشرافت کا تقاضا ہے کہ ان کے اس سابق احسان کا بدلہ ادا کرو۔ آیت میں كَمَا رَبَّيٰنِي صَغِيرًا سے اسی طرف اشارہ کیا گیا ہے اور آیات مذکورہ میں والدین کے بڑھاپے کی حالت کو پہنچنے کے وقت چند تاکیدی احکام دیئے گئے ہیں۔

اول یہ کہ ان کو اف بھی نہ کہے، لفظ اف سے مراد ہر ایسا کلمہ ہے جس سے اپنی ناگواری کا اظہار ہو یہاں تک کہ ان کی بات سن کر اس طرح لمبا سانس لینا جس سے ان پر ناگواری کا اظہار ہو وہ بھی اس کلمہ اف میں داخل ہے۔

ایک حدیث میں بروایت حضرت علی رضی اللہ تعالی عنہ رسول کریم ﷺ کا ارشاد ہے کہ ایذاء رسانی میں اف کہنے سے بھی کم کوئی درجہ ہوتا تو یقیناً وہ بھی ذکر کیا جاتا (حاصل یہ ہے کہ جس چیز سے ماں باپ کو کم سے کم بھی اذیت پہنچے وہ بھی ممنوع ہے)۔

دوسرا حکم ہے وَلَا تَنْهَرْهُمَا لفظ نَهَرْ کے معنی جھڑکنے ڈانٹنے کے ہیں اس کا سبب ایذا ہونا ظاہر ہے۔

تیسرا حکم وَقُلْ لَّهُمَا قَوْلًا كَرِيْمًا ہے پہلے دو حکم منفی پہلو سے متعلق تھے جن میں والدین کی ادنیٰ سے ادنیٰ بار خاطر کو روکا گیا ہے اس تیسرے حکم میں مثبت انداز سے والدین کے ساتھ گفتگو کا ادب سکھایا گیا ہے کہ ان سے محبت وشفقت کے نرم لہجہ میں بات کی جائے حضرت سعید بن مسیب نے اس کی کیفیت بتاتے ہوئے ارشاد فرمایا جس طرح کوئی غلام اپنے سخت مزاج آقا سے بات کرتا ہے۔

چوتھا حکم وَاخْفِضْ لَهُمَا جَنَاحَ الذُّلِّ مِنَ الرَّحْمَةِ جس کا حاصل یہ ہے کہ ان کے سامنے اپنے آپ کو عاجز وذلیل آدمی کی صورت میں پیش کرے جیسے غلام آقا کے سامنے، جناح کے معنی بازو کے ہیں، لفظی معنی یہ ہیں کہ والدین کے لئے اپنے بازو عاجزی اور ذلت کے ساتھ جھکائے، آخر میں مِنَ الرَّحْمَةِ کے لفظ سے ایک تو اس پر متنبہ کیا کہ والدین کے ساتھ یہ معاملہ محض دکھاوے کا نہ ہو رحمت وعزت کی بنیاد پر ہو دوسرے شاید اشارہ اس طرف بھی ہے کہ والدین کے سامنے ذلت کے ساتھ پیش آنا حقیقی عزت کا مقدمہ ہے کیونکہ یہ واقعی ذلت نہیں بلکہ اس کا سبب شفقت ورحمت ہے۔

Marfat.com

پانچواں حکم **وَقُلْ رَّبِّ ارْحَمْهُمَا** ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ والدین کی پوری راحت رسانی تو انسان کے بس کی بات نہیں اپنی مقدور بھر راحت رسانی کی فکر کے ساتھ ان کے لئے اللہ تعالیٰ سے بھی دعا کرتا رہے کہ اللہ تعالیٰ اپنی رحمت سے ان کی سب مشکلات کو آسان اور تکلیفوں کو دور فرمائے یہ آخری حکم ایسا وسیع اور عام ہے کہ والدین کی وفات کے بعد بھی جاری ہے جس کے ذریعہ وہ ہمیشہ والدین کی خدمت کر سکتا ہے۔

یہ آپ کی بہت ہی بڑی خوش قسمتی اور سعادت ہوگی کہ آپ اور آپ کی اہلیہ ان کے لئے اعتماد اور ہمت پیدا کرنے کا ذریعہ بنیں کہ پیارے ابا! پیاری امی! آپ کسی قسم کی فکر نہ کریں۔ اور ان کے لئے اللہ تعالیٰ سے دعا کریں اور جس طرح آپ اپنے بچوں کی تربیت کر رہے ہیں اور ان کی طرف سے ملنے والی تکلیفوں کو خندہ پیشانی سے برداشت کر رہے ہیں، اسی طرح ان کی ہر کڑوی کسیلی کو برداشت کریں، تو یہ آپ کی بہت بڑی سعادت ہوگی۔

علامہ عینی رحمہ اللہ تعالیٰ نے شرح بخاری میں ایک حدیث نقل کی ہے کہ

جو شخص ایک مرتبہ یہ دعا پڑھے:

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ رَبِّ السَّمٰوٰتِ وَرَبِّ الْاَرْضِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ○ وَلَهُ الْكِبْرِيَاءُ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَهُوَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ ○ لِلّٰهِ الْحَمْدُ رَبِّ السَّمٰوٰتِ وَرَبِّ الْاَرْضِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ○ وَلَهُ الْعَظَمَةُ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَهُوَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ ○ هُوَ الْمَلِكُ رَبُّ السَّمٰوٰتِ وَرَبُّ الْاَرْضِ وَرَبُّ

Marfat.com

الْعٰلَمِيْنَ ۝ وَلَهُ النُّوْرُ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَهُوَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ ۝

"ساری تعریفیں اس اللہ کے لئے جو دونوں جہانوں کا پالنے والا ہے آسمان کا رب اور زمین کا رب دونوں جہان کا رب ہے اور اسی کے لئے بڑائی آسمان میں اور زمین میں وہی زبردست حکمت والی ذات ہے"۔

اللہ ہی کے لئے تعریف ہے آسمان کا رب ہے اور زمین کا رب اور دونوں جہانوں کا رب ہے۔

اسی کے لئے بڑائی آسمان میں اور زمین میں وہ زبردست حکمت والا ہے وہی بادشاہ ہے آسمان کا رب اور زمین کا رب اور دونوں جہانوں کا رب ہے اسی کے لئے روشنی ہے آسمان میں اور زمین میں اور وہ زبردست حکمت والا ہے۔

اور اس کے بعد یہ دعا کرے کہ یا اللہ اس کا ثواب میرے والدین کو پہنچادے تو اس نے والدین کا حق ادا کردیا۔

(۴) ارشاد الساری کے آخر میں یہ دعا ہے:

اَللّٰهُمَّ افْعَلْ بِيْ وَبِهِمَا عَاجِلًا وَّاٰجِلًا فِي الدِّيْنِ وَالدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ مَا اَنْتَ لَهٗ اَهْلٌ، وَلَا تَفْعَلْ بِيْ وَبِهِمَا عَاجِلًا وَّاٰجِلًا فِي الدِّيْنِ وَالدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ مَا نَحْنُ لَهٗ اَهْلٌ يَّا مَوْلَانَا.

"اے اللہ میرے ساتھ اور میرے والدین کے ساتھ جلدی ہو یا دیر سے دین ودنیا اور آخرت کے تمام مراحل میں وہ معاملہ فرما جو آپ کی شایان شان ہو، اور میرے اور میرے والدین کے ساتھ جلدی ہو یا دیر سے دین ودنیا اور آخرت

Marfat.com

کے تمام مراحل میں وہ معاملہ نہ فرما جس کے ہم اہل ہیں، اے میرے آقا (یعنی اے اللہ ہمارے ساتھ اپنے خاص فضل وکرم والا معاملہ فرما)"۔

(ارشاد الساری کتاب الادعیہ الحج والعمرۃ صفحہ ۸ طبع بیروت)

مرنے کے بعد نیک اولاد صدقہ جاریہ ہے

اولاد کی زندگی میں اگر آپ دنیا سے رخصت ہو گئے تو اولاد آپ کے لئے ایسا صدقہ ہے جس کا اجر رہتی دنیا تک آپ کے نامہ اعمال میں لکھا جاتا رہے گا۔ موت سے ہم آغوش ہوتے ہی آدمی کی مہلت عمل ختم ہو جاتی ہے لیکن وہ اگر اپنے پیچھے صالح اولاد چھوڑ جائے تو یہ ایک ایسا عمل ہے جس کا اجر مرنے کے بعد بھی آدمی کے نامہ اعمال میں لکھا جاتا رہتا ہے۔ حضرت ابوہریرۃ رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

"جب انسان وفات پا جاتا ہے تو اس کی مہلت عمل ختم ہو جاتی ہے، سوائے تین اعمال کے (کہ ان کا اجر مرنے کے بعد بھی ملتا رہتا ہے) کوئی ایسا صدقہ کر جائے جو اس کے بعد بھی جاری رہے یا ایسا علم چھوڑ جائے کہ اس کے بعد بھی لوگ اس سے فائدہ اٹھاتے رہیں یا پھر نیک اولاد چھوڑ جائے جو بعد وفات اس کے حق میں دعا کرتی رہے"۔

(مشکوۃ جلد ا صفحہ ۳۲)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہی کا ارشاد ہے کہ "جب کسی میت کے درجات بلند ہوتے ہیں تو وہ حیرت سے پوچھتی ہے کہ یہ کیونکر ہوا؟ خدا کی جانب سے اس کو بتایا جاتا ہے کہ تمہاری اولاد تمہارے لئے دعائے مغفرت کرتی رہی (اور اللہ تعالیٰ نے اس کو قبول فرمالیا)"۔ (ابن ماجہ صفحہ ۲۶۸)

"حضرت ابن سیرین رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ ایک شب ہم لوگ

Marfat.com

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خدمت میں بیٹھے ہوئے تھے کہ آپ نے دعا کے لئے ہاتھ اٹھائے اور عاجزی کے ساتھ فرمایا، اے میرے پروردگار! ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی مغفرت فرما، اے پروردگار! ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ماں کی مغفرت فرما، اور اے پروردگار! اُن سب لوگوں کی مغفرت کردے جو ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور اس کی ماں کے لئے دعائے مغفرت کریں۔ لٰہذا ہم برابر حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور ان کی ماں کے حق میں دعائے مغفرت کرتے رہتے ہیں تاکہ ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی دعا میں شامل رہیں"۔

لٰہذا اپنی اولاد بیٹا ہو یا بیٹی اس کی دینی تربیت میں کوئی کسر نہ چھوڑیں، ہر طرح سے انہیں دین دار بنانے کی اور دین کو پوری دنیا میں پھیلانے کی محنت کرنے والا بنائیں، بلوغت سے پہلے ہی انہیں نماز ذکر اور تلاوت کا پابند بنائیں، لڑکیوں کو حجاب کا پابند بنائیں اور شرم وحیاء والی بنائیں، غیبت، جھوٹ، گالی، چغلی سے اجتناب کرنے والی بنائیں اور کوشش کریں کہ آپ کے بچّے مسلمانوں کی عزت واحترام اور قدر کرنے والے ہوں اور دین پوری دنیا میں پھیلانے کا جذبہ اور اس کے لئے محنت، کوشش اور خصوصاً دعا کرنے والے ہوں۔ اگر خدانخواستہ کسی والد کی جوانی منکرات میں گزر چکی ہے تو اب توبہ واستغفار کر کے اپنے بچّوں کو ضرور دیندار، دین کا عالم، حافظ اور داعی بنایئے اور وصیت کر جایئے کے میرے فلاں بیٹے یا فلاں پوتے پوتی کو حافظ / حافظہ بنانا اور فلاں کو عالم بنانا وغیرہ۔ اس سلسلہ میں ہم ایک واقعہ تحریر کرتے ہیں۔ ایک شخص اپنی پوری جوانی شراب وکباب میں لگا بیٹھا۔ جب شادی ہوئی اور بچّے ہوئے تو اللہ پاک نے ہدایت عطا فرمائی، اپنے ماضی پر بہت نادم ہوا، اپنے بیٹے کو قرآن کا حافظ بنانے کے خواب دیکھنے لگا مگر قضا الٰہی آپہنچی عالم نزع میں اپنی بیوی کو وصیت کر

Marfat.com

گیا کہ:

بچّہ جیسے ہی بڑا ہو اس کو حافظ قرآن بنانا، پھر انتقال کر گیا۔ بیوی بے چاری نے بھی وصیت پوری کی اور مقررہ وقت پر بچّے کو مدرسہ چھوڑ آئی۔ بچّے کو مدرسہ کے قاری صاحب نے وضو کروا کر اپنے پاس بٹھایا اور کہا کہ بیٹا پڑھو میرے ساتھ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم اور بچّے نے جیسے ہی توتلی زبان سے تسمیہ پڑھا بس رحمت الٰہی جوش میں آئی اور باپ سے جو قبر کے سخت عذاب میں گرفتار تھا، عذاب کو دور کر دیا گیا، جب اس نے پوچھا تو فرمایا گیا کہ تمہارے بچّے نے جب اللہ تعالیٰ کو رحمٰن و رحیم پکارا تو اللہ نے تم پر رحمت کر دی۔

اس طرح کے متعدد واقعات ہیں لیکن مقصود یہ ہے کہ اپنی اولاد کی تربیت و تعلیم دینی رخ پر ہونی چاہیئے۔

شوہر اور بیوی اور اولاد کی ذمہ داریاں

دین اسلام نے میاں بیوی اور اولاد کی الگ الگ ذمہ داریاں مقرر کی ہیں اور ہر ایک کو اپنے اپنے ذمہ داریوں پر قائم وپابند رہنے کی سختی سے تاکید کی ہے کہ اسی میں ہماری فلاح ہے، مثلاً ماں باپ کی ذمہ داری ہے کہ وہ اولاد کی اچھی اور دینی تربیت کریں اور ان کی تربیت میں کوئی کسر باقی نہ رکھیں، ان کی تربیت کے لئے آپس میں بھی ایک دوسرے کے ساتھ بہت زیادہ پیار و محبت کے ساتھ رہیں اور ہر معاملے میں نرمی اختیار کریں، سختی اور درشت کلامی سے بہت زیادہ احتیاط کریں، اس لئے اگر اللہ نہ کرے آپ بیمار ہیں اور بیماری کی وجہ سے یا ویسے ہی مزاج میں کچھ تیزی اور چڑچڑا پن پیدا ہو رہا ہے تو فوراً اسے دور کرنے کی کوشش کیجئے اور سوچئے کہ میری یہ بیماری یا پریشانی اللہ تعالیٰ کی طرف سے آئی ہوئی ہے، گھر والے بیچاروں کا اس میں کیا قصور کہ میں ان پر برسوں یا ان کے ساتھ سخت لہجہ میں بات کروں، کیونکہ اس سے نہ تو بیماری دور ہوگی نہ پریشانی البتہ گھر کا ماحول خراب ہوگا اور آپ کی زندگی اللہ نہ کرے اجیرن ہوگی۔

یہاں ہم مولانا محمد یوسف لدھیانوی صاحب دامت برکاتہم کے مشہور کالم "آپ کے مسائل اور ان کا حل" میں سے ایک سوال جواب نقل کرتے ہیں جس سے واضح ہوگا کہ درشت کلامی سے کس طرح گھر برباد ہوتے ہیں اور اولاد ہاتھ سے نکل جاتی ہے اللہ تعالیٰ ہم سب کی حفاظت فرمائیں آمین۔

سوال: میری بیوی ہر بات میرے خلاف کرتی ہے، حقوق ادا نہیں کرتی۔ گزشتہ روز میں نے اپنی بڑی لڑکی کو بلا کر والدہ کو سمجھانے کو کہا۔ اس نے کہا کہ اب نبھاؤ مشکل ہے۔ اچھا ہے کہ آپ کے درمیان علیحدگی ہوجائے۔ ایک نالائق بیٹا درمیان میں آگیا اور فیصلہ یہ کیا کہ میں اس (ماں) کو لے جاتا ہوں۔ باوجودیکہ میں نے اس کی ماں کو کافی روکا کہ بغیر اجازت آپ نہیں جاسکتیں مگر وہ

Marfat.com

بیٹے کے ساتھ چلی گئی۔ نامعلوم وہ کہاں ہے۔ اب میں اپنے بیٹے کو عاق کرنا چاہتا ہوں اور بیوی کے لئے کیا کروں؟ اس بارے میں مشورہ طلب کرتا ہوں۔ حیرانی کی بات یہ ہے کہ بیٹے ماں باپ کو ایک دوسرے سے علیحدہ کریں اور اوپر سے طرہ یہ کہ سب بچے ہی یک زبان ہو کر ماں کے طرف دار بن گئے۔

جواب: السلام علیکم و رحمۃ اللہ وبرکاتہ، آپ کا اندوہناک خط تفصیل سے پڑھا، بہت صدمہ ہوا۔ اللہ تعالیٰ آپ کی مشکلات کو آسان فرمائے۔ نجی اور ذاتی معاملات میں، میں مشورہ دینے سے گریز کیا کرتا ہوں۔ اس لئے چند اصولی باتیں عرض کرتا ہوں۔

① اولاد جب جوان ہو جائے تو ان کے جذبات کا احترام ضروری ہوتا ہے اور والدین کی چپقلش اور سرپھٹول اولاد کے دل سے والدین کا احترام نکال دیتی ہے۔ بیوی سے لڑائی جھگڑا اولاد کے سامنے کرنا اصولی غلطی ہے۔

② بیوی کے ذمہ شوہر کے حقوق بلاشبہ بہت زیادہ ہیں اور بیوی کو شوہر کے حقوق ادا کرنے کی بہت ہی تاکید کی گئی ہے لیکن شوہر کو بھی یہ دیکھنا چاہیے کہ وہ (بیوی) کتنے حقوق کا بوجھ اٹھانے کی متحمل ہے۔ اسی لئے شریعت نے مرد کو چار تک شادیاں کرنے کی اجازت دی ہے تاکہ ایک بیوی پر اس کی برداشت سے زیادہ بوجھ نہ پڑے اور ایک سے زیادہ بیویاں ہونے کی صورت میں شریعت نے شوہر پر یہ کڑی پابندی عائد کی ہے کہ وہ تمام بیویوں کے ساتھ کانٹے کے تول سے برابری کرے، سب کے ساتھ یکساں برتاؤ رکھے اور کسی ایک کی طرف ادنیٰ جھکاؤ بھی روا نہ رکھے۔

③ قیامت کے دن صرف بیوی کی نافرمانیوں ہی کا محاسبہ نہ ہوگا بلکہ شوہر کی بدخلقی، درشت کلامی اور اس کے ظلم و تعدی کا بھی حساب ہوگا اور پھر جس کے ذمہ جس کا حق نکلے گا اسے دلایا جائے گا۔

④ آپ نے جو حالات لکھے ہیں ان سے اندازہ ہوتا ہے کہ حالات کے بگاڑ

Marfat.com

میں سب سے زیادہ دخل آپ کی درشت کلامی کا ہے (جس میں آپ غالباً اپنی بیماری اور مزاجی ساخت کی وجہ سے کچھ معذور بھی ہیں)۔ آپ کی اہلیہ اور اولاد پر اس کا رد عمل غلط ہوا ہے۔ اگر آپ اپنے طرز عمل کو تبدیل کرلیں اور اپنے رویہ کی اصلاح کرلیں تو آپ کے اہل وعیال کے انداز میں تبدیلی آسکتی ہے۔

۵ اگر آپ اپنے مزاج کو حالات کے مطابق تبدیل نہیں کرسکتے تو آخری صورت یہ ہوسکتی ہے کہ بیوی کو فارغ کردیں لیکن اس کا نتیجہ یہ ہوگا کہ آپ اپنی اولاد سے بھی کٹ جائیں گے کیونکہ آپ کی جوان اولاد، آپ کو ظالم اور اپنی والدہ کو مظلوم سمجھ کر اپنی ماں کا ساتھ دے گی اور بطور انتقام آپ سے قطع تعلق کرلے گی۔ یہ دونوں فریقوں کی دنیا و آخرت کی بربادی کا باعث ہوگا۔

٦ بیوی کی ایذاؤں پر صبر کرنا مستقل جہاد ہے اور اللہ تعالیٰ کے ہاں اس کا بہت بڑا درجہ ہے۔ پس اگر آپ اس اجر عظیم کے خواستگار ہیں تو اس کا راستہ صبر واستقامت کی خاردار وادی سے ہوکر گزرتا ہے۔ اس صورت میں آپ کو اپنی اہلیہ اور اولاد سے صلح کرنی ہوگی، ان کو ظالم اور اپنے آپ کو مظلوم سمجھ کر نہیں بلکہ یہ سمجھ کر کہ ان کی غلطیاں بھی درحقیقت میری نااہلی کی وجہ سے ہیں۔ ظالم میں خود ہوں اور الزام دوسروں کو دیتا ہوں۔

۷ اگر آپ صلح کرنا چاہیں تو اس کے لئے اپنے نفس کو مارنا ہوگا اور چند باتوں کا التزام کرنا ہوگا۔ ایک یہ کہ آپ کی زبان سے خیر کے سوا کوئی بات نہ نکلے، کبھی کوئی ناگوار لفظ زبان پر نہ آنے پائے۔ دوم یہ کہ اپنا حق کسی کے ذمہ نہ سمجھئے اور نہ کسی کی شکایت آپ کے دل میں پیدا ہو بلکہ اگر کوئی آپ کے ساتھ حسن سلوک کرے تو اس کو عطیہ الٰہی سمجھئے اور اگر کوئی بدخلقی یا سختی کے ساتھ پیش آئے تو یہ سمجھ کر کہ میں اس سے بھی زیادہ کا مستحق تھا، مالک کا شکر ہے کہ اس نے میری بدعملیوں کی پوری سزا مجھے نہیں دی، اس پر صبر کیجئے۔ تیسرے یہ کہ آپ کی ہر ادا سے اولاد اور اہلیہ کے ساتھ شفقت ومحبت کا مظاہرہ

Marfat.com

ہونا چاہیئے، آپ کو ایک محبوب شوہر اور شفیق باپ کا کردار ادا کرنا چاہیئے۔

(۸) اولاد کو عاق یعنی وراثت سے محروم کرنا شرعاً حرام ہے اور اولاد عاق کرنے سے عاق ہوتی بھی نہیں۔ اس لئے میں آپ کو مشورہ دوں گا کہ آپ اس غلط اقدام سے باز رہیئے۔ دنیا کو تو آپ اپنے لئے دوزخ بنا ہی چکے ہیں۔ خدارا آخرت میں بھی دوزخ نہ خریدیئے۔ جس لڑکے کو عاق کرنے کی دھمکی دی تھی، اسے بلاکر اس سے صلح صفائی کر لیجئے۔

(۹) بعض اکابر کا ارشاد ہے کہ بندہ اللہ تعالیٰ کے احکام کو توڑتا اور مالک کی نافرمانی کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ کی طرف سے اس کو پہلی سزا یہ ملتی ہے کہ اس کے بیوی بچوں کو اس کے خلاف کر دیتے ہیں۔ اس لئے اگر آپ اپنی بیوی بچوں کے رویہ کو قابل اصلاح سمجھتے ہیں تو اس پر بھی توجہ فرمایئے کہ مالک کے ساتھ آپ کا رویہ کیسا ہے؟ اور کیا وہ بھی اصلاح کا محتاج نہیں؟ اللہ تعالیٰ کے ساتھ اپنا معاملہ صحیح کر لیجئے۔ حق تعالیٰ شانہ آپ کے ساتھ بیوی بچوں کا معاملہ درست فرمادیں گے۔ حضرت علی بن ابی طالب کرم اللہ وجہہ کا ارشاد ہے:

پانچ چیزیں آدمی کی سعادت کی علامت ہیں۔

① اس کی بیوی اس کے موافق ہو،

② اس کی اولاد نیک اور فرمانبردار ہو،

③ اس کے دوست متقی اور خدا ترس لوگ ہوں،

④ اس کا ہمسایہ نیک ہو،

⑤ اور اس کی روزی اپنے شہر میں ہو۔

(۱۰) ممکن ہے میری یہ تحریر آپ کی اہلیہ محترمہ اور صاحبزادہ گرامی کی نظر سے بھی گزرے۔ میں ان سے بھی گزارش کرنا چاہتا ہوں کہ وہ معاملہ کو بگاڑنے سے احتراز کریں۔ ایک بزرگ کا ارشاد ہے کہ نیک خاتون کی چھ علامتیں ہیں:

اول: نماز پنجگانہ کی پابند ہو، دوم: شوہر کی تابعدار ہو، سوم: اپنے رب کی

Marfat.com

رضا پر راضی ہو، چہارم: اپنی زبان کو کسی کی برائی، غیبت اور چغلی سے محفوظ رکھے، پنجم: دنیوی سازوسامان سے بے رغبت ہو، ششم: تکلیف پر صابرہ ہو۔
اسی طرح اولاد پر لازم ہے کہ والدین کا احترام کریں۔
حدیث میں ہے:

"حضرت ابوامامہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے۔ فرماتے ہیں کہ ایک شخص نے عرض کیا۔ یارسول اللہ! میرے والدین کا میرے ذمہ کیا حق ہے؟ فرمایا وہ تیری جنت ہیں یا دوزخ"۔ (مشکوٰۃ صفحہ ۴۲۱)

ایک حدیث میں ہے:

"حضرت ابوالدرداء رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے، انہوں نے ایک شخص سے فرمایا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا کہ باپ جنت کا بہترین دروازہ ہے، اب اگر تو چاہے تو اس دروازے کی حفاظت کر یا اس کو ضائع کر دے"۔ (مشکوٰۃ صفحہ ۴۱۹)

ایک حدیث میں ہے:

"حضرت عبداللہ ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کی رضامندی والد کی رضامندی میں ہے اور اللہ تعالیٰ کی ناراضی والد کی ناراضی میں ہے"۔ (مشکوٰۃ صفحہ ۴۹)

ایک اور حدیث میں ہے:

"حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے، فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص والدین کا مطیع ہو اس کے لئے جنت کے دو دروازے کھل جاتے ہیں اور اگر (والدین میں سے) ایک ہو تو ایک، اور جو شخص والدین کا نافرمان ہو اس کے لئے دوزخ کے دو دروازے کھل جاتے ہیں اور اگر (والدین میں سے)

Marfat.com

ایک ہو تو ایک۔ کسی نے عرض کیا کہ خواہ والدین اس پر ظلم کرتے ہوں؟ فرمایا خواہ اس پر ظلم کرتے ہوں، خواہ اس پر ظلم کرتے ہوں، خواہ اس پر ظلم کرتے ہوں"۔ (مشکوٰۃ صفحہ ۴۲۱)

(بشکریہ آپ کے مسائل اور ان کا حل جلد ۷ صفحہ ۲۴۰)

انسان کے بدن سے صادر ہونے والے اعمال کا دارو مدار اس کے دل پر ہے جس کی وضاحت اس حدیث سے ہوتی ہے۔ حدیث شریف میں آتا ہے:

"انسان کے بدن میں ایک گوشت کا لوتھڑا ہے، اگر وہ صحیح ہو تو سارا بدن صحیح رہتا ہے، اگر وہ خراب ہوجائے تو سارا بدن خراب ہوجاتا ہے۔ لہٰذا اپنے دل کو صحیح کرنے کی فکر کیجئے"۔

اسی طرح حدیث میں آتا ہے کہ جب بندہ ایک گناہ کرتا ہے تو ایک سیاہ نقطہ اس کے دل پر لگ جاتا ہے۔ اگر وہ توبہ کرلیتا ہے تو وہ نقطہ زائل ہوجاتا ہے۔ اگر توبہ نہیں کرتا اور مزید گناہ کرتا رہتا ہے تو نقطوں کی کثرت سے دل آہستہ آہستہ سیاہ پڑجاتا ہے، حتیٰ کہ ایک وقت ایسا آتا ہے کہ اس میں خیر کی کوئی رغبت بھی باقی نہیں رہتی۔ اس سے معلوم ہوا کہ انسانوں کے دل دو طرح کے ہیں۔

ایک نورانی اور ایک ظلماتی اب یہ ہمارے آپ کے اختیار میں ہے کہ ہم اپنے دل کو کیسا بنانا چاہتے ہیں۔ دل کو نورانی بنانے کے لئے ذیل میں ہم چند

Marfat.com

تدابیر لکھتے ہیں جن پر عمل پیرا ہونے سے ان شاء اللہ تعالیٰ دل نورانی بن جائے گا، جس کے نتیجے میں اعمال بہتر ہوتے چلے جائیں گے۔ یہ تدابیر قرآن وحدیث سے ماخوذ اور علمائے حقانی کی فرمودہ ہیں۔ لہٰذا ان پر بلاشک وشبہ ضرور عمل کرنا چاہئے۔

(۱) توبہ واستغفار کو اپنا معمول بنائیں اور فجر اور عصر کے بعد اَسْتَغْفِرُ اللّٰهَ الْعَظِيْمَ الَّذِىْ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ الْحَىُّ الْقَيُّوْمُ وَاَتُوْبُ اِلَيْهِ تین تین بار پڑھیں۔

(۲) کلمہ طیبہ اور کلمہ شہادت کا ورد اکثر اپنی زبان پر رکھیں۔ روزانہ ایک وقت مقرر کرکے سو مرتبہ تو کلمہ طیبہ ضرور پڑھیں۔

(۳) قرآن پاک کی تلاوت روزانہ کریں، کم از کم ایک یا آدھ پارہ تو ضرور پڑھیں اور آداب کی رعایت کے ساتھ پڑھنے کی کوشش کریں رسالہ "فضائل قرآن" مؤلفہ شیخ الحدیث مولانا زکریا نور اللہ مرقدہ، میں اس کے آداب لکھے ہیں، ان کا مطالعہ کریں۔

(۴) موت کو کثرت سے یاد کریں اور ہوسکے تو یہ دعا اللّٰهم بارك لى فى الموتى وفى ما بعد الموت روزانہ ۲۵ مرتبہ ضرور پڑھا کریں۔

(فضائل صدقات جلد ۲ صفحہ ۴۵۷)

(۵) وقت فارغ کرکے تبلیغی جماعتوں میں اوقات لگانے کی کوشش کریں اسی طرح مساجد میں فضائل اعمال کی تعلیم اور درس قرآن اور درس حدیث میں بیٹھنے کو اپنا معمول بنالیں۔

(۶) اپنا میل ملاپ دین داروں اور شریعت کے پابند لوگوں کے ساتھ رکھنے کی کوشش کریں۔ اسی طرح علمائے حقانی اور صلحائے ربانی کی مجالس میں اکثر شرکت کیا کریں۔

(۷) مستند اسلامی کتابوں کو اپنے مطالعہ میں کثرت سے رکھیں، فضائل

Marfat.com

اعمال، فضائل صدقات مؤلفہ مولانا زکریا صاحب نور اللہ مرقدہ، حیاۃ الصحابہ مؤلف مولانا محمد یوسف کاندھلوی صاحب رحمۃ اللہ علیہ ترجمہ مولانا احسان الحق صاحب دامت برکاتہم، "اصلاحی خطبات" جسٹس مفتی محمد تقی عثمانی صاحب دامت برکاتہم، "روح کی بیماریاں اور ان کا علاج" جناب حکیم محمد اختر صاحب دامت برکاتہم، "اسوۂ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم" مؤلفہ ڈاکٹر عبدالحیٔ صاحب رحمۃ اللہ علیہ "طریقہ وصیت" تألیف اساتذہ مدرسہ بیت العلم وغیرہ۔

(۸) اور اوراد وظائف کی چند کتابوں کا پڑھنا اپنے روزانہ کے معمولات میں شامل کریں۔ مثلاً

(۱) "مستند مجموعہ وظائف" مؤلفہ اساتذہ مدرسہ بیت العلم۔

(۲) "الحزب الاعظم" مترجم مولانا بدر عالم میرٹھی رحمۃ اللہ علیہ۔

(۳) "ذریعہ الوصول الی جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم" مترجم مولانا یوسف لدھیانوی مدظلہم۔

(۴) "استغفار کی ستر دعائیں" مرتب کردہ اساتذہ مدرسہ بیت العلم۔

مسلمان والدین کے لئے مفید مشورے

ہر مسلمان والد کو چاہئے کہ وہ اپنی تمام مملوکہ اشیاء کے بارے میں اتنی وضاحت سے لکھ کر رکھے کہ اس کی موت کے بعد اس کی اولاد میں جھگڑے کی نوبت نہ آئے اس کے لئے ہم کچھ تدابیر لکھتے ہیں حتی الامکان اس پر عمل کرنے کی کوشش کرے چونکہ یہ چیزیں معاشرہ میں رائج نہیں ہیں اس لئے بظاہر مشکل یا ناممکن الوقوع سمجھی جاتی ہیں اور ان کو اہمیت نہیں دیجاتی، حالانکہ اگر تھوڑا سا اہتمام کیا جائے تو نہ یہ مشکل ہے اور نہ ناممکن اور اس کے ذریعے سے اولاد بہت سارے جھگڑوں سے محفوظ رہتی ہے۔

(۱) بہتر یہ ہے کہ دو بیٹوں کی شادی ایک ساتھ نہ کریں یعنی دو بہوؤں کو

Marfat.com

ایک ساتھ گھر میں نہ لائیں اور نہ ساتھ رکھیں کہ اس سے دونوں میں تقابل اور ایک دوسرے کو کمتر دکھلانا، اور ساس کا ایک کی تعریف اور ایک کے عیوب کا اظہار کرنا، دونوں بیٹوں میں نفرت، اور مایوسی پیدا کرتا ہے اور بیٹے اور بہو کے درمیان بلاوجہ اختلاف کا سبب بن جاتا ہے اور اس سے گھر کا سکون تباہ و برباد ہو جاتا ہے اس لئے کہ دیورانیوں جیٹھانیوں کا ایک گھر میں رہنا جس میں باورچی خانہ بھی ایک ہی ہو خانگی فسادات کی جڑ ہے بہت ہی مجبوری میں دو بہوؤں کو ایک ساتھ رکھنا ہو تو کم از کم چولہے الگ الگ کر دیں کہ یہ چولہا ہی گھروں میں آگ بھڑکاتا ہے مزید تفصیل کے لئے تحفہ زوجین، اسلامی شادی، ملفوظات حکیم الامت رحمہ اللہ، تحفہ دولہا وغیرہ کتابوں کا مطالعہ ہر والد کو کرنا چاہئے۔

(۲) اگر اتنی گنجائش ہو کہ ہر بیٹے / بیٹی کو جائداد پلاٹ یا مکان دے سکیں تو ہر ایک کو الگ الگ دے کر اسے قبضہ دلوا کر مالک بنا دیا جائے اور معاملے کو تحریری طور پر محفوظ کرلیا جائے۔

اور اگر یہ ممکن نہ ہو تو موجودہ مکان کی قیمت لگا کر جتنا حصہ ایک بیٹے کی ملکیت میں آتا ہے اتنی ہی مقدار یا (اگر گنجائش نہ ہو تو) اس کا نصف بیٹیوں کو دے دیا جائے یا اس رقم سے ان کو کوئی پلاٹ دلوا دیا جائے اور ان کو قبضہ دلوا کر مالک بنوا دیا جائے اور موجودہ مکان صرف بیٹوں اور ان کی والدہ کے نام کر کے ان کو قبضہ کروا دیا جائے تو یہ بہت ہی بہتر ہوگا ایسا کرنے سے والد کے انتقال کے بعد بیٹوں پر مکان کو بیچ کر بہنوں کو انکا حق دینے کا بوجھ نہیں رہے گا اور چونکہ بیٹیاں الحمدللہ اپنے اپنے شوہروں کے ساتھ گھروں پر ہوتیں ہیں ان کو اکثر صورتوں میں مکان کی ضرورت نہیں پڑتی، اور بیٹوں کا بغیر مکان کے گذارہ نہیں ہو سکتا، تو اب صرف بیٹوں کو آپس میں بھائیوں میں ہی تقسیم کرنے کی ضرورت ہوگی۔

تیسری صورت یہ ہے کہ جس بیٹی یا بیٹے کو مکان بنانے میں یا دلوانے میں

آپ نے مدد کی ہے اور ان کو کچھ رقم دی ہے تو وہ رقم بطور قرض دیں اور لکھ کر دستخط کروائیں کہ اس بیٹے یا اس بیٹی کو اتنی رقم مکان بنوانے کے لئے قرض دی ہے جو ان سے وصول کی جائے گی تاکہ والد کے انتقال کے بعد اس سے اس قرض کا مطالبہ کیا جاسکے۔ بصورت دیگر وہ رقم اس کے میراث کے حصہ سے منہا کی جاسکے اور یہ شکایت نہ رہے کہ بڑے بھائی یا بہن کا تو اپنا مکان ہے جو والد صاحب کے تعاون سے بنا اور اب والد صاحب کے مکان میں ہم سے پورا حصہ مانگ کر ہمارے ساتھ زیادتی کر رہے ہیں۔

(۳) تیسرا مشورہ یہ ہے کہ زندگی میں کبھی بھی ایسا نہ کیجئے کہ سب کچھ تقسیم کر کے خود بالکل ہی فقیر ہو جائیں کیونکہ بعض دفعہ ایسا بھی ہوتا ہے اور اس کا واقعۃً مشاہدہ بھی ہوا کہ جب باپ نے اپنی ساری جائیداد اپنی زندگی ہی میں اپنی اولاد میں تقسیم کر دی تو وہی اولاد بہو یا داماد کے ورغلانے سے باپ کو اس مکان سے بے دخل کرنے پر تیار ہو گئی یا ماں باپ کی خدمت اور خبرگیری میں لاپرواہی برتنی شروع کر دی۔

(۴) چوتھا مشورہ یہ ہے کہ اگر آپ کا کاروبار ہے تو کوشش کیجئے گا کہ ہر بچّے کا الگ الگ کاروبار سیٹ کریں خصوصاً اگر کسی دو بھائیوں میں شروع سے بنتی نہیں ہے تو ایک ہی کاروبار میں ان کو جمع نہ کریں بلکہ الگ الگ کر دیں چھوٹا کاروبار ہو اور دونوں بھائی محبت سے رہیں، یہ بہت ہی بہتر ہے اس سے کہ بڑا کاروبار ہو اور دونوں بھائیوں میں کھٹ پٹ ہو۔ ہاں اگر ایسے بھائی ہیں کہ چھوٹے بڑے کی مان کر چل رہے ہیں اور بڑے چھوٹوں سے مشورہ کر رہے ہیں تو ایسی صورت میں ضرور ساتھ رکھیں لیکن ملکیت اور حصے کی تعیین ضرور ہونی چاہیئے تاکہ الگ ہوتے وقت اختلاف نہ ہو، ورنہ بہت ہی بہتر صورت یہی ہے کہ الگ الگ کاروبار رکھیں کہ اس زمانہ میں طبیعتوں کے مختلف ہونے اور تھوڑی ناگوار بات برداشت کرنے کا جذبہ نہ ہونے کی وجہ، اور اس وجہ سے بھی

Marfat.com

کہ چھوٹے بڑے کا احترام نہیں کرتے اور بڑے چھوٹوں سے مشورہ نہیں کرتے اکثر اختلاف واقع ہو جاتا ہے خاص طور پر اگر بیویوں کا ایک ساتھ رہنا ہو اور ایک چولہے پر کھانا پکتا ہو۔

اس لئے کہ دیورانیوں جیٹھانیوں کا ایک ساتھ رہنا سگے بھائیوں میں اختلاف کا سبب ہو جاتا ہے، ایک ہی گھر میں رہنے کیوجہ سے کچھ نہ ہو تو بچوں کو لڑوا کر شیطان دیورانی اور جیٹھانی کے ذریعہ دو بھائیوں میں پھوٹ پیدا کر دیتا ہے یا ماسیاں اس کا ذریعہ بن جاتی ہیں، اور آج کل ایک اور آفت آئی ہوئی ہے وہ یہ کہ اگر کسی بھائی کا بچہ رنگ روپ میں یا بھول پن میں دوسرے بھائی کی اولاد سے زیادہ پیارا ہے اور دادا دادی یا چچا چچی کی یا پھوپھیوں کی طبعاً رغبت اس بھولے میاں کی طرف زیادہ ہو جاتی ہے تو یہ خود ایک مستقل وجہ بن جاتی ہے جھگڑے کی، وہ اس طرح کہ یہ بہویں اس انتظار میں رہتی ہیں کہ دیکھیں دادی نے پاپا یا پکوڑا پہلے کس کو دیا، یا روتے ہوؤں میں سے پہلے کس کو اٹھایا اور چمکارا ...... بس پھر اپنے شوہروں کو بھرتی ہیں کہ تمہاری ماں میرے والے کو تو گھاس بھی نہیں ڈالتی، فلاں کے بچے کو زیادہ پیار کرتی ہے پھر وہ مرد دکان یا کاروبار میں لگ کر بھی یہی سوچتا رہتا ہے جو رات بالکل سوتے وقت یا صبح ناشتہ کے وقت بیوی صاحبہ نے کان بھرے تھے پھر اُس بھائی کے ذرا سے نامناسب طرز عمل سے اس بات کو ملاتا ہے کہ اس کی اتنی چلتی ہے اور میں اور میرا بچہ گرے پڑے رہیں وغیرہ لہٰذا بچوں کی شادی کے بعد جس قدر ممکن ہو ان کے مکانات خصوصاً باورچی خانے، الگ الگ رکھیں ہو سکے تو دور دور علاقوں میں رکھیں اسی طرح کاروبار بھی الگ الگ رکھیں۔

(۵) اسی طرح اگر آپ کا کاروبار آپ کے بھائیوں کے ساتھ مشترک ہے تو آپ اس میں بھائیوں کو راضی کر کے اپنا حصہ متعین کیجئے یہ ذمہ داری تو شوہر ہوتے ہی آپ کے کاندھوں پر آجاتی ہے لیکن اب تک غفلت رہی تو اب والد

Marfat.com

بنتے ہی اس ذمہ داری کا احساس کیجئے کہ آپ کے کاروبار میں آپ کا حصہ متعیّن ہو تاکہ آپ کی موت کے بعد آپ کے بیوی بچّے کسی کے محتاج نہ رہیں اور ان کو آپ کے متعیّن حصہ میں سے بغیر کسی کے احسان اٹھائے مل سکے۔ بعض اوقات کاروبار مشترک چلتا ہے اور ہر شریک جتنا چاہے ماہانہ خرچ لیتا رہتا ہے اور جب ان کو شریعت کی بتلائی ہوئی یہ تدبیر سمجھائی جاتی ہے تو وہ کہتے ہیں ہم بھائی بہنوں میں (انڈرسٹینڈنگ) اچھی ہے، یاد رکھیئے اسی وہم میں رہتے ہوئے کہ ہم میں مفاہمت اچھی ہے کوئی ایک بہو یا داماد کچھ کہہ دیتا ہے تو دو پارٹیاں بن جاتی ہیں اور یہی دو بھائی جو شیر و شکر کی طرح رہتے تھے ایک دوسرے کی شکل دیکھنا گوارا نہیں کرتے، اور ہزاروں لاکھوں روپے عدالت میں وکیلوں کی فیسوں پر اور مختلف محکمہ کے لوگوں پر لگتے ہیں اور ایک ہی گھر کا پیسہ پانی کی طرح عدالت میں بہتا ہے اور اس دوران جب تک فیصلہ نہ ہو بعض اوقات حکومت کی طرف سے دکان، کارخانہ پر سیل لگ جاتی ہے جس سے دونوں خاندان اچھے بھلے پریشانیوں کا شکار ہوجاتے ہیں، لہٰذا ہر مسلمان والد کو چاہئے کہ حکمت کے ساتھ بہت ہی سنجیدہ طریقے سے اپنے بھائیوں اور والد کو راضی کر کے کاروبار میں ہر ایک کا حصہ متعیّن کروائے، مکان میں بھی ہر ایک کا حصہ متعیّن کروائے تاکہ کسی قسم کی پریشانی نہ ہونے پائے۔

(۶) ہر مسلمان والد کو چاہئے کہ اسلام اور تربیت اولاد، ترجمہ ڈاکٹر حبیب اللہ مختار صاحب رحمۃ اللہ علیہ اور طریقہ وصیت مؤلفہ اساتذہ مدرسہ بیت العلم ان دونوں کتابوں کا مطالعہ کرے۔

(۷) اگر آپ کی شادی شدہ اولاد میں سے کوئی بیٹا یا بیٹی اللہ کو پیارے ہوچکے ہیں اور آپ مناسب سمجھتے ہیں تو کسی ماہر مفتی صاحب سے پوچھ کر اپنی بیوہ بہو، پوتے پوتیوں، نواسے نواسیوں کے لئے، اتنے مال کی وصیت تحریری طور سے لکھ کر رکھ لیجئے جتنا مال آپ کے انتقال کے بعد آپ کے ترکہ میں سے

Marfat.com

موجودہ ایک بیٹے یا ایک بیٹی کو ملے گا، لیکن یہ وصیت ایک تہائی یا اس سے کم کے اندر اندر ہو اس کا فائدہ یہ ہوگا کہ آپ کے انتقال کے بعد جہاں آپ کے ورثہ میں سے زندہ بیٹے بیٹیوں کو ملے گا تو آپ کے مرحوم بیٹے اور مرحومہ بیٹی کی اولاد کو بھی آپ کی وصیت کے موافق اتنا مل جائے گا، جتنا ان بچّوں کے مرحوم والد کے بھائی اور والدہ مرحومہ کی بہنوں کو ملا ہے، اور اگر آپ کی طرف سے وصیت موجود نہ ہو تو ان کو اس حالت میں کچھ بھی نہیں ملے گا، لیکن یہ وصیت کرنا ضروری نہیں، اگر آپ اپنے حالات کو سامنے رکھتے ہوئے مناسب سمجھتے ہوں تو یہ وصیت کر جائیں تاکہ پوتے پوتیاں، نواسے نواسیاں، بالکل محروم نہ ہوں۔ ایسا کرنا ان شاء اللہ تعالیٰ باعث ثواب بھی ہوگا اور خاندانی محبت میں اضافہ کا ذریعہ بھی۔

بڑے بیٹے کو تجارت میں ساتھ رکھنے کی بہترین صورت

ہر مسلمان کو چاہئے کہ وہ اس بات کی بھرپور کوشش کرے کہ اس کے بڑھاپے میں یا انتقال کے بعد اس کی اولاد اور ورثاء میں کسی قسم کا جھگڑا نہ ہو، اس کے لئے ہر آدمی اپنی نوعیت اور حالات کے اعتبار سے ماہر مفتیان کرام سے اور تجربہ کار دین دار لوگوں سے مشورہ کر کے ہر کام کو انجام دے اور ہر معاملہ کو اتنا صاف رکھنے کی کوشش کرے کہ اپنی زندگی میں بھی اور موت کے بعد بھی کسی قسم کی تکلیف نہ ہو من جملہ ان حالات میں سے ایک یہ بھی ہے کہ بڑے بیٹوں کے والد ماجد کے ساتھ تجارت میں لگنے کی شرعی صورت کیا ہونی چاہئے؟

دارالافتاء میں بہت سے ایسے واقعات سامنے آتے رہتے ہیں کہ والد کی تھوڑی سی غفلت یا معاملات کو تحریری شکل میں نہ رکھنے کی وجہ سے یا زندگی ہی

میں ماہر علماء کرام سے مشورہ نہ کرنے کیوجہ سے والد کے انتقال کے بعد پورے خاندان میں بہت سے جھگڑے پیدا ہو جاتے ہیں، سگے بھائی بہنوں میں قطع رحمی کی نوبت پیدا ہو جاتی ہے۔

اللہ نہ کرے کسی مسلمان گھرانے میں یہ کیفیت پیدا ہو کہ فانی دنیا کے چند سکوں کی خاطر سگے بھائی بہنوں میں جدائی یا قطع رحمی کی نوبت آئے لہٰذا اس سے بچنے کے لئے یہاں چند تدابیر لکھی جاتی ہیں اس پر عمل سے ان شاء اللہ الرحمٰن جھگڑے فساد کی نوبت نہیں آئے گی۔

(۱) ہر مسلمان والد کو چاہئے کہ بڑے بیٹے کو جس وقت تجارت میں شامل کرے تو شروع سے اس کی تنخواہ متعیّن کر دے اور جیسے جیسے تجارت بڑھتی جائے اور بیٹا ذمہ داریاں لینا شروع کر دے ویسے ویسے اپنی گنجائش کے موافق اس کی تنخواہ میں اضافہ کرتا جائے اتنی تنخواہ ضرور رکھے کہ ماہانہ ضروریات پوری کرنے کے بعد اس کے پاس کچھ جیب خرچ اور جمع کرنے کے لئے کچھ رقم بچے۔

(۲) دوسری صورت یہ ہے کہ بڑے بیٹے کو شروع سے کاروبار میں شریک بنالے...... فیصد حصہ اس کا متعین کر دے جس سے وہ خوش ہو جائے اور اس کی محنت کا اس کو صلہ بھی مل جائے اور چند سالوں بعد اس کے لئے کچھ جمع شدہ پونجی ہوجائے، اسی طرح جو بھی بیٹا جوان ہوتا جائے اور اس کو جب بھی کاروبار میں شامل کرے تو اس کا فیصد حصہ متعین کرے ان شاء اللہ تعالیٰ ان دو تدبیروں پر عمل کرنے سے باپ کی زندگی میں اور موت کے بعد وہ اشکالات پیدا نہیں ہوں گے جن سے قطع رحمی یا اختلاف و انتشار کی نوبت آسکے۔

یاد رکھیئے! اگر یہ دو تدبیریں عمل میں نہ لائی جائیں اور شروع میں غفلت برتی جائے یا یہ سوچا جائے کہ، الحمدللہ میرے بیٹوں میں آپس میں بہت محبت ہے کوئی مسئلہ نہیں ہو گا یا ابھی تو بہت ہی چھوٹی سی دوکان ہے معمولی سا سرمایہ

Marfat.com

ہے اس میں کیا جھگڑا ہو گا وغیرہ وغیرہ تو اس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ:

(۱) بعض اوقات والد کے انتقال کے بعد بڑے بیٹے دوکان اور سرمایہ پر قابض ہو جاتے ہیں اور چھوٹے بھائی بہنوں کو بہت ہی جھگڑوں اور پنچایت کے بعد بہت تھوڑا سا دیتے ہیں اور وہ بھی رلا رلا کر اور ٹال ٹال کر اگر پنچایت فیصلہ بھی کر دے تو بھی بہانہ کرتے ہیں کہ ابھی رقم کیش میں نہیں ہے آہستہ آہستہ ادا کریں گے۔ قسطوں میں دے دے کر اس رقم کی ویلیو بھی گر جاتی ہے اور چھوٹے بھائی بہن اپنے لئے نہ کوئی جائداد خرید سکتے ہیں نہ تجارت میں سرمایہ لگا سکتے ہیں اور والد مرحوم پر افسوس کرتے ہیں کہ کن ظالم ہاتھوں میں والد نے اپنی عمر بھر کی کمائی دے دی، بعض بھائی کہتے ہیں بڑے بھائی تو بہت شریف تھے لیکن بھابھی نے اور بھابھی کے گھر والوں نے بھائی کو بیوقوف بنا دیا الغرض یہ ساری پریشانیاں اور اختلافات اس لئے وجود میں آئے کہ شروع سے غفلت برتی گئی یا موت کا استحضار کم رہا یا بعد پر ٹال دیا گیا۔

(۲) بعض اوقات یہ صورت بھی پیش آتی ہے کہ بڑے بیٹے جب تقسیم کرنے بیٹھتے ہیں اور اس وقت ان کو اپنا حصہ بھی اسی قدر ملتا ہے جتنا دوسرے چھوٹے بھائیوں کو ملتا ہے تو اس پر بڑے بیٹوں کو یہ اشکال ہوتا ہے کہ والد مرحوم نے ہمارے ساتھ زیادتی کی ہے اس لئے کہ ہم بچپن سے والد کے ساتھ دوکان پر لگ گئے تجارت کو چمکایا اپنی تعلیم کی قربانی دی، بہنوں کی شادیاں کروائیں پلاٹ خریدوائے مکان بنوایا اب جب والد کا انتقال ہوا تو ہمیں اس میں سے اتنا ہی حصہ ملا جتنا اس بھائی کو ملا، جس نے اپنی تعلیم بھی پوری کرلی، ساری عمر بیٹھے بیٹھے کھاتا رہا اور اس کا اب تو کوئی خرچہ بھی نہیں ہے اور ہمارے تو بیٹے اس بھائی کے برابر ہو گئے تو آخر ہمیں اپنی محنت کا کوئی صلہ بھی تو ملنا چاہئے۔ اس لئے والد صاحب شروع ہی سے ایسی ترتیب بنالیں جس سے ایسے بڑے بیٹوں کو والد کی موت کے بعد یہ اشکال نہ ہو کہ ہمیں اپنی محنت کا کوئی

Marfat.com

صلہ نہ ملا، اور چھوٹے بھائیوں کو یہ اشکال نہ ہو گا کہ ہم دنیا میں دیر سے آئے اس میں ہمارا کیا قصور ہے؟ والد مرحوم نے تجارت کی باگ ڈور اس طرح بڑے بھائیوں کے حوالہ کر دی کہ ہمیں کچھ بھی نہیں ملا، کوئی لکھت پڑت یا تحریری کاروائی نہیں چھوڑی جس سے ہمیں اپنا جائز حق وصول ہو جاتا۔

لہٰذا ہم والد کی خدمت میں گذارش کرتے ہیں کہ اپنے تمام حالات ماہر علمائے کرام تجربہ کار مفتی حضرات کی خدمت میں پیش کر کے ان سے مکمل رہنمائی حاصل کرے اللہ تعالیٰ ہم سب کی زندگی اور موت دین کے مطابق فرمائے۔

ملازمت کرنے والے والد سے گزارش

ملازم حضرات چاہے وہ اپنے ملک میں ملازمت کر رہے ہوں یا بیرون ملک ان سے گذارش ہے کہ اپنی تنخواہ کے وہ خود مالک ہیں کسی کو بھی دیتے ہوئے وہ اس کی وضاحت ضرور کریں کہ وہ ہدیہ ہے یا امانت ہے یا شراکت یا مضاربت کے طور پر دی گئی ہے۔

اس وضاحت نہ کرنے کی وجہ سے یہ معاملہ بعد میں بہت پریشان کن مراحل تک پہنچ جاتا ہے والد کی موت کے بعد دارالافتاء میں جو مسائل آتے ہیں اور سگے بھائی جس طرح آپس میں ایک دوسرے کا گریبان پکڑتے ہیں اور خاندان بھر میں بدنامی ہوتی ہے اس کا تصور بھی تنخواہ دیتے وقت نہیں ہوتا۔

شریعت نے ہمیں ہر معاملہ میں صاف گوئی، تکلّف سے پرہیز، ہر ایک کے حقوق کی ادیگی کی تعلیم اس طریقے سے دی ہے کہ کوئی پریشانی جھگڑے یا قطع رحمی کی نوبت نہ آئے۔ لہٰذا ہر مسلمان کو اس میں ہمت سے کام لینا چاہئے اور یہ سوچ کہ گھر والے کیا کہیں گے، والد کیا کہیں گے، اقرباء کیا کہیں گے، ان سب سوچوں کو ہٹا کر یہ سوچیں کہ اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا

Marfat.com

کیا حکم ہے؟ اس طرح وضاحت کرنے سے ممکن ہے تھوڑے دنوں تک گھر والے ناراض ہوں گے لیکن پھر اللہ تعالیٰ ان کو ضرور راضی کر دیں گے اور وہ اس صاف گوئی اور شریعت کی بتائی ہوئی تدبیر پر عمل پیرا ہونے سے حاصل ہونے والے فوائد پر خوش ہوں گے، اس لئے:

① آپ اپنی تنخواہ کا جتنا حصہ اپنے والد محترم کو یا والدہ محترمہ کو دے رہے ہیں اور یہ رقم وہ اپنے ذاتی استعمال میں لا رہے ہیں تو اسے آپ ہدیہ سمجھ کر دیجئے، اس کی واپسی کی والدین سے امید نہ رکھیں، نہ چھوٹے بھائی بہنوں پر اس کا احسان جتلائیے بلکہ صرف اور صرف اللہ تعالیٰ کو راضی کرنے کی خاطر ان کے ساتھ حسن سلوک کیجئے اور کوشش کیجئے کہ اتنا چھپا کر دیں کہ آپ کے بیوی بچوں اور دوسرے بہن بھائیوں کو بھی پتہ نہ چلے کہ آپ نے کتنا دیا۔

② دوسری صورت یہ ہے کہ اپنی بہنوں کی شادی کے سلسلہ میں جو رقم دیں وہ بھی ہدیہ کی صورت میں دیں اور صرف اتنی دیں جو رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی سُنّت کے موافق سادگی سے آپ کی بہنوں کی شادی کرانے میں کافی ہو، اس میں عورتوں کی ماننے کے بجائے خود اپنے حالات سامنے رکھتے ہوئے سادگی سے شادی کروائیں، یہ دونوں صورتیں تو اس وقت ہیں جب گھر میں غربت زیادہ ہے اور تنخواہ صرف ضروری امور پر خرچ ہو جاتی ہے۔

③ تیسری صورت یہ ہے کہ آپ کے والد کی چھوٹی سی دوکان ہے اور آپ جو تنخواہ بھیج رہے ہیں وہ ساری دکان پر لگ رہی ہے اس صورت میں آپ خود وضاحت کریں کہ یہ میں جو تنخواہ بھیج رہا ہوں یہ ہدیہ ہے .... یا قرض ہے......... یا میں دوکان میں شریک ہوں اور جب کاروبار ٹھیک ہو جائے گا تو اتنا......... فیصد نفع مجھے ملے گا۔

وضاحت نہ کرنے کے نقصانات

ایک بھائی گھر سے باہر دور بیرون ملک یا دوسرے شہر یا اپنے ہی شہر میں محنت

Marfat.com

کر کے خود قناعت کر کے والد کو پیسہ بھیجتا ہے اور اسی کے بھیجے ہوئے پیسوں سے کاروبار چمکتا ہے اب والد کے انتقال کے بعد دوسرے بھائی اس کو ورثہ دینے کے لئے تیار نہیں یا تیار ہیں تو اس طرح کہ خود انہوں نے اپنے کاروبار یا اپنی ملازمتیں یا اپنا فلیٹ بنالیا اور اب والد کا وہ مکان یا دکان جو اسی بھائی کے پیسہ سے بنی ہے اس میں سے ایک حصہ اس کا جو بن رہا ہے وہ دے رہے ہیں، اور اپنا حصہ بھی پورا پورا لے رہے ہیں، حالانکہ وہ خود اسی بھائی کی بھیجی ہوئی کمائی سے اس قابل ہوئے کہ خود اپنے حالات کے کفیل ہوئے اور اب اس بھائی کو جس نے عمر بھر بیرون ملک ملازمت کر کے یا تجارت کر کے اپنی جمع شدہ پونجی بھیجی جو حصہ مل رہا ہے وہ اتنا نہیں جس سے وہ اپنا مکان لے سکے یا اپنا کاروبار چلا سکے، لہٰذا اپنے حالات کو سامنے رکھتے ہوئے فیصلہ کریں کہ یہ تنخواہ یا کاروبار کی آمدنی جو والد کو بھیج رہے ہیں وہ ہدیہ یا قرض یا امانت ہے، تاکہ آپ کا انتقال ہو جائے تو آپ کے بیوی بچّے آپ کے والد سے قرض یا امانت وصول کر سکیں اور آپ کے والد کا انتقال ہو جائے تو آپ کو اپنی رقم مل سکے اور اگر آپ کی بھیجی ہوئی رقم بہن بھائیوں کی شادیوں پر، فضول رسموں اور لغویات پر خرچ ہوتی ہے یا مکان کی تزئین اور فضول عمارتوں پر لگتی ہے اور گناہ کے کاموں میں خرچ ہوتی ہے تو بالکل نہ بھیجیں، تاکہ ان گناہوں میں آپ شامل نہ ہوں اور اگر بھیجیں بھی تو بہرحال اپنی تنخواہ سے ضرور اپنے لئے اتنا بچا کر رکھے کہ جب نوکری چھوٹے یا کمانے کی عمر نہ رہے تو اس وقت کام آئے اور کسی کے آگے ہاتھ نہ پھیلانا پڑے اسی طرح ملازمت کے دوران ہی بیوی بچّوں کے لئے ضرور کچھ نہ کچھ رقم جمع کر کے رکھے، چاہے کچھ جائداد ہو چاہے نقدی جمع کریں کہ اگر آپ کا انتقال ہو جائے تو بیوی بچّے آپ کے بھائیوں یا ساس سسر پر بوجھ نہ بنیں۔

(۴) چوتھی صورت یہ ہے کہ والد اور بھائی برسرروزگار ہیں والد نے اپنی جمع شدہ پونجی سے ایک پلاٹ خریدا اب تعمیر کے لئے پیسہ نہیں ہے صرف دو

بھائی جو باہر ہیں وہ تعمیر کے لئے پیسہ بھیج رہے ہیں تو وہ وضاحت سے تحریری طور پر دستخطوں کے ساتھ معاہدہ کرلیں کہ یہ ہماری طرف سے قرض ہے اور والد کے انتقال کے بعد اگر یہ مکان تقسیم ہوا تو پلاٹ کی قیمت میں تو میراث جاری ہو گی لیکن مکان میں لگائی ہوئی رقم کے تناسب سے تعمیر ہماری ہوگی۔ اس کا ایک فائدہ اس وقت ہو گا جب بھائی بہنوں کو مکان مل جائے گا اور اپنے اپنے حصہ میں سب خوش ہوں گے۔ اس وقت آپ کے پاس گنجائش ہو تو آپ یہ تعمیر بھائیوں کو ہدیہ بھی کر سکتے ہیں دوسرا فائدہ یہ ہوتا ہے کہ شیطان چھوٹے بھائیوں کو ان کی بیویوں کے ذریعے یا کسی اور ذریعہ سے ورغلا نہیں سکے گا کہ بڑے بھائیوں کو ہٹوا دو، باپ کے ساتھ ہم نے محنت کر کے بنایا ہے اور بڑے بھائی تو باہر مزے کرتے رہے ہم نے یہاں محنت کی اور بڑے بھائیوں نے لاکھوں یا ہزاروں میں بھیجا ہے تو ہم نے بھی تو سینکڑوں لگا کر تعمیر میں حصہ لیا ہے لہٰذا ان کو بیچ میں سے کک آؤٹ کرو۔

ایک ضروری گزارش

جب بھی کسی مکان یا دکان کا سودا یا تعمیر وغیرہ کا سلسلہ ہو، والد کریں یا بڑے بھائی کریں، پیسہ اپنا ہو یا قرض لیں، کچھ بھائی یہاں پیسہ لگا رہے ہوں کچھ بھائی باہر سے بھیج رہے ہوں ان تمام صورتوں میں گھر کے ہر فرد کی ذمہ داری ہے کہ وہ اپنے بڑے کو اس پر آمادہ کریں کہ شرعاً ہمیں یہ حکم ہے کہ تحریری طور پر وضاحت کے ساتھ یہ بات لکھیں اس پر خاندان کے دو بڑے بزرگوں کو گواہ بنائیں کہ مثلاً یہ مکان جو بن رہا ہے کس کا ہے؟ کون سے بھائی اس میں شریک ہیں؟ کیا میرا بھی اس میں حصہ ہو گا؟ اور بہنوں کو جو جہیز میں یا سونے کی شکل میں شادی کے وقت دیا گیا ہے کیا اس سے ان کے مکان کا حصہ ادا ہو گیا؟ اب اس مکان میں ہم کتنے بھائی شریک ہوں گے؟ کیا جس بھائی نے والد ہی کے

پیسے اور کچھ اپنے پیسے ملا کر اپنا مکان بنا لیا ہے وہ الگ ہو جائے گا؟ کیا تایا بھی اس میں شریک ہوں گے؟ وغیرہ وغیرہ۔

کتنے بھائی اس میں شریک ہوں گے یہ سب تحریری طور سے لکھوا کر مفتی حضرات سے پوچھ لیں یاد رکھئے! ہر مسلمان کو چاہئے کہ بیوی بچوں کی محبت میں بھائی بہنوں اور والدین کو محروم نہ کریں، اور والدین اور بھائی بہنوں کی محبت میں بیوی بچوں کو محروم نہ رکھیں ہر ایک کو اپنا حق ضرور دیجئے۔ اللہ تعالیٰ تمام مسلمان بہن بھائیوں میں محبت پیدا فرمائے، مرتے دم تک دلوں میں کینہ بغض حسد پیدا ہونے سے حفاظت فرمائے، ہر وہ کام جس کے ذریعہ سے بھائی بہنوں میں جھگڑا ہو اس سے حفاظت فرمائے، آمین یا رب العالمین۔

Marfat.com

مثالی والد ایک نظر میں

① اولاد کو اللہ تبارک و تعالیٰ کا انعام سمجھئے، ان کی پیدائش پر خوشی منائیے، ایک دوسرے کو مبارک باد دیجئے، خیر و برکت کے ساتھ استقبال کیجئے اور اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کیجئے کہ اس نے آپ کو اپنے ایک مسلمان بندے کی پرورش کی توفیق بخشی، اور یہ موقع فراہم فرمایا کہ آپ اپنے پیچھے اپنے دین و دنیا کا جانشین چھوڑ جائیں، اور مسلمانوں کی آبادی میں ایک مسلمان داعی اور خادم دین کے اضافے کا ذریعہ بنیں۔

② اولاد نہ ہو تو اللہ جل جلالہ سے صالح اولاد کے لئے دعا کیجئے جس طرح اللہ تعالیٰ کے برگزیدہ پیغمبر حضرت زکریا علیہ السلام نے صالح اولاد کے لئے دعا فرمائی:

رَبِّ هَبْ لِيْ مِنْ لَّدُنْكَ ذُرِّيَّةً طَيِّبَةً اِنَّكَ سَمِيْعُ الدُّعَآءِ

(مریم)

"میرے رب! تو اپنے پاس سے مجھے پاک باز اولاد عطا فرما۔ بے شک تو دعا کا سننے والا ہے"۔

③ اولاد کی پیدائش پر کبھی تنگ دل نہ ہوں، معاشی تنگی یا صحت کی خرابی یا کسی اور وجہ سے اولاد کی پیدائش پر کڑھنے یا اس کو اپنے حق میں ایک مصیبت سمجھنے یا ایسے بول بولنے یا کوسنے طعنے دینے وغیرہ وغیرہ .... سے سختی کے ساتھ پرہیز کیجئے۔

④ ولادت کے بعد نہلا دھلا کر کان میں اذان اور بائیں کان میں اقامت کہئے۔ پیدا ہوتے ہی بچے کے کان میں اللہ تعالیٰ اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا نام پہنچانے میں بڑی حکمت ہے، علامہ ابن قیم اپنی کتاب "تحفہ الودود" میں فرماتے ہیں:

Marfat.com

”اس کا مطلب یہ ہے کہ انسان کے کان میں سب سے پہلے اللہ تعالیٰ کی عظمت اور کبریائی کی آواز پہنچے۔ اور جس شہادت کو وہ شعوری طور پر ادا کرنے کے بعد داخل اسلام ہوگا اس کی تلقین پیدائش کے دن ہی سے کی جائے گی جس طرح مرنے کے وقت اس کو کلمہ توحید کی تلقین کی جاتی ہے، اذان اور اقامت کا دوسرا فائدہ یہ بھی ہے کہ شیطان جو گھات میں بیٹھا ہوتا ہے اور چاہتا ہے کہ پیدا ہوتے ہی انسان کو آزمائش میں مبتلا کرے اذان سنتے ہی بھاگ جاتا ہے اور شیطان کی دعوت سے پہلے بچے کو اسلام اور عبادت الٰہی کی دعوت دی جاتی ہے۔

(۵) اگر ممکن ہو تو اذان و اقامت کے بعد کسی نیک مرد یا عورت سے کھجور یا کوئی اور میٹھی چیز چبوا کر بچّے کے تالو میں لگوایئے اور بچّے کے لئے خیر و برکت کی دعا کرایئے۔

(۶) بچّے کے لئے اچھا سا نام تجویز کیجئے جو پیغمبروں کے نام پر ہو، صحابہ کرام و صحابیات رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کے نام پر ہو یا اللہ تعالیٰ کے نام سے پہلے عبد لگا کر ترتیب دیا گیا ہو جیسے عبد اللہ، عبد الرحمٰن وغیرہ۔

(۷) اگر کبھی لاعلمی میں غلط نام رکھ دیا ہو تو اس کو بدل کر اچھا نام رکھ دیجئے۔

(۸) ساتویں دن عقیقہ کیجئے۔ لڑکے کی طرف سے دو بکرے اور لڑکی کی طرف سے ایک بکرا کیجئے لیکن لڑکے کی طرف سے دو بکرے کرنا ضروری نہیں ہے۔ ایک بکرا بھی کر سکتے ہیں اور بچّے کے بال منڈوا کر اس کے برابر سونا یا چاندی خیرات کیجئے۔

(۹) لڑکے کی ساتویں دن ختنہ بھی کرا دیجئے۔ لیکن کسی وجہ سے نہ کرا سکیں تو سات سال کی عمر کے اندر اندر ضرور کرا دیں۔ ختنہ اسلامی شعار ہے۔

(۱۰) جب بچّہ بولنے لگے تو سب سے پہلے اس کو کلمہ لا الہ لا اللہ سکھائیے۔

(۱۱) بچّے کو ماں کا دودھ بھی پلوائیے۔ "ماں پر بچّے کا یہ حق ہے" قرآن نے اولاد کو ماں کا یہی احسان یاد دلا کر ماں کے ساتھ غیر معمولی حسن سلوک کی تاکید کی ہے۔ جو ماں بچّے کو دودھ پلاتی ہے اس بچّے کے دل میں ماں کی محبت فطری بڑھتی رہتی ہے اور اکثر ایسے بچّے ماں کے فرمانبردار بھی ہوتے ہیں اور ایسی ماؤں کو اپنے بچّوں سے بہت کم شکایت ہوتی ہے، اس طرح ماں کا فرض یہ ہے کہ وہ بچّے کو اپنے دودھ کے ایک ایک قطرے کے ساتھ توحید کا درس، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا عشق اور دین کی محبت بھی پلائے اور اس محبت کو اس کے قلب و روح میں بسانے کی کوشش کرے۔ لہٰذا اس کے لئے آپ کوشش کیجئے اور بچّے کی ماں سے ہر طرح کا تعاون کیجئے پرورش کی ذمہ داری ماں پر ڈال کر اپنا بوجھ ہلکا نہ کیجئے بلکہ اس خوشگوار دینی فریضے کو خود انجام دے کر روحانی سکون اور سرور محسوس کیجئے، حتی الامکان بچّوں کے لئے تعویذ سے بچئے تعویذ کے بجائے بچّوں کو دعائیں یاد کروائیے۔ خود ان پر دم کیجئے، منزل پڑھنے اور بچّوں کو منزل میں درج شدہ آیات یاد کروانے کا اہتمام کیجئے۔

(۱۲) بچّوں کو ڈرانے سے پرہیز کیجئے۔ ابتدائی عمر کا یہ ڈر ساری عمر دل و دماغ پر چھایا رہتا ہے اور ایسے بچّے بالعموم زندگی میں کوئی بڑا کارنامہ انجام دینے کے لائق نہیں رہتے اسی طرح بھوک کی حالت میں بچّے کو زبردستی کوئی حکم نہ دیجئے۔

(۱۳) اولاد کو بات بات پر ڈانٹنے، جھڑکنے اور بُرا بھلا کہنے سے سختی کے ساتھ پرہیز کیجئے اور ان کی کوتاہیوں پر بیزار ہونے اور نفرت کا اظہار کرنے کے بجائے حکمت و سوز کے ساتھ ان کی تربیت کرنے کی محبت آمیز

Marfat.com

کوشش کیجئے، اور اپنے طرز عمل سے بچّوں کے ذہن پر یہ خوف بہرحال غالب رکھئے کہ ان کی کوئی خلاف شرع بات آپ ہرگز برداشت نہ کریں گے۔

(۱۴) اولاد کے ساتھ ہمیشہ، شفقت، محبت، نرمی کا برتاؤ کیجئے۔ اور حسب ضرورت و حیثیت ان کی ضروریات پوری کرکے ان کو خوش رکھئے اور اطاعت و فرمانبرداری کے جذبات کو ابھاریئے۔ بچّوں سے کیا، کب، کیسے کے سوالات سے بچئے، ایسا کیوں کیا؟ شرم نہیں آتی ایسا کیسے کردیا؟ کب عقل آئے گی تمہارے اندر، تمہارا کیا کروں، مجھے سمجھ نہیں پڑتی، اس طرح ڈانٹنے کے بجائے مثبت پہلو سے سر پر ہاتھ رکھ کر دعا دیتے ہوئے سمجھایئے کہ بیٹا ایسا نہیں کرنا چاہئے تھا وغیرہ وغیرہ۔

(۱۵) چھوٹے بچّوں کے سر پر شفقت سے ہاتھ پھیریئے، بچّوں کو گود میں لیجئے، پیار کیجئے اور ان کے ساتھ خوش طبعی کا سلوک کیجئے، ہر وقت تند و خو اور سخت گیر حاکم نہ بنے رہئے، اس طرز عمل سے بچّوں کے دل میں والدین کے لئے والہانہ جذبۂ محبت بھی پیدا نہیں ہوتا اور ان کے اندر خود اعتمادی بھی نہیں پیدا ہوتی اور ان کی فطری نشو ونما پر بھی خوشگوار اثر نہیں پڑتا۔

(۱۶) اولاد کو پاکیزہ تعلیم و تربیت سے آراستہ کرنے کے لئے اپنی ساری کوشش وقف کردیجئے اور اس راہ میں بڑی سے بڑی قربانی سے بھی دریغ نہ کیجئے۔ یہ آپ کی دینی ذمہ داری بھی ہے اور اولاد کے ساتھ عظیم احسان بھی اور اپنی ذات کے ساتھ سب سے بڑی بھلائی بھی۔

(۱۷) بچّے جب سات سال کے ہوجائیں تو ان کو نماز سکھایئے نماز پڑھنے کی تلقین کیجئے ماں کے ساتھ نماز پڑھوایئے اور بچّوں کو اپنے ساتھ مسجد لے جاکر ان میں شوق پیدا کروایئے۔ اور جب وہ دس سال کے

Marfat.com

ہوجائیں اور نماز میں کوتاہی کریں تو انہیں مناسب سزا بھی دیجئے اور اپنے قول و عمل سے ان پر واضح کردیجئے کہ نماز کی کوتاہی کو آپ برداشت نہ کریں گے۔

(۱۸) بچے جب دس سال کے ہوجائیں تو ان کے بستر الگ کردیجئے اور ہر ایک کو الگ الگ چارپائی پر سلائیے۔

(۱۹) بچوں کو ہمیشہ صاف ستھرا رکھئے۔ ان کی طہارت، نظافت اور غسل وغیرہ کا خیال رکھئے، کپڑے بھی پاک صاف رکھئے، البتہ زیادہ بناؤ سنگھار اور نمود و نمائش سے پرہیز کروائیے۔ لڑکی کے کپڑے بھی نہایت سادہ رکھئے اور زرق برق لباس پہنا کر بچوں کے مزاج خراب نہ کیجئے۔

(۲۰) دوسروں کے سامنے بچوں کے عیب نہ بیان کیجئے اور کسی کے سامنے ان کو شرمندہ کرنے اور ان کی عزت نفس کو ٹھیس لگانے سے بھی سختی کے ساتھ پرہیز کیجئے۔ اسی طرح ایک بچے کی غلطی پر سب بچوں کو ڈانٹیں، جس کی غلطی ہے اس کو علیحدگی سمجھادیجئے یا مناسب تنبیہ کیجئے۔

(۲۱) بچوں کے سامنے کبھی بچوں کی اصلاح سے مایوسی کا اظہار نہ کیجئے بلکہ ان کی ہمت بڑھانے کے لئے ان کی معمولی اچھائیوں کی بھی دل کھول کر تعریف کیجئے۔ ہمیشہ ان کا دل بڑھانے اور ان میں خود اعتمادی اور حوصلہ پیدا کرنے کی کوشش کیجئے۔

(۲۲) بچوں کو انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کے قصے، کہ انہوں نے کافروں کو کس طرح اسلام کی دعوت دی، کافروں کو اسلام میں لانے کے لئے کس اخلاق کا مظاہرہ کیا، صالحین کے واقعات اور صحابہ کرامؓ کے مجاہدانہ کارنامے ضرور سناتے رہیے۔ تربیت و تہذیب، کردار سازی، اور دین سے شغف کے لئے اس کو انتہائی ضروری سمجھئے اور ہزار مصروفیتوں کے باوجود اس کے لئے وقت نکالئے۔ اللہ تعالیٰ آپ کی اور تمام مسلمان

Marfat.com

والدین کی بھرپور مدد فرمائیں۔

(۲۳) کبھی کبھی بچّوں کے ہاتھ سے غریبوں کو کچھ کھانا پیسے وغیرہ بھی دلوایئے تاکہ ان میں غریبوں کے ساتھ سلوک اور سخاوت و خیرات کا جذبہ پیدا ہو۔ اور کبھی کبھی یہ موقع بھی فراہم کیجئے کہ کھانے پینے کی چیزیں بہن بھائیوں میں خود ہی تقسیم کریں تاکہ ایک دوسرے کے حقوق کا احساس اور انصاف کی عادت پیدا ہو۔

(۲۴) بچّوں کی ہر جا و بے جا ضد پوری نہ کیجئے بلکہ حکمت کے ساتھ ان کی یہ عادت چھڑوانے کی کوشش کیجئے۔ کبھی کبھی مناسب سختی بھی کیجئے، بے جا لاڈ پیار سے ان کو ضدی خود سر نہ بنایئے۔

(۲۵) کرخت آواز سے بولنے اور گلا پھاڑ کر چیخنے چلانے سے خود بھی پرہیز کیجئے اور ان کو بھی تاکید کیجئے کہ درمیانی آواز میں نرمی کے ساتھ گفتگو کریں اور آپس میں بھی ایک دوسرے پر چیخنے چلانے سے سختی کے ساتھ بچیں۔

(۲۶) بچّوں کی عادت ڈالئے کہ اپنا کام اپنے ہاتھ سے کریں۔ ہر کام میں دوسروں کا سہارا نہ لیں۔

(۲۷) بچّوں میں باہم لڑائی ہوجائے تو اپنے بچّے کی بے جا حمایت نہ کیجئے۔ یہ خیال رکھئے کہ اپنے بچّے کے لئے آپ کے سینے میں جو جذبات ہیں وہی جذبات دوسروں کے سینے میں اپنے بچّوں کے لئے بھی ہیں۔ اسی طرح بھائیوں کے بچّوں اور پڑوسیوں کے بچّوں کی شکایت بیوی سے ہرگز نہ سنئے۔

(۲۸) اولاد کے ساتھ ہمیشہ برابری کا سلوک کیجئے اور اس معاملہ میں بے اعتدالی سے بچنے کی پوری کوشش کیجئے۔ اگر طبعاً کسی ایک بچّے کی طرف زیادہ میلان ہو تو معذوری ہے لیکن سلوک و برتاؤ اور لین دین میں

Marfat.com

ہمیشہ انصاف اور مساوات کا لحاظ رکھئے۔

(۲۹) بچّوں کے سامنے ہمیشہ اچھا عملی نمونہ پیش کیجئے۔ آپ کی زندگی کے لئے ایک ہمہ وقتی خاموشی معلّم ہے جس سے بچّے ہروقت پڑھتے اور سیکھتے رہتے ہیں بچّوں کے سامنے کبھی مذاق میں بھی جھوٹ نہ بولئے۔

(۳۰) لڑکی کی پیدائش پر بھی اسی طرح خوشی منایئے جس طرح لڑکے کی پیدائش پر مناتے ہیں۔ لڑکی ہو یا لڑکا دونوں ہی اللہ تعالیٰ کی طرف سے دیا ہوا عطیہ ہیں اور اللہ سبحانہ وتعالیٰ ہی بہتر جانتے ہیں کہ آپ کے حق میں لڑکی اچھی ہے یا لڑکا۔

(۳۱) لڑکیوں کی تربیت و پرورش انتہائی خوش دلی، روحانی مسرت اور دینی احساس کے ساتھ کیجئے۔ اور اس کے صلے میں خدا سے بہشت بریں کی آرزو کیجئے۔

(۳۲) لڑکی کو حقیر نہ جانئے، نہ لڑکے کو اس پر کسی معاملہ میں ترجیح دیجئے۔ دونوں کے ساتھ یکساں محبت کا اظہار کیجئے اور یکساں سلوک کیجئے۔

(۳۳) جائداد میں لڑکی کا مقررہ حصہ پوری خوش دلی اور اہتمام کے ساتھ دیجئے۔ اور اپنے بعد وصیت بھی کرجائیں کہ بیٹیوں کو محروم نہ کیا جائے؛ اور اس کے لئے کتاب "طریقہ وصیت" اور کتاب "احکام میت" کا ضرور مطالعہ کریں۔

(۳۴) مثالی والد وہ ہوتا ہے جو بچّوں کے دلوں میں اپنی بیوی یعنی بچّوں کی والدہ کی خوب عزت و عظمت بٹھائے۔

(۳۵) اسی طرح مثالی والد وہ ہوتا ہے جو بچّوں کے سامنے بیوی سے بحث و مباحثہ یا تو تو میں میں کسی حال میں بھی نہ کرے بلکہ بیوی کی ناگوار سے ناگوار بات پر بچّوں کے سامنے صبر کرلیتا ہے پھر اکیلے میں بیوی کو سمجھاتا ہے کہ بات یوں تھی مگر بچّوں کی تربیت کی خاطر چپ رہا۔ اسی طرح

بیوی اور بچّوں کو گھر آتے ہی کوئی غم کی خبر یا سوالات کی بوچھاڑ، یا ان کی کسی کمی کوتاہی پر تنبیہ کرنے کے بجائے ان کے سلام کا جواب دے کر ٹھنڈا پانی وغیرہ پی کر خوب اطمینان سے ان کو سمجھاتا ہے۔

(۳۶) مثالی والد وہ ہوتا ہے جو دو بچّوں کے درمیان اتنا مناسب وقفہ کرنے کی کوشش کرے کہ ایک بچّہ مکمل شرعی مدت تک ماں کا دودھ پیئے اور پھر سنبھلا ہوا ہوجائے اور ماں بھی کھوئی ہوئی کمزوری (جو بچّہ کے پیدا ہونے اور دودھ پلانے سے ہوئی تھی) پر قابو پالے اور بہت ننھے منے بچّے کے جھمیلے سے اس کی گردن چھوٹے تاکہ دونوں بچّوں کی تربیت و نگہداشت صحیح طرح ہوسکے اور ہر بچّے پر انفرادی توجہ دی جاسکے ایام طفولیت و رضاعیت کا ضعف دور ہوسکے موجودہ شیر خوار بچّے کے دودھ پر دوسرا حمل ٹھہر جانے کی وجہ سے ضعف کا اثر نہ پڑے۔

(۳۷) مثالی والد اپنی بیوی کی ماں اور خود اپنی ماں کا اتنا عزت و احترام کرتا ہے کہ اللہ تعالیٰ اس عمل سے راضی ہوکر اس کے بچّوں میں بھی وہی شرافت اور دینی حمیت اور والدین کا احترام پیدا کردیتے ہیں اس لئے کہ جو خود اپنی بیوی کے والدین کے لئے اور اپنے والدین کے لئے آنکھوں کی ٹھنڈک بنتا ہے۔ تو اس کی اولاد بھی اس کے لئے اسی طرح آنکھوں کی ٹھنڈک بنتی ہے۔

(۳۸) مثالی والد وہ ہوتا ہے جو خود بھی اس کتاب میں دی ہوئی ہدایتوں پر عمل کرے اور اپنے دوسرے مسلمان بھائیوں میں بھی ان صفات کو پیدا کرنے کی کوشش کرے، اور زیادہ سے زیادہ مسلمان بھائیوں کو اس کتاب تحفہ دولہا، فضائل اعمال اور فضائل صدقات جیسی کتابوں کے پڑھنے کی ترغیب دے اور شوق دلوائے کے اسی طرح اس کتاب کی ترتیب دینے والے اور اس میں ہر قسم کے تعاون کرنے والوں کے لئے

اور دین کی محنت کرنے والے مردوں اور عورتوں کے لئے خوب خوب دعائیں کرے۔

(۳۹) دو مختلف المزاج بلکہ ضد المزاج بہوؤں کو ایک ساتھ نہ رکھیں، کوشش کریں کہ دو بیٹوں کی شادی کبھی ایک ساتھ نہ ہو اور اگر کرنا ہی ہو تو شادی کے بعد الگ الگ رہیں اس میں بہت سے فوائد اور بہت سی مصلحتیں ہیں اس کے لئے کتاب تحفہ دولہا کے اندر دولہا کے والد اور والدہ کو نصیحت کا باب ملاحظہ فرمائیں۔

(۴۰) سات سال کی عمر سے بچّی کی تربیت اس طرح کریں کہ وہ کسی مرد سے مصافحہ نہ کرے اور باہر جائے تو سر اس طرح ڈھک کر رکھے کہ کوئی بال کھلا نہ رہے اور اسی طرح بچپن سے شلوار کرتا پہنانے کا اہتمام کروائے تاکہ ٹانگیں کھلی نہ رہیں۔

(۴۱) ان تمام عملی تدبیروں کے ساتھ ساتھ نہایت سوز اور دل کی لگن کے ساتھ اولاد کے حق میں دعا بھی کرتے رہیے۔ اور اللہ تعالیٰ کی نافرمانیوں سے بچنے اور بچاتے رہیے خدائے رحمٰن و رحیم سے امید ہے کہ وہ والدین کے دل کی گہرائیوں سے نکلی ہوئی پرسوز دعائیں کبھی ضائع نہ فرمائیں گے۔

Marfat.com

امتحانی پرچہ

محترم والد صاحب.........

مندرجہ ذیل سوالات کو غور سے پڑھئے اور سوال کو کم از کم تین بار تو ضرور پڑھیئے پھر ٹھنڈے دل ودماغ سے اچھی طرح سوچ سمجھ کر صحیح صحیح اور بالکل انصاف کے ساتھ جواب دیجئے، اگر آپ کا پورا جواب "جی ہاں" میں ہے تو آپ دس نمبروں کے مستحق ہیں لہٰذا نمبر والے خانے دس نمبر لگا لیجئے، اور اگر کسی سوال کا آدھا جواب "جی ہاں" اور آدھا "جی نہیں" میں ہے تو اس نمبر والے خانے میں پانچ نمبر لگا لیجئے، اگر خدانخواستہ کسی سوال کا جواب "جی نہیں" میں ہے تو آپ اس سوال میں صفر کے مستحق ہیں، لہٰذا نمبر کے خانے میں صفر لگائیے، اس طرح اگر آپ کے کل نمبرات سو بنے تو اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کیجئے کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو مثالی والد بنایا ہے اور اگر خدانخواستہ آپ کے نمبرات سو سے کم ہیں تو اس کے لئے دعاؤں کے ساتھ ساتھ فکر اور کوشش کیجئے کہ یہ کمی دور ہو اور اللہ تعالیٰ آپ کو مثالی والد بنائے، اب ذرا سوالات کی طرف آیئے۔

سوال ۱ : کیا آپ نے نکاح کرتے وقت اپنے لئے نیک دیندار اور وفا شعار بیوی اور بچوں کے لئے ایک مثالی ماں کا انتخاب کیا ہے، یا اگر اس وقت آپ کو ان باتوں کا خیال نہیں رہا تو کیا ان آپ اپنی اہلیہ کو نیک اور دیندار اور مثالی بنانے کی فکر کرتے ہیں؟

جواب......... **نمبر**.........

سوال ۲ : کیا آپ اپنے لئے طلب اولاد کی دعا کرتے ہیں اور اولاد کے

Marfat.com

پیدائش کے بعد اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرتے ہوئے اولاد کی قدر کرتے ہیں، اور شکر اور قدر کے تقاضوں کو پورا کرتے ہوئے ان پر شفقت اور ان کی دینی تربیت کی پوری پوری فکر کرتے ہیں؟ نیز اولاد کو ماں کا دودھ پلواتے ہیں۔

جواب......... **نمبر.........**

سوال ۳ : کیا آپ فجر کے وقت پہلے اٹھ کر اور وضو وغیرہ سے فارغ ہو کر اپنی بیوی اور بڑے بچّوں کو نہایت پیار و محبت سے اور ترغیب کے ساتھ نماز کے لئے اٹھاتے ہیں، اور بڑے بچّوں کو اپنے ساتھ مسجد لے جاکر جماعت کے ساتھ تکبیر اولیٰ میں شریک ہوتے ہیں اور بیوی اور بڑی بچیوں کو گھر میں نماز پڑھنے کی ترغیب دیتے ہیں، نیز بیوی اور بچّوں کے لئے خوب خوب دعاؤں کا اہتمام کرتے ہیں؟

جواب......... **نمبر.........**

سوال ۴ : آپ اولاد کے ساتھ خصوصاً لڑکے اور لڑکیوں کے مابین برابری کا سلوک کرتے ہیں، لڑکیوں کی پیدائش پر بھی آپ اسی خوشی کا اظہار کرتے ہیں جو لڑکے کی پیدائش پر، نیز بچّوں کے کسی اچھے کام پر ان کی خوب خوب تعریف کرتے ہیں تاکہ ان کا اعتماد بڑھے اور ان میں مزید اچھے کام کرنے کا حوصلہ پیدا ہو۔

ذہین اور غبی بچّوں کو ایک ہی نگاہ سے دیکھتے ہیں اور دونوں کی برابر حوصلہ افزائی کرتے ہیں؟

جواب......... **نمبر.........**

Marfat.com

سوال ۵ : کیا آپ بچّوں کے ساتھ پیار محبت شفقت اور نرمی کے ساتھ اور حسن سلوک کے ساتھ پیش آتے ہیں اور بچّے کی کسی نادانستہ غلطی پر آپ بچّے کو اس کے جذبات کا خیال رکھتے ہوئے نرمی سے سمجھانے کے بعد پیار سے تنبیہ کرتے ہیں، اور ایسے مثبت تدابیر اختیار کرتے ہیں کہ آئندہ ایسی غلطی نہ ہو، اور کسی ایسی غلطی پر جس کے کرنے پر آپ نے سزا کی دھمکی دی ہو سزا دیتے ہیں تاکہ بچّے کے دل میں آپ کا رعب رہے، اسی طرح بچّوں کے دل میں ان کی والدہ کی اہمیت اور رعب بٹھانے کے لئے آپ ان کے سامنے ان کی والدہ کی تعریف کرتے ہیں؟

جواب.......... **نمبر**..........

سوال ۶ : کیا آپ اپنے بچّوں کی نگہداشت، ان کی صفائی ستھرائی، ان کے کھانے پینے کا خیال رکھتے ہیں، انہیں صبح کا ناشتہ اپنے سامنے کرواتے ہیں، ان کے اسکول ومدرسہ وغیرہ کی تیاری میں ان کی والدہ کی مدد کرتے ہیں، اسلامی آداب اور دعائیں ان کو یاد کراتے ہیں ان کے اندر عالم اور عالمہ بننے کا شوق پیدا کرتے ہیں۔

جواب.......... **نمبر**..........

سوال ۷ : آپ اولاد کے خلاف کسی کی شکایت پر سب کے سامنے انہیں بُرا بھلا کہنے اور ذلیل کرنے سے بچتے ہیں اور خدانخواستہ مارنے پیٹنے کے بجائے اپنے بچّوں سے تحقیق کرتے ہیں، نیز غلطی ثابت ہونے پر تنہائی میں نہایت پیار ومحبت اور نرمی سے سمجھاتے ہیں تاکہ اس کی عزت نفس مجروح نہ ہو۔

اسی طرح آپ کی اولاد یا بیوی کی جانب سے کسی کے خلاف شکایت پر آپ ٹھنڈے دل سے اس بات اور شکایت کی تحقیق کرتے ہیں تاکہ کوئی ایسا امر پیش نہ آئے جس پر بعد میں پشیمانی ہو۔

جواب.......... **نمبر**..........

سوال ۸ : اس خوف کے تحت کہ اس زمانہ میں دیورانیوں اور جٹھانیوں کے ساتھ رہنے سے کئی گھریلوں مفاسد پیدا ہوتے ہیں ان سے بچنے کے لئے آپ بچّوں کی شادی کے بعد حتی الامکان ہر بہو کا باورچی خانہ الگ رکھتے ہیں اسی طرح ساس بہو کا ایک ساتھ رہنے کی وجہ سے جو جھگڑے۔ فساد پیدا ہوتے ہیں، نیز آپ جس سلوک کے اپنی اولاد سے خواہشمند ہیں کیا وہی سلوک آپ اپنے والدین کے ساتھ کرتے ہیں، والد کی شکایت کرنے سے آپ اجتناب کرتے ہیں؟

جواب.......... **نمبر**..........

سوال ۹ : "اپنے آپ کو اور اپنے گھر والوں کو جہنم کی آگ سے بچاؤ"۔ اس آیت کے تحت آپ پر جتنی ذمہ داریاں عائد ہوتی ہیں یعنی بیوی بچّوں کی دینی تربیت کرنا اور ان کو دیندار بنانے کی بھرپور کوشش کرنا وغیرہ..... اس کے لئے آپ مثبت طریقے پر داعیانہ اسلوب اور داعیانہ تڑپ سے پورا کرنے کی کوشش کرتے ہیں؟

جواب.......... **نمبر**..........

سوال ۱۰ : کیا آپ نے اپنا وصیت نامہ لکھنے کے ساتھ ساتھ اپنی بیوی

Marfat.com

اور بالغ بچّوں کو ترغیب دے کر ان سے وصیت نامہ لکھوالیا ہے، اور اس کے لئے کتاب "طریقہ وصیت" مرتبہ اساتذہ مدرسہ بیت العلم، "احکام میت" مرتبہ ڈاکٹر عبدالحیٔ صاحب رحمۃ اللہ علیہ، "اکابر کے وصایا" مرتبہ مفتی صبار دانش اور "کتاب وصایا" مرتبہ خواجہ آفریدی، ان کتابوں کا مطالعہ کیا ہے؟

جواب............ نمبر...........

Marfat.com

اُردو زبان میں اپنی نوعیت کی منفرد کتاب

مردوں کے ۳۰۰ فقہی مسائل

- صحیح اسلامی عقائد کی وضاحت
- اذان، نماز اور جنازے کے احکام و مسائل
- وضو، غسل اور طہارت کے مسائل
- زکوٰۃ، روزہ اور اعتکاف کے مسائل کی ضروری تفصیل
- مناسکِ حج و عمرہ اور قربانی کے ضروری مسائل

معاشرتی زندگی سے متعلق متفرق معاملات پر تقریباً ۳۰۰ سے زائد سوالات کے تفصیلی جوابات قرآن و حدیث کی روشنی میں

مُرتّبہ
اساتذہ مدرسہ بیت العلم
گلشنِ اقبال کراچی

بیت العلم ٹرسٹ کراچی

Marfat.com

دینی مسئلہ معلوم کرنے کے لئے علماء کرام کے عنوانات و فون نمبر

دار العلوم کراچی (کے ایریا کورنگی کراچی پوسٹ کوڈ 75180)

فون نمبر 6-5-5049774 ، 5046885 اوقات صبح ۸ تا ۱۲ دوپہر ۳ تا ۵

اسماء علماء: مفتی عبدالرؤف سکھروی صاحب ، مفتی محمود اشرف عثمانی صاحب
مفتی علی اصغر ربانی صاحب ، مفتی عبدالمنان صاحب ، مفتی عبداللہ میمن صاحب

جامعۃ العلوم الاسلامیہ علامہ بنوری ٹاؤن کراچی پوسٹ کوڈ 74800

فون نمبر 4925352-4913570 اوقات صبح ۸ تا ۱۲ دوپہر ۳ تا ۵

اسماء علماء:

مفتی عبدالسلام صاحب ، مفتی نظام الدین صاحب ، مفتی محمد انعام الحق صاحب
مفتی عاصم ذکی صاحب ، مفتی عبدالقادر صاحب ، مفتی عبدالمجید صاحب

جامعہ فاروقیہ کراچی شاہ فیصل کالونی نمبر ۴ کراچی پوسٹ کوڈ 75230

فون نمبر 4571132-4573865 اوقات صبح ۸ تا ۱۲ دوپہر ۳ تا ۵

اسماء علماء: مفتی محمد منظور صاحب ، مفتی یوسف افشانی صاحب ، مفتی عبدالباری صاحب

بعض علماء کے رہائش کے نمبر (انتہائی ضرورت کے وقت رابطہ کیا جائے)

اوقات: مغرب کے بعد سے عشاء کے بعد آدھے گھنٹے تک

مفتی علی اصغر ربانی صاحب	5043424	مفتی عبدالمنان صاحب	5045446
مفتی عاصم ذکی صاحب	4128274	مفتی انعام الحق صاحب	7771568

خواتین اپنے مسائل کے لئے درج ذیل نمبر پر رابطہ فرمائیں

اہلیہ جناب سعود صاحب فون: 6688081 اوقات ۳ تا ۳۰:۳ صرف خواتین کیلئے

Marfat.com

مردوں کے
۳۰۰ فقہی مسائل
بیت العلم ٹرسٹ
مثالی ماں
بیت العلم ٹرسٹ
مجموعۂ وظائف
تحفۂ دولہا
تحفۂ دلہن
اذکار جمعہ
طریقۂ وصیت
مثالی استاد

Marfat.com